

قرآن کریم کی مستند عربی تفسیر پہلی مرتبہ اردو میں

تفسیر الخوی اردو

المعروف معالم التنزيل

از امام الکبیر ابو محمد حسین بن مسعود الفراء بغوی شافعی رحمہ اللہ متوفی ۲۵۱ھ

جلد پنجم سُورَةُ الرُّومِ تا سُورَةُ الْجَبَالِ

خصوصیات

قرآنی متن ترجمہ اور تفسیر جلی حروف میں
ترجمہ از حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ
فقہی احکام اور مسائل کا التزام
مفسرین کے متعدد اقوال ایک ہی جگہ پر
تفسیر کے علاوہ قرآنی الفاظ کی علیحدہ تشریح و تفسیر
واقعات کی متعدد روایات یکجا
خوی انوی تحقیق کے ساتھ مستند تحقیقی تفسیر
کے مطابق قرآنی متن و ترجمہ اپنی جگہ پر

بشمول قرآنی فضائل و خواص

از ابو محمد عبد اللہ یافعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۸ھ)
و حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی رحمہ اللہ
(تلمیذ رشید حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ)

تعارف تفسیر

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ

پتہ: بازار نمستان پاکستان

{0322-6180738, 061-4519240}

قرآن کریم کی مستند عربی تفسیر پہلی مرتبہ اردو میں

تفسیر بغوی

المعروف معالم التنزیل

از امام الکبیر محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء بغوی شافعی رحمہ اللہ متوفی ۵۱۶ھ

جلد پنجم سُورَةُ الرَّوْمِ تا سُورَةُ الْجَانِيَةِ

بشمول قرآنی فضائل و خواص

خصوصیات

از امام ابو محمد عبداللہ یافعی رحمہ اللہ (متوفی ۵۷۶ھ)
وحضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی رحمہ اللہ
(تلمیذ رشید حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ)

تعارف تفسیر

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
کے قلم سے

ترجمہ از
اشرفیہ مجلس علم و تحقیق

- ❖ قرآنی متن ترجمہ اور تفسیر جلی حروف میں
- ❖ آسان ترجمہ از حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ
- ❖ فقہی احکام اور مسائل کا التزام
- ❖ مفسرین کے متعدد اقوال ایک ہی جگہ پر
- ❖ عام تفسیر کے علاوہ قرآنی الفاظ کی علیحدہ تشریح و تفسیر
- ❖ قرآنی واقعات کی متعدد روایات یکجا
- ❖ بصری نحوی لغوی تحقیق کے ساتھ مستند تحقیقی تفسیر
- ❖ تفسیر کے مطابق قرآنی متن و ترجمہ اپنی جگہ پر
- ❖ منتخب قرآنی آیات کے فضائل و خواص

چوک فوارہ ملت ان پکستان

{ 0322-6180738, 061-4519240 }

ادارۃ تالیفات اشرفیہ

تفسیر لغوی

تاریخ اشاعت رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ
ناشر ادارہ تالیفات اشرافیہ لندن
مباعت سلامت اقبال پریس ملتان

انتباہ

اس کتاب کی رائے کے ہمارے حقوق محفوظ ہیں

ماہنامہ مفسر

محمد اکبر ساجد

(یو۔ این۔ پی۔ اے۔ ایم۔ اے۔)

قارئین سے گزارش

اس کتاب کی روایات و مشن ہوتی ہے۔ ہر دفعہ ایک معیار کی ہے۔
تعمیراتی کامیتے اور دانشوران ایک ہی جہت سے جوڑ داتی ہے۔
پاکی و بی طرفی کے قیاس پر ہونی چاہئے، ہر مضمون اور مضمین
تاریخ اشاعت میں درست ہوتے ہیں۔ ہر آواز

تعمیراتی کامیتے اور دانشوران ایک ہی جہت سے جوڑ داتی ہے۔
پاکی و بی طرفی کے قیاس پر ہونی چاہئے، ہر مضمون اور مضمین
تاریخ اشاعت میں درست ہوتے ہیں۔ ہر آواز

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST UK 114 HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTRE) BOLTON BLAISE (UK)

طبعة
۱۴۳۶ھ

کلمات ناشر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ

وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ

ابا بعد! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قدیم مستند عربی تفسیر جو کہ تفسیر بغوی جو کہ معالم التنزیل کے نام سے مشہور ہے۔ پہلی مرتبہ اردو زبان میں ترجمہ کے بعد پیش کی جا رہی ہے۔

قرآن کریم کی خدمت جس شکل اور جس انداز میں بھی نصیب ہو جائے جہاں خوش بختی اور خوش نصیبی کی بات ہے وہاں ایک بڑی ذمہ داری بھی ہے۔ چونکہ یہ عظیم و مستند تفسیر پہلی مرتبہ اردو میں آرہی ہے اس لیے خوشی بھی دوچند ہے تو ذمہ داری کا احساس بھی دامن گیر ہے۔ تفسیر بغوی کا مفسرین اور تفاسیر میں کیا مقام و مرتبہ ہے اس کا اندازہ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کے تعارف و تبصرہ سے کیا جاسکتا ہے۔ آج سے تقریباً 20 سال قبل ادارہ نے اس عظیم تفسیر کا عکس لے کر پاکستان میں پہلی مرتبہ شائع کیا تو حضرت شیخ الاسلام مدظلہ نے اس کی اشاعت پر ایک گراں قدر تبصرہ ”البلاغ“ میں قلمبند فرمایا تھا۔ حضرت کا یہ تبصرہ چونکہ اس تفسیر کے تعارف اور مقام و مرتبہ کے متعلق جامع ہے اس لیے اسے شروع کتاب میں دیدیا گیا ہے جو گویا کتاب ہذا کے لیے بطور مقدمہ کئے ہے۔

تفسیر ہذا میں قرآنی متن کے نیچے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا با محاورہ سلیس ترجمہ اور تفسیر میں جگہ جگہ عنوانات و پیرا گرافی کا کام بھی کیا گیا۔

تفسیر بغوی پہلی مرتبہ اردو لباس سے آراستہ ہو کر شائع کی جا رہی ہے جس سے اہل علم کے علاوہ عوام الناس بھی استفادہ کریں گے۔ ان کی ضرورت اور ذوق کے پیش نظر ہر جلد کے آخر میں قرآنی آیات کے متعلق تیر بہدف فضائل و خواص دیدیئے ہیں جو کہ آٹھویں صدی کے معروف عالم امام ابو محمد عبداللہ بن اسد یا فنی رحمہ اللہ کی معروف کتاب الدر المنظوم فی فضائل القرآن ”والآیات والذکر الحکیم“ اور حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی رحمہ اللہ کی نایاب تفسیر ”تفسیر میرٹھی“ سے ماخوذ ہیں۔ یہ فضائل و خواص بتاتے ہیں کہ قرآن کریم جس طرح روحانی ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اسی طرح جسمانی امراض سے شفا کے لیے بھی اپنی مثال آپ ہے۔

اللہ تعالیٰ اس قرآنی خدمت کو شرف قبولیت سے نوازے اور ان حضرات اہل علم کو بھی دین دُنیا کی فلاح و ترقی سے نوازے کہ جن کی شبانہ روز کاوش کے بعد یہ علمی کام پایہ تکمیل تک پہنچ سکا۔ ”فجزاہم اللہ احسن الجزاء“

والسلام

محمد اسحاق غفرلہ ۱۸ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

21-11-2011

1

فہرست عنوانات

۱۱	سُورَةُ الرَّوْمِ	
۱۱		فارس اور رومیوں کے درمیان جنگ کا واقعہ
۱۱		ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ابی بن خلف کے ساتھ شرط لگانا
۱۲		رومیوں کا فارس والوں پر غلبے کے واقعہ
۲۲		لَا تُدْبِلْ لِحَلْفِ اللَّهِ كِتَابَهُ
۲۶		یہ جو میں فساد کی تفسیر
۳۲	سُورَةُ لُقْمَانَ	
۳۲		نبی الحدیث کا مصداق
۳۳		کانے والی عورت اور کتے کی قیمت حرام ہے
۳۳		کاٹاں میں نفاق پیدا کرتا ہے
۳۵		حضرت لقمان نبی تھے یا نبی تھے سمیت سے یہ مراد ہے
۳۹		نعمت نجاہ و اور باطن کی تفسیر
۴۱		آیت وَلَوْ اَنَّ مَالِي الْاَرْضِ كاشان نزول
۴۵	سُورَةُ السَّجْدَةِ	
۵۰		تسجلی جنوینہم سے کون سے لوگ مراد ہیں
۵۱	سُورَةُ الْاٰخِزَابِ	
۵۱		يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ كاشان نزول
۵۷		آیت مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرِجَالٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِي تَفْسِيرِ
۵۹		أَذْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ كاشان نزول

۵۹	آیت النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ کی تفسیر
۶۲	غزوہ احزاب کا واقعہ
۶۳	سخت چٹان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرب سے ریزہ ریزہ ہو جانا
۶۷	قبیلہ بنی قریظہ کا معاہدہ توڑ دینا
۷۷	لیلۃ العقبہ میں بیعت کرنے والے صحابہ کی تعداد
۸۱	فمنہم من قضیٰ نجبہ کا شان نزول
۸۳	واقعہ بنی قریظہ
۸۸	بنو قریظہ کا محاصرہ اور ان سے حاصل ہونیوالا مال غنیمت
۹۰	بنانہ عورت کا قصہ
۹۳	ریحانہ بنت عمرو کے اسلام لانے کا واقعہ اور آپ کی مملوکہ رہنے پر اصرار
۹۴	آیت وَإِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ کا شان نزول
۹۵	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے اسماء گرامی
۹۶	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیویوں سے ایک ماہ ایلاء کرنا
۱۰۰	جاہلیت اولیٰ کی تفسیر
۱۰۱	رجس کی وضاحت
۱۰۲	آیت کا شان نزول
۱۰۵	وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ كَاشَانَ نَزُولٍ
۱۱۴	آیت وامرأة مومنہ کی تفسیر
۱۱۵	نکاح کن الفاظ سے منعقد ہوتا ہے
۱۱۶	تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ کی تفسیر
۱۱۸	لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ مَّ بَعْدُ کی تفسیر
۱۲۱	آیت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا كَاشَانَ نَزُولٍ
۱۲۵	حدیث قدسی
۱۲۶	آیت کے شان نزول میں مختلف اقوال

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برأت کا واقعہ

۱۲۹

اہانت سے کیا مراد ہے

۱۳۰

حنظلیہ الانسان کی تفسیر

۱۳۲

سُورَةُ سَبَا

۱۳۳

تفسیر کی تفسیریں

۱۳۷

یَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِبٍ کی تفسیر

۱۳۹

حضرت سیمان علیہ السلام کی موت کا واقعہ

۱۴۱

قوم سبا کون تھی

۱۴۳

عوم کی اصناف اور مختلف تفسیریں

۱۴۶

الَّذِينَ يَأْتُونَكَ بِالنَّارِ وَأَنْتَ لَا تَخِيفُ

۱۵۳

وَأَخَذُوا مِنْ مَكَانٍ قَرِيبٍ کی تفسیر

۱۵۹

سُورَةُ فَاطِر

۱۷۰

لَمَنْبِهِ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمَنْبِهِ مُقْتَصِدٌ کی تفسیریں

۱۷۰

توازن کی مختلف تفسیریں

۱۷۲

آیت اولہ نَعْمَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ مَراد ہے

۱۷۳

سُورَةُ يَسِين

۱۷۷

آیت انا جعلنا فی اغصانہم کاشان نزول

۱۷۸

آیات سے کیا مراد ہے مختلف تفسیریں

۱۸۰

اصحاب القریہ اور مسجون سے کیا مراد ہے

۱۸۰

اطمینان یعنی اللہ کا تمہیں ملے گا

۱۸۱

الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَى الْفَاجِرِينَ کی تفسیر

۱۹۵

وما علمتہ الشجر کی تفسیر

۱۹۸

سُورَةُ الصَّافَات

۲۰۲

وَرَبِّ الْمَشَارِقِ اور اس کی ہم مثل آیات کی تفسیر

۲۰۳

۲۱۱	قرین سے کیا مراد ہے
۲۱۲	زُفُوم کسے کہتے ہیں؟
۲۱۳	فِتْنَةٌ لِلظَّالِمِينَ کی تفسیر
۲۱۳	رُءُوسُ الشَّيْطَانِ سے کیا مراد ہے
۲۱۸	ذبح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے یا اسحاق علیہ السلام
۲۲۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب کب آیا
۲۲۰	وَتَلَّهٖ لِلْجَبِينِ کی تفسیر
۲۲۱	اسی خانہ ہمہ آفتاب است
۲۲۳	شبہ اور اس کا ازالہ
۲۲۵	حضرت الیاس کا ذکر
۲۲۰	بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ کی تفسیر
۲۲۲	سُورَةُ صَٰ
۲۲۸	اوتاد کی تفسیریں
۲۵۱	حضرت داؤد علیہ السلام کی حکومت
۲۵۱	فصل الخطاب کی تفسیر
۲۵۲	حضرت داؤد علیہ السلام کا امتحان
۲۵۲	حضرت داؤد علیہ السلام کے امتحان کا ایک اور واقعہ
۲۵۶	شبہ اور اس کا ازالہ
۲۶۲	آیت ”الصَّفِيْنَةُ الْجَيَادُ“ کی تفسیر
۲۶۵	مَسْحَامٌ بِالسُّوقِ وَالْأَغْنَانِ کی تفسیر
۲۶۵	حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتحان
۲۶۶	آصف بن برخیا کی آخری تقریر کی تفصیل
۲۶۷	حضرت سلیمان علیہ السلام کو آصف بن برخیا کی طرف سے گھر میں ہونیوالے واقعہ کی تفصیل
۲۶۷	حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کا شیطان لے جانا اور چالیس دن تک حکومت پر قابض رہنا

سُورَةُ الزُّمَرِ

اسما بولے الصبرون سے کون کون مراد ہیں

۲۸۱

۲۸۶

لَيَسْتَعْمُونَ أَحْسَنَهُ كَيْ تَفْسِيرِ

۲۸۸

كَلِمَةُ الْعَذَابِ كَيْ تَكْتَفِ تَعْدِيَةً

۲۸۹

شَرْحِ صَدْرَتَيْهَا مَرَادِيهِ

۲۹۰

۲۹۲

الْمَنْ يَنْتَفِي بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ كَيْ تَفْسِيرِ

۲۹۳

آيَاتِ كَيْ شَرَحَ نَزَائِلِ

۲۹۴

دُنْيَا پُرْهَقُوا الْعِبَادِ پُورے کئے جائیں

۲۹۵

إِسْلَامِ مَفْسُومُونَ تَعْدِيَةً

۲۹۵

جَاءَ بِالصَّدَقِ وَالصَّدَقِ بِهِ كَيْ تَكْتَفِ تَعْدِيَةً

۲۹۸

رَأَى كَيْ تَكْتَفِ تَعْدِيَةً

۳۰۱

فَلْيَبْعَادِ الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلَىٰ انْفُسِهِمْ كَيْ تَفْسِيرِ

۳۰۶

وَمَا لَذَرُوا اللَّهَ حَقَّ لَذَرِهِ كَيْ تَفْسِيرِ

۳۱۱

سُورَةُ غَافِرٍ

۳۱۴

عَامَّةً عَمَّا شَرَحَ أَوَّلَ مَا شَرَحَ بَارَكَ فِيهِ

۳۳۰

وَمَا لَذَرُوا اللَّهَ حَقَّ لَذَرِهِ كَيْ تَفْسِيرِ

۳۳۸

سُورَةُ فَصَلَتِ

۳۴۰

أَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ كَيْ تَفْسِيرِ

۳۴۰

بِرُكْنِ كَيْ رَزَقَ اللَّهُ كَيْ تَفْسِيرِ

۳۴۲

أَبُو جَبَلٍ أَوْ تَفْسِيرِ كَيْ تَفْسِيرِ

۳۴۹

اسْتِقَامَتِ تَعْدِيَةً

۳۵۰

بِرُكْنِ كَيْ رَزَقَ اللَّهُ كَيْ تَفْسِيرِ

۳۵۸

سُورَةُ الشُّورَى

۳۵۸

حُرُوفِ مَقْلَعَاتِ كَيْ تَفْسِيرِ

۳۶۰	یہ کتابیں کون سی تھیں اور ان میں کیا تھا
۳۶۷	الامودة فی القربی کی تفسیر
۳۶۹	توبہ کرنے والوں سے اللہ کتنا خوش ہوتا ہے
۳۷۱	اولیاء اللہ کی توبہ کرنے کا وبال
۳۸۰	سُورَةُ الزُّحُرْفُ
۴۰۲	سُورَةُ الدُّخَانِ
۴۰۴	دُخان سے کیا مراد ہے
۴۰۸	قوم تیج کا واقعہ
۴۰۴	سُورَةُ الْجَاثِيَةِ
۴۲۴	اضافہ مفیدہ از ناشر
۴۲۴	الدرر النظیم فی فضائل القرآن
۴۲۵	سورة روم
۴۲۵	سورة لقمان
۴۲۶	سورة سجدہ
۴۲۶	سورة احزاب
۴۲۷	سورة سبا
۴۲۷	سورة فاطر
۴۲۸	سورة یسین
۴۳۰	سورة صافات
۴۳۰	سورة ص
۴۳۰	سورة زمر
۴۳۱	سورة غافر

۴۴۲	سورہ بکہہ
۴۴۲	سورہ انجرات
۴۴۲	سورہ قاشق
۴۴۲	سورہ نمد
۴۴۲	سورہ انفاف
۴۴۲	سورہ انخان
۴۴۲	سورہ اجاثیہ
۴۴۲	تفسیر برہنہ "تفتب آیات کے فضائل و خواص"
۴۴۲	سورہ بقرہ نہایت آیت 16
۴۴۲	فضیلت سورہ بکہہ
۴۴۲	سورہ انزاب نہایت آیت 56
۴۴۲	سورہ بقرہ فضائل و خواص
۴۴۲	سورہ بقرہ نہایت آیت 58
۴۴۲	سورہ بقرہ نہایت آیت 34
۴۴۲	فضیلت سورہ بقرہ
۴۴۲	فضیلت سورہ انخان



سُورَةُ الرُّومِ

اس میں ۶۰ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْم ۱ غَلَبَتِ الرُّومُ ۲ فِیْ اَدْنٰی الْاَرْضِ وَهُمْ مِنْ مَّ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۳

تجلیہ ۱ اہل روم ایک قریب کے موقع میں مغلوب ہو گئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب تین سال سے لے کر نو سال کے اندر اندر غالب آ جاویں گے۔

فارس اور رومیوں کے درمیان جنگ کا واقعہ

تفسیر فارس اور روم میں جنگ تھی۔ مشرک دل سے چاہتے تھے کہ اہل فارس رومیوں پر غالب آ جائیں کیونکہ فارس والے مجوسی تھے، ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب نہیں تھی اور مسلمان چاہتے تھے کہ رومی فتح یاب ہو جائیں کیونکہ رومی اہل کتاب تھے۔ کسریٰ پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں نے ایک لشکر روم کی طرف بھیجا جس کی قیادت شہزادہ کے سپرد کی اور قیصر نے ایک لشکر تھیس کی زیر سرکردگی روانہ کیا۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ اذرعات علاقہ شام و بصریٰ کے مقام پر ہوا۔ (یہ شامی علاقہ ارض عرب کے بہت قریب تھا اور عجم سے بھی قریب تھا) آخر میں فارس والے رومیوں پر غالب آ گئے۔ مسلمانوں کو مکہ میں اس کی اطلاع پہنچی تو ان کو بڑا رنج ہوا اور کفار مکہ اس خبر کو سن کر بہت خوش ہوئے اور مسلمانوں سے کہنے لگے کہ تم بھی اہل کتاب ہو اور عیسائی بھی اہل کتاب ہیں اور ہم اُمی (یعنی بے کتاب) ہیں، ہمارے فارسی بھائی تمہارے رومی بھائیوں پر غالب آ جائیں گے۔ اگر تم ہم سے لڑو گے تو ہم بھی تم پر غالب آ گئے۔ اس وقت اس آیت کا نزول ہوا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ابی بن خلف کے ساتھ شرط لگانا

نزول آیت کے بعد حضرت ابوبکر کفار کے پاس گئے اور فرمایا: اب تو تم اپنے بھائیوں کے غالب آ جانے سے بہت خوش ہو لیکن واللہ! عنقریب رومی فارسیوں پر غالب آ جائیں گے، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس کی اطلاع دے دی

ہے۔ اُبی بن خلف بھی بولا تم مجھ نے ہو۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دشمن خدا تو بڑا جھوٹا ہے۔ اُبی نے کہا: ہمارے درمیان ایک معین مدت کی شرط کر لو، میں دس اونٹنیوں کی شرط باندھتا ہوں۔ اگر رومی فارس والوں پر غالب آگئے تو میں سوا دن (یعنی دس اونٹنیوں) تم کو دوں گا اور اگر فارس والے رومیوں پر غالب رہے تو تم کو سوا دن ادا کرنا ہوگا۔ شرط طے ہو گئی اور تین سال کی میعاد مقرر ہوئی گئی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خدمت کرامی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کر دیا۔ (یہ واقعہ قرآنِ حرامت سے پہلے کا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تو یہ نہیں بیان کیا تھا: "بضع" تو تین سے نو تک ہوتا ہے۔ اب تم مال کی مقدار میں اضافہ کر دو اور میعاد بڑھا دو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خدمت کرامی سے واپس آئے، اُبی سامنے دھڑکی دیا۔ اُبی نے کہا: اب تو شاید تم کو پشیمانی ہوئی ہوگی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پشیمانی نہیں بند۔ میں تو مال کی مقدار بڑھاؤ اور میعاد مقررہ میں توسیع کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ سوسو اونٹنیوں کی شرط ہو گئی اور نو سال کی مدت مقرر ہوئی۔ بعض روایات میں سات سال کی میعاد آئی ہے۔ اُبی نے کہا: میں نے مان لیا۔ کچھ مدت کے بعد اُبی بن خلف وہاں یہ اندیشہ ہوا کہ ابو بکر صدیق سے پتے جائیں گے تو آکر آپ سے پست گیا اور بولا: مجھے اندیشہ ہے کہ تم مکہ سے چلے جاؤ گے اس لیے اپنا کوئی ضمان دو (کہ جب میں شرط جیت جاؤں تو اس سے مال شرط وصول کر لوں) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن مسعود سے فرمایا۔ حضرت عبداللہ ضمان ہو گئے۔

اس سے بعد اُبی بن خلف (مسلمانوں کے مقابل) احد کی جنگ میں گیا اور مقابلہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے زخمی ہو رہا۔ میں آ کر مر گیا۔ اسی حدیبیہ کے دن رومی فارس پر غالب آگئے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ بدر کے دن انیس کا فائدہ ہوا۔ یہ واقعہ یومِ شرط سے ساتویں سال کے سرے پر پیش آیا۔ شععی نے لکھا ہے کہ یہ مقررہ مدت کفار کے نہیں پائی تھی کہ رومی فارس والوں پر غالب آگئے اور اپنے گھوڑے مدائن (ایرانوں کی عراقی راجدھانی) میں لے جا کر باندھا دیے۔ (حرامت قمار سے پہلے کا یہ قصہ ہے) حضرت ابو بکر بھی اُبی بن خلف سے جیت گئے اور اُبی بن خلف کے وارثوں نے آپ نے شرط کا مال وصول کر لیا اور خدمت کرامی صلی اللہ علیہ وسلم میں لے کر حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس واقعہ سے تم نے سیکھ لیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایسا ہی نقل کیا ہے۔

رومیوں کا فارس والوں پر غالب آنے کا واقعہ

حسب بیان حکیم رومیوں کی فارس والوں پر غالب آنے کی صورت یہ ہوئی کہ شہر زاد رومیوں پر غالب آیا اور ان کے شہروں کو وندتا اُجاڑتا ہوا غلج تک پہنچ گیا۔ ایک روز شہر زاد کا بھائی فرخان شہر زاد کے تخت پر بیٹھا شراب پی رہا تھا کہ (مستی کی حالت میں) اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں کسری کے تخت پر بیٹھنے والا ہوں۔ یہ بات کسری تک پہنچی گئی۔ کسری نے شہر زاد کو لکھا کہ جس وقت میری یہ تحریر تم کو پہنچے، نور فرخان کا سرکٹ کر میرے پاس بھیج دو۔ شہر زاد نے

جواب میں لکھا: بادشاہ سلامت! فرخان کے بڑے کارنامے ہیں اور دشمنوں پر اس کی دھاک ہے، آپ کو ایسا شخص نہیں ملے گا۔ کسریٰ نے دوبارہ لکھا: فارس میں اور بہت سے لوگ ہیں جو اس سے بہتر ہیں، فوراً میرے پاس اس کا سر بھیج دو۔ شہزاد نے اس کا بھی ایسا ہی جواب لکھ دیا جس سے کسریٰ غضب ناک ہو گیا اور پھر کچھ نہیں لکھا بلکہ فوج کے پاس ڈاک سے یہ حکم بھیج دیا کہ میں نے شہزاد کو ہٹا کر اس کی جگہ تمہارا آفیسر فرخان کو بنا دیا، پھر ایک چھوٹا سا پرچہ ڈاک لے جانے والے کو الگ سے دے دیا جس میں شہزاد کو قتل کر دینے کا حکم لکھا ہوا تھا اور ڈاک والے سے کہا کہ جب فرخان حکومت کا چارج لے لے اور اس کا بھائی اس کی اطاعت کر لے تو اس وقت یہ پرچہ فرخان کو دے دینا۔ غرض شاہی حکم ملنے کے بعد شہزاد نے بسر و چشم اس کو قبول کیا اور تخت سے اتر آیا، اس کی جگہ فرخان بیٹھ گیا۔ اس وقت ڈاک والے نے یہ پرچہ فرخان کو دیا، فرخان نے فوراً شہزاد کو بلوانے کا حکم دیا اور گردن مار دینے کے لیے پیشی میں طلب کیا۔

شہزاد نے کہا: جلدی سے کام نہ لیجئے، مجھے اتنی مہلت دیجئے کہ میں وصیت نامہ لکھ دوں۔ فرخان نے کہا: اچھا۔ شہزاد نے بستہ منگوایا اور اس میں سے تین تحریریں نکال کر دکھائیں اور فرخان سے کہا: میں نے آپ کے سلسلے میں کسریٰ سے یہ ساری مراسلت کی تھی اور آپ صرف ایک تحریر ملنے پر مجھے قتل کرانا چاہتے ہیں۔ فرخان نے فوراً اقتدار حکومت شہزاد کو واپس کر دیا۔ اس کے بعد شہزاد نے قیصر روم کو لکھا: مجھے آپ سے کام ہے لیکن وہ نہ پیام رساں کی معرفت زبانی کہلوایا جاسکتا ہے نہ تحریراً اس کو پہنچایا جاسکتا ہے، ملاقات ہی ضروری ہے۔ اس لیے میری خواہش ہے کہ آپ پچاس رومیوں کو ساتھ لے کر مجھ سے ملنے، میرے ساتھ بھی اس وقت صرف پچاس ایرانی ہوں گے۔ قیصر نے بات مان لی اور پچاس رومیوں کو ساتھ لے کر روانہ ہو گیا لیکن اس کو اندیشہ لگا ہوا تھا کہ شاید شہزاد نے کوئی فریب کیا ہو، اس لیے اپنے آگے آگے اس نے کچھ جاسوس بھیج دیئے تاکہ صحیح اطلاع بہم پہنچائیں۔ جاسوسوں نے آ کر کہا کہ شہزاد کے ساتھ بھی صرف پچاس آدمی ہیں۔ قیصر روم شہزاد کی جانب چل دیا۔ پھر دونوں کے لیے ایک ریشمی خیمہ لگوایا گیا اور دونوں کی ملاقات اس طرح ہوئی کہ ہر ایک کے پاس خنجر تھا اور دونوں کے درمیان ترجمان تھا۔ شہزاد نے کہا: آپ کے شہزاد لوگوں نے ویران کیے وہ میں اور میرا بھائی ہیں۔ ہم نے ہی اپنی تدبیر اور بہادری سے آپ کا ملک اجاڑا، اس سے کسریٰ کو ہم پر حسد ہو گیا اور اس نے میرے بھائی کو میرے ہاتھ سے قتل کر دینا چاہا، میں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو کسریٰ نے میرے بھائی کو حکم دیا کہ وہ مجھے قتل کر دے۔ ہم دونوں ساتھ پیدا ہوئے ہیں (اس لیے ایک کے قتل ہو جانے سے دوسرا مر ہی جائے گا) اب ہم آپ کے ساتھ مل کر کسریٰ سے لڑنا چاہتے ہیں۔ قیصر نے کہا: تم نے ٹھیک کہا۔ پھر ایک نے دوسرے سے (اشارہ) کہا کہ راز دو آدمیوں کے درمیان رہتا ہے، جب دو سے آگے بڑھتا ہے تو پھیل جاتا ہے۔ چنانچہ دونوں نے اپنے اپنے خنجروں سے ترجمانوں کو قتل کر دیا، اس وقت سے رومیوں کا فارسیوں پر غلبہ ہو گیا اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر رومیوں نے ایرانیوں کو قتل کر دیا۔ کسریٰ بھی مر گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کی اطلاع صلح حدیبیہ کے روز پہنچی جس کو سن کر مسلمان اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے۔ اسی قصہ کی طرف ”غلبت الروم فی ادنی الارض الایة“ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

”لم غلبت الروم فی ادنی الارض“ یعنی ارض شام جو ارض فارس کے قریب ہے۔ مگر مرنے کہا ”ادنی الارض“ سے افریقا اور سمرقند ہے۔ (یہ دونوں علاقے شام کے تھے) مجاہد کا قول ہے کہ ارض جزیرہ مراد ہے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ یہ ایران اور فلسطین کا علاقہ مراد ہے۔ ”وہم من بعد علیہم“ روم فارس کے غلبہ پانے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے۔ ”والغلب والغلبۃ“ دونوں لغات ہیں۔ ”سبغلیون“ فارس مراد ہیں۔

فی بضع سنین۔ للہ الامر من قبل و من بعد۔ ویومئذ یفرح المؤمنون ④ ینصر اللہ ینصر من یشاء۔ وهو العزیز الرحیم ⑤ وعد اللہ لا یخلف اللہ وعده ولكن اکثر

الناس لا یعلمون ⑥ یعلمون ظاہراً من الحیوة الدنیا و منهم عن الآخرة هم غفلون ⑦

④ پہلے بھی اختیار اللہ ہی تھا اور پیچھے بھی اور اس روز مسلمان اللہ تعالیٰ کی اس امداد پر خوش ہوں گے وہ جس کو چاہے غالب کر دیتا ہے اور زیور دست ہے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو خلاف نہیں فرماتا اور یقیناً لوگ نہیں جانتے یہ لوگ صرف دنیاوی زندگی کے خواہر کو جانتے ہیں اور یہ لوگ آخرت سے بے خبر ہیں۔

⑤ ”فی بضع سنین“ بضع کا اطلاق تین سے سات تک ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ تین سے لے کر نو تک

ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ تین سے لے کر دس تک ہوتا ہے۔ عبد اللہ بن عمرو ابوسعید خدری، حسن بصری، عیسیٰ بن عمرو نے ”غلبت“ تین کے فتح کے ساتھ اور الام کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔ ”سبغلیون“ یام کے ضمہ اور لام کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روم اور فارس کے غلبہ کی خبر دی۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ روم فارس پر غالب آگئے قریب ترین زمین میں اور ان کے غلبہ کے بعد عنقریب ہم مسلمانوں کو چند سالوں میں ان پر غالب کر دیں گے۔ اس مدت کے پورا ہونے پر مسلمانوں نے رومیوں کے ساتھ جہاد کیا۔ پہلا قول زیاد صحیح ہے۔ ”للہ الامر من قبل و من بعد“ رومیوں نے غالب آنے سے پہلے اور ان کے غالب آنے کے بعد بہر حال اللہ ہی کا حکم چلتا ہے، کوئی بات اس کے نیچے اور اندازے سے بغیر نہیں ہوتی۔ ”ویومئذ یفرح المؤمنون“

⑥ ”ینصر اللہ“ روم فارس پر غالب آئے۔ یہاں صدق کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خوشی ہوئی کہ بدر کی لڑائی میں مسلمان مشرکوں پر غالب آئے اور اہل کتاب کو ان لوگوں پر غلبہ حاصل ہوا جو کتابی نہیں ہیں۔ ”ینصر من یشاء“ وهو العزیز الرحیم“ اور وہ غالب ہے۔ ”الرحیم“ اور مؤمنوں پر رحم کرنے والا ہے۔

⑦ ”وعد اللہ“ مصدر بنام پر منصوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پختہ وعدہ فرمایا کہ مغلوب ہونے کے بعد رومی غالب آجائیں گے۔ ”لا یخلف اللہ وعده ولكن اکثر الناس لا یعلمون“

⑧ ”یعلمون ظاہراً من الحیوة الدنیا“ اور معاشرے سے واقف ہیں کہ کیسے کمائی کریں، کیسے تجارت کریں، کیسے کھیتی باڑی

کریں اور کیسے اس کو کاٹیں اور کیسے عمارتیں تعمیر کریں اور کیسے زندگی بسر کریں؟ حسن کا قول ہے کہ تم میں سے کوئی ایک اپنے ناخن کے کنارے سے درہم کو کھرچتا ہے پھر اس کا وزن بیان کرتا ہے اور وہ اس میں غلطی نہیں کھاتا حالانکہ یہ احسن نہیں سمجھتے کہ نماز پڑھیں۔
”وہم عن الآخرة ہم غافلون“ وہ اس سے بھولے ہوئے ہیں وہ اس پر غور و فکر نہیں کرتے اور نہ ہی وہ اس پر عمل کرتے ہیں۔

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَائِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُونَ ⑧ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ. كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَ آثَارُوا الْأَرْضِ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَ جَاءَ تَهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ⑨ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ آسَاءُ وَ السُّوَاىِٕ أَنْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَ كَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِءُونَ ⑩ اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ⑪ وَ يَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُونَ ⑫ وَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ مِّنْ شُرَكَائِهِمْ شَفَعُونَ وَ كَانُوا بِشُرَكَائِهِمْ كٰفِرِينَ ⑬ وَ يَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُنْفِرُونَ ⑭

کیا انہوں نے اپنے دلوں میں یہ غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان میں ہیں حکمت ہی سے اور ایک میعاد معین کے لئے پیدا کیا ہے اور بہت سے آدمی اپنے رب کے ملنے کے منکر ہیں کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں جس میں دیکھتے بھالتے کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیا ہوا وہ ان سے قوت میں بھی بڑھے ہوئے تھے اور انہوں نے زمین کو بھی بویا جو تا تھا اور جتنا انہوں نے اس کو آباد کر رکھا ہے اس سے زیادہ انہوں نے اس کو آباد کیا تھا اور ان کے پاس بھی ان کے پیغمبر معجزے لے کر آئے تھے سو خدا ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ تو خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے پھر ایسے لوگوں کا انجام جنہوں نے برا کام کیا تھا برا ہی ہوا اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا تھا اور ان کی ہنسی اڑاتے تھے اللہ تعالیٰ خلق کو اول بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی اس کو پیدا کرے گا پھر اس کے پاس لائے جاؤ گے اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز مجرم لوگ حیرت زدہ رہ جاویں گے اور ان شریکوں میں سے ان کا کوئی سفارشی نہ ہوگا اور یہ لوگ اپنے شریکوں سے منکر ہو جاویں گے اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز سب آدمی جدا جدا ہو جاویں گے۔

تفسیر ⑧ ”اولم يتفكروا في انفسهم ما خلق الله السموات والارض وما بينهما الا بالحق“ یعنی برحق، بعض نے کہا حق کے قیام کے لیے۔ ”واجل مسمى“ معلوم وقت میں ان کی بقاء ہے پھر جب

قیامت برپا ہو جائے گی۔ "وَأَنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ لَكَافِرُونَ"

① "وَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ" کیا وہ زمین پر چل پھر کر نہیں دیکھ سکتے

کہ ان سے پہلے والی قوموں کا انجام کیا ہوا اور ان کے انجام سے عبرت حاصل کریں۔ "كَانُوا أَشْدَّ مِنْهُمْ قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَالْأَرْضِ" دو لوگ موت کے اعتبار سے بہت زیادہ مضبوط تھے۔ انہوں نے زمین کو الٹ کر کے رکھ دیا اور ان سے زیادہ زمین کو آباد کیا تھا۔ زمین کو نشے کا مشب یہ ہے کہ پانی نکالے، معاون برآمد کرنے اور کھیتی باڑی کرنے کے لیے انہوں نے زمین کو صاف کیا۔ "وَعَمَرُوا مَا كَثُرَ مَعَهُمْ عَمْرُوها" اور تعمیرات کے حوالے سے اہل مکہ نے کثرت سے تعمیریں کی ہیں۔ بعض نے کہا کہ اہل مکہ کو ناس صوم پر اس سے ذکر کیا ہے کہ اہل مکہ کھیتی باڑی نہیں کرتے تھے۔ "وَجَاءَ نَبِيٌّ مِنْهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ" انہوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی اور ان کو جہنم قرار دیا۔ آخر اللہ نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ "لَمَّا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِمَهُمْ" ان کے حقوق کے توڑنے کے باعث "وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ" یعنی انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اپنے حقوق کو ضائع کرنے کے ساتھ۔

② "لَمَّا كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ أَسَاءَ" انہوں نے برے عمل کیے۔ "السَّوْءِ" اس سے مراد آگ ہے۔ بعض نے کہا کہ سوء ظن کے ناموں میں سے ایک نام ہے جیسے جنت کے ناموں میں سے حسن ایک نام ہے۔ "أَنْ كَذَّبُوا" اس وجہ سے کہ انہوں نے نبیؐ کو کذب سے کہا۔ سوء ظن کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ "أَنْ كَذَّبُوا" سے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان بدکاروں کا انجام برا ہوا۔ انہوں نے اللہ کے احکام کی تکذیب کی یعنی بدکاریوں نے ان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اللہ کے احکام کے منکر ہو گئے۔

"نَابَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِئُونَ" اہل قبا اور بصرہ نے یہی پڑھا ہے۔ "عَاقِبَةُ" رفع کے ساتھ پڑھا ہے اور "وَأَنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ لَكَافِرُونَ" اس صورت میں یہ کان کی خبر ہوگی۔ تقدیری عبارت یوں ہوگی "لَمَّا كَانَ السَّوْءِ عَاقِبَةُ الَّذِينَ أَسَاءَ" و"

③ "اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ثُمَّ يُعِيدُهُمْ" ان کو دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا صرف "بَعِيدُهُمْ" نہیں آویں۔ ان صورت میں یہ حقوق کی طرف لوٹے گی۔ "ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ" پھر ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ اور پھر وہ پھر سے "يُؤْتِيهِمْ" سے ساتھ پڑھا ہے اور "وَأَنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ لَكَافِرُونَ" سے

④ "وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَلْسُ الْمَجْرُمُونَ" قتا اور کبھی کا بیان ہے کہ وہ ہر بھلائی سے ناامید ہوں گے۔ فراء کا قول ہے "لَمَّا كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ أَسَاءَ" سے کہ وہ درسا ہوں گے۔

⑤ "وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ مِنْ شُرَكَائِهِمْ شُفَعَاءُ وَكَانُوا بِشُرْكَائِهِمْ كَافِرِينَ" وہ منکر ہو جائیں گے اور اپنے اعمال سے بات اختیار نہیں کریں گے۔

⑥ "وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُؤْمِنُ بِمَنْزِلِ بِنَفْسِهِمْ" یعنی اہل جنت کو اہل نار سے ممتاز کر دیں گے۔ مقاتل کا بیان ہے وہ سب آفتاب کے بعد جنت و جہنم کی طرف جدا کیے جائیں گے۔ پھر وہ کبھی بھی آپس میں جمع نہیں ہوں گے۔

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ ﴿١٥﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا
بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ فَأُولَئِكَ فِي الْعَذَابِ مُخَضَّرُونَ ﴿١٦﴾ فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ
تُصْبِحُونَ ﴿١٧﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ ﴿١٨﴾

یعنی جو لوگ ایمان لائے تھے اور انہوں نے اچھے کام کئے تھے وہ تو باغ میں مسرور ہوں گے اور جن لوگوں نے
کفر کیا تھا اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کے پیش آنے کو جھٹلایا تھا وہ لوگ عذاب میں گرفتار ہوں گے سو تم اللہ کی تسبیح کیا
کرو شام کے وقت اور صبح کے وقت اور تمام آسمان وزمین میں اسی کی حمد ہوتی ہے اور بعد زوال اور ظہر کے وقت۔

تفسیر ﴿١٥﴾ ”فاما الذين آمنوا و عملوا الصالحات فهم في روضة“ یعنی جنت کے چمن میں جہاں نہریں بہتی
ہوں گی اور پھول کھلے ہوں گے۔ ”یحبرون“ کا ترجمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ کیا ہے کہ ان کی عزت کی جائے گی۔ مجاہد اور
قادمہ کا بیان ہے کہ وہ عیش میں ہوں گے۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ وہ خوش ہوں گے، حمرہ کا معنی ہے خوشی، یہ بھی کہا گیا ہے کہ حمرہ ہر
اچھی نعمت کو کہتے ہیں اور تحمیر کا معنی یہ ہے کہ خوبصورت بنا دینا۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ نے یحییٰ بن کثیر کا قول نقل کیا ہے کہ یحبرون جنت کے آسمان کا نام ہے۔ اوزاعی کا بیان ہے کہ
اسرائیل نہایت خوش آواز تھے۔ جب وہ گانا شروع کرتا ہے تو ساتوں آسمانوں کے رہنے والوں کی نماز اور تسبیح ختم ہو جاتی ہے۔
ایک روایت میں ہے تو جنت کا کوئی درخت بغیر سرسبز ہوئے نہیں رہتا۔

﴿١٦﴾ ”واما الذين كفروا و كذبوا باياتنا و لقاء الآخرة“ آخرت سے مراد قبروں سے زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہونا۔
”فاولئك في العذاب محضرون“

﴿١٧﴾ ”فسبحان الله“ اللہ کی پاکی بیان کر د معنی اس کا یہ ہے کہ اللہ کے لیے نماز ادا کرو۔ ”حين تمسون“
جب تم شام کے وقت میں داخل ہو اور اس سے مراد نماز مغرب اور نماز عشاء ہے۔ ”و حين تصبحون“ یعنی تم داخل
ہو جاؤ صبح کے وقت اس سے مراد صبح کی نماز ہے۔

﴿١٨﴾ ”وله الحمد في السموات والارض“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آیت کی مراد یہ ہے کہ تمام
باشندگان ارض و سماء اللہ کی حمد کرتے اور اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ ”وعشياً“ اور پچھلے پہر، آخر نماز اس سے مراد عصر کی نماز
ہے۔ ”و حين تظہرون“ اور جب وہ دوپہر کے وقت میں داخل ہوتے ہوں یعنی سورج کی گرمی کا غلبہ ہوتا ہے، یہ ظہر کا وقت
ہے۔ نافع بن ازرق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا، کیا پانچوں نمازوں کا ذکر قرآن مجید میں کہیں ہے؟ فرمایا:
ہاں۔ پھر یہی دونوں آیتیں پڑھ دیں اور فرمایا یہ آیت پانچوں نمازیں اور ان کے اوقات کو حاوی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس

نے سبحان اللہ و بحمدہ دن کے اڈل لمحے میں اور آخر لمحے میں سو بار پڑھا اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اگرچہ سمندر کے بھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے صبح اور شام کے وقت سو مرتبہ سبحان اللہ و بحمدہ پڑھا تو قیامت کے دن ان سے بڑھ کر کوئی عمل اور کوئی نالائے گا سوائے اس شخص کے جس شخص نے اسی کی طرح پڑھا ہو یا اس سے زائد پڑھا ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو کلمے ہیں جو زبان پر لگے ہیں، میزان میں بھاری ہوں گے، رحمن کو پیارے ہیں۔ سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے او جو یہ بنت الحارث بن ابی الخرار سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت جویریہ بنت الحارث بن ابی اسود سے روایت ہے کہ مسجد میں تھیں۔ رسول اللہ صلی علیہ وسلم ان کے پاس سے ایک صبح کو اٹھ کر مسجد سے باہر چلے گئے۔ پھر ان پڑھے وہیں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ جب سے میں یہاں سے گیا ہوں اس وقت سے اب تک تم یہیں بیٹھی ٹھیک پڑھ رہی ہو۔ حضرت جویریہ نے کہا جی ہاں! فرمایا میں نے تو تمہارے پاس سے جانے کے بعد چار کلمے تین بار پڑھے تھے، اگر تمہارے (انحیف) کے غلو سے ان کا موازنہ کیا جائے تو وہ بھاری پڑیں گے، چار کلمے یہ ہیں "سبحان اللہ و بحمدہ عدد خلقہ و رضیاء نفسہ و زنة عرشہ و مداد کلماتہ"

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُخَيِّ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذَلِكَ تُخْرَجُونَ ① وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ ② وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُتَفَكَّرُونَ ③ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاجْتِلافَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِلْعَالَمِينَ ④

① جو جاندار ہو جان سے باہر لاتا ہے اور بے جان کو جاندار سے باہر لاتا ہے اور زمین کو اس کو مردہ ہونے سے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم لوگ نکالے جاؤ گے اور اسی کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر تمہارے روزوں بعد تم آدمی بن کر پھیلے ہوئے پھرتے ہو اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جانوں کی بیبیاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی ان میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ جو تم سے کام لیتے ہیں اور اسی کی نشانیوں میں سے آسمان و زمین کا بنانا ہے اور تمہارے اب و لہجہ اور رنگوں کا الگ الگ ہونا ہے اس میں دانشمندیوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

تفسیر 19 "يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذَلِكَ تُخْرَجُونَ" حمزہ اور کسائی نے تخرجون پڑھا ہے تاء کے فتح اور راء کے ضمہ کے ساتھ اور باقی قراء نے تاء کے ضمہ اور راء کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔

20 "وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ" یعنی تمہاری اصل (حضرت آدم علیہ السلام) کو مٹی سے پیدا کیا۔ "ثُمَّ إِذَا انْتَمَيْتُمْ بِبَشَرٍ تَنْتَشِرُونَ" پھر ان سب مخلوق کو زمین پر پھیلا دیا۔

21 "وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا" بعض نے کہا کہ تمہاری جنس سے یعنی بنی آدم سے۔ بعض نے کہا کہ حضرت حواء علیہا السلام کو آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا۔ "لَتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلْ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً" پھر ان جوڑے جوڑے کے اندر آپس میں محبت پیدا کر دی تاکہ وہ دونوں ایک دوسرے سے محبت اور شفقت سے پیش آئیں۔ کوئی بھی چیز دوسری سے زیادہ محبوب اور انس اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک آپس میں محبت (رحم) پیدا نہ ہو جائے۔ "إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُتَفَكَّرُونَ" اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی قدرت پر۔

22 "وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالاختلاف ألسنتكم" اس سے مراد بولیاں، زبان، عربی و عجمی اور دوسری لغات میں اختلاف مراد ہے۔ "وَالْوَالِدَاتُ" اور تمہارے رنگوں میں اختلاف ہے۔ کوئی سفید ہے تو کوئی کالا اور کوئی سرخ۔ "إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَاتٍ لِّلْعَالَمِينَ" حفص نے "لِّلْعَالَمِينَ" لام کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُمْ مِنْ فَضْلِهِ. إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُسْمِعُونَ 23 وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُحْيِي بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا. إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ 24 وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ. ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْأَرْضِ إِذَا أَنْتُمْ تَخْرُجُونَ 25 وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلُّ لَّهُ قَنُوتٌ 26 وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ. وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ. وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ 27

تفصیلاً اور اسی کی نشانیوں میں سے تمہارا سونا لیتنا ہے رات میں اور دن میں اور اس کی روزی کو تمہارا تلاش کرنا ہے اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تم کو بجلی دکھلاتا ہے جس سے ڈر بھی ہوتا ہے اور امید بھی ہوتی ہے اور وہی آسمان سے پانی برساتا ہے پھر اس سے زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کر دیتا ہے اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ

آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں پھر جب تم کو پکار کر زمین میں سے بارونے کا تو یکبارگی نکل پڑو گے اور جتنے آسمان اور زمین میں موجود ہیں سب اس کے تابع ہیں اور وہی ہے جو اول بار پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کے نزدیک زیادہ آسان ہے اور آسمان اور زمین میں اس کی شان اعلیٰ ہے اور زبردست حکمت والا ہے۔

تفسیر ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاءُ كَمٍ مِنْ لُضْلَةٍ﴾ یعنی تم رات کو سوتے ہو اور دن کو ذریعہ معاش تلاش کرتے ہو۔ یعنی دو تہیں پھیلتے ہیں۔ معیشت کے طلب کرنے میں۔ "ان فی ذلک لآیات لقوم یسمعون" نور انوار اور اعتبار دارانہ آیت۔

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ يَرْسِلُ السَّمَاءَ مَاءً﴾ کجلی کرنے کا ڈر ہوتا ہے جب کہ سفر کی حالت میں ہو۔ "وطمعاً" اور بارش کی امید ہوتی ہے جب کہ اپنے اپنے گھر میں ہو۔ "وینزل من السماء ماءً فیحیی بہ" آسمان سے بارش برکتی ہے۔ "الارض بعدہ موتیما" اس زمین کے خشک ہونے کے بعد بارش کا پانی اس میں جذب ہو جاتا ہے۔ "ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون" ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ ان نُنزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَنُحِیْ بِهٖ السَّيۡۤاتِ وَنَجِّلُ مِنَ الضَّلٰلٰتِ اٰیۡتٍ﴾ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بغیر ستون کے چھایا۔ بعض نے کہا کہ اللہ کے حکم سے پھر کاٹتا ہے۔ "ثم اذا دعاکم دعوة من الارض" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ "اذا انتم نخرجون" پھر تمہیں پکارا جائے گا جب تم اپنی اپنی قبروں سے برآمد ہو جاؤ گے۔

﴿وَالۡاَرْضُ مِنَ السَّمَاءِ وَاۡلِیۡۤاۡتِہَا وَاۡلِیۡۤاۡتِہَا وَاۡلِیۡۤاۡتِہَا﴾ اس سے مراد فرما نیردار مطیع ہیں۔ کلبی کا بیان ہے کہ آیت میں صرف دو (ان عقل) مراد ہیں جو اللہ کے احکامات گزار اور فرماں بردار ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہر ایک پیدائش اور حیات کے ارقایہ مت کے ان اعضاء میں حکم کا بندوبست خواہ حکم عبادت سے سرکشی کرتا ہو۔

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ يَلۡفُخُ السَّمَاءَ وَرُفُۡۤاۡتِہَا﴾ "یہ ان کو پیدا کیا، پھر ان کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔" "وہو اھون علیہ" یعنی ان کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیے کوئی امر آشوار ہی نہیں ہے۔ عوفی کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول آیا ہے۔ جبکہ اھون کا استعمال بطور ضرب المثل بیان کیا ہے یعنی دوبارہ پیدا کرنا یہی مرتبہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان ہوتا ہے جیسا کہ تم جانتے ہو۔ یہ بات تمہاری عقل کے بھی مطابق ہے۔

بعض نے یہ کتاب بیان کیا ہے کہ تمہارے نزدیک ان دو ابتداء سے زیادہ آسان ہوتا ہے۔ بعض نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ "یہ دوبارہ پیدا ہو جاتا یہی مرتبہ پیدا ہوجانے سے سہل ہوگا کیونکہ وہ صرف ایک آواز سے اٹھ کر نکل آئیں گے۔" یہی پیدائش آشوار تھی، خفہ بن پھر، ہوا خون ہوا، پھر گوشت کا لوتھڑا، پھر مرد یا عورت بنی، پھر پیدا ہوا۔ "واہ السئل الاعلیٰ" اور اس کی اعلیٰ شان ہے۔ "فی السموات والارض" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ ایسی ذات ہے کہ اس کا کوئی مثل نہیں۔ قناد کا قول ہے کہ "مثل الاعلیٰ لا الہ الا اللہ" کی شہادت ہے۔ "وہو العزیز" ملکیت اور خلاقیت میں "الحکیم" و حکمت والا ہے۔

ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنْفُسِكُمْ. هَلْ لَكُمْ مِّنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاءَ فِي مَارَزَقِنِكُمْ فَإِنَّكُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿28﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَ هُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَمَنْ يَهْدِي مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ وَمَالَهُمْ مِّنْ نَّصِيرِينَ ﴿29﴾ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا. فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا. لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ. ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿30﴾

﴿تفسیر﴾ اللہ تعالیٰ تم سے ایک مضمون عجیب تمہارے ہی حالات میں سے بیان فرماتے ہیں کیا تمہارے غلاموں میں کوئی تمہارا اس مال میں جو ہم نے تم کو دیا ہے شریک ہے کہ تم اور وہ اس میں برابر ہوں جن کا تم ایسا خیال کرتے ہو جیسا اپنے آپس کا خیال کرتے ہو ہم اسی طرح سمجھ داروں کے لئے دلائل صاف صاف بیان کرتے رہتے ہیں بلکہ ان ظالموں نے بلا دلیل اپنے خیالات کا اتباع کر رکھا ہے سو جس کو خدا گمراہ کرے اس کو کون راہ پر لاوے گا اور ان کا کوئی حمایتی نہ ہوگا سو تم یکسو ہو کر اپنا رخ اس دین کی طرف رکھو اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ تعالیٰ کی اس پیدا کی ہوئی چیز کو جس پر اس نے تمام رومیوں کو پیدا کیا ہے بدلنا نہ چاہئے پس سیدھا دین یہی ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

﴿تفسیر﴾ ﴿28﴾ ”ضرب لكم مثلاً من أنفسكم“ یہ تمہارے ہی حالات بیان کرتا ہے اور یہ حالات تمہارے ہی حالات سے اخذ کیے گئے ہیں۔ پھر آگے یہ مثال قائم کی ہے۔ ”هل لكم من ما ملكت ايمانكم“ تمہارے غلام ہوں یا باندیاں۔ ”من شركاء فيما رزقناكم“ یعنی تمہارے دیئے ہوئے مال میں ”فانتم“ اور وہ ”فيه سواء“ کہ تم سب ملکیت اور تصرف میں برابر ہو، وہ بھی تمہاری طرح تصرف کرتے ہوں۔

”تخافونهم كخيفتكم أنفسكم“ جیسے تم کو اپنے لوگوں کا اندیشہ رہتا ہے اور وہ تمہاری طرح آزاد ہیں استفہام اڑکاری ہے۔ یعنی ایسا نہیں ہوتا، اس کو تم عار سمجھتے ہو۔ باوجود یہ کہ تم سب آدمی ہو۔ پھر بھی غلاموں کے ساتھ مالی شرکت اور مساویانہ تصرف گوارا نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے تم اس بات سے ڈرتے ہو کہ تم ان کے اس طرح وارث بن جاؤ گے جیسے وہ ایک دوسرے کے وارث بنے رہے۔ جب تم ان کے مالک بننے سے ڈرتے ہو اور تم اپنے لیے راضی نہیں ہوتے ہو تو پھر تم کیسے راضی ہو گے کہ تم جن کی عبادت کرتے ہو، ان کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے۔ ”أنفسكم“ یعنی تمہارے مثل آزاد لوگوں میں سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ”ظن المؤمنون والمؤمنات بأنفسهم خيراً“ ”كذلك نفضل الآيات لقوم يعقلون“ وہ ان دلائل کو اپنے عقول کے ساتھ کیوں نہیں دیکھتے۔

﴿29﴾ ”بل اتبع الدين ظلموا“ انہوں نے اللہ کے ساتھ شریک کیا۔ ”اهواءهم“ شرک کرنے پر۔ ”بغير علم“ جہالت

کی وجہ سے ان کا مور کو جو ان پر واجب تھے۔ "لمن یهدی من اضل اللہ" یعنی اللہ اس کو گمراہ کرے گا۔ "وما لہم من نصربین" اور کوئی ان سے عذاب کو روکنے والا نہیں ہے۔

① "فالہ وجہک للذین" جب وہ اپنا سیدھا رُش اللہ کے دین کی طرف کر لیں۔ سعید بن جبیر کا قول ہے یعنی اپنے پیچھے کوئی اللہ کے دین کی طرف نہیں لیتا۔ وجہ کہتے ہیں جس کی طرف انسان متوجہ ہوتا ہے دین کے اعتبار سے اور رُش کے اعتبار سے۔ "حقیقاً" وہ سیدھا اسی کی طرف مائل ہو۔ "فطرة اللہ" اس سے مراد اللہ کا دین ہے۔ منسوب ہے انہوں نے وجہ سے یعنی رُش پڑا اللہ کی فطرت کو۔ "السی فطر الناس علیہا" جس فطرت پر انہوں نے لوگوں کو پیدا کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مفسرین کی ایک جماعت نے اس کا مطلب "فطرة الذین" یعنی اسلام لیا ہے اور بعض لوگ اس کی طرف گئے ہیں کہ اس سے خاص مؤمنین مراد ہیں جو فطرت اسلام پر ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنالیتے ہیں جیسے چوپائے سے چوپایہ سالم پیدا ہوتا ہے، کیا تم کو پیدا کرنا پسند ہے چوپائے ہو۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت "فطرة اللہ الی فطر الناس علیہا لا تبدل الخلق اللہ استواءت فرمائی۔

لا تَبْدِیلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ کِی تَفْسِیْر

جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے وہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ اس سے مراد بعض نے دو عہد لیا ہے جو عہد الست میں لیا گیا تھا۔ "الست بریکم فالوا بی" جو بچہ بھی اس عالم میں پیدا ہوتا ہے وہ اس اقرار پر پیدا ہوتا ہے اور یہ اقرار دین حنیف پر متعلق ہے۔ اگرچہ اس کی اور معنات کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "ولئن سألنہم من خلقہم لبقولن اللہ" پھر وہ کہتے ہیں "ما نعدہم الا لیقریونا الی اللہ زلفی"

یعنی انہوں نے ان میں فطرتی ایمان کا اعتبار نہیں بلکہ اعتبار ایمان شرعی کا ہے جو کسب اور ارادہ سے وجود میں آتا ہے۔ اس حدیث میں کہا گیا کہ اس بچے کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی بنالیتے ہیں۔ دیکھئے یہاں پر ایمان فطری موجود ہے محکوم اللہ میں۔ کافرین کے ماں باپ کے حکم میں۔ اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بندوں کو دین حنیف پر پیدا کیا لیکن شیطان نے اس کو دین سے ہٹالیا۔ عبد اللہ بن مبارک کا قول ہے کہ انہوں نے کہا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر پیدا ہونے والے بچے کو اس کی فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو جس جبلت پر پیدا کیا اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے خواہ وہ سعادت ہو یا شقاوت۔

ہذا ان میں سے ہر ایک کا آخرت میں محاسبہ ہوگا کہ یہ دنیا میں جس فطرت پر رہا۔ اگر اس نے دنیا میں اس پر اس کے والدین نے بدبختی ڈال کہ اس بچے کو یہودی یا نصرانی بنا دیا کیا تو اس کی بدبختی کا بوجھ اس کے والدین اٹھائیں گے۔ بعض نے کہا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہر مولود خلقتاً فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے یعنی سالم سرشت اور اس کی طبیعت قبول حق کے لیے تیار ہوتی ہے لیکن اس پر بیرونی اثر نہ ڈالا جائے تو وہ اپنی سلامتی پر قائم رہتی ہے کیونکہ سادہ عقل اور سالم فہم کے اندر دین اسلام مرکوز ہے۔ اب کسی بیرونی وجہ سے مثلاً والدین کی پیروی یا کسی دوسرے سبب سے تبدیلی آتی ہے تو اس کی سلامتی زائل ہو جاتی ہے۔

”لا تبدیل لخلق اللہ“ جن حضرات نے ان کو فطرت دین پر محمول کیا ان کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے دین کو تبدیل نہ کرو۔ یہ خبر بمعنی نہیں کے ہے۔ یعنی اللہ کے دین کو تبدیل نہ کرو۔ مجاہد اور ابراہیم کا قول ہے کہ آیت کا معنی ہے کہ اللہ کی فطرت کو لازم پکڑو۔ یعنی اللہ کے دین کو اور اس کی پیروی کرو اور توحید کو شرک کے ساتھ نہ بدلو۔ ”ذلک الدین القیم“ اس سے مراد سیدھا راستہ ہے۔ ”ولکن اکثر الناس لا یعلمون“ بعض نے کہا کہ لا تبدیل لخلق اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کی جبلت میں جو کچھ لکھ دیا گیا ہے وہ اس کو بدل نہیں سکتا۔ اگر وہ بد بخت ہے تو وہ سعید نہیں ہو سکتا اور اگر وہ سعید ہے تو شقی نہیں ہو سکتا۔ عکرمہ اور مجاہد نے پوری آیت کا مطلب یہ لکھا ہے کہ تخلیق خداوندی کو مت بدلو، یعنی جانوروں کو خصی نہ کرو۔

مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ① مِّنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيْعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ② وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا آذَقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ③

تم خدا کی طرف رجوع ہو کر فطرت الہی کا اتباع کرو اور اسی سے ڈرو اور نماز کی پابندی کرو اور شرک کرنے والوں میں سے مت رہو جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر لیا اور بہت سے گروہ ہو گئے ہر گروہ اپنے اس طریقہ پر نازاں ہے جو ان کے پاس ہے اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اپنے رب کو اسی کی طرف رجوع ہو کر پکارنے لگتے ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو اپنی طرف سے کچھ عنایت کا مزہ چکھا دیتا ہے تو بس ان میں سے بعض لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں۔

تفسیر ① ”منیبین“ کہ آپ اپنا چہرہ اس دین حنیف کی طرف متوجہ کریں اور آپ کی امت بھی اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے یا سب کو چھوڑ کر اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہوئے۔ یہ خطاب تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن آپ کے ساتھ اس میں امت بھی شامل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”یا ایہا النبی اذا طلقتہ النساء“..... ”الیہ“ یعنی لوٹنے والے توبہ کی طرف اور طاعت کو قبول کرنے والے۔ ”واتقوہ واقیموا الصلوة ولا تكونوا من المشرکین“

② ”من الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعا“ وہ مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے یعنی کوئی یہودی بن گئے اور کوئی نصرانی۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد اس امت کے بدعتی لوگ ہیں۔ ”کل حزب بما لہم فرحون“ جو ان کے پاس موجود ہے وہ اس پر راضی ہیں۔

﴿۱۵﴾ "وَإِذَا مَسَّ النَّاسُ ضُرًّا" تنگی اور قحط مراد ہے۔ "دَعُوا رَبَّهُمْ مَنبِئِينَ إِلَيْهِ" ان کی طرف سے ان کی دعاؤں کو

قبول کر دیا جائے گا۔ "لَمَّا إِذَا أَذَاهُمْ مِنْهُ رَحْمَةً" رحمت سے مراد رحمت ہے۔ "إِذَا لَرَبِّقَ مِنْهُمْ بِرَبِّهِمْ بِشَرِّ كُونَ"

لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ فَسْتَعْتَبُوا. فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿۱۶﴾ اَمْ أَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهِيَ بِنٰكَلِكُمْ

بِمَا كَانُوا بِهِ يَشْرِكُونَ ﴿۱۷﴾ وَإِذَا آذَيْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا وَإِنْ تُصِيبِهِمْ سَيِّئَةٌ بِمَا

قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ﴿۱۸﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ.

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۹﴾ فَاتِ ذَا الشَّرْبِيِّ حَقَّهُ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ.

ذَلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۲۰﴾ وَمَا آتَيْتُم مِّن رَّبًّا

لِيُرِيَبُوا فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يُرِيَبُوا عِنْدَ اللَّهِ وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ

فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ ﴿۲۱﴾ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُعِيْبِكُمْ هَلْ

مِن شَرِّ كَانَكُمْ مَّن يُفْعَلُ مِّنْ ذَلِكَ مِّنْ شَيْءٍ سُبْحٰنَهُ وَنَعْلٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۲۲﴾

﴿۲۲﴾ جس کا اصل یہ ہے کہ تم نے جو ان کو دیا ہے اس کی ناشکری کریں سو چند روزہ اور کچھ حاصل کر لو پھر جلدی تم

میں سے روکے یہ تم نے ان پر کوئی سزا نازل کی ہے کہ وہ ان کو شرک کرنے کو بہ رہی ہے اور ہم جب لوگوں کو کچھ

مناجیت کا مادہ چھوڑ دیتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں اور اگر ان کے اعمال کے بدلہ میں جو پہلے اپنے ہاتھوں کر

تھے ہیں ان پر کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو بس ادھوکہ تا امید ہو جاتے ہیں کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے

زیادہ اور اتنی دیتا ہے اور جس کو چاہے کم دیتا ہے اس میں نشانیوں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں پھر

تو اللہ ان کو اس کا حق دیا اور مسکین اور مساکین کو بھی یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور

ایسے ہی لوگ فلاحت پانے والے ہیں اور جو چاہتے ہیں اس غرض سے دو گے کہ وہ لوگوں کے مال میں پہنچ کر زیادہ ہو جاوے تو

یہ اللہ سے زیادہ ایک نہیں بڑھتا اور جو زکوٰۃ کے جس سے اللہ کی رضا طلب کرتے ہو گے تو ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے پاس

بڑھاتے رہیں گے اللہ ہی وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو رزق دیا پھر تم کو موت دیا ہے پھر تم کو جلائے گا کیا

تمہارے شکر میں بھی کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے وہ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔

﴿۲۳﴾ "لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ" پھر یہاں سے ان لوگوں کی طرف خطاب فرمایا جنہوں نے یہ فعل کیا۔ یہ خطاب بطور

تہدید ہے۔ "فَلَمَّعُوا لِسُوفَ تَعْلَمُونَ" آخرت میں ان کا حال جانتے ہیں۔

﴿۲۴﴾ "اَمْ أَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "سلطاناً" کا تہذیباً ہے دلیل اور عذر۔ قارہ کا

قول ہے کہ اس سے مراد کتاب ہے۔ ”فہو یتکلم“ وہ زبان سے کہہ رہے ہوں یا دلالت حال سے۔ ”بما كانوا به یشرکون“ یعنی شرکت اور صحت شرک کی شہادت دے رہی ہے۔

36 ”وإذا اذقنا الناس رحمة“ جب ان پر تیز ہوا اور تیز بارش پہنچتی ہے۔ ”فرحوا بہا“ وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں۔ ”وان تصبہم سیئۃ“ ان پر تنگی آجائے، خشکی، قحط اور خوف وغیرہ۔ ”بما قدمت ایدیہم“ برائیوں میں سے۔ ”اذا ہم یقنطون“ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ یہ مؤمنین کے اوصاف کے برخلاف ہے کیونکہ مؤمن کی خصلت تو یہ ہے کہ نعمت کے وقت اللہ کا شکر ادا کرے اور شدت اور سختی کے وقت اللہ سے امید رکھے۔

37 ”اولم یروا ان اللہ یسط الرزق لمن یشاء ویقدر ان فی ذالک لایات لقوم یؤمنون“.....

38 ”فات ذا القربی حقہ“ نیکی اور صلہ رحمی۔ ”والمسکین“ اس کا حق یہ ہے کہ اس پر صدقہ کرے۔ ”وابن السبیل“ اس سے مراد مسافر ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد بوڑھا ہے۔ ”ذلک خیر للذین یریدون وجہ اللہ“ وہ اللہ کے ثواب کے طلبگار ہیں جو وہ عمل کرتے ہیں۔ ”واولئک ہم المفلحون“

39 ”وما اتیتم من ربنا“ ابن کثیر نے ”اتیتم“ مقصور پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے مد کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی تم عطا کرو اور جو اس کو قصر کے ساتھ پڑھتے ہیں وہ اس کا معنی یہ بیان کرتے ہیں جو تم لاؤ گے زیادتی اور یہ لانا بطور عطا کے ہوگا۔ ”لیربوا فی اموال الناس“ اہل مدینہ اور یعقوب نے ”لتربوا“ تاء کے ساتھ پڑھا ہے ضمہ کے ساتھ اور واؤ کے سکون کے ساتھ۔ اس صورت میں یہ خطاب ہوگا تا کہ تم اس میں زیادتی کرو اور یہ لوگوں کے مال کی زیادتی کا سبب بنے۔

دوسرے قراء نے یاء کے ساتھ اور فتح سے پڑھا ہے اور واؤ منصوب ہے۔ ”فلا یربوا عند اللہ“ لوگوں کے اموال میں اللہ کے نزدیک اس طرح برکت نہیں ہوتی، اللہ کے نزدیک وہ بڑھتا نہیں۔ اس آیت کے معنی میں اختلاف ہے۔

سعید بن جبیر، مجاہد، طاؤس، قتادہ اور اکثر اہل تفسیر نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جو شخص کسی کو کچھ عطیہ اس لالچ میں دیتا ہے کہ وہ لوٹا کر اس سے زیادہ دے دے تو گو یہ فعل شرعاً جائز ہے لیکن ایسا دینے والے کو قیامت کے دن کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ”لا یربوا عند اللہ“ کا یہی معنی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ عمل بھی جائز نہیں تھا کیونکہ خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا تھا۔ ”ولا تمنن تستکثر“ کہ آپ کس کو عطا کر کے اس سے زیادہ کے طلبگار نہ ہوں۔

امام نخعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے دوست اور قریبی ساتھی کو کوئی چیز عطا کر دے تاکہ وہ اس کے مال سے زیادہ وصول کرے اور اس سے اللہ کی رضا مقصود نہیں ہوتی۔ شععی نے کہا کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو دوسرے آدمی کے ساتھ چمٹا رہتا ہے۔ اس کی خدمت کرتا ہے اور سفر میں بھی اس کے ساتھ رہتا ہے۔ وہ آدمی اپنی تجارت کے نفع میں اس کا کوئی حصہ مقرر کر دیتا ہے تاکہ وہ کام میں مالک کا ہاتھ بٹاتا رہے، ایسے دینے کا آخرت میں کوئی حاصل نہیں کیونکہ اس میں رب کی رضا مطلوب نہیں ہے۔ ”وما اتیتم من زکوٰۃ“ یعنی زکوٰۃ دو گے یا خیرات اللہ کی رضا کے لیے۔ ”تیریدون وجہ اللہ فاولئک

ہم المضعفون" اس کو ثواب ڈیل دیا جائے گا، اس کو دس گنا نیکیاں عطا کی جائیں گی۔ مضعف چند گنا ثواب والے۔
 ﴿اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتَكُمْ ثُمَّ يُعِيْبِكُمْ هَلْ مِنْ شَرٍّ كَانَكُمْ مِنْ يَفْعَلُ مِنْ ذَلِكُمْ مِنْ شَيْءٍ سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱﴾ قُلْ سِيرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عٰقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ كَانَتْ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿۲﴾

ترجمہ ﴿۱﴾ فحاشی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بعضے اعمال کا مزہ ان کو چکھادے تاکہ وہ باز آجائیں آپ فرمادیجئے کہ ملک میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ جو لوگ پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا ان میں اکثر مشرک ہی تھے۔

برو بحر میں فساد کی تفسیر

تفسیر ﴿۱﴾ "ظہیر الفساد فی البر والبحر" بارش کا قحط سبز و وغیرہ کا نہ اگنا، بر سے مراد صحراء، بیابان اور بحر سے مراد تیز و شہم اور بستیاں جو نہروں اور دریاؤں کے کنارے پر آباد ہیں۔ ٹکرمہ کا قول ہے کہ عرب لوگ شہر کو بحر کہتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے "احمد السمرقندی پڑ گیا اور سمندر کا پانی بھی منقطع ہو گیا۔"

"بما کست ایدی الناس" ان کے گناہوں کی نحوست کی وجہ سے۔ علیہ نے کہا کہ روئے زمین پر جو شہر وغیرہ ہیں وہ تیز اور بحر تو معروف ہی ہے۔ یعنی بارش کی کمی کا اثر جس طرح خشکی پر پڑتا ہے اسی طرح سمندر پر بھی پڑتا ہے۔ جب بارش ہوتی ہے تو سمندر تیز سے سیپ اوپر اٹھ کر آجاتی ہے اور منہ کھول دیتا ہے اس کے منہ میں بارش کا جو قطرہ پڑ جاتا ہے وہ موتی ہو جاتا ہے۔ اگر بارش نہیں ہوتی تو سیپ اوپر نہیں آتی اور موتی نہیں بنتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ٹکرمہ اور مجاہد کا قول ہے کہ برو میں فساد سے مراد ہے آدم کے بیٹے (قائیل) کا اپنے بھائی (ہائیل) کو قتل کر دینا اور بحر میں فساد سے مراد ہے عالم بادشاہ کا کشتیوں کو چھین لینا۔ جیسا کہ فرمایا "یاخذ کل سفینة غصبًا" ضحاک کا قول ہے کہ زمین پہلے سرسبز اور شاداب تھی جس درخت کے پاس آدمی جاتا تھا اس کو بار آور پاتا تھا اور سمندر کا پانی پہلے شٹھا اور شیعہ، کانے، بکری کو قتل کرنے کا ارادہ بھی نہیں کرتا تھا لیکن قائل نے ہائیل کو قتل کر دیا تو زمین خشک ہو گئی، درخت پر خار ہو گئے اور سمندر کا پانی کڑوا ہو گیا اور چاروں ایک دوسرے کو پھاڑنے لگے۔

تقاد کا بیان ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے تھا کہ پوری دنیا ظلم اور گمراہی میں بھری

ہوئی تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو اس وقت یہ لوگ اپنی سرشت سے باز نہ آئے اور اپنے گناہوں میں لگے رہے یعنی کفار مکہ ”لیدیقہم بعض الذی عملوا“ ان کے لیے سزا جو انہوں نے گناہ کیے تھے۔ ”لعلہم یرجعون“ شاید کہ وہ کفر اور اعمال خبیثہ سے لوٹ جائیں۔

42 ”قل سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبة الذین من قبل“ تاکہ دیکھ لو ان کے گھر کیسے ویران اور کھنڈر پڑے ہوئے ہیں۔ ”کان اکثرہم مشرکین“ کہ ان مشرکین کو ان کے کفر کے باعث ہلاک کر دیا گیا۔

فَاقِمِ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَیِّمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ یَأْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللّٰهِ یَوْمَئِذٍ یُّصَدِّعُونَ 43
مَنْ كَفَرَ فَعَلِیْهِ كُفْرُهُ. وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا نَفْسِیْهِمْ یَمْهَدُونَ 44 لَیَجْزِیَ الدِّینَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِیْ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ 45 وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَّاحَ
مُبَشِّرٰتٍ وَّلِیْدِیْقُكُمْ مِنْ رَّحْمٰتِہٖ وَلِتَجْرِیَ الْفُلُكُ بِاَمْرِہٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِیْ وَلَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ 46 وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ رُسُلًا اِلٰی قَوْمِہِمۡ فَجَاءَ وَّهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا
مِنَ الدِّیْنِ اَجْرُمُوْا وَكَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ 47 اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیْحَ فَتُنْفِثُ
سَحَابًا فَبِیْسُطْہٖ فِی السَّمٰوٰتِ کَیْفَ یَشَآءُ وَیَجْعَلْہٗ کِسْفًا فَرَّی الْوَدُقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِہٖ
فَاِذَا اَصَابَ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ 48

سو تم اپنا رخ اس دین راست کی طرف رکھو قبل اس کے کہ ایسا دن آ جاوے جس کے واسطے پھر خدا کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا اس دن سب لوگ جدا جدا ہو جاویں گے جو شخص کفر کر رہا ہے اس پر تو اس کا کفر بڑے گا اور جو نیک عمل کر رہا ہے سو یہ لوگ اپنے لئے سامان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنے فضل سے جزا دے گا جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے واقعی اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوشخبری دیتی ہیں اور تاکہ تم کو اپنی رحمت کا مزہ چکھا دے اور تاکہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں اور تاکہ تم اس کی روزی تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبران کی قوموں کے پاس بھیجے اور وہ ان کے پاس دلائل لے کر آئے سو ہم نے ان لوگوں سے انتقام لیا جو مرتکب جرائم ہوئے تھے اور اہل ایمان کا غالب کرنا ہمارے ذمہ تھا اللہ ایسا ہے کہ وہ ہوائیں بھیجتا ہے پھر وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ اس کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر تم مینہ کو دیکھتے ہو کہ اس کے اندر سے نکلتا ہے پھر جب وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے تو بس وہ خوشیاں کرنے لگتے ہیں۔

تفسیر ① "فالجم وجہک للدين القيم" سیدھا راستہ اور وہ اسلام ہے۔ "من قبل ان یاتنی یوم لامرود له من اللہ" قیامت کے دن کوئی بھی اس بات پر توجہ نہیں کہ اسے اللہ سے لوٹا دیا جائے۔ "یومئذ یصدعون" یعنی وہ جدا جدا ہوتے ہیں فریقِ بہشت میں اور ایک فریقِ دوزخ میں۔

② "من کفر فعليه کفره" ان کے کفر کا وبال۔ "ومن عمل صالحا فلانفسهم یعمدون" وہ اپنی خواب گاہوں کو دھندلے ہوں گے اور قبروں میں اپنے لیے سامان تیار کر رہے ہوں گے۔

③ "لیجزی الذین اموا وعملوا الصالحات من فضلہ" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے تاکہ اعمالِ صالحہ سے زیادہ ان کو ثواب عنایت کرے۔ بسف ثواب اعمال کا آیت میں ذکر کیا گیا۔ "انہ لا یحب الکافرین"

④ "ومن آیتہ ان یوسل الریاح بشرات" بارش کی خوشخبری دینے والیاں۔ "ولیبذقکم من رحمته" بارش کی نعمتیں اور چھلنی دیتا ہے۔ "ولنجزی الملک" ان ہواؤں سے "بامرہ ولتستغوا من فضلہ" تاکہ تم اس کے رزق کو طلب کرو۔ "ولعلکم تشکرون" اپنے رب کا ان نعمتوں کے بدلے میں۔

⑤ "ولقد ارسلنا من قبلک رسلاً الی قومہم فجاءہم بالبینات" واضح دلائل کے ساتھ اس کے سچائی پر۔ "فانقسموا من الذین اوجروا" ہر مذہب جنہوں نے اس کو بھڑایا۔ "وکان حقاً علینا نصر المؤمنین" ان کو مذہب سے نجات دی۔ گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عاقبت میں کامیابی کی خوشخبری دی اور دشمنوں کے مقابلے میں مدد و نصرت کی بشارت ملی۔ سن کا قول ہے کہ ہمیں اور اس امت کو مذہب سے نجات دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونے والی بات ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے خود سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے جو مسلم اپنے بھائی کی طرف سے اذان پڑھتا ہے اللہ پر اس کا حق ہو جاتا ہے کہ وہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ کو اس کی طرف سے لگا دے۔ چہرے پر آیت تلاوت فرمائی۔ "وکان حقاً علینا نصر المؤمنین"

⑥ "اللہ الذی یوسل الریاح لتبیر سحاباً" ان کو پھیلا دیتا ہے۔ "فیسطہ فی السماء کیف یشاء" ایسا کہ وہ اس کی مسافت یا اس سے زیادہ۔ "ویجعلہ کسفاً متفرقاً کثرے"۔ "فتری الودق" اس سے مراد بارش ہے۔ "یخرج من خللہ" اس کے درمیان سے۔

"فاذا اصابہ من یشاء" جہاں وہ چاہتا ہے وہاں پہنچا دیتا ہے۔ "من عبادہ اذا ہم یتبشرون" وہ بارش کی وجہ سے خوش ہوتے ہیں۔

وان کانوا من قبل ان ینزل علیہم من قبلہ لمبلیسین ⑦ فانظر الی الررحمۃ اللہ

کیف یخفی الارض بغد موتہا۔ ان ذلک لمخفی الموتی۔ وهو علی کل شیء قذیر ⑧

وَلَئِنْ أَرْسَلْنَا رِيحًا فَرَأَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوا مِنْ مَّ بَعْدِهِ يَكْفُرُونَ ﴿۵۱﴾ فَإِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتَى وَلَا تَسْمَعُ الصَّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿۵۲﴾ وَمَا أَنْتَ بِهَادِي الْعُمَى عَنْ ضَلَالَتِهِمْ إِنْ تَسْمَعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۵۳﴾ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ مَّ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ مَّ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ. وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ﴿۵۴﴾

﴿تجوید﴾ اور وہ لوگ قبل اس کے کہ ان کے خوش ہونے سے پہلے ان پر برسے نا امید تھے سو رحمت الہی کے آثار دیکھو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے کچھ شک نہیں کہ وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا اور اگر ہم ان پر اور ہوا چلا دیں پھر یہ لوگ کھیتی کو زرد ہوا دیکھیں تو یہ اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں سو آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور بہروں کو آواز نہیں سنا سکتے جبکہ پیٹھ پھیر کر چل دیں اور آپ اندھوں کو ان کی بے راہی سے راہ پر نہیں لاسکتے آپ تو بس ان کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں کا یقین رکھتے ہیں پھر وہ مانتے ہیں اللہ ایسا ہے جس نے تم کو ناتوانی کی حالت میں بنایا پھر ناتوانی کے بعد توانائی عطا کی پھر توانائی کے بعد ضعف اور بڑھاپا کیا وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ جاننے والا اور قدرت رکھنے والا ہے۔

﴿تفسیر﴾ ﴿۴۹﴾ ”وان كانوا“ اور تحقیق تھے وہ پہلے۔ ”من قبل ان ينزل عليهم من قبله لمبلسين“ مایوس ہیں بعض نے کہا کہ وہ نہیں تھے مگر نا امید۔ اس قول کا دوبارہ ذکر کرنا تاکید کے لیے ہے۔ بعض نے کہا کہ پہلی آیت راجع ہے بارش کے اترنے کے ساتھ اور دوسری آیت انشاء سحاب کے متعلق ہے۔

﴿۵۰﴾ ”فانظر الى آثار رحمة الله“ یہ قرآۃ اہل جاز بصرہ اور ابو بکر اور دوسرے قراء نے ”الی آثار رحمة الله“ جمع ذکر کیا، مراد اس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت بارش ہے۔ اللہ رب العزت کی رحمت کی تاثیر زمین پر کیسے ہوئی۔ مقاتل کا بیان ہے کہ ”اثر سعة الله“ اس کی نعمت سبزہ وغیرہ کا اگنا۔ ”كيف يحيى الارض بعد موتها ان ذلك لمحى الموتى“ جس طرح زمین کو زندہ کیا اسی طرح مردوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ ”وهو على كل شيء قدير“

﴿۵۱﴾ ”ولئن ارسلنا ريحا“ یعنی ایسی ٹھنڈی ہوا جو کھیتی وغیرہ کو نقصان پہنچا دے۔ ”فراوه مصفرا“ سبزہ اور کھیتی کو زرد دیکھیں سبزہ ہونے کے بعد۔ ”لظلوا“ تو وہ ہو جائیں گے۔ ”من بعده“ کھیتی کے زرد ہوجانے کے بعد۔ ”يكفرون“ تو وہ اللہ کی نعمت سے انکاری ہو جاتے جب ان پر بارش نہ برتی۔ اگر اللہ اپنی رحمت سے ان پر مینہ برساتا تو وہ طاعات خداوندی میں اور سرگرم ہو جاتے اور حد سے بڑھ کر خوشیاں نہ مناتے کہ خدا سے غافل ہو جاتے اور اگر انکی کھیتی پر کوئی آفت آ جاتی تو مصیبت پر صبر کرتے، ناشکری نہ کرتے۔

﴿۵۲﴾ ”فانك لا تسمع الموتى ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرين“

﴿۵۳﴾ ”وما انت بهادي العمى عن ضلالتهم ان تسمع الامن يؤمن بآياتنا فهم مسلمون“.....

⑤ "اللہ الذی خلقکم من ضعف" ضار کے ضمیر اور فتح کے ساتھ۔ ضمیر کی صورت میں قریش کی لغت ہے اور فتح کی صورت میں بنو تمیم کی لغت ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تم کو ضعیف اصل یعنی نطفہ سے پیدا کیا ہے۔ یعنی ایسے پانی کے ساتھ جو بہت کمزور تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "ثم جعل من بعد ضعف قوۃ" ضعف ظنویت کے بعد جوانی دی۔ "ثم جعل من بعد قوۃ ضعفا وشیبة یخلق ما یشاء" ضعف قوت، جوانی اور بڑھاپا۔ "وہو العلیم" اس کی مخلوق کی تدبیر۔ "القدیر" جس پر وہ چاہتا ہے۔

وِیَوْمَ نُنْفِثُ السَّاعَةَ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُوا غَیْرَ سَاعَةٍ کَذَٰلِکَ کَانُوا یُؤْفٰکُونَ ⑤
 وَقَالَ الَّذِیْنَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِیْمَانَ لَقَدْ لَبِثْنَا فِی کِتَابِ اللّٰهِ اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ فِیْہَذَا یَوْمِ الْبَعْثِ وَلَکِنِّکُمْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ⑥ فِیَوْمَئِذٍ لَا یَنْفَعُ الدِّیْنَ ظَلَمْتُمْ اَمْ عَلِمْتُمْ اَنَّہُمْ یَسْتَعْتَبُونَ ⑦ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ ہَذَا الْقُرْآنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِآیٰةٍ لَّیَقُولُنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُونَ ⑧ کَذَٰلِکَ یَطَّعُ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِ الدِّیْنِ لَا یَعْلَمُونَ ⑨ فَاَصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا یَسْتَعْجِلُکَ الدِّیْنُ لَا یُؤْقِنُونَ ⑩

⑤ اور جس روز قیامت قائم ہوگی مجرم تو قسم کھا بیٹھیں گے کہ وہ لوگ (یعنی ہم عالم برزخ میں) ایک ساعت سے زیادہ نہیں رہے اس طرح یہ لوگ اسے چلا کرتے تھے اور جن لوگوں کو علم اور ایمان عطا ہوا ہے وہ کہیں گے کہ تم تو نوشتہ خداوندی کے موافق قیامت کے دن تیار رہے ہو سو قیامت کا دن یہی ہے لیکن تم یقین نہ کرتے تھے غرض اس دن نمازوں اور ان کا مذاکرہ مانع نہ رہے گا اور نہ ان سے خدا کی ننگی کا تدارک چاہا جاوے گا اور ہم نے لوگوں کے دلہے اس آیت میں ہر طرح کے عمدہ مضامین بیان کئے ہیں اور اگر آپ ان کے پاس کوئی نشانی لے آویں تب بھی یہ لوگ نہ مانیں یہی باتیں کہ تم سب نے اس ہاتھ پر جو لوگ یقین نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر پونجی مہر دیتا ہے وہ آپ پر سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور یہ بد یقین لوگ آپ کو بے قیمت نہ کرنے پاویں۔

⑥ "وِیَوْمَ نُنْفِثُ السَّاعَةَ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ" مشرک لوگ قسمیں کھائیں گے۔ "مَا لَبِثُوا" وہ دنیا میں نہیں رہے مگر "غیر ساعت" ایک طرہی۔ جب وہ آخرت کے دن کا معائنہ کر لیں گے تو وہ اس دنیاوی زندگی کو بھول جائیں گے۔ مثال اس اور بھی کا بیان ہے کہ وہ یہ بتیں کہ قبور میں ہم تھوڑی دیر ٹھہرے ہیں۔ جیسا کہ ان کے لیے کہا جاتا ہے "کانہم یوم یرون ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعة من نهار" "کذالک کانوا یؤفکون" دنیا میں وہ حق سے اسی طرح بہرہ ور ہوتے تھے۔

⑦ اسی اور مثال کا بیان ہے کہ انہوں نے قیامت کے دن صداقت اور تحقیقی مدت سے جس طرح دور گرداں ہوں گے اسی طرح دنیا میں حق کی طرف سے دور گرداں تھے۔ معنی اس کا یہ ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہوگا کہ ان کو رسوا کریں۔ لہذا یہ

مشرکین اس چیز پر قسم کھائیں گے تا کہ اس وقت موجود لوگوں کو ان کے جھوٹ کا پتہ لگ جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور اس کی قدرت سے ہے۔ اس دلیل ”یؤفکون“ سے۔ پھر مؤمنین کے انکار کا ذکر کریں گے کہ یہ مشرکین جھوٹ بول رہے ہیں۔

56 ”وقال الذین اوتوا العلم والایمان لقد لبثتم فی کتاب اللہ“ یعنی جتنا تمہارے لیے اللہ نے لکھ دیا تھا اتنی مدت تم قبروں میں رہے۔ بعض نے کہانی کتاب اللہ سے مراد اللہ کا حکم مراد ہے۔ قنادہ اور مقاتل کا بیان ہے کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی کتاب میں جتنی تمہاری مدت قیام لکھی ہوئی تھی اتنی مدت تک رہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ”ومن ورائہم ہرزخ الی یوم یبعثون“ متکبرین سے سوال کیا جائے گا کہ تم کتنے دن وہاں ٹھہرے۔ ”الی یوم البعث فہذا یوم البعث“ یعنی یہ وہی دن ہے جس دن کا تم انکار کرتے تھے۔ ”ولکنکم کنتم لاتعلمون“ دُنیا میں وقوع پذیر ہونے سے ان کو کوئی علم و عمل نفع نہیں دے گا، اس وقت کسی دلیل کی وجہ سے۔

57 ”فیومئذ لا ینفع الذین ظلموا معذرتہم“ ان کا عذر۔ ”ولا ہم یستعتبون“ یعنی ان سے اللہ کو راتنی کرنے والی باتیں، توبہ استغفار، اطاعت طلب نہیں کی جائے گی اور نہ دُنیا کی طرف ان کو دوبارہ لوٹایا جائے گا۔ ”لا ینفع“ یہاں پر یاء کے ساتھ ہے اور حم اور مؤمن میں بھی اسی طرح ہے اور باقی قراء نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

58 ”ولقد ضربنا للناس فی ہذا القرآن من کل مثل ولئن جنتہم بایۃ لیقولن الذین کفروا ان انتم الا مبطلون“ کہ تم محض غلط کہتے ہو۔

59 ”کذلک یطبع اللہ علی قلوب الذین لا یعلمون“ اللہ تعالیٰ کی توحید کو نہیں جانتے۔.....

60 ”فاصبر ان وعد اللہ حق“ تمہاری مدد اور تمہارے دشمن پر اظہار حق کرنے میں۔ ”ولا یستخفک“ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ بے یقین لوگ آپ کی نادانی اور گمراہی کی پیروی پر آمادہ نہ کر پائیں۔ ”الذین لا یوقنون“ دوبارہ زندہ ہونے اور حساب پر یقین نہیں رکھتے۔



سُورَةُ الْقَمَانِ

اس سورۃ میں ۳۳ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱۔ نَنْكَ اَيْتَ الْكُتُبِ الْحَكِيمِ ② هُدًى وَرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِينَ ③ الَّذِيْنَ يَّقِيْمُوْنَ
الصَّلٰوةَ وَيُوْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُوْنَ ④ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَبِّهِمْ وَ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑤ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُشْتَرِى لِهٰوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
بغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ⑥

① اللہ یہ آیتیں ہیں اس پر محنت کتاب کی جو کہ ہدایت اور رحمت ہے نیلو کاروں کے لئے جو نماز کی پابندی کرتے
ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اوروں کو آخرت کا پورا یقین رکھتے ہیں یہ لوگ اپنے رب کے سیدھے راستے پر ہیں اور یہی
لوگ نجات پانے والے ہیں اور بعض آدمی ایسے (بھی) ہے جو ان باتوں کا خریدار بنتا ہے جو (اللہ سے) نائل کرنے والی
ہیں۔ ان لوگوں کو اللہ نے بے علم ہو کر اور اس کی نفی اڑانے ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

①۔ ②۔ ③۔ ④۔ ⑤۔ ⑥۔ "اللہ ننگ آیات الکتاب الحکیم ہدی ورحمۃ" تمزونے اس کورن کے

تقریباً چھتے آیتوں کے لئے ہے۔ عبارت میں ہوگی "ہو ہدی ورحمۃ" دوسرے قراء نے اس کو منسوب پڑھا ہے
عالم ہونے کے لئے ہے۔ "للمحسین"

①۔ ②۔ "الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکاة وهم بالآخرۃ هم یوقنون۔ اولئک علی

ہدی من ربہم واولئک هم المفلحون"

لہو الحدیث کا مصداق

③ "ومن الناس من يشتري لهو الحديث" متقابل اور نہیں کا بیان ہے کہ اس آیت کا نزول نصر بن حارث کھدو کے

حق میں ہوا۔ نضر تجارت کرتا تھا، حیرہ کو جاتا اور وہاں سے عجیبوں کے افسانے خرید کر لاتا اور قریش سے بیان کرتا اور کہتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے عادی و شمود کے قصے بیان کرتے ہیں، میں رستم اور اسفندیار کے قصے اور شاہان ایران کے قصے بیان کرتا ہوں۔ لوگ اس کی باتیں مزے لے لے کر سنتے تھے اور قرآن سننا چھوڑ دیتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مجاہد کا قول ہے کہ ”لہو الحدیث“ سے مراد ہیں گانے والی عورتیں اور مرد اس صورت میں لہو سے پہلے مضاف محذوف ہوگا۔ یعنی کچھ لوگ لہو والیاں اور لہو والے خریدتے ہیں۔

گانے والی عورت اور کتے کی قیمت حرام ہے

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گانے والی عورتوں کو (گانے کی) تعلیم دینی جائز نہیں اور ان کی قیمت حرام ہے اور ایسے ہی شخص کے بارے میں آیت ”وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ“ نازل ہوئی۔ جو آدمی بھی گانے کے لیے آواز اٹھاتا ہے اللہ تعالیٰ دو شیطان اس پر مسلط کر دیتا ہے۔ ایک اس مونڈھے پر اور دوسرا اس مونڈھے پر بیٹھے اپنی لائیں اس وقت تک اس پر مارتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ خود ہی خاموش نہ ہو جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور بانسری اور بین کی کمائی سے منع فرمایا ہے۔

مکحول کا قول ہے کہ جس نے گانے بجانے کی غرض سے کسی گانے بجانے والی باندی کو خرید اور اس پر مرتے دم تک قائم رہا اس کے جنازے کی نماز نہیں پڑھوں گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن، عکرمہ اور سعید بن جبیر رحمہم اللہ کے نزدیک ”لہو الحدیث“ سے گانا سننا مراد ہے اور غنا ہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

ابوالصہب پکری کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تین بار فرمایا قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہ ”لہو الحدیث“ غناء ہے۔ ابن جریج کے نزدیک ”لہو الحدیث“ سے طبل (ڈھول، طبلہ) مراد ہے۔ ضحاک کا قول ہے کہ غنا شرک ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ ہر لہو اور لعب غنا ہے۔

گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ غناء دل میں نفاق کو پیدا کرتا ہے اور ہمارے اصحاب گلیوں میں گانے والوں کے منہ سے مزامیر چھین کر ان کو آگ لگا دیتے تھے۔ ”لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم“ یہ کام وہ محض جہالت کی بناء پر کرتے ہیں۔ قتادہ کا قول ہے کہ یہ آدمی کی بڑی گمراہی ہے کہ حدیث حق کو چھوڑ کر وہ کلام باطل کو پسند کرے۔ ”ویتخذھا ہزوا“ حمزہ، کسائی اور یعقوب نے ”ویتخذھا“ ذال کے نصب کیساتھ پڑھا ہے اس صورت میں اس کا عطف ”لیضل“ پر ہوگا۔

حضرت لقمان نبی تھے یا حکیم تھے حکمت سے کیا مراد ہے

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ﴾ حکمت سے مراد عقل، علم، عمل ہے اور تمام امور میں اصابت رائے ہے۔ محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ لقمان بن باعور بن ناخور بن تارخ، تاریخ ہی کو آزر کہا جاتا ہے۔ وہب بن منبہ نے کہا کہ لقمان حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ خالہ کے بیٹے تھے۔ واقدی کا بیان ہے کہ لقمان بنی اسرائیل کے قاضی تھے۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ حکیم تھے نبی نہیں تھے مگر عکرمہ کا قول ہے فرماتے ہیں کہ حضرت لقمان نبی تھے لیکن یہ اس قول میں متفرد ہیں۔ بعض حضرات نے کہا کہ حضرت لقمان علیہ السلام کو نبوت اور حکمت کے درمیان اختیار دیا گیا تھا تو انہوں نے حکمت کو اختیار کیا۔

روایت میں آتا ہے کہ لقمان دوپہر کو سو رہے تھے خواب میں ہاتف نے ندا دی۔ لقمان کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ تم کو زمین میں اپنا خلیفہ بنا دے اور لوگوں پر تم صحیح حکومت کرتے رہو، خواب ہی میں لقمان نے ہاتف کو جواب دیا اگر میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے تو مجھے عافیت پسند ہے اور اگر یہ اللہ کا حکم قطعی ہے تو بسر و چشم کیوں کہ میں خوب جانتا ہوں کہ جب اللہ کا یہ قطعی حکم میرے لیے ہوگا تو وہی میرا فیصلہ کرنے میں میری مدد بھی کرے گا اور غلطی سے مجھے محفوظ رکھے گا۔ ہاتف نے پردہ غیب سے آواز دی لقمان ایسا تم نے کیوں اختیار کیا؟ لقمان نے کہا کہ سخت ترین اور اُلجھے ہوئے غیر واضح مقامات میں فیصلہ پر ہر طرف سے تاریکی چھائی ہوئی ہے ایسے مقام پر اگر لقمان کا فیصلہ صحیح پڑ گیا تو وہ نجات کا مستحق ہے اور اگر اس سے فیصلہ میں غلطی ہوگئی تو جنت کا راستہ کھو گیا۔ دُنیا میں نیچا رہنا سردار ہونے سے بہتر ہے جو شخص آخرت پر دُنیا کو ترجیح دیتا ہے اس کے ہاتھ سے دُنیا بھی جاتی ہے اور آخرت بھی ہاتھ نہیں آتی۔ ملائکہ کو لقمان کی خوش گفتاری پر تعجب ہوا۔ اس کے بعد لقمان کو کسی روز سوتے میں اللہ نے حکمت عطا فرمادی اور بیدار ہونے کے بعد آپ ہر بات پر حکمت کرنے لگے۔

حضرت داؤد کو اس کے بعد (عطاء حکمت یا اختیار حکمت کی) غیبی ہاتف نے ندا دی تو حضرت داؤد نے بلا شرط اس کو قبول کر لیا۔ اس کا نتیجہ ہوا کہ آپ کئی مرتبہ غلطی میں پڑ گئے مگر ہر مرتبہ اللہ نے معاف فرمادیا۔ حضرت لقمان اپنی حکمت سے حضرت داؤد کی مدد کرتے تھے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں حکمت سے مراد عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا نہیں ہے۔ خالد ربیع کا قول ہے کہ حضرت لقمان حبشی غلام تھے جو بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ سعید بن المسیب کا قول ہے کہ یہ درزی تھے۔ بعض نے کہا کہ یہ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ روایت میں آتا ہے کہ ان کو ایک شخص ملا جو حکمت کی باتیں کیا کرتا تھا تو فرمایا کیا تو فلاں بکریاں چرانے والے کو جانتا ہے کہ وہ کیسے کیسے ہے۔ اس کو یہ مقام کیسے ملا؟ جواب دیا سچ بولنے اور امانت کی ادائیگی اور لایعنی کو ترک کرنے کی وجہ سے۔ مجاہد کا قول ہے کہ یہ کالے غلام بڑے ہونٹوں والے تھے۔ ”أَنْ اشْكُرَ لِلَّهِ وَمَنْ يَشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ“

وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ⑤
 وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَسَنَةً أُمَّهُ وَهَئِنَّا عَلَيَّ وَهِنٌ وَالْفَصْلَةُ فِي عَامِينَ أَنْ اشْكُرْ لِي
 وَلِوَالِدَيْكَ إِلَى الْمَصِيرِ لَقَدْ أَوْجَاهِدُكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ
 عِلْمٌ فَلَا تُطغِيْمَا وَصَاحِبَيْمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ
 مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ⑥

⑤ اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ جیسا خدا کے ساتھ کسی کو شریک مت ضمیراہ بیشک
 شکر و توبہ کی نعمت ہے اور تم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے اس کی ماں نے ضعف پر
 ضعف تھا اس اپنی ماں میں رہا اور اس میں اس کا اور اور پھرتا ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزار کی کیا
 میری کی ہی نہ ہو کہ اسے اور اگر تجھ پر اور دونوں اس بات کا زور دالیں کہ میرے ساتھ لیکر اپنے کو شریک
 ضمیر کے نہیں کرتے یہ ہے پان والی اس لئے ہوتا تو ان کا بہانہ نہ اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کرنا اور اس شخص
 کی وہ چنانچہ ہوئے کی یہ فزون ہو پھر تم سب آدمی کے پان آتے پھر میں تم کو جتنا دوں گا جو جو چاہو تم کرنے تھے۔

⑥ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نُوَدُّكَ لِقْمَانُ لَابِسٌ اِنَّ هُوَ اَنَعَمَ تَرَفِضُ لِيْ كَمَا مَشَرُفِيْ۔ "وہو يعظه يا بنى لا تشرك بالله
 ان الشرك لظلم عظيم" ان میں نے پڑھا "یا بنی لا تشرك بالله" یا کے سون کے ساتھ اور اس کے نتیجے کے ساتھ اور
 باتوں کے ساتھ پڑھا ہے۔ "یا بنی ایھا الیوم کے نتیجے کے ساتھ انیس نے پڑھا ہے اور ہائی قرآن نے کسرو کے ساتھ پڑھا
 ہے۔ "یا بنی اقم الصلوٰۃ الیوم کے نتیجے کے ساتھ انیس نے پڑھا ہے اور ہائی قرآن نے کسرو کے ساتھ پڑھا ہے۔
 اَللّٰهُمَّ اِنَّا نُوَدُّكَ لِقْمَانُ لَابِسٌ اِنَّ هُوَ اَنَعَمَ تَرَفِضُ لِيْ كَمَا مَشَرُفِيْ وَهِنٌ" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ کیا ہے ایک شخص
 سے بعد اور انی تھی۔ صحابہ نے اس کا ترجمہ ضعف پر ضعف سے کیا ہے۔ مجاہد نے اس کا ترجمہ مشقت پر مشقت سے کیا ہے۔
 زبان کا قوس ہے۔ جب موت سامہ آتی ہے تو اس پر ضعف اور مشقت لاحق ہو جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے حمل ضعف ہے اس کو
 زجر بھی ضعف ہے اور وضع حمل بھی ضعف ہے۔ "والفصلۃ" اس کا پرورش پانا۔ "فی عامین ان اشکر لی ولوالدیک
 الی المصیر" ان کی طرف لوٹنے والی۔ ان دنوں میں سفیان بن عیینہ نے کہا کہ جس نے پانچوں نمازیں پڑھ لیں اس نے
 اللہ کا شکر ادا کیا اور اس نے نمازوں کے بعد ماں باپ کے لیے اللہ کے خیر کی اس نے ماں باپ کا شکر ادا کیا۔

لَقَدْ أَوْجَاهِدُكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطغِيْمَا وَصَاحِبَيْمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا
 اس سے مراد یہی ہے کہ کسی آدمی کی معاشرت کا اختیار کرتا ہے۔ "واتبع سبیل من اناب الی" یعنی ایسا دین جو اس کی اطاعت و
 ان کے لئے بہتر ہے اور ان کی برائیوں سے بچنے والی ہے۔ ان کے لئے بہتر ہے۔ ان کے لئے بہتر ہے۔ ان کے لئے بہتر ہے۔ ان کے لئے بہتر ہے۔

عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ جب یہ اسلام لائے تو حضرت عثمان، حضرت طلحہ وزبیر، سعید بن ابی وقاص اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ جب ان سب نے کہا کہ اس شخص نے سچ کہا اور تم اس پر ایمان لاتے ہو؟ فرمایا: جی ہاں کہ یہ صادق ہیں تم بھی اس پر ایمان لے آؤ۔ پھر وہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہاں تک کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے سب اسلام لے آئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ”وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ“ اس سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ ”ثم الي مرجعكم فأنبئكم بما كنتم تعملون“ بعض نے کہا کہ یہ دونوں آیتیں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔ ان کا قصہ ماقبل میں گزر چکا ہے۔ بعض نے کہا کہ اس آیت کا تعلق تمام مخلوق سے ہے۔

يُنَبِّئُ إِنَّهَا إِن تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿١٦﴾ يُنَبِّئُ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿١٧﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرْحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿١٨﴾

﴿١٦﴾ بیٹا اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو پھر وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا وہ آسمانوں کے اندر ہو یا وہ زمین کے اندر ہو تب بھی اس کو اللہ تعالیٰ حاضر کر دے گا بیشک اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین باخبر ہے بیٹا نماز پڑھا کرو اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کرو اور برے کاموں سے منع کیا کرو اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے اور لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر اور زمین پر اترا کر مت چل بیشک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔

﴿١٦﴾ تفسیر ”یا بنی انہا ان تک مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ“ انہا کی ضمیر راجع ہے ”خطیئة“ کی طرف کیونکہ حضرت لقمان کے بیٹے نے حضرت لقمان سے کہا تھا اے میرے باپ! اگر میں چھپ کر کوئی گناہ کروں کہ کسی کو اطلاع نہ ہو تو اس کو خدا کیسے جان لے گا؟ اس کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا (فتکن فی صخرۃ) قتادہ نے اس کا معنی کیا ہے اگرچہ تو پہاڑ میں بھی کیوں نہ ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ صخرۃ سے مراد وہ پتھر ہے جو ساتوں زمینوں کے نیچے ہے جس میں کافروں اور بدکاروں کے اعمال کا اندراج ہوتا ہے اور آسمان کی نیل گوئی اسی کے عکس کی وجہ سے ہے۔ سدی کا قول ہے کہ اللہ نے زمین کو مچھلی کے اوپر پیدا کیا۔ مچھلی وہی نون ہے جو آیت ”والقلم وما یسطرون“ میں مذکور ہے۔ یہ مچھلی پانی کے اندر پتھر کی ایک چٹان کے اوپر ہے اور چٹان فرشتے کی پشت پر رکھی ہوئی ہے اور فرشتہ ایک پتھر پر قائم ہے یہ وہی پتھر ہے جس کا ذکر حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرنے کے ذیل میں کیا ہے۔ یہ پتھر نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں بلکہ ہوا پر ہے۔ ”او فی السموات او فی

از اس بات بھائی اللہ بن اللہ لطیف ان کے نکالنے میں "حسیر" ان کی جگہ سے باخبر ہے۔ حسن کا قول ہے کہ آیت میں ہر چھوٹی بڑی چیز کا کمال سے مراد ہے۔ کتابوں میں ذکر آیا ہے کہ حضرت عثمان کے یہ آخری الفاظ تھے۔ اس جملہ کے زبان سے نکلنے پر اسکی ازشت اور بیت نہ رہی ہوئی کہ پتہ پھٹ گیا اور وفات پاگئے، اللہ ان پر رحمت فرمائے۔

لَا تَبْسُ الْقَمِ الصَّلُوفَ وَأَمْرًا بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ أَذِيَّتٌ أَوْ كَلِيفٌ
۔۔۔ ان دنک میں غمہ الامور اس سے مراد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور ان اوامر کو بجالانے میں جو مشقت اور تکلیف پہنچے اس پر صبر کرنا اور امور جن کا کرنے سے منع ہے ان کو بجالانے میں کوئی مشقت آنے تو اس پر صبر کرنا۔
ان لا تصعر حدک للناس ابن شیبہ، ابن ماجہ، ابونعیم اور یاقوت نے یمن کی تشدید کے ساتھ بغیر انف سے
پاڑھے اور اس کے آگے "تصاعر" پر صاحب انف کے ساتھ۔ جیسے کہا جاتا ہے "صعر وجهہ و صاعر" جب وہ اپنے چہرے
کو اس کی جانب جیسے اور تمبر سے عینوں سے جیسے کہا جاتا ہے "رجل اصعر" اپنی گردن کو مائل کرنے والا۔ ابن عباس رضی
تہ عنہما کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے فدا کرنا اور اس کو تھینے نہ بھولنا اور تھوڑے سے بات کرنا اور تو ان کی طرف سے منہ پھیر لے۔

موجودہ کاتوں ہے۔ ان سے مراد انھیں ہے جس کے درمیان کوئی رنجش ہو جب وہ اس کو ملے تو اپنا چہرہ پھیر لے۔ مگر یہ
قول ہے۔ ان سے مراد انھیں ہے جس کو کوئی سلام کرے تو وہ تمبر کی وجہ سے منہ پھیر لے۔ ریح بن انس اور قتادہ کا قول ہے کہ
نقد اور تقاریر کے ساتھ نہ بھولنا اور تھینے نہ بھولنا۔ ان سے مراد ایک برابر ہے۔ "ولا تمس فی الارض مریحاً" تکبر اور اترا کر
رہنا۔ ابن اللہ لایحک کل محتال فحور" شنی بازو اتہ پسند نہیں کرتے۔ "فحور" جو لوگوں پر اپنی شنی کرتے۔

وَأَفْضِدُ فِي مَشِيكَ وَأَغْضِضُ مِنْ صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ⑩
اللَّهُ تَبَرُّوا إِنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَهُ ظَاهِرَةً
وَبَاطِنَةً ۚ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّبِينٍ ⑪

⑩ اور اپنی رفتار میں اللہ نے تمہیں آواز دہرائی آواز پست کر بیٹھ آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی
آواز ہے یا تمہارے اور یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے جو
آسمانوں میں ہیں اور جو پھر زمین میں ہیں اور اس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی پوری کر رکھی ہیں اور بعض آدمی
یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جہان واقفیت اور بدوں دلیل اور بدوں کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں

⑪ "وَأَفْضِدُ فِي مَشِيكَ" چاہیے کہ وہ اپنی چال درمیانی رکھے نہ تو تکبر ہو اور نہ ہی بہت تیز بھاگنا۔ عظام کا قول
ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرمایا "يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هُونَ" "وَأَغْضِضُ مِنْ
صَوْتِكَ" تمہارے "وَأَغْضِضُ" کا ترجمہ کیا ہے پست رکھو۔ "ان انكر الاصوات" بری آوازوں میں ایک آواز۔

”لصوت الحمير“ گدھے کی آواز ہے۔ اس کی ابتداء آواز زفیر اور اختتامی آواز شہیق ہوتی ہے اور یہ دونوں طرح کی آوازیں دوزخیوں کی ہوں گی۔ موسیٰ بن اعیین فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری سے سنا وہ اس قول کے بارے میں فرماتے ہیں: ”ان انکر الاصوات لصوت الحمير“ ہر چیز کی چیخ میں اللہ کی تسبیح ہے مگر گدھے کی چیخ تسبیح نہیں۔ جعفر صادق کا قول ہے کہ اس آیت سے مراد چھینک کی دہشت ناک قبیح آواز ہے۔ وہب کا بیان ہے کہ لقمان نے اپنے کلام میں حکمت کے بارہ ہزار دروازے کھول دیئے جن کو لوگوں نے اپنے کلام اور معاملات میں شامل کر لیا ہے۔

خالد ربیع کا قول ہے کہ لقمان حبشی غلام تھے، بڑھئی کا کام کرتے تھے، ایک بار آقا نے ان کو حکم دیا کہ ایک بکری ذبح کر کے اس کی بہترین دو بوٹیاں لے آ۔ حضرت لقمان نے زبان اور دل لیجا کر حاضر کر دیا، کچھ دنوں کے بعد آقا نے دوبارہ حکم دیا کہ ایک بکری کو ذبح کر کے اس کے دو بدترین پارچے لے آ۔ حضرت لقمان نے پھر زبان اور دل لا کر حاضر کر دیئے۔ آقا نے اس کی وجہ دریافت کی تو حضرت لقمان نے فرمایا، اگر یہ دونوں پاکیزہ رہیں تو سارے اعضاء سے بہتر ہیں اور اگر گندے ہوں تو سب سے زیادہ بُرے بھی یہی ہیں۔

20 ”الم تروا ان الله سخر لكم ما فى السموات وما فى الارض واسبع عليكم“ اس نے اپنی نعمتیں تمہیں پوری دے رکھی ہیں۔ ”نعمہ“ قراء اہل مدینہ، ابو عمرو، حفص نے ”نعمہ“ عین کے فتح اور ہاء کے ضمہ کے ساتھ جمع پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے اس کو تنوین کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورتحال میں یہ واحد ہوگا لیکن معنی جمع والا ہوگا۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ ”وان تعدوا نعمت الله لاتحصوها“

نعمت ظاہرہ اور باطنہ کی تفسیر

”ظاہرۃ و باطنۃ“ عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ نعمت ظاہرہ سے مراد اسلام، قرآن اور باطنہ سے مراد جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے عیوب پر پردہ ڈالا ہے اور اس پر جلدی پکڑ نہیں کرتا۔ سخاک کا قول ہے کہ ظاہرہ سے مراد حسن صورت ہے اور اعضاء کا برابر ہونا اور باطنہ سے مراد معرفت حقیقی ہے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ ظاہرہ سے مراد مخلوق کے ساتھ برابری رزق اور اسلام ہے اور باطنہ سے مراد ایمان ہے۔ ربیع کا قول ہے کہ ظاہرہ سے مراد جوارح اور باطنہ سے مراد قلب ہے۔ بعض نے کہا کہ ظاہرہ سے مراد اقرار باللسان اور باطنہ سے مراد اعتقاد بالقلب ہے۔ بعض نے کہا کہ ظاہرہ سے مراد تمام الرزق ہے اور باطنہ سے مراد حسن خلق ہے۔ عطاء کا قول ہے کہ ظاہرہ سے مراد تخفیف الشرائع اور باطنہ سے مراد شفاعت ہے۔

مجاہد کا قول ہے کہ ظاہرہ سے مراد ہے ظہور اسلام اور دشمنوں پر مدد اور باطنہ سے مراد فرشتوں کا مدد کرنا ہے۔ بعض نے کہا کہ ظاہرہ سے مراد ملائکہ کی مدد اور باطنہ سے مراد کفار کے دلوں میں رعب ڈالنا۔ سہل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ظاہرہ سے مراد اتباع الرسول اور باطنہ سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔ ”ومن الناس من يجادل في الله بغير علم“ اس

آیت کا نزول نصر بن حارث بن ابی بن خلف امیہ بن خلف اور ان بیس لوگوں کے متعلق ہوا کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے تعلق بغیر مہر کے بھڑکتے تھے۔ "و لا ہدی ولا کتاب منیر"

وَ اِذَا قِيلَ لَهُمْ اتَّبِعُوا مَا انزَلَ اللّٰهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلٰی اَبَائِنَا ؕ اَوَّلُوْكَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلَى عَذَابِ السَّعِيْرِ ① وَ مَنْ يُسَلِّمْ وَجْهًا اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاللّٰهُ عَاقِبَةُ الْاُمُوْر ② وَ مَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنُكَ كُفْرُهُ ؕ اِنَّمَا مَرْجِعُهُمْ فِىْ سِنِّيْهِمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۭ بِذٰتِ الصُّدُوْرِ ③ نَمَتَّعِيْهِمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضَّطَّرَّهُمْ اِلَى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ④ وَلَوْ لَمْ نَسْأَلِيْهِمْ مِّنْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (۲۵) لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَسِيْرُ الْحَمِيْدُ ⑤ وَلَوْ لَمْ اِنَّا فِى الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٍ وَ الْبَحْرِ يَمُدُّهُ مِنْۢ بَعْدِهِ سِنَةٌ اَوْ اَنۢ بَعْدُ مَا نَفَعْتُ كَنْسَتُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ⑥

① اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ نہیں ہم ان کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے کیا اگر شیطان ان کے بڑوں کو عذاب دوزخ کی طرف بدلتا رہتا ہے تو اب بھی اور جو اللہ کی طرف بھڑکتے اور دھمکتے ہیں، تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھا اور اس نے سب کاموں کا اللہ کی طرف پھینک دیا اور جو اللہ کے لئے اس کا کفر باعث نعمت نہ ہوتا چاہئے ان سب کو اللہ سے ہی پال دینا ہے سو تم ان کو بدلتا رہیں گے جو جو چھوڑا دیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کو دلوں کی باتیں خوب معلوم ہیں ہمیں وہ پندرو زوتیں دینے ہو گے ہیں پھر ان کو کشتیوں کشتیوں ایک سخت عذاب کی طرف لے آویں گے اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کون سے پیدا کیا ہے تو ضرور یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے آپ کو بنایا ہے اور اللہ ہی اللہ ہے جو پھر آسمان اور زمین میں موجود ہے سب اللہ ہی کا ہے بیشک اللہ تعالیٰ نے سب کو پیدا کیا اور وہ چاہیں تو اللہ ہی اللہ ہی ہے جو سمندر ہے اس کے سمندر اور وہ چاہیں تو اللہ ہی اللہ ہی ہے اور جتنے درخت زمین بھر میں ہیں اگر وہ سب قلم بن جاویں اور یہ جو سمندر ہے اس کے سمندر اور وہ چاہیں تو اللہ ہی اللہ ہی ہے اور جتنے درخت زمین بھر میں ہیں اگر وہ سب قلم بن جاویں اور یہ جو سمندر ہے اس کے

① "وَ اِذَا قِيلَ لَهُمْ اتَّبِعُوا مَا انزَلَ اللّٰهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلٰی اَبَائِنَا ؕ اَوَّلُوْكَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلَى عَذَابِ السَّعِيْرِ" جواب لو مخدوف ہے اس کا معنی یہ ہے کہ تم اس کو پکارو اور اس کی اتباع کرو، یعنی شیطان کی پیروی کرو۔ اگرچہ شیطان تمہیں نعمت دیتا ہے بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف۔

22 "ومن يسلم وجهه الى الله" یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے دین کو خالص کرے اور اپنے تمام امور کو اسی کے سپرد کر دے۔ "وہو محسن" اور وہ اپنے عمل میں محسن رہے۔ محسن (احسان) کی خوبی یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو یعنی کامل حضور قلب کے ساتھ۔ "فقد استمسك بالعروة الوثقى" یعنی اس نے مضبوط ترین قبضہ پکڑ لیا اور ایسا محکم ذریعہ اپنی گرفت میں لے لیا جس کے ٹوٹنے کا احتمال نہ ہو۔ "والی اللہ عاقبة الامور"

23 "ومن كفر فلا يحزنك كفره انا مرجعهم فننبئهم بما عملوا ان الله عليم بذات الصدور"

24 "نمتعهم قليلا" ہم ان کو مہلت دیں گے تاکہ ان سے دنیا کی زندگی میں نعمت حاصل کریں، تھوڑی سی اپنی مدت مقررہ پوری ہونے تک۔ "ثم نضطرهم" پھر ان سے بیس گے اور آخرت کی طرف ان کو لوٹا دیں گے۔ "الی عذاب غلیظ" اس سے مراد آگ کا عذاب ہے۔

25 "ولئن سألتهم من خلق السموات والارض ليقولن الله قل الحمد لله بل اكثرهم لا يعلمون"

26 "لله ما فى السموات والارض ان الله هو الغنى الحميد"

آیت ولو ان ما فى الارض كاشان نزول

27 "ولو ان ما فى الارض من شجرة اقلام" مفسرین کا قول ہے کہ اس کا نزول مکہ میں ہوا کہ جب اہل کتاب (یہودیوں) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے متعلق دریافت کیا تو آیت "ویسئلونک عن الروح" سے آخر آیت "وما اوتیتم من العلم الا قليلا" تک نازل ہوئی۔ پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، یہود کے بڑے بڑے سردار آئے اور کہنے لگے اے محمد! کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ آپ ایسا ایسا کہتے ہیں کہ "وما اوتیتم من العلم الا قليلا" کہ کیا اس سے مراد آپ کی قوم ہے یا ہماری؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب لوگ مراد ہیں۔ تو وہ کہنے لگے کیا وہ کلام جو تمہارے پاس آیا ہے اس میں یہ بات نہیں ہے کہ ہم کو توریت دی گئی؟ اور ہم وہ تلاوت نہیں کرتے جو ہم پر اتاری گئی اور اس میں ہر چیز کا علم موجود ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ کے علم کے مقابلے میں بہت قلیل ہے اور اللہ نے توریت میں تم کو اتنا ہی دیا ہے کہ جس پر تم عمل کر کے فائدہ اٹھا سکو۔ وہ کہنے لگے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کیا گمان کرتے ہو حالانکہ آپ یہ کہتے ہو "ومن یؤت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا" اور جس کو حکمت عطا کر دی گئی اس کو خیر کثیر عطا کر دی گئی تو یہ علم قلیل اور خیر کثیر کیسے جمع ہو سکتا ہے اور اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

قادہ کا قول ہے کہ مشرکین یہ کہتے تھے کہ یہ قرآن اور جو کچھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لائے ہیں قریب ہے کہ وہ ختم ہو جائے یا منقطع ہو جائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

"ولو ان ما فى الارض من شجرة اقلام" وہ سب قلمیں بن جائیں۔ "والبحر یمده" ابو عمرو اور یعقوب نے

اور البحر "صوبہ"۔ آج پڑھتے اس صورت میں صنف ماہر ہوگا اور باقی قرآن نے رفع کے ساتھ پڑھا ہے، اس صورت میں یہ ہمہ تن تانہ ہوگا بعدہ کا معنی ہے اور زیادہ ہے۔ "من بعدہ" اس کے پیچھے "سعة البحر ما نفذت کلمات اللہ" آیت میں انحصار ہے۔ تقدیریں عبارت یہ ہوگی۔ "ولو ان ما فی الارض من شجرة اقلام والبحر بعدہ من بعد سعة البحر بکتب بیا کلام اللہ ما نفذت کلمات اللہ"۔

۱۰۱۔ اللہ غریب حکیم "مخبر بہ" کے قول سے مطابق یہ آیت مدنی ہے اور دوسرے قول کے مطابق یہ بھی ہے۔ یہ دونوں کے قیاس و مشورہ و یہ تھا کہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے متعلق دریافت کریں، اس وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ چھوڑا تھا۔

مَا خَلَقَكُمْ وَلَا يَعْنِكُمْ ۙ اِلَّا كَفْسًا وَّاحِدَةً ۗ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ ۚ بِصِيْرٍ ۗ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَّيُوَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَّيَسْحَرُ الشَّمْسَ وَّالنُّجُومَ كُلُّ يَبْجُرِي اِلَى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ حَمِيْرٌ ۗ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنْ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۗ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفَلَكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِعَمْرِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِنْ اٰيٰتِهٖ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۗ اَلَا اِذَا غَشِيْتُمْ مَوْجَ كَالظُّلُمِ ۗ دَعَوْا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُمُ النَّاسَ ۗ لَمَّا رَحِمْتُمْ اَلَمْ يَأْتِ الْبُرُوقَ فَمُنْتَصِدًا ۗ وَمَا يَجْحَدُ بِآيٰتِنَا اِلَّا كُفُوْرٌ ۗ

(۱۰۱) تم سب پیدا ہوا اور زندہ ہوئے اس دنیا میں یہ ایک ہی نفس کا بیشک خدا تعالیٰ سب کچھ سنا رہا ہے اور اس نے سب کو پیدا کیا ہے اور اس نے سب کو موت دے دی ہے۔ اور ان لوگوں نے جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ تمہارا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارا ہے سب علموں کی پوری جوہر ہے۔ یہ ان لوگوں کے لیے ہے۔ اللہ ہی اس کی ہدایت ہے اور انہیں پیڑوں کی اللہ کے سوا یہ لوگ عبادت کر کے ہیں۔ ان لوگوں کی پڑائیں اور اللہ ہی۔ یہ شان اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ (دیکھیں تو حیرت کی) معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے فضل سے آئی اور میں جانتی ہے۔ تم وہ اپنی نشانیاں اٹھا لے اس میں نشانیاں ہیں یہ ایک ایسے شخص کے لئے جو صبر و استقامت اور ایمان رکھتا ہے۔ ان لوگوں کو اللہ ہی کے فضل سے اللہ ہی کو پکارنے کے ہیں اور ان لوگوں کے نشانوں کے آگے آتا ہے اور اللہ ہی کے فضل سے ان میں اعتدال پر رہتے ہیں اور ہماری نعمتوں سے ان لوگوں کو فرماتے ہیں جو ہمیں اور اللہ ہی سے ہیں۔

(۱۰۱) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَّيُوَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَّيَسْحَرُ الشَّمْسَ وَّالنُّجُومَ كُلُّ يَبْجُرِي اِلَى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ حَمِيْرٌ ۗ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنْ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۗ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفَلَكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِعَمْرِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِنْ اٰيٰتِهٖ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۗ اَلَا اِذَا غَشِيْتُمْ مَوْجَ كَالظُّلُمِ ۗ دَعَوْا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُمُ النَّاسَ ۗ لَمَّا رَحِمْتُمْ اَلَمْ يَأْتِ الْبُرُوقَ فَمُنْتَصِدًا ۗ وَمَا يَجْحَدُ بِآيٰتِنَا اِلَّا كُفُوْرٌ ۗ

سے پیدا کیا اس پر کوئی چیز معجز نہیں۔ ”انّ اللّٰه سمیع بصیر“

29 ”اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلًّا يَجْرِىٰ اِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَمًّى وَاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ“

30 ”ذَلِكْ بَانَ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ“ یہ جو کچھ ذکر کیا گیا یہ حق ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات برحق ہے۔ ”وانّ ما يدعون من دونه الباطل وانّ اللّٰه هو العلیٰ الکبیر“

31 ”اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفَلَکَ تَجْرِىٰ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ“ بے شک تمہارے اوپر اللہ کی نعمت ہے۔ ”لیریکم من آیاتہ“ اس کے عجائب میں سے۔ ”انّ فی ذلک لآیات لکل صَبَّار“ اللہ کے حکم پر ”شکور“ اپنی نعمتوں پر شکر کرنے والے ہیں۔

32 ”واذا غشیہم موج کالظلل“ مقاتل کا بیان ہے کہ اس سے مراد جبال ہیں۔ کلبی کا بیان ہے کہ اس سے مراد بادل ہیں۔ ظل جمع ہے ”ظلمة“ کی اس کو موج کے ساتھ تشبیہ دی، کثرت اور بلندی کی وجہ سے۔ موج کو واحد بنایا جیسے ظل کو جمع بنایا کیونکہ موج ایک کے بعد دوسری آتی ہے۔ ”دعوا اللّٰه مخلصین له الدین فلما نجاهم الی البر فمنہم مقتصد“ جب اللہ ان کو بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو انہوں نے سمندر میں اللہ سے جو وعدہ کیا ہوتا ہے تو حید کا کہ وہ ایمان پر ثابت قدم رہیں گے۔ عکرمہ کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے وقت حضرت عکرمہ بن ابوجہل مکہ سے بھاگ کر سمندر کے کنارے پہنچ گئے اور ایک کشتی میں سوار ہو گئے۔ راستے میں طوفان آ گیا۔ حضرت عکرمہ نے کہا کہ اگر اللہ مجھے اس طوفان سے محفوظ رکھ کر کنارے پر پہنچا دے گا تو میں اپنا ہاتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں جا کر دے دوں گا۔ حضرت عکرمہ کے اس قول سے طوفان تھم گیا اور عکرمہ مکہ واپس آ کر مسلمان ہو گئے۔ مجاہد کا قول ہے کہ مقتصد قول میں ہو، کلبی کا بیان ہے کہ مقتصد کا بیان یہ ہے کہ متوسط درجہ کا کافر کیونکہ بعض اپنے کفر میں بہت شدت اور غلو اختیار کرتے تھے اور بعض دوسروں پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ ”وما یجحد بایاتنا الا کل ختار کفور“ ختار عہد شکن کو کہتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهِ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُرَّ جَبَازٍ عَنْ وَّلَدِهِ شَيْئًا ۗ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللّٰهِ الْفُرُوْرُ ۗ ۝۳۱ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنزِلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۗ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا ۗ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌ مَّا بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝۳۲

31 اے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ہے کہ وہ اپنے باپ کی طرف سے ذرا بھی مطالبہ ادا کر دے یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے سو تم کو دنیوی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ تم کو دھوکہ باز شیطان اللہ سے دھوکہ میں ڈالے بیشک اللہ ہی کو قیامت کی خبر

ہے اور اس میں برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ زم زم میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کھل گیا عمل کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا بیشک اللہ سب باتوں کا جاننے والا باخبر ہے۔

تفسیر ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ انصارِ تکمہ و احشوا بومًا لا یجزی "نہ وہ فیصلہ کرے گا اور نہ ہی وہ اس سے بے پروا ہے۔" واللہ عن ولدہ ولا مولود ہو جاز "اس سے بھی وہ غنی ہوگا۔" عن والدہ شینا "ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "ان وعد اللہ حق فلا تغرنکم الحیوة الدنیا ولا یغرنکم باللہ العرور" اس سے مراد شیطان ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ شیطان گنہگار کا کام کر دیتا ہے، مغفرت کرنے کی تمنا کر دیتا ہے۔ (یعنی گنہگارے پھر بعد میں توبہ کر لیتا لیکن گنہگارے والے کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی)۔

﴿ان اللہ عنده علم الساعة﴾ اس آیت کا نزول حارث بن عمرو بن حارث بن محارب بن خضہ کے بارے میں ہوئی۔ یہ ایہ بات میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور قیامت کے وقت کے متعلق سوال کیا اور یہ بھی کہا کہ وہ اپنی زمین نشین ہو چکی ہے، بارش کب آئے گی؟ اور اس شخص نے یہ بھی کہا کہ میری بیوی حاملہ ہے بتائیے کیا پیدا ہوگا اور کس زمین پر میں پیدا ہوا تھا اور تو مجھے معلوم ہے لیکن کس بعد مروں گا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "ان اللہ عنده علم الساعة ویزول العیث وبعلم ما فی الارحام وما ندری نفس ماذا تکسب غذا وما ندری نفسی بای ریح تموت" ابی بن عبس نے "بایہ ارض" پڑھا ہے۔ مشہور "بای ارض" ہے کیوں کہ زمین کی تانیٹ کی کوئی حدت نہیں۔ بعض نے کہا کہ ارض سے مراد مکان ہے۔

حضرت امام بن عبد اللہ اپنے والد سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ غیب کے خزانے پانچ ہیں جن سے سوال اللہ کے کوئی واقف نہیں، کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ رحم کے اندر کیا ہے اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی؟ اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ اس کی موت کس سرزمین پر آئے گی؟ دوسری روایت میں ہے کہ غیب کی کتابیں پانچ ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت "ان اللہ عنده علم الساعة" سے "بای ارض تموت" سے روایت فرمائی۔ "ان اللہ علیہم خبیر"



سُورَةُ السَّجْدَةِ

اس میں ۳۰ آیات ہیں۔ عطاء کا قول ہے سوائے تین آیات ”أفمن كان مؤمناً“ سے تین آیات تک مدنی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۲ اَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا آتَاهُمْ مِنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ۳ اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۷ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيعٍ ۷ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۴ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمٰوٰءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يُعْرِجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۵

تذکرہ ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔

۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔

۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔

تفسیر (۱ - ۲)..... "الم تنزيل الكتاب لا ريب فيه من رب العالمين" مقاتل کا بیان ہے کہ اس پر کوئی شک نہیں کہ یہ رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔

۳ "ام يقولون" بلکہ وہ کہتے ہیں "افتراه" بعض نے کہا میم صلہ کے لیے ہے، کیا یہ جھوٹ گھڑتے ہیں، استفہام تو بیخ ہے۔ بعض نے کہا ام بمعنی واو ہے وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ اس میں اضمار ہے کیا وہ ایمان لائے ہیں یا وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ پھر فرمایا "بل هو" اس سے مراد قرآن ہے۔ "الحق من ربك لتندر قومًا ما اتاهم" یہ رب کی طرف سے اتری

ہوئی کتاب ہے یہ تو اس کتاب کو نہیں لائے۔ "من مذہب من لسلک حقاہد کاتزل ہے کہ وامت ائی ہے ان کے پاس آپ
سکی تھی یہ حکمت سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مقاتل کا بیان ہے یہ لغت کے زمانے کی بات
ہے جو لغت تیسری میں سورہ اور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کا زمانہ ہے۔ "لعلیہم بہندون"

اللہ الذی خلق السموت و الارض و ما بینہما لی سنۃ ایاہ تم استوی علی العرش ط مالکم من
ذوبہ من و لہی و لا شفیعہ و لا یؤدبوا نذ کراؤن

③ "بندو الامر" اور میں تہیہ کرتا ہے اور پناہ لیجئے اور قہہ راتا رہتا ہے۔ "من السماء الی الارض" وہ تو آسمان سے
زمین کی طرف جبرئیل سے پہنچا جبرئیل ہے۔ "تم بعوج" پھر وہاں چڑھتے ہیں۔ "اللہ اللہ کے حکم سے حضرت جبرئیل۔ "الی
یوہ کان مقدارہ الف سنۃ ممد نعدون" انبیاء کے ایسے ہیں کہ ایک دن کی مقدار اور اس کی مقدار مسافت پانچ سو برس کے
برابر ہوگی۔ ہر جاہلیہ کی آسمان سے گولی آسمان سے زمین کی طرف کہ جائے تو دو ہزار سال کے بعد زمین تک پہنچے گا۔ حتی
مدت مسافت اٹھتے ہیں ان میں سے گرتے ہیں۔ یہ اسی فاشیوں کا زمین سے آسمان کی طرف چڑھنے کا ہے اور اللہ تعالیٰ کا
آمن العروج الملاحکة و لیروح لہ فی یوہ کان مقدارہ خمسین الف سنۃ" اس میں مدت مسافت زمین سے
مدت آسمان کی مسافت ہے۔ جبرئیل حضرت جبرئیل سے یہ مسافت ہے تو اس تفسیر پر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جبرئیل علیہ السلام نے
تعالیٰ کے حکم سے دو ہزار سال کی مسافت میں سے بہت ہی تھوڑے وقت میں طے کر لیتے ہیں جو تمہاری رفتار
ن کی سے پہلے ہزاروں سال سے زیادہ ہوتی ہائی اور اس مسافت جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کی آواز میں طے کر لیتے ہیں۔
یہ آیت ان آیتوں میں آیتوں سے صدر آیتوں تک میں مراد ہوتی ہے۔

یعنی ان میں سے اس کا یہ سبب یہ ہونے والا ہے اللہ انبیاء کی امور کا تقاضا ہوا کی اسباب یعنی مبالغہ وغیرہ کے ذریعے سے
آپ نے ان کے آپ کے اپنے اپنے لئے ہیں اور ان کی اسباب کی مدد سے ان کے امور اور اللہ انہوں کا قہہ انہوں کو جانے کا تو ہر حکم
واللہ کا ہر حکم کی طرف سے ہے اور ان کے امور کا ہر حکم اور ان کے مقصد اور اس سے بڑا ہوگی۔ دونوں مدیوں کے درمیان
تجاویز و تقاضوں کے یہ ہوجاے گا۔ مدت کا اختلاف ان میں سے اثر کی وجہ سے ہے۔ بعض لوگوں کے لیے دوپہاں ہزار
سال کا ہوگا، بعض کے لیے دوپہاں سال کا اور بعض لوگوں کے لیے زیادہ ان کے لئے بعض کم مدت محسوس ہوگی۔ اس میں
تا یہ اس صورت کے کہ کوئی بیاد نہیں ہے۔ یہ اس میں وقت براتی ہوگی جتنی اس نے دنیا میں فرض نماز پڑھی ہوگی۔ ابراہیم
میں کا قول ہے یہ وہ لوگوں کے لیے ہیں کہ اس میں ان کا اتنی مدت الہ اور ان کے درمیان ہوتی ہے۔

ان میں سے کئی ہیں یہ ہے۔ ان میں سے آسمان اور زمین کے درمیان ہے اللہ بن نعیم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت
میں حاضر ہوئے اور ان آیت اور "خمسیں الف سنۃ" اور ان آیت کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا
ابن اوم کا زمانہ انہوں کی بہت پہلے معلوم نہیں اور بغیر جانے اللہ کے حکم کے متعلق پانچوں میں مناسب نہیں سمجھتا۔

ذَلِكَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ⑥ الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ⑦ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ⑧ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُّوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ⑨ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ⑩

وہی ہے جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا زبردست رحمت والا جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی پھر اس کی نسل کو خلاصہ اخلاط یعنی ایک بے قدر پانی سے بنایا پھر اس کے اعضاء درست کئے اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تم کو کان اور آنکھیں اور دل دے تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو (یعنی نہیں کرتے)

تفسیر ⑥ "ذکر عالم الغیب والشہادۃ" اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور اس کے درمیان جو کچھ پیدا کیا ان سب کو جانتا ہے جو پوشیدہ ہیں ان کو بھی اور جو سامنے حاضر ہیں ان کو بھی جاننے والا ہے۔ "العزیز الرحیم"

⑦ "الذی احسن کل شیء خلقہ" نافع اور اہل کوفہ نے "خلقہ" لام کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے سکون کے ساتھ پڑھا ہے کہ اس نے جو چیز پیدا کی وہ خوب بنائی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ احسن کا ترجمہ اہتم و اتقن سے کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو محکم بنایا ہے۔ مقاتل نے احسن کا ترجمہ علم سے کیا ہے یعنی اللہ جانتا ہے کہ ہر چیز کو وہ کیسے پیدا کرتا ہے۔ عرب والے کہتے ہیں "فلان یحسن کذا" کہ فلاں شخص خوب جانتا ہے کہ ایسا کام کس طرح کرے گا۔ بعض نے کہا کہ حیوان کو اس کی صورت پر پیدا کیا اور بعض کو دوسرے کے ہم شکل نہیں بنایا، ہر حیوان کو اس کے کامل حسن کے ساتھ پیدا کیا اور اس کے اعضاء میں سے ہر عضو کو اس کی مقدار کے بقدر پیدا کیا جس کی معاش میں صلاحیت میں اس کو ضرورت ہو۔ "وبدأ خلق الانسان من طین" اس سے مراد آدم علیہ السلام ہیں۔

⑧ "ثم جعل نسله" پھر ان کی ذریت کو بنایا۔ "من سلالة" نطفہ سے اس کو سلالة اس وجہ سے کہتے ہیں کہ نطفہ انسان کے جسم سے کھینچ کر آتا ہے۔ "من ماء مهین" اور وہ کمزور ہے اس سے مراد مرد کا نطفہ ہے۔

⑨ "ثم سواه" پھر اس کی خلقت کو برابر کیا۔ "ونفخ فیہ من روحہ" پھر وہ ذریت کی طرف لوٹے گا اور کہا "وجعل لکم" اس نطفے کے بعد تمہیں بنایا۔ "السمع والابصار والافئدة قليلاً ما تشكرون" وہ اپنے رب کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اس کی توحید کا اقرار کم کرتے ہو اور اس کی عبادت کم کرتے ہو۔

وَقَالُوا إِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ط بَلْ هُمْ بِلِقَائِ رَبِّهِمْ كَفِرُونَ ⑩
قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ⑪ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ
الْمُجْرِمُونَ نَاكِسَ رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا
إِنَّا مُوقِنُونَ ⑫ وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًىٰ وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ

الجنة والناس اجمعين ⑤ فذوقوا بما نسيتم لقاء يومكم هذا انا نسينكم وذوقوا عذاب الخلد بما كنتم تعملون ⑥

⑤ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم زمین میں قسمت دیا ہو، ہو گئے تو کیا ہم پھر نئے جہنم میں آویں گے بعد ازاں اپنے رب سے ملنے کے سحر یہ ہیں آپ فرمادیتے کہ تمہاری جان موت کا فرشتہ قبض کرتا ہے جو تم پر متعین ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹے جاؤ گے اور اگر آپ ایتھیں (تو جب حال دیکھیں) جبکہ یہ بحر مالوک اپنے رب کے سامنے بھڑکے ہوں گے کہ ہمارے پروردگار اس ہوری آنکھیں اور ہمارے کان گلے سے ہم کو پھر بھیج دیتے ہماری کامیابی میں کے ہم پورا متعین آگیا اور اگر ہم کو منظور ہوتا تو ہم ہر نفس کو اس کا راستہ عطا فرماتے و یقین یہی بات حقیق ہو چکی ہے کہ میں جہنم کو جنات اور انسان دونوں سے ضرور بھروں گا تو اب اس کا مزدو چھو کہ تم اپنے ان دن کے آگے بھول رہے تم کو بھلا دیا اور اپنے اعمال کی بدولت ابدی عذاب کا مزدو چھو۔

⑥ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ⑦ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ⑧ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ⑨ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ⑩ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ⑪ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ⑫ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ⑬ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ⑭ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ⑮ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ⑯ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ⑰ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ⑱ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ⑲ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ⑳ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉑ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉒ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉓ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉔ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉕ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉖ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉗ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉘ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉙ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉚ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉛ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉜ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉝ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉞ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉟ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊱ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊲ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊳ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊴ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊵ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊶ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊷ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊸ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊹ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊺ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊻ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊼ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊽ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊾ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊿ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون

⑩ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ⑪ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ⑫ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ⑬ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ⑭ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ⑮ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ⑯ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ⑰ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ⑱ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ⑲ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ⑳ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉑ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉒ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉓ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉔ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉕ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉖ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉗ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉘ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉙ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉚ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉛ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉜ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉝ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉞ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㉟ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊱ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊲ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊳ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊴ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊵ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊶ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊷ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊸ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊹ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊺ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊻ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊼ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊽ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊾ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون ㊿ اذ ذلک انما نسیتم لقاء ربکم لعلکم تتقون

روایت میں آتا ہے کہ ملک الموت کے لیے دنیا ایک تھگی میں رکھ دی گئی ہے، اس دنیا سے جس کو چاہتے ہیں باسانی روح قبض لیتے ہیں۔ مخلوق میں سے کسی کو مشرق میں ہو یا مغرب میں اور قبض کر لیتے ہیں۔ ان کے ساتھ مددکار فرشتے بھی ہیں، چھو فرشتے موت والے اور پھر فرشتے عذاب والے۔ موت والے فرشتے مؤمنین کے لیے متعین ہیں اور عذاب کے فرشتے کافروں کے لیے۔ ان میں سے کسی اللہ مہمہ کا قول ہے۔ عزرائیل علیہ السلام کا ایک قدم مشرق اور مغرب کے درمیان میں ہوتا ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام سے یہ زمین وایک عظمت کی مانند کر دیا، اور جہاں سے چاہیں کسی نفس کی روح قبض کر لیں۔ بعض اخبار میں آیا ہے کہ ملک الموت آسمان و زمین کے درمیان موجود ہیں وہاں جس کی چاہیں روح کو قبض کر لیں۔ جب ان کی روح اس سے گئے تک پہنچ جاتی ہے تو ملک الموت اس کی روح قبض کر لیتا ہے۔

عالم ابن معدان حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ملک الموت کے ہاتھ میں ایک گرز ہوتا ہے اور مشرق و مغرب تک پہنچ جاتا ہے اور کھولوں کے ہر ایک کے چہرے کو کھج کرتا ہے اور یہ ہر دن دو مرتبہ ہوتا ہے۔ جب کسی

انسان کی زندگی پوری ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اس کے سر پر وہ گزرتا ہے اور وہ اس وقت کہتا ہے کہ یہ اس کی موت کی حالت ہے۔ ”ثم الی ربکم ترجعون“ پھر ہم تمہیں دوبارہ زندہ کریں گے اور تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دیں گے۔

12 ”ولو تری اذ المجرمون“ اس سے مراد مشرکین ہیں۔ ”ناکسوا رؤسہم“ وہ اپنے سروں کو جھکائیں گے۔ ”عند ربہم“ ندامت اور غم کے مارے۔ ”ربنا“ وہ یہ کہیں گے اے ہمارے رب! ”ابصرنا“ جو وعید ہمیں سنائی تھی ہم نے اس کی تکذیب کی تھی۔ ”وسمعنا“ اور تم نے اپنے پیغمبروں کی تصدیق کر دی جن کو ہم جھوٹا کہتے تھے ہم نے آج تیری طرف سے تصدیق سن لی تھی۔ بعض نے اس کا مطلب یہ بھی بیان کیا کہ ہم نے اپنے گناہ دیکھ لیے اور ہمارے متعلق جو کہا گیا ہم نے سن لیا۔ ”فارجعنا“ ہمیں دُنیا کی طرف دوبارہ لوٹا دے۔ ”تعمل صالحا انا موقنون“ جو اب لو مضمحل ہے اس کی مجازی (تقدیری) عبارت یہ ہوگی جب وہ اس کو بطور تعجب کے دیکھ لیں گے۔

13 ”ولو شننا لاتینا کل نفس ہداھا“ اگر ہم چاہتے تو ہم اپنی توفیق سے اس کے ایمان کے بقدر ہدایت دے دیتے۔ ”ولکن حق“ لیکن یہ بات طے ہو چکی ہے۔ ”القول منی لاملئن جہنم من الجنة والناس اجمعین“ یہ قول ابلیس کے لیے ہے کہ ”لاملئن جہنم منک و ممن تبعک منہم اجمعین“ پھر یہی دوزخیوں کو خطاب کیا جائے گا۔ مقاتل کا بیان ہے کہ جب دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو ان کو دوزخ کے فرشتے کہیں گے۔

14 ”فذوقوا بما نسیتم لقاء یومکم ہذا“ تم نے ایمان کو دُنیا میں چھوڑ دیا۔ ”انا نسیناکم“ ہم تمہیں چھوڑ دیں گے۔ ”وذوقوا عذاب الخلد بما کنتم تعملون“ بسبب تمہارے کفر اور حق کو جھٹلانے کے۔

انما یؤمنُ بالینا اللدینِ اِذَا ذُکِرُوا بِهَا خُرُوعًا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُونَ (آیت سجدہ) 15 تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَ طَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَهُمْ یُنْفِقُونَ 16

15 ﴿تَجَافَى﴾ بس ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو وہ آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرنے لگتے ہیں اور وہ لوگ تکبر نہیں کرتے ان کے پہلو خواہاں ہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں اسطور پر کہ وہ لوگ اپنے رب کو امید سے اور خوف سے پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہیں۔

تفسیر 15 ”انما یؤمن بالینا اللدین اِذَا ذُکِرُوا بِهَا“ جب ان کو نصیحت کی جاتی ہے۔ ”خُرُوعًا سُجَّدًا“ منہ کے بل گر پڑتے ہیں اللہ کے عذاب کے خوف سے۔ ”وسبَّحوا بحمد ربہم“ بعض کا قول ہے کہ وہ اپنے رب کے حکم سے نماز پڑھتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ وہ سبحان اللہ و بحمدہ کہیں گے۔ ”وہم لایستکبرون“ اور وہ ایمان و اطاعت سے غرور نہیں کرتے۔ 16 ”تتجافی“ دور رہتے ہیں۔ ”جنوبہم عن المضاجع“ مضجع کی جمع ہے وہ جگہ جہاں پر سوتے ہیں پھر وہ رات کے آخری پہر میں عبادت کرتے ہیں اور نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔

تَتَجَافَى جُنُوبَهُمْ سَ كُونٍ سَ لُوكٍ مَرَادٍ هِي

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی، جو مغرب کی نماز پڑھ کر گھروں کو نہیں لوٹتے تھے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اس آیت کا نزول چھ ماہ بعد کے متعلق ہوا تھا جو مغرب کی نماز پڑھ کر عشاء کی نماز تک مسجد میں رہتے تھے۔ ابن ابی حاتم اور متعدد روایات ہے کہ ان دونوں بزرگوں کا قول ہے کہ اس سے مراد مسوقہ اذانین ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ فرشتے ان لوگوں کی جماعت کو ڈھانپ لیتے ہیں جو مغرب اور عشاء پڑھ کر گھروں کو جاتے ہیں۔ (یعنی مغرب کی نماز کے بعد گھروں کو نہیں جاتے بلکہ مسوقہ اذانین پڑھتے رہتے ہیں، پھر عشاء کی نماز کا وقت جب آتا تو وہ عشاء پڑھ کر جاتے۔ وہ باتوں ہے کہ اس سے مراد لوگ ہیں جو مغرب کے بعد سوتے نہیں۔ یہاں تک کہ عشاء نہ پڑھ لیتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء اور فجر کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر وقت پڑھتے تھے۔ اور ان روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی اس نے آٹھ رات نماز پڑھی اور جس نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی اس نے گویا پوری رات نماز میں گزار دی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لوگ اذان دینے اور پہلی صف میں شریک ہونے کا ثواب جانتے اور پھر بغیر قرائت اذان دینے اور پہلی صف میں شریک ہونا ان کو میسر نہ آتا تو وہ ضرور قرآن پڑھیں اور اگر انہیں (بہت مت) نماز کا ثواب ان کو معلوم ہو جائے تو دوڑتے ہوئے پہلے پہنچنے کی کوشش کریں اور اگر بہت مت مشغول نمازوں کے ثواب سے ادا وقف ہو جائیں تو سیرینوں کے بل کھینٹ کر بھی پہنچیں۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں لے جائے اور شیخ سے اور مجھے۔ فرمایا تو نے بڑی بات دریافت کی اور اللہ جس کو تو نہیں دے اس کے لیے دشوار بھی نہیں تو اللہ (کی) عبادت میں سے ساتھ ہی چیز و شریک قرار نہ دے۔ نماز کو ترک کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور تعب کا بیج کرنا۔ ہر ماہ میں تجھے خیرے اور مال سے بتا دوں؟ (سن!) روز و احوال ہے (کہا ہوں) اور روزخ سے بچانے والا، مترجم) خیرات کن ہوں وہاں طرح بھرا رہتی ہے جیسے پانی آگ کو اور اسطرح رات میں نماز پڑھنا بھی خیر (کا دروازہ) ہے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت "تَتَجَافَى جُنُوبَهُمْ" یعملون تک تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا: کیا میں تجھے امر (دین) بتاؤں؟ اور انہوں نے کہا: ہاں کی چوٹی نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ فرمایا: امر (دین) کا سر اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کے وہاں کی چوٹی جہاد ہے۔ اس کے بعد فرمایا: کیا میں تجھے اس سب کی جزئہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا: ہاں نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا: اس کو روکے رکھو۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا زبان

سے بات کرنے پر بھی ہماری پکڑ ہوگی۔ فرمایا: معاذ! تجھے تیری ماں روئے! منہ کے بل یا ناک کے بل لوگوں کو دوزخ میں ڈالے جانے کی وجہ سے زبانوں کے نتائج (یعنی الفاظ) ہی تو ہوں گے۔

حضرت ابی امامہ الباہلی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم رات کے قیام کو لازم پکڑو کیونکہ یہ صالحین کا طریقہ رہا ہے اور تمہارا قرب ہے، تمہارے رب کے ساتھ اور تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے۔ ان میں سے ایک گناہ بھی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ دو آدمیوں کو بہت پسند فرماتا ہے ایک تو وہ جو اپنے بستر و لحاف میں سے نکل کر، محبوب بیوی بچوں کو چھوڑ کر نماز کو اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اللہ ملائکہ سے فرماتا ہے، میرے بندے کو دیکھو جو اپنے بستر و لحاف کے اندر سے نکل کر، محبوب بیوی اور بچوں کو چھوڑ کر میرے ثواب کا امیدوار ہو کر اور میرے عذاب سے ڈر کر اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ دوسرا وہ شخص جو اللہ کی راہ میں لڑتا ہے، پھر شکست پا کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوتا ہے، پھر فرار کی حالت میں اس کو خیال آتا ہے کہ جہاد سے بھاگنا کتنا بڑا جرم ہے اور لوٹ کر جہاد میں شریک ہونا کتنی بڑی نیکی ہے، یہ خیال کرتے ہی وہ لوٹ پڑتا ہے (جہاد میں جا کر شریک ہوتا ہے) آخر اس کا خون بہا دیا جاتا ہے یعنی شہید ہو جاتا ہے۔ اللہ ملائکہ سے فرماتا ہے کہ میرے بندے کو دیکھو کہ کس طرح وہ میرے ثواب کی طلب میں اور میرے عذاب سے ڈر کر (جہاد کی طرف) لوٹ پڑا۔ یہاں تک کہ اس کا خون بہا دیا گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے بعد سب سے افضل روزے خدا کے مہینے یعنی محرم کے روزے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔ (رواہ مسلم شریف)

حضرت ابو مالک اشعری راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں کچھ بالا خانے ایسے ہیں جن کا اندرون باہر سے اور بیرون اندر سے نظر آتا ہے۔ اللہ نے یہ ان لوگوں کے لیے تیار کیے ہیں جو کلام میں نرمی اختیار کرتے ہیں، حاجت مندوں کو کھانا کھلاتے ہیں، بلا ناغہ روزے رکھتے ہیں اور رات میں ایسے وقت نمازیں پڑھتے ہیں، جب دوسرے لوگ سوئے ہوتے ہیں۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔ ترمذی نے یہ حدیث اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضرت عبداللہ ابن رواحہ (خزرجی انصاری صحابی) کے یہ شعر نقل کیے ہیں:

اذا انشق معروف من الفجر ساطع

وفينا رسول الله يتلوا كتابه

به مؤقنات ان ما قال واقع

ارانا الهدى بعد العمى فقلوبنا

اذا استقلت بالكافرين المضاجع

بييت يجافي جنبه عن فراشه

”ہم میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ صبح کو پو پھٹنے کے وقت وہ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں۔ ہمارے اندھے پن کے بعد انہوں نے ہمیں راستہ دکھایا۔ ہمارے دلوں کو یقین ہے کہ جو کچھ انہوں نے فرمایا، وہ سچ ہے۔ وہ رات کو اپنا پہلو بستر سے جدا رکھتے ہیں جب کہ کافروں کے بستر کافروں (کے بار) سے بوجھل پڑے ہوتے ہیں۔“

”بدعون ربهم خوفاً وطمعاً“ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا آگ کے خوف سے اور رحمت و ثواب و جنت کی امید سے ہونے کی وجہ سے ہیں۔ ”وَمَسَارِرَ لَهُمْ يَسْمَعُونَ“ اس سے مراد فرضِ صدقہ ہے۔ بعض نے کہا کہ واجب اور نوافل میں۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۰﴾ اَلَمْ يَكُنْ كَانَ
مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا ۗ لَا يَسْتَوُونَ ﴿۱۱﴾ اَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ
الْمَأْوَىٰ نُزُلًا ۖ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲﴾ وَاَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۗ كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ
يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿۱۳﴾
وَلَنُدَبِّقُنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَذْيِ ذُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۱۴﴾

﴿۱۰﴾ اس کی نفی و خبر نہیں ہو رہی انھوں نے نصرت کی خدمت کا سامنا ایسے لوگوں کے لئے نغزائے نسیب میں موجود ہے یہ ان کو
نہیں دیکھتا۔ ان کے لئے تو ہر نفس مومن ہو گیا اور اس نفس جیسے ہو جائے گا جو بے تعم ہو و آپس میں برابر نہیں ہو
تے ہو گے۔ ان کے لئے وہ نہیں سمجھتے کہ ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا جنتیں ہیں جو ان کے بدلے میں
ہوں گی۔ ان کے لئے وہ نہیں سمجھتے کہ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ان کے لئے اس سے باہر لھنا چاہیں گے تو
پھر ان میں اچھلے پھریں گے اور ان کو ہر جہاں کے دوزخ کا اور عذاب چھو جس کو تم جھٹایا کرتے تھے اور ہم
ان کو آگ (جہنم) میں اتارنے والے ہیں۔ ان عذاب بھی اس بڑے عذاب سے پہلے چھو جائیں گے تاکہ یہ لوگ باز آویں۔

﴿۱۱﴾ اَلَمْ يَكُنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا ۗ لَا يَسْتَوُونَ ﴿۱۱﴾ ”یا ہر مساکنہ کے ساتھ پڑھیں۔ ابن
عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان کے ساتھ پڑھیں اور دوسرے قرآن کے ساتھ پڑھا ہے۔ ”مِن قُرَّةِ
أَعْيُنٍ“ ان میں انھوں نے نصرت کی خدمت ہے۔ ”جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ“ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا جنتیں ہیں اور ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا جنتیں ہیں اور ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا دوزخ ہے۔
ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا جنتیں ہیں اور ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا جنتیں ہیں اور ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا دوزخ ہے۔
ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا جنتیں ہیں اور ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا جنتیں ہیں اور ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا دوزخ ہے۔
ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا جنتیں ہیں اور ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا جنتیں ہیں اور ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

﴿۱۲﴾ ”اَلَمْ يَكُنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا ۗ لَا يَسْتَوُونَ“ اس آیت کا نزول علی بن ابی طالب، ولید بن عقبہ بن ابی معیط،
یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان کے درمیان کوئی جھگڑا تنازع تھا اور کسی چیز کے بارے میں باتیں
ہو رہی تھیں۔ ان پر ولید بن عقبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ چپ ہو جائیں۔ کیونکہ آپ بچے ہو اور خدا کی قسم میں تجھ
سے زیادہ تیز زبان اور شہرہ دار ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، چپ رہو تو اللہ کا نافرمان ہے اس پر یہ آیت نازل

ہوئی۔ ”لا یستویان“ نہیں فرمایا کہ ایک مؤمن ایک فاسق کے برابر نہیں ہو سکتا بلکہ تمام مؤمنین، تمام فاسقین برابر نہیں ہو سکتے۔
 19 ”اما الذین امنوا و عملوا الصالحات فلہم جنات الماوی“ جس کی طرف مؤمنین ٹھکانا حاصل کرتے ہیں۔ ”نزل بما کانوا یعملون“

20 ”واما الذین فسقوا فمأواہم النار کلما ارادوا أن یخرجوا منها اعیدوا فیہا وقیل لہم ذوقوا عذاب النار الذی کنتم بہ تکذبون“

21 ”ولندیقنہم من العذاب الادنی دون عذاب الاکبر“ سوائے بڑے عذاب کے۔ ”لعلہم یرجعون“ حضرت ابی بن کعب، ضحاک، حسن اور ابراہیم نے کہا کہ عذاب الادنی سے مراد ہے دنیاوی مصائب اور بیماریاں۔ والبی کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول آیا ہے۔ عکرمہ نے کہا کہ اس سے حدود مراد ہیں۔ مقاتل نے کہا کہ اس سے مراد وہ ہفت سالہ قحط ہے جس میں اہل مکہ مبتلا کیے گئے تھے یہاں تک کہ مردار اور ہڈیاں اور کتوں تک کو کھا گئے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ بدر کے دن کافروں کا مارا جانا مراد ہے۔ قتادہ اور سدی کا بھی یہی قول مروی ہے۔ ”دون العذاب الاکبر“ سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔ ”لعلہم یرجعون“ تاکہ وہ ایمان کی طرف لوٹ جائیں یعنی جو بدر کی لڑائی سے قتل ہونے میں بچ گئے اور جو قحط سے بچ گئے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا ۗ إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ ۝۲۱
 اٰتٰنَا مُوسٰى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِى مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهِۦ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيۤ اِسْرَآءِۡلَ ۝۲۲
 وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اٰثِمَةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۗ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۝۲۳
 يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِىۤ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۲۴ اَوْلَمْ يَهْدِیْهُمْ كَمَا اَهْلَكْنَا مِنْ
 قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِىۤ مَسٰكِنِهِمْ ۗ اِنَّ فِىۤ ذٰلِكَ لَآٰیٰتٍ ۙ لِّاَقْلَامٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝۲۵

21 اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جس کو اپنے رب کی آیتیں یاد دلائی جاویں پھر وہ ان سے اعراض کرے ہم ایسے مجرموں سے بدلہ لیں گے اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی سو آپ اس کے ملنے میں کچھ شک نہ کیجئے اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے موجب ہدایت بنایا تھا اور ہم نے ان میں جبکہ انہوں نے صبر کیا بہت سے پیشوا بنا دیئے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے اور وہ لوگ ہماری آیتوں کا یقین رکھتے تھے آپ کا رب قیامت کے روز ان سب کے آپس میں فیصلہ ان امور میں کر دے گا جن میں یہ باہم اختلاف کرتے تھے کیا ان کو یہ امر موجب رہنمائی نہیں ہوا کہ ہم ان سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کر چکے ہیں جن کے رہنے کے مقامات میں یہ لوگ آتے جاتے ہیں ان میں صاف صاف نشانیاں ہیں کیا یہ لوگ سنتے نہیں ہیں۔

22 ”ومن اظلم ممن ذکر بایات ربہ ثم اعرض عنها انا من المجرمین“ اس سے مراد مشرکین ہیں۔ ”منتقمون“

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُن لِمَنْ مَرَّبَةٌ مِنْ لِقَائِهِ﴾ کوئی اس بات میں شک نہ کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں مومنی صیۃ السلام سے ملے تھے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج میں، میں نے مومنی صیۃ السلام کو ایسا گندئی رنگ اور ازقامت، کھٹکھٹ یا بے بال، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ (قبیلہ ازد) شنوم کے ایک مرد ہیں۔ میں نے حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی متوسلہ اقامت، رافعی صغیدی یا گل رنگ اور سیدھے بالوں والا پایا اور میں نے دوزخ کے داروغہ مالک کو اور جال کو بھی دیکھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مجھے آسمان کی میر کرانی کی تو میں نے حضرت مومنی صیۃ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی تہ میں نماز پڑھ رہے ہیں اور معراج والی روایت میں ہے کہ میں نے حضرت مومنی صیۃ السلام کو چھٹے آسمان پر دیکھا اور نماز کے معامے میں بار بار حضرت مومنی صیۃ السلام کے پاس آتے رہے۔ سدی کا قول ہے کہ ان آیت کا تعلق یہ ہے کہ مومنی صیۃ السلام نے تورات اپنی رضا مندوں سے قبول کی تھی۔ آپ کو اس بات میں شک نہیں کرنا چاہیے۔

وحدیث "ان سے مومنی صیۃ السلام سے روایت ہے۔ تو اوتنے کہا کہ اس سے مراد مومنی صیۃ السلام ہیں۔ "ہدیٰ لینی اسرائیل الخ وحملنا مہم" اس سے مراد نبی اسرائیل ہے۔ "آئمۃ" جن کی پر بھلائی میں اللہ کی جاتی ہے۔ (یعنی انبیاء اور نبیوں کے ہر نام سے مومنی صیۃ السلام سے تعلق ہے) "یہدون" اور پکارتے ہیں۔ "یا امرنا لقا صبروا" حمزہ، کسائی نے لام کے کسر و کے ساتھ اور کسائی نے تنقیف سے ساتھ۔ باقی قرآن کے آیتوں اور کتب میں تشدید کے ساتھ، جب انہوں نے اپنے دین پر مبر کیا اور مومنی صیۃ السلام سے تعلق ہے۔ "او کانوا یا باتنا بوقنون"

﴿ان رک ہو بفصل فیصلہ ریگا۔ "بہم یوم القیامۃ لیماکانوا لہ بختلفون"

﴿اولم یعدا﴾ بیان کے لیے ہدایت نما نہیں ہوتی۔ "لیمکم اهلکنا من قبلہم من القرون بمشورن فی مساکہم ان فی ذلک لا بات الفلا بسمعون" اللہ کی قدرت کی نشانیاں صحت آمیز الفاظ نہیں سنتے۔

اولم یروا اننا نسوق الماء الی الارض الجرز فنخرج بہ زرعاً تا کل منه انعامہم وانفسہم
فلا ینصرون ﴿۱﴾ ویقولون متی هذا الفتح ان کنتم صدیقین ﴿۲﴾ قل یوم الفتح لا ینفع

الذین کفروا ایمانہم ولا ہم ینظرون ﴿۳﴾ فاغرض عنہم وانتظر انہم منتظرون ﴿۴﴾

﴿۱﴾ کیا انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کیا کہ ہم خشک افتاد زمین کی طرف پانی پہنچاتے ہیں پھر اس کے ذریعہ سے لھتی پیدا کرتے ہیں جس سے ان کے مویشی اور وہ خود بھی کھاتے ہیں تو کیا دیکھتے نہیں ہیں اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ فیصلہ کب ہوگا آپ فرمادیجئے کہ اس فیصلہ کے بعد ان کافروں کو ان کا ایمان لانا نفع نہ دے گا اور ان کو مہلت بھی نہ ملے گی سوائے ان کی باتوں کا خیال نہ کیجئے اور آپ منتظر رہیے یہ بھی غلط ہے۔

تفسیر 27 "اولم یروا انا نسوق الماء الى الارض الجرز" وہ زمین جس کی سرسبزی کٹ گئی ہو جاتی رہی ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ یمن کی سرزمین ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ یہ ارض ابن ہے۔ "فخرج به زرعاً تاکل منه العامہم" گھاس اور تنکے پتے وغیرہ۔ "وانفسہم" غلہ اور پھل وغیرہ خود کھاتے ہیں۔ "افلا یبصرون"

28 "ویقولون متی هذا الفتح ان کنتم صادقین" بعض نے فتح کے دن سے مراد قیامت کا دن لیا ہے اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے۔ بعض نے کہا کہ کفار مکہ بطور استہزاء کے کہتے ہیں کہ تمہاری یہ فتح کب ہوگی۔ کلبی کا بیان ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ کا دن ہے اور سدیی کا قول ہے اس سے مراد بدر کا دن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم یہ فرماتے تھے کہ اللہ ہمارا مددگار ہے اور ہم تم پر غالب آجائیں گے تو وہ کہتے کہ فتح کا دن کب آئے گا؟

29 "قل یوم الفتح" قیامت کے دن "لا ینفع الذین کفروا ایمانہم" جن حضرات نے اس کو فتح مکہ پر محمول کیا اور بدر کے دن پر ان کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ ان لوگوں کو اس وقت ایمان نفع نہیں دے گا جب ان پر عذاب آجائے گا اور وہ قتل ہو جائیں گے۔ "ولاہم ینظرون" ان کو اس وقت کوئی مہلت نہیں دی جائے گی تاکہ توبہ کر سکیں اور نہ ہی عذر کر سکیں گے۔

30 "فاعرض عنہم" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ جملہ منسوخ ہے آیت قتال سے اس کا حکم منسوخ کر دیا۔ "وانتظر انہم منتظرون" جس فتح کا ہم نے وعدہ کیا ہے اس کا انتظار کیجئے وہ بھی منتظر ہیں کہ آپ حوادث زمانہ اور مصائب میں مبتلا ہو جائیں۔ بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ہمارے عذاب کا آپ انتظار کیجئے وہ بھی عذاب ہی کے منتظر ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ فجر کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "الم تنزیل" اور "هل اتی علی الانسان" پڑھتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے نہ تھے جب تک "الم تنزیل" اور "تبارک الذی بیدہ الملک" نہ پڑھ لیتے تھے۔



سُورَةُ الْاِحْزَابِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ❶ وَاتَّبِعْ مَا يُوحٰى
 اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ حٰبِيْرًا ❷ وَتَوَكَّلْ عَلٰى اللّٰهِ وَكفى بِاللّٰهِ وَكِيلًا ❸
 مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قٰنِسِيْنَ فِىْ جَوٰفِهِۦ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمْ اِلٰى تَظْهَرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهَاتِكُمْ وَمَا جَعَلَ
 اَدْعِيَاءَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقُّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ ❹
 ﴿٢١﴾ اے نبی! اللہ سے ڈرتے رہو اور کافروں کا اور منافقوں کا کوبہ نہ مانتے بیشک اللہ تعالیٰ بڑا عظیم والا بڑی حکمت والا
 ہے اور آپ سے پورا کاروبار عرف سے جو تمہارے آپ پر ہوتا ہے اس پر چلنے والوں کے سب اعمال کی اللہ تعالیٰ
 پر ہی نظر رکھتا ہے اور آپ اللہ پر بھروسہ رکھئے اور اللہ کافی کارساز ہے اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینہ میں دودل نہیں بنائے
 اور تمہاری نیتوں میں جو جن سے تم غیب رکھتے ہو تمہاری نیتوں میں نہ دیا اور تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا (بچ بچ کا) بیٹا
 نہیں بنادیا یہ سب تمہارے منہ سے تین بات ہے اور اللہ حق بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتلاتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ كَاِسْمَانِ نَزُوْلٍ

﴿تفسیر﴾ "یا ایہا النبی اتق اللہ" ان آیات کا نزول ابو سفیان بن حرب، عمر مہ بن ابوجہل اور ابوالاعور عمرو بن سفیان سلمی
 کے حق میں ہوا۔ جبکہ احد کے بعد یہ تینوں شخص مدینہ میں آکر رہ کر دو منافقین عبداللہ بن ابی سلول کے پاس ٹھہرے۔ حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی، عبداللہ بن سعد اور طلحہ بن ابیرق خدمت گرامی میں حاضر ہوئے
 اور ابوالاعور سلمی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ اس وقت عزی اور مناتہ کا تذکرہ چھوڑ دیجئے، ہمارے ان معبودوں کا ذکر
 ہوائی سے ہوتا ہے۔ یہ بتاتے کہ جو شخص ان کو پوجے گا یہ معبود اس کی شفاعت کریں گے۔ اگر آپ ایسا کر لیں گے تو ہم
 آپ سے اور آپ سے رب کا اور ابی کے ساتھ نہیں کریں گے اور آپ کے کام میں مداخلت نہیں کریں گے۔ اس وقت حضرت ا

عمر بن الخطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کی یہ بات بہت شاق گزری۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے کہ میں ان کو قتل کر دوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان کو امن دے چکا ہوں، پھر فرمایا نکل جاؤ تم پر اللہ کی لعنت اور غضب۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ سے نکال دینے کا حکم دے دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ”یا ایہا النبی اتق اللہ، تقویٰ کو دوام سے پکڑے رکھو۔ جیسا کہ کوئی شخص دوسرے کو کہے اس حال میں کہ وہ کھڑا ہو کہ تو اس جگہ پر کھڑا ہو، اس جگہ پر ثابت قدم رہ۔ بعض نے کہا کہ یہاں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، اُمت بھی اس میں شامل ہے۔ (یعنی مراد اس خطاب سے اُمت ہے) ضحاک کا قول ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ سے ڈرا اور عہد کو نہ توڑ جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہے۔

① ”ولا تطع الکافرین“ اس سے مراد اہل مکہ ہے۔ یعنی ابوسفیان اور عکرمہ اور ابوالاعور مراد ہیں۔ ”والمنافقین“ میں سے اس سے مراد عبد اللہ بن ابی، عبد اللہ بن سعد اور ”طعمۃ“ ہیں۔ ”ان اللہ کان علیما“ اپنی مخلوق کو۔ اس کے پیدا کرنے سے پہلے ”حکیمًا“ اور اپنی حکمت کے مطابق ان کے لیے امور کی تدبیر کرتا ہے۔

② ”واتبع ما یوحی الیک من ربک ان اللہ کان بما تعملون خبیرًا“ ابو عمرو کی قرأت میں ”یعملون خبیرًا“ ہے اور ”یعملون بصیرًا“ یاء کے ساتھ ہے اور دوسرے قراء نے تاء کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

③ ”وتوکل علی اللہ“ اللہ (کے دین) کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔ یعنی اللہ پر مکمل بھروسہ کرو۔ ”وکفی باللہ وکیلاً“ اور وہی تمہارا محافظ ہے وہی تمہارے رزق کا کفیل ہے۔

آیت مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ كِتَابًا

④ ”ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ“ اس آیت کا نزول ابو معمر جمیل بن معمر فہری، اس شخص کی سمجھ بھی تیز تھی اور حافظہ بھی اتنا قوی کہ جو کچھ سنتا تھا، یاد کر لیتا تھا، قریش کہتے تھے کہ ابو معمر کا جو حافظہ اتنا قوی ہے اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اس کے دودل ہیں وہ خود بھی کہتا تھا کہ میرے دودل ہیں محمد جو کچھ سمجھتے ہیں اس سے زیادہ سمجھ تو میرے ہر ایک دل میں ہے میں ایک دل سے بھی ان سے زیادہ جانتا ہوں اور بہتر جانتا ہوں۔

بدر کے دن جب قریش کو شکست ہو گئی، ابو معمر بھی بھاگ کھڑا ہوا، ایک پاؤں میں جوتی تھی اور دوسری جوتی ہاتھ میں تھی۔ اس حالت میں ابوسفیان کا سامنا ہو گیا تو ابوسفیان نے پوچھا ابو معمر لوگوں کا کیا حال ہے۔ ابو معمر نے کہا کہ شکست کھا گئے۔ ابوسفیان نے کہا کہ تیرا یہ کیا حال ہے کہ ایک جوتی پاؤں میں ہے اور ایک ہاتھ میں ہے۔ ابو معمر نے کہا ارے میں تو دونوں جوتیاں پاؤں میں سمجھتا تھا، اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ اس کے دودل نہیں ہیں اگر دودل ہوتے تو ہاتھ میں پکڑی ہوئی جوتی کونہ بھولتا۔ زہری اور مقاتل کا بیان ہے کہ یہ بطور مثال اللہ نے اس شخص کی حالت بیان کی ہے جو اپنی بیوی سے ظہار کرتا ہے اور اس شخص

کی کیفیت بیان کی ہے جو دوسرے کی اولاد کو اپنا بیٹا بنا لیتا ہے۔ ایک دل سے دو بیوی اور دوسرے دل سے اسی کو ماں کہہ دیتا ہے۔ اسی طرح بھی کسی نر کے کو اپنا بیٹا کہتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ اس کا بیٹا نہیں۔ گویا یہ کہنا مقصود ہے کہ جس طرح ایک آدمی کے دو دل نہیں ہوتے۔ اسی طرح ظہار کرنے والے کی بیوی اس کی ماں نہیں ہو جاتی اور منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا، نہ ہی ایک بیٹے کی دو حقیقی ماںیں بن سکتی ہیں اور نہ ہی دو ماں کا ایک حقیقی بیٹا بن سکتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص کے دو دل نہیں ہو سکتے۔

”وَمَا جَعَلَ أَرْوَاحَكُمْ اللَّائِي نَظَاهِرُونَ مِنْهُنَّ أُمَّهَاتِكُمْ“ قرآن اہل شام اور قرآن اہل کوفہ کی یہ قرأت ”اللہمی“ ہے اور سورۃ طہ میں ہمزہ کے بعد یاء ہے۔ قرآن قنوں نے نافع اور یعقوب کی روایت میں ہمزہ کے بعد بغیر یاء کے پڑھا ہے اور اس کے قرآن نے یاء کے ساتھ ہمزہ کو ذکر کیا ہے۔ یہ تمام لغات معروف ہیں۔ ”نظاہرون“ قرآن عاصم نے الف کے ساتھ تاء سے ضم اور حم کے سر کے ساتھ پڑھا ہے، تخفیف کے ساتھ قرآن ابن عامر نے فتح کے ساتھ اور ظام کی تشدید کے ساتھ اور ”وَمَا جَعَلَ أَرْوَاحَكُمْ اللَّائِي نَظَاهِرُونَ“ کے ساتھ ان دونوں کے ساتھ۔

ضمیر کی صورت یہ ہے بولنی شخص اپنی بیوی کو بہت کر تو میرے لیے ایسی ہے جیسے میری ماں کی پشت۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”وَمَا جَعَلَ نِسَاءَكُمْ اللَّائِي تَقُولُونَ لِهَذَا فِي الْحَرْبِ كَأُمَّهَاتِكُمْ“ اس میں کفار وہ ہے جس کو تفصیل کے ساتھ اور وہ بولنے میں فریب کے۔ ”وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاكُمْ أَبْنَاءَكُمْ“ معنی بیٹے بنانے والے زمانہ جاہلیت میں اس کو حقیقی بیٹا کہتے تھے اور اس کو میرے اثاثے سمجھ دیتے تھے۔ نبوت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ بن شمس بن عبدمنزل کے بیٹا بنے تھے اور حضرت مزون بن عبدالمطلب سے ان کا رشتہ اخوت قائم کر دیا تھا۔

حضرت زید نے اپنی بیوی حضرت زینب بنت جحش کو طلاق دے دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا، منافی بنہ کے محمد نے خود تو اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا اور دوسروں کو منع کرتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا: ”ذُنُكُم فِیْ اَنْفُسِكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ“ یعنی اس کی کوئی حقیقت نہیں کہ زید بن محمد کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ اس کی کوئی حقیقت نہیں، اور وہ بیٹا نہیں جو یہ کہتے ہیں بلکہ منہ بولا بیٹا ہے۔ ”وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقَّ“ اور اللہ حق بات کہتا ہے جو واقعی اور سچی ہوتی ہے۔ ”وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ“ اور وہی راہ حق دکھاتا ہے۔

أَدْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ. فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ
وَمَوَالِيكُمْ. وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللَّهُ
غَفُورًا رَّحِيمًا ⑥ النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ وَأُولُو الْأَرْحَامِ
بِغَضَبِهِمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَىٰ
أَوْلِيَّكُمْ مَعْرُوفًا. كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ⑥

تم ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو یہ اللہ کے نزدیک راستی کی بات ہے اور اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانتے ہو تو وہ تمہارے دین کے بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں اور تم کو اس میں جو بھول چوک ہو جاوے تو اس سے تو تم پر کچھ گناہ نہ ہوگا لیکن ہاں دل سے ارادہ کر کے کرو اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے نبی مومنین کے ساتھ خردان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور آپ کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں اور رشتہ دار کتاب اللہ میں ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں بہ نسبت دوسرے مومنین اور مہاجرین کے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے کچھ سلوک کرنا چاہو تو وہ جائز ہے یہ بات لوح محفوظ میں لکھی جا چکی تھی۔

أَدْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ كَأَشَانِ نَزُولِ

تفسیر 5 "ادعوهم لابائهم" جنہوں نے اپنے لیے لے پالک لے رکھے ہیں۔ "هو اقسط" یہی بات اللہ کے نزدیک بڑے انصاف کی ہے۔ "عند اللہ" حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہم زید کو زید بن ہمارے نہیں کہتے تھے بلکہ زید بن محمد کہتے تھے۔ یہاں تک کہ آیت "ادعوهم لابائهم هو اقسط عند اللہ" نازل ہوئی۔

"ادعوهم لابائهم هو اقسط عند اللہ"..... "فان لم تعلموا اباہم فاعزواکم فی الدین و موالیکم" یعنی تم ان کو دینی بھائی سمجھو۔ "فی الدین و موالیکم" اگرچہ وہ تمہارے آزاد کردہ ہیں لیکن وہ تمہارے حقیقی بیٹے نہیں، ان کو اپنے لیے دینی بھائی کہہ کر پکار سکتے ہو۔ بعض نے کہا کہ تم ان کو اپنے لیے دینی بھائی کہہ سکتے ہو۔ "ولیس علیکم جناح فیما اخطاتم بہ" نہیں سے پہلے وہ منہ بولے بیٹے کو باپ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ "ولکن ماتعمدت قلوبکم" یہی کے بعد غیر کے باپ کو اپنی طرف منسوب کرنے سے منع کیا۔ قتادہ کا بیان ہے کہ جو تم نے غلطی کی کہ غیر باپ کو اس کی طرف منسوب کیا اور وہ یہ گمان کرے کہ اسی طرح ہے۔ "ماتعمدت" میں ماقبل "ما اخطاتم" کی طرف لوٹ رہی ہے۔ "وکان اللہ غفوراً رحیماً" حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابوبکر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جانتے ہوئے کسی دوسرے کو اپنا باپ ظاہر کیا، اس پر جنت حرام ہے۔

آیة النبیؐ اُولیٰ بالمؤمنین من انفسہم کی تفسیر

6 "النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم" یعنی مومنوں کا جو تعلق ایک دوسرے کے ساتھ ہے اسی تعلق کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مومنوں پر نافذ ہے اور پیغمبر کی اطاعت سب پر واجب ہے۔ ابن عباس اور عطاء نے آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جب نبی کسی کو کسی کام کی دعوت دیں اور اس کا نفس کسی دوسری بات کا خواہش مند ہو تو نفس کی اطاعت سے نبی کی اطاعت اولیٰ ہے کیونکہ نبی تمام مسلمانوں کے مصالح اور مفاسد سے بوجی الہی خوب واقف ہیں۔ نبی مومنوں کے لیے

اس بات کو پسند کرتے ہیں اور اس کا حکم دیتے ہیں جس میں مؤمنوں کی بہبودی اور کامیابی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”حربتس علیکم بالذمومین رؤف رحیم“

ان ذمہ کا قول ہے کہ ”الذمومین من الذمومین“ سے مراد ہے جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کریں۔ بعینہ کہ تم میں سے کوئی شخص کسی معاملے میں فیصلہ کرے تو دوسب سے اسی ہوتا ہے۔ بعض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو جہاد کی دعوت دیتے تھے، کچھ لوگ اس کے جواب میں کہتے تھے کہ ہم جہاد پر جانے کے لیے تیار ہیں لیکن اپنے اپنے دین سے دریافت کریں۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر مؤمن سے دنیا و آخرت میں میرے آئینے سب سے زیادہ ہے۔ اگر اس کا ثبوت چاہتے ہو تو پڑھو ”الذمومین من الذمومین“ یعنی جو مومن مال چھوڑ کر مرے آئینے کے وارث بنے، اس کے مصیبات ہوں گے جو انہی ہوں اور جو مومن نادار بیوی بچوں کو چھوڑ جائے تو اس سے پاس آجائیں۔ میں ان کا متولی ہوں۔ ”وازوجہ امہاتہم“ انہی کی قرأت میں ایک لفظ زائد ہے۔ ”وازوجہ و امہاتہم“ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں مؤمنین کی ماںیں ہیں۔

ان کا حق مال کی طرح ہوا ہے ان سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ جس طرح ماؤں کو دیکھنا اور ان سے بات چیت جہاں جہاں ہے اسی طرح پیغمبر کی بیویوں کو دیکھنا اور ان کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا جائز ہے۔ امہات المؤمنین اور بیٹھنا اور دعوت میں ان سے بات چیت تو ایسی ہی ناجائز ہے جیسے انہیں عورتوں کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ”واذا سألتموهن من احوالہن فسنبلہن من وراء حجاب“ اگر امہات المؤمنین سے تم کو کوئی سوال مانگنا ہو تو پردہ کی اوٹ سے مانگو۔

امہات المؤمنین کی بیویوں و اولاد کی بہنیں نہیں کہ جہاں جہاں ان کے بہن بھائی اہل بیت کی خاندانیں اور ماموں ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء سے کہا کہ تم کو کوئی سوال مانگنا ہو تو پردہ کی اوٹ سے مانگو۔ اس کا جواب دیا گیا کہ امہات المؤمنین اور مومنات سب کے لیے وہ ہیں۔ بعض نے کہا صرف مؤمنین کی ماںیں ہیں، عورتوں کی ماںیں نہیں۔

امام شافعی نے اس آیت نقل کی ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کہا، آپ نے فرمایا میں تمہاری ماں نہیں ہوں، تمہارے مہراں کی ماں ہوں۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ امہات المؤمنین سے نکاح کرنا حرام ہے۔

”واولوالا ارحام بعضہم اولی بعض فی کتاب اللہ“ اس سے مراد میراث ہے۔ قناد کا قول ہے کہ مسلمان ہجرت کی بنیاد پر ایک اور سے وارث ہوتے تھے۔ کبھی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باہم رشتہ اخوت قائم کر دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مہراںوں کو بھائی بھائی بنا دیتے تھے کہ جب ان میں کوئی ایک فوت ہو جاتا تو دوسرا اس کا وارث بن جاتا

نہ کہ عسبات وارث بنتے۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ ”و اولوالارحام بعضهم اولی ببعض..... الایہ“
 ”من المؤمنین“ وہ مؤمنین جن کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواخات قائم فرمائی۔ ”والمہاجرین“ قرابت
 دار جو بعض، بعض کے میراث میں شامل تھے ایمان اور ہجرت کے باعث۔ یہ آیت منسوخ ہے مواخات اور ہجرت کی بناء پر اور
 صرف قرابت کا اعتبار رہ گیا۔ ”الا ان تفعلوا الی اولیائکم معروفًا“ معروف سے مراد وصیت ہے جس دوست کے متعلق
 وصیت کی جائے اس کا حق وارثوں سے مقدم ہے۔ جب یہ ہجرت سے منسوخ ہو گیا تو کسی شخص کے لیے اس کو مباح کر دیا گیا ہے
 کہ وہ کسی شخص کے لیے اپنے تہائی مال سے وصیت کرے۔

مجاہد کا قول ہے کہ معروف سے مراد نصرت ہے اور حرمت کی حفاظت ایمان اور ہجرت کے حق میں۔ بعض نے کہا کہ اس
 آیت سے مراد میراث کا ثبوت ہے ایمان اور ہجرت کی بناء۔ بعض علماء نے کہا کہ ”من المؤمنین و المہاجرین“ میں لفظ من
 کو بیان یہ کہا ہے یعنی جو مؤمن اور مہاجر رشتہ دار ہوں وہ میراث کے زیادہ مستحق ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کافر اور مسلمان اور مہاجر
 وغیرہ کے درمیان سلسلہ توارث قائم نہیں ہوگا ہاں اگر کافر غیر مہاجر قرابت دار ہوں تو ان کے لیے وصیت کی جاسکتی ہے۔ یہ قول
 قنادہ، عطاء اور عکرمہ کا ہے۔ ”کان ذلک فی الکتاب مسطورًا“ جو ہم نے اولی الارحام کے بارے میں ذکر کیا، وہ لوح
 محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ قرظی کا قول ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ
 وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ۗ لِيَسْئَلَ الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ وَأَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۝
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا
 وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝

﴿تذکرہ﴾ اور جبکہ ہم نے تمام پیغمبروں سے ان کا اقرار لیا اور آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے
 بھی اور ہم نے ان سب سے خوب پختہ عہد لیا تا کہ ان سچوں سے ان کے سچ کی تحقیقات کرے اور کافروں کے لئے اللہ
 تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے اے ایمان والو اللہ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو جبکہ تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے
 پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور ایسی فوج بھیجی جو تم کو دکھائی نہ دیتی تھی اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھتے تھے۔

تفسیر 7 ”وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ“ اس وعدہ کو پورا کرو جو تم نے ہمارے ساتھ کیا ہے اور یہ کہ تم بعض، بعض
 کی تصدیق کرو اور ایک دوسرے کو خوشخبری دو۔ مقاتل کا بیان ہے کہ اللہ نے تم سے وعدہ لیا تھا کہ تم اسی کی عبادت کرو گے اور اللہ
 کی طرف عبادت کرنے کی دعوت دو گے اور تم میں سے ایک دوسرے کی تصدیق کرو گے اور قوم کو نصیحت کرو گے۔ ”وَمِنْكَ
 وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ“ ان پانچ انبیاء کرام علیہم السلام کا خصوصی طور پر تذکرہ اس وجہ سے کیا

کہ یہ پیغمبر اور انوار اعظم تھے۔ ان پر کتابیں اور صحیفے نازل کیے گئے تھے، ان کو الگ الگ مستقل شریعتیں دی گئی تھیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان ظاہر کرنے کے لیے دوسرے پیغمبروں کے ذکر سے پہلے آپ کا ذکر کیا گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پیدائش کے اعتبار سے سب نبیوں سے پہلے ہوں اور زمین پر میری بعثت سب سے آخر میں ہوئی۔ تمادو کا قول ہے یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان "واذا اخلدنا من النبیین مبالہم ومک ومن نوح" "واخذنا منہم مبالہم غلیظا" پکا وعدہ دیا دو وعدہ جس کو ایمان کے ساتھ پختہ کیا گیا ہو۔

① "بسال الصادقین عن صدقہم" ایسا کرنے کی غرض یہ تھی کہ انبیاء و صالحین سے دریافت کیا جائے گا کہ تم نے اپنی اپنی امتوں سے کیا کہا تھا یا کافروں کو ذلیل کرنے اور ناجواب بنانے کے لیے کافروں سے دریافت کیا جائے گا کہ تم نے انبیاء کی تصدیق کی تھی یا انبیاء کی تصدیق کرنے والوں سے ان کی تصدیق کے متعلق پوچھا جائے گا کیوں کہ سچے کی تصدیق کرنے والا بھی سچا ہوتا ہے یا ان مؤمنوں سے جنہوں نے اپنے وعدوں کو صحیح کر دیا تھا، ان کے صدق کی باز پرس ہوگی یہاں تک کہ ان کو خود اپنے آپ کو دہرایا جائے گا۔ بعض نے کہا کہ ان کی سچائی کے متعلق سوال کرنے ان کے عمل کے بارے میں۔ بعض نے کہا کہ صالحین سے ان کے ماننے ان کے دلوں کی سچائی کے بارے میں۔ "واعد للکافرین عذابا الیما"

"بابہا الذین امنوا اذ کروا نعمۃ اللہ علیکم" جب مسلمانوں کو غزوہ خندق کے دن محصور کیا گیا تھا۔ "اذ جاءکم حمود" جب ان پر آئے کفار کے بڑے بڑے شہزادوں سے مراد بنی غطفان، قبیلہ بنی قریظہ کے یہودی اور قبیلہ بنو نضیر کے یہودی۔ "فارسلنا علیہم ربیعاً" پتہ واہوا مراد ہے۔ عمرہ کا بیان ہے کہ جنوب نے شمال کی جانب ہوا کو کہا کہ پتہ جا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لیے شمال کی ہوائے کہا کہ رات کے وقت تو گرم ہوا نہیں بھیجتی اور جو ہوا ان پر آئی وہ پتہ ہوا تھی، جو سردی سرائی کا تھا، رات بھی بہت سرد تھی، پتہ واہوا کا ایک طوفان آیا جو انتہائی سرد تھا جس کی وجہ سے ڈیروں اور کیمپوں کی تختیوں اٹھ گئیں، یہاں فوج تھیں۔

مجھ سے ان دنوں میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نقل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہماری ٹھنڈی ہوا سے مدد کی گئی اور وہ ہوا سردی ہوا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "وجنودا لہم تروھا" اس دن فرشتوں نے جنگ نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس رات ٹھنڈی ہوا بھیجی جس کی وجہ سے دوسرے بھاگ گئے، ہر قبیلہ کے سردار نے اپنے قبیلہ کو آواز دے کر اپنے پاس بلایا، جب سب آ گئے تو کجا، جلد ہی کجا، جلد ہی کجا، نتیجہ میں بغیر لڑائی کے سب بھاگ کھڑے ہوئے، اس روز فرشتوں نے لڑائی میں حصہ نہیں لیا تھا، صرف کفار کے دلوں میں رعب ڈالنے کے لیے آئے تھے۔ "وکان اللہ بما نعملون بصیراً"

غزوہ احزاب کا واقعہ

محمد بن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے یزید بن رومان نے عمرو بن زبیر کی روایت سے بیان کیا اور عبد اللہ بن کعب بن مالک اور

زہری اور عاصم بن عمرو بن قتادہ نیز عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم اور محمد بن قرظی کا بیان ہے اور یہ تمام روایات باہم ملتی جلتی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قبائل عرب کو مدینہ پر چڑھا کر لانے والے سلام بن ابی الحقیق اور حیی بن اخطب اور کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق اور ہودہ بن قیس اور ابو عامر لوائی شامل تھے اور بنی نضیر اور بنی وائل کے لوگوں کی کچھ تعداد بھی ساتھ تھی، مدینہ سے نکل کر مکہ میں قریش کے پاس پہنچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے کی ان کو دعوت دی اور یہ بھی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیخ کنی کرنے میں ہم تمہارے ساتھ رہیں گے۔ قریش نے جواب دیا اے گروہ یہود! تم اہل علم ہو، تمہاری کتاب سابق ہے، ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مذہبی اختلاف ہے تم یہ بتاؤ کہ ہمارا مذہب بہتر ہے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا؟ یہودیوں نے جواب دیا: تمہارا مذہب بہتر ہے تم حق پر ہو۔ انہی کے متعلق اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: "الم تر الى الذين اتوا نصيبا من الكتب يؤمنون بالجبوت والطاغوت و كفى بجهنم سعيرا" یہودیوں کا یہ فیصلہ سن کر قریش خوش ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کی یہودیوں کی دعوت ماننے پر تیار ہو گئے اور سب اس فیصلہ پر متفق ہو گئے۔ اس کے بعد یہ یہودی قبیلہ غطفان کے پاس پہنچے۔ قبیلہ غطفان، قیس بن غیلان کی ایک شاخ تھی، ان کو بھی وہی دعوت دی جو قریش کو دی تھی اور ان سے بھی کہا: ہم تمہارے ساتھ شریک رہیں گے اور یہ بھی بتا دیا کہ قریش سے ہمارا اس پر معاہدہ ہو چکا ہے، قریش نے مان لیا ہے۔ یہ سن کر قبیلہ غطفان نے بھی ان کی دعوت قبول کر لی۔

قریش سے معاہدہ کرنے کے بعد یہودی قبیلہ غطفان کے پاس پہنچے اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ پر ابھارا اور ان سے وعدہ کیا کہ اگر تم ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کرو گے تو خیبر کے درختوں پر جتنے چھوہارے ایک سال یا چھ ماہ تک آئیں گے وہ سب ہم تم کو دے دیں گے (یعنی نخلستان خیبر کی پوری فصل یا آدھی فصل تمہاری ہوگی) قبیلہ غطفان کے سردار عیینہ بن حصین فزاری نے شرط مذکور پر یہودیوں کی بات مان لی اور بنی اسد میں جو عیینہ کے حلیف (معاہد) تھے ان کو بھی بلوا لیا۔ اس کے بعد قریش کو لے کر ان کا کمانڈر ابوسفیان بن حرب اور بنی غطفان کو مع بنی فزارہ کے لیکران کا قائد عیینہ بن حصین بن حذیفہ بن بدر اور بنی مرہ کو لے کر حارث بن عوف بن ابی حارثہ اور بنی اشجع میں سے اپنے ساتھیوں کو لے کر مسعر بن رحیلہ بن نویرہ بن طریف نکل کھڑے ہوئے۔

ابوسفیان نے چار ہزار کا لشکر جمع کیا اور اس لشکر کا جھنڈا عثمان بن ابی طلحہ کو دیا۔ مکہ سے برآمد ہونے کے وقت اس لشکر میں تین سو گھوڑے اور ایک ہزار اونٹ تھے۔ یہ لشکر مکہ سے چل کر مرالظہر ان پہنچ کر اتر پڑا۔ اسی جگہ بنی اسلم، بنی اشجع، بنی مرہ، بنی کنانہ، بنی فزارہ اور بنی غطفان کے لشکر آ پہنچے، یہ ساری فوج 10 ہزار ہو گئی۔ مرالظہر ان سے روانہ ہو کر سب مدینہ کو چل دیئے (چونکہ مختلف جماعتیں اور گروہ اس لشکر میں شامل تھے) اسی لیے اس جگہ کا نام غزوہ احزاب ہو گیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے جمع ہونے اور معاہدہ کر کے چلنے کی خبر سنی تو مدینہ کے باہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خندق کھدوائی، خندق کھدوانے کا مشورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلمان فارسی نے دیا تھا۔

حضرت سلمان اس زمانہ میں آزاد تھے (نہ اسلم نہیں تھے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کاب رو کر شریک معرکہ ہونے کا آپ کے لیے پہلا موقع تھا۔ حضرت سلمان نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ! ہم جب فارس میں تھے اور دشمن ہمارے سرور دیتا تھا تو ہم نے پروا کرنا شروع کر دی تھی۔ (دشمن کی پیش قدمی روکنے کی یہ تدبیر تھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مشورہ داروں میں سے اور خندق کو مضبوط کر دیا کہ بعد اللہ بن عمرو بن عوف کے والد نے بیان کیا کہ جنگ احزاب کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق میں ڈالیں تھیں اور ہر اس آدمی کے لیے چالیس گز (شرعی یعنی چالیس ہاتھ) زمین (کھودنے کے لیے) کاٹائی تھی۔ اس کا بیان ہے کہ حضرت سلمان کوئی آدمی تھے، مہاجرین و انصار کے درمیان حضرت سلمان کے متعلق کچھ اختلاف ہو گیا۔ مہاجرین نے کہا سلمان ہم میں سے ہیں اور انصار نے کہا سلمان ہمارے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلمان ہم میں سے یعنی ہمارے اہل بیت میں سے ہیں۔ عمر بن عوف نے فرمایا میں اور سلمان اور عذیفہ اور نعمان بن مقرن مزیٰ اور پھر انصاری چالیس گز زمین کھودنے میں شریک تھے۔

سخت چنمان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرب سے ریزہ ریزہ ہو جانا

چنانچہ ہمارے صوبہ شروع ہو گیا۔ چنانچہ خندق کے اندر ایک سخت ترین چنمان آگئی جس کو توڑنا ہمارے لیے سخت دشوار ہو گیا۔ اسکی سخت چنمان تھی۔ اس نے ہمارے ہونے کے اندر اس کو توڑ دیا۔ میں نے کہا! سلمان! اذرا اوپر چڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس چنمان کی کیفیت بتاؤ۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم من سب سمجھیں گے تو ہم اس پتھر کی طرف سے حدائی کا رخ موزوں گے۔ موزوںے کا مقصد قریب ہی ہے یا جو بھی حکم دیں گے ہم اس کی تعمیل کریں گے۔ واللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہونے لگا۔ خط سے بڑھا ہم نہیں چاہتے۔ سلمان اوپر چڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے، آپ اس وقت ترین خیمہ کے نیچے آواش تھے۔ سلمان نے کہا یا رسول اللہ! خندق کے اندر ایک سخت وغیر چنمان نکل آئی جس نے ہمارے آگئی اذرا کو توڑ دیا۔ ہمارے لیے سخت دشواری ہو گئی۔ کچھ بھی تو اس پر اثر نہیں ہوا، نہ زیادہ نہ کم۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے پاس جاؤ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلے ہونے لگا۔ خط سے بڑھا پسند نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نور اللیخہ ہزارے ہونے اور خندق کے اندر اتر گئے، سلمان بھی ساتھ تھے اور خندق کے اندر نو آدمی اور تھے) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان سے ہاتھ سے عدال کے لے کر چنمان پر ایک سخت ضرب لگائی، نوراً پتھر میں شکاف ہو گیا اور پتھر سے ایک ایسی تہہ نکل گئی جس سے مدینہ کے دونوں کنارے روشن ہو گئے۔ ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کسی تاریک ترین کوٹھڑی میں چراغ روشن کیا گیا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبیہ فتح کہی، مسلمانوں نے بھی آپ کے ساتھ اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔

ان کے بعد آپ نے دوسری ضرب لگائی، پتھر ٹوٹ گیا اور ایک بجلی توپکی جس سے مدینہ کے دونوں کنارے چمک اٹھے۔ ایسا معلوم ہوا جیسے کسی تاریک کوٹھڑی میں چراغ روشن کر دیا گیا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیرہ فتح کہی اور

مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پتھر پر ایک ضرب لگائی، پھر سلمان کا ہاتھ پکڑ کر اوپر چڑھ آئے۔ سلمان نے عرض کیا: یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں نے (آج) ایک بات دیکھی جو کبھی نہیں دیکھی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف رخ کر کے فرمایا: تم نے دیکھا سلمان کیا کہہ رہے ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا جی ہاں (صحیح کہہ رہے ہیں) فرمایا: میں نے پہلی ضرب جو ماری تھی اور تم نے اس سے بجلی پیدا ہوتی دیکھی تھی، اس کی روشنی میں حیرہ (یعنی شاہان عراق جن کا تخت گاہ حیرہ تھی) کے محلات اور (کسریٰ کی تخت گاہ) مدائن میرے سامنے آ گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کتوں کے نوکیلے دانت ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ میری امت وہاں (یعنی حیرہ اور مدائن) تک غالب آئے گی۔ پھر میں نے دوسری ضرب لگائی جس سے بجلی کوندتی تم نے دیکھی، اس کی چمک میں میں نے رومی سرخوں کے محلات دیکھ لیے جیسے کتوں کے نوکیلے دانت اور جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ میری امت ان محلات پر قابض ہو جائے گی۔ تم کو اس کی خوشخبری ہو۔ یہ کلام سن کر مسلمانوں کے چہرے کھل گئے اور سب نے کہا ہر ستائش اسی اللہ کے لیے ہے جس کا وعدہ سچا ہے۔ اس نے محصور ہونے کے بعد ہم سے فتح کا وعدہ فرمایا۔

منافق کہنے لگے کیا تمہارے لیے یہ بات اچنبھے کی نہیں ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو آرزو مند کر رہے ہیں، تم سے جھوٹے وعدے کر رہے ہیں اور تم کو خبر دے رہے ہیں کہ بیڑب سے حیرہ کے محلات اور کسریٰ کا مدائن ان کو دکھائی دے رہے ہیں اور ان سب پر تمہارا قبضہ ہوگا۔ تمہارے اندر اتنی طاقت تو ہے نہیں کہ میدان میں نکلو، ڈر کے مارے خندق کھود رہے ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ اس پر آیت ”وَإِذ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا“ نازل ہوئی اور اسی واقعہ کے سلسلہ میں اللہ نے فرمایا: ”قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكُ الْمَلِكِ الْخ“

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف تشریف لے گئے۔ صبح سردی تھی، مہاجرین اور انصار خود خندق کھود رہے تھے۔ غلام، خادم ان کے پاس یہ کام کرنے کے لیے نہیں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بھوک اور تھکن کو ملاحظہ کیا تو فرمایا:

ان العيش عيش الأخرة فاغفر الانصار والمهاجرة

(در حقیقت زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، اے اللہ! انصار اور مہاجرین کو بخش دے)۔

صحابہ نے اس شعر کے جواب میں کہا:

نحن الدين بايعوا محمدًا على الجهاد ما بقينا أبدًا

(ہم تو وہی ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ہمیشہ کے لیے جب تک زندہ ہیں جہاد کرنے کی بیعت کی ہے) حضرت براء بن عازب نے فرمایا: جنگ احزاب کا زمانہ آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھدوائی تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود خندق کی مٹی نکال رہے ہیں اور غبار کی وجہ سے شکم مبارک کی جلد گرد آلود ہو کر

تھپ کی ہے۔ حضور سلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ پر بہت بال تھے۔ آپ سلی اللہ علیہ وسلم میں ڈھونڈنے میں ابن رواحہ کے یہ شعر بشور بزز کے پڑھ رہے تھے اور شعر کے تازیہ پر آواز کو کھینچتے تھے (یعنی آہنی گراوا کرتے تھے):

لنہم لولا انت ما اھتدینا
ولا تصلنا ولا صلنا
(اے اللہ! اگر تیری توفیق نہ ہوتی تو ہم ہدایت یاب نہ ہوتے، نہ زکوٰۃ دیتے نہ نماز پڑھتے)۔

فانزلن سکینۃ علینا
ونبت الافرادم ان لالینا
(ہم پر نعمتِ خاتمہ نازل فرما اور متلازلہ کے وقت ہمارے قدم ہمنامے رکھے)۔

ان الاولی فد بعوا علینا
اذا ارادوا لفتۃ ابینا
(میں لوگوں نے تم پر زبردنی دی ہے جب انہوں نے فساد برپا کرنے کا ارادہ کیا تو ہم نے انکا ر کر دیا)۔

بہر حال ابن سحاق کے بیان کی طرف لوٹتے ہیں۔ رسول اللہ سلی اللہ علیہ وسلم خندق (کی تکمیل) سے فارغ ہو چکے تھے کہ قریش اپنے سائبان اور اس کے اہل قہر کو ساتھ لے کر دوس بنار کی تعداد میں آ کر مجتمع الاسبال میں فروکش ہو گئے اور بنی نضیر نے اپنے نجدی ساتھیوں کے ساتھ دو امد کے ایک جانب قحقی کے پیچھے حصہ میں اترے۔ رسول اللہ سلی اللہ علیہ وسلم بھی تین ہزار سپاہیوں کے ساتھ برآمد ہوئے اور دو ساع کو اپنی پشت پر لے کر حضور سلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لشکر کا وبتائی، خندق آپ کے اور لشکروں کے درمیان حاصل تھی۔ مسلمانوں نے حسب اقسام بچوں اور عورتوں کو پہاڑ کے اوپر پہنچا دیا۔

ابن خلدون نے اپنے مقدمہ سے اٹھا اور کعب بن اسد قرظی کی طرف چل دیا۔ کعب نے بنی قرظہ کی طرف سے اپنی قوم سے یہ رسول اللہ سلی اللہ علیہ وسلم سے (امن کا) معاہدہ کر لیا تھا اور مصالحت کر لی تھی۔ اس لیے حمی کے لیے اس نے اپنی کڑھی کا دروازہ کھولا، کھولنے سے صاف انکار کر دیا۔ حمی نے ہر چند دروازہ کھولنے کی استدعا کی لیکن کعب ہرگز نہ مانا اور نہ ہی کا یہی ایسی بدبختی ہے۔ میں محمد (سلی اللہ علیہ وسلم) سے معاہدہ کر چکا ہوں اور اپنا معاہدہ ہرگز نہیں توڑوں گا۔ محمد (سلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے میں نے ہمیشہ عہد کی پابندی اور سچائی میں پائی ہے، اس لیے میں بھی تقض عہد کرنے والا نہیں۔ حمی نے جب اور ازو تو ہو، میں تم سے بات براں کا۔ کعب نے کہا: میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ حمی نے کہا: کعب! تم مجھے باہر چھوڑ دو اور ازو بندے نیٹھے ہو، اس کی وجہ سے یہ ہے کہ تم کو اندیشہ ہے کہ اگر میں اندر آ جاؤں گا تو تمہارے ساتھ حصہ بانٹ کر من کا۔ کعب نے یہ بات سن کر غصہ آ گیا اور (جوش میں آ کر) دروازہ کھول دیا۔ حمی اندر آ گیا اور کہا: کعب! میں زمانہ بھر کی عزت کے ساتھ تم سے پائل آیا ہوں، تم میں مارتا ہوا ایف سمندر چٹھا لایا ہوں۔ میں نے قریش کو ان کے کمانڈروں اور سرداروں کے ساتھ اور ازو بندے کے مقابلے میں اسباب میں اتار دیا ہے اور بنی غطفان کو ان کے سرداروں اور سپہ سالاروں کے ساتھ لاکر دو امد کے ایک پہاڑ پر لگی سے پچھلے حصہ میں شام کو پڑاؤ ڈالوا دیا ہے۔ ان سب نے مجھ سے معاہدہ اور پختہ وعدہ کر لیا کہ جب تک محمد (سلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ کر نہ پھینک دیں گے یہاں سے نہیں ہٹیں گے۔ کعب بن

اسد نے کہا: خدا کی قسم! تم ابدی ذلت لے کر آئے۔ یہ ایک ایسا بادل ہے جس کا پانی برس چکا ہے، اب اس میں سوائے گرج اور چمک کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سلسلہ میں مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے سوائے سچ اور پابندی عہد کے کبھی غداری نہیں دیکھی۔ حی بن اخطب کعب کو برابر اُتار چڑھاؤ اور فریب دیتا رہا یہاں تک کہ حی نے کعب کے سامنے اللہ کی پختہ قسم کھائی کہ اگر قریش محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کامیابی حاصل کیے بغیر واپس چلے گئے تو تمہاری اس گڑھی کے اندر میں بھی آ بسوں گا تا کہ جو دکھ تم کو پہنچے اس میں تمہارا شریک رہوں۔

قبیلہ بنی قریظہ کا معاہدہ توڑ دینا

آخر کعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا معاہدہ توڑ دیا اور پابندی عہد جو اس پر لازم تھی، اس سے الگ ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مسلمانوں کو جب یہ اطلاع ملی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ اشہلی سردار اس اور سعد بن عبادہ ساعدی سردار خزرج اور عبد اللہ بن رواحہ خزرجی اور خوات بن جبیر عمری کو تحقیق واقعہ کے لیے بھیجا اور فرمایا: تم لوگ جا کر دیکھو کہ ان لوگوں کے متعلق جو اطلاع مجھے ملی ہے کیا وہ صحیح ہے؟ اگر خبر صحیح ہو تو آ کر ایسے الفاظ میں مجھے اطلاع دینا کہ میں سمجھ جاؤ (ایسا نہ کرنا کہ عام لوگوں کے سامنے اعلان کر دو جس سے ان کے دلوں میں خوف پیدا ہو جائے اور) لوگوں کے بازو نہ توڑ دینا اور اگر وہ ہم سے کیے ہوئے سابق معاہدہ پر قائم ہوں تو پھر علی الاعلان لوگوں کے سامنے اس کو بیان کر سکتے ہو۔

مذکورہ بالا حضرات حسب الحکم گئے، یہودیوں کے پاس پہنچے اور جو خبر ان کے متعلق ملی تھی اس سے زیادہ بگڑی ہوئی حالت پر ان کو پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وہ بالکل ہی برگشتہ ہو گئے تھے اور صاف کہہ دیا تھا کہ اب ہمارا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کوئی معاہدہ نہیں۔ حضرت سعد بن عبادہ کے مزاج میں تیزی تھی، آپ نے یہودیوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ حضرت سعد بن معاذ نے کہا: سعد بن عبادہ! ان سے گالی گلوچ چھوڑ دو، ہمارا ان کا معاملہ اب اس سے بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ اس کے بعد دونوں سعد اور ان کے ساتھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کے بعد عرض کیا: لا علاج مرض ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ غداری بہت سخت ہے، اللہ اکبر۔ اے گروہ اہل اسلام! تم کو بشارت ہو۔ غرض (صحابہ کے لیے) سخت مصیبت آ پڑی اور سخت خوف کا وقت آ گیا۔ دشمنوں نے اوپر (گڑھی کی طرف) سے اور نیچے (خندق کے پار کفار) کی طرف سے گھیر لیا۔ مسلمانوں کے دلوں میں بھی برے برے خیالات آنے لگے۔ بعض منافقوں کی طرف سے تو اس کا ظہور بھی ہو گیا۔ یہاں تک کہ معتب بن قشیر عمری نے یہ الفاظ کہہ دیئے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم سے تو وعدہ کر رہے ہیں کہ تم کسریٰ اور قیصر کے خزانے کھاؤ گے لیکن ہماری یہ حالت ہو گئی ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص رفع ضرورت کے لیے جنگل کو بھی نہیں جاسکتا۔ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا ہے (نعوذ باللہ) وہ محض فریب ہے۔

اوس بن قبیطی (منافق) نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے گھروں میں کوئی نگران نہیں اور گھر شہر کے باہر ہیں، آپ ہم کو اجازت دے

دبٹے کہ اس کو پتے جائیں (اس شخص نے یہ بات غلط کہی تھی) ان لوگوں کے گھروں کی گھبیاں انہیں کے قبیلہ کے مردوں کی ایک جماعت موجود تھی۔ روایت میں آیا ہے کہ حضرت زبیر جب بنی قریظہ کی طرف سے واپس آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اصحابِ دین کہ وہ لوگ تمہوں کو درست کر رہے ہیں، راستے اور سرمدیں بند کر رہے ہیں، چوپایوں کو گڑھیوں کے اندر بند کر رہے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کا حواری ہوتا ہے اور میرا حواری (مخلص دوست) زبیر ہے۔

چھاپنیک، از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فرادگد میں اور مشرک اپنے پڑاؤ پر قائم رہے، کوئی لڑائی نہیں ہوئی سوائے تیرے یہ پتھر پھینکنے کے، اس طرف سے پتھر نہیں ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب تکلیف زیادہ ہوئی تو آپ نے بنی غطفان کے اور لوگوں یعنی حسین بن علی اور عثمان بن عمرو (پہلے مسیح کے گرو) ہوا اور ان سے فرمایا تم اپنے (غطفانی) ساتھیوں کو لے کر اس شہر پر چلے جاؤ کہ تم کو مدینہ کے تختہ کی ٹیٹھ پیداوار (یعنی جموروں) کا ایک تہائی حصہ دے دیا جائے گا۔ وہ لوگ اس پر رضی ہوئے۔ تم یہ عہد کی کنی تین جہی استیلا ہوتا باقی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ اور سعد بن عباد سے اس کا تذکرہ کیا اور مشورہ طلب کیا۔ انوں نے جواب دیا یا رسول اللہ! کیا یہ کرنے کا اللہ نے آپ کو تعمیر دیا ہے (اگر ایسا ہے) تو اس کی تعمیل ہم پر واجب ہے، یہ آپ نے تو ایسے منہ سب کچھ ہے اور آپ اس کو پسند کرتے ہیں (تب بھی ہمارے لیے مجبوری ہے) یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے فائدے کے لیے یہ کیا پتھر پھینکا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کوئی جہ نہیں، صرف تمہارے فائدے کے لیے میں نے یہ کیا ہے۔ میں نے ایسا کہہ کر کہ سب تہوار کے خلاف ہو گئے اور ایک کمان سے سب تیر پھینکا چاہتے ہیں اور طرف سے اوپر پھرتے گئے ہیں تو میں نے زاد دیا کہ یہ تمہارے خلاف ان کی اجتماعی حالت کو توڑ دوں۔ حضرت سعد بن معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ وقت تھا کہ ہم اور یہ لوگ سب بت پرست اور مشرک تھے، نہ ہم اللہ کو جانتے تھے نہ اس کی پائش کرتے تھے۔ اس زمانہ میں ان لوگوں میں یہ حالت نہ تھی کہ وہ مالیک چھوہارا بھی بغیر خرید سے یا بدون مہمانی کے کھا سکیں۔ اب جب اللہ نے تم کو رسول بنا کر بھیجا ہے اس لیے اس کی عزت و عظمت اور آپ کی ذات مبارک کے سبب ہماری عزت افزائی کر دی تو کیا مہمان کو اپنا مال (مفت) دے دینا نہیں ہے؟ یہ ہماری ضرورت نہیں۔ بخدا اللہ ان کو تمہارے سوا اور کچھ نہیں دے گا۔ یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور ان کے درمیان (آخری) ایسا فیصلہ کرے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تقریر سن کر فرمایا تم کو اختیار ہے (ایسا ہی کرو) حضرت سعد نے اللہ کے رسول کی اور مہمانی اور یہاں یہ ہمارے خلاف جو پوشش کر رہے ہیں، کریں۔

اس شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان بننے پر رے رہے، کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ صرف قریش کے چند شہسوار جن میں عمرو بن عبد الوہاب، عمار بن الخطاب، بن ابی جہل، عذری، ابی وجہ، وہب، مخزومی، نوفل بن عبد اللہ، ضرار بن خطاب اور مرداس بن لوی بخاری شامل تھے، گھوڑوں پر سوار ہو کر بنی غطفان کی طرف سے گزرے اور ان سے کہا لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ، آج تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کون شہسوار ہے۔ پھر خندق کی طرف رخ موزا اور خندق کو دیکھ کر بولے اللہ کی قسم! یہ تدبیر ایسی ہے جس کو عرب (پہلے) نہیں کرتے تھے۔ ان سے بعد خندق میں ایک تکبہ تلاش کر کے اس میں گھوڑوں کو داخل کر دیا۔ گھوڑے ان کو لے کر خندق اور کوہِ سلع کے

درمیانی گڑھے میں گردش کرنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو یہ بات دیکھی تو کچھ مسلمانوں کو ساتھ لے کر اس سرحدی مقام پر جا پہنچے جہاں سے دشمن نے اپنے سواروں کو داخل کیا تھا۔ وہ سوار بھی تیزی کے ساتھ ان کے سامنے آ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مقام کو بند کر دیا۔ عمرو بن عبدود بدر کی لڑائی میں شریک اور زخمی ہو گیا تھا، اس لیے جنگ اُحد میں شریک نہ تھا۔ جب خندق کا واقعہ ہوا تو اپنی اہمیت جتانے کے لیے وہ بھی ساتھیوں کو ٹریننگ دینے کی غرض سے ساتھ آ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر جب وہ خود دوسرے سواروں کے ساتھ مل کر آ کھڑا ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا:

عمرو! تو نے اللہ کو گواہ کر کے کہا تھا کہ جب کوئی قریشی تیرے سامنے کوئی سی دو باتیں (ایک مثبت، دوسری منفی) رکھے گا تو دونوں میں سے ایک بات کو تو اختیار کر لے گا۔ عمرو نے کہا: بیشک یہی بات ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو میں تجھے اللہ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی طرف آنے کی دعوت دیتا ہوں۔ عمرو کہنے لگا: اس کی مجھے ضرورت نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو پھر میں تجھے میدان میں اُترنے کی دعوت دیتا ہوں۔ عمرو بولا: بھتیجے! ایسا کیوں کرتے ہو؟ خدا کی قسم! میں تم کو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! میں تو تجھے قتل کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سنتے ہی عمرو گرما گیا اور گھوڑے سے اُتر کر اس کی ٹانگوں کو زخمی کر دیا یا اس کے منہ پر ایک ضرب رسید کی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف چل پڑا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی پکڑ کی اور کشتی لڑنے لگے۔ آخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا۔ دوسرے سوار شکست کھا کر خندق میں گھس کر بھاگ گئے۔ اس روز عمرو کے دو سپاہی بھی مارے گئے منبہ بن عثمان بن عبد السیاق بن عبدالدار کے ایک تیر لگ گیا تھا جس سے مکہ میں پہنچ کر اس کا انتقال ہو گیا اور نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی خندق کے اندر گھس کر جب درمیان میں پہنچا تو مسلمانوں نے اس پر سنگ باری کی۔ کہنے لگا: اے گروہ عرب! (لڑائی کا یہ کیا طریقہ ہے؟) جنگ کا طریقہ اس سے بہتر ہونا چاہیے (یعنی دو بدو لڑائی ہونی چاہیے) فوراً حضرت علی رضی اللہ عنہ میدان میں اُتر پڑے اور عبداللہ کو قتل کر دیا اور مسلمان غالب آ گئے۔ کافروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مقتول کی لاش ہم کو بقیمت واپس دے دیجئے۔ فرمایا: ہم کونہ اس کی لاش درکار ہے نہ قیمت کی ضرورت، لاش کو لے جاؤ۔ چنانچہ آپ نے لاش لے جانے کی اجازت دے دی۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ خندق کی لڑائی کے دن ہم بنی حارثہ کی گڑھی میں تھے، مدینہ کے قلعوں میں یہ سب سے محفوظ قلعہ تھا۔ سعد بن معاذ بھی ہمارے ساتھ گڑھی کے اندر تھے، یہ واقعہ پردہ کا حکم نافذ ہونے سے پہلے کا ہے۔ سعد بن معاذ ایک چھوٹی زرہ پہنے ہوئے قلعہ سے باہر نکلے، بازو کھلی ہوئی تھی، ہاتھ میں چھوٹا برچھا تھا اور یہ شعر پڑھ رہے تھے، کاش! لڑائی کو میرا اونٹ پالیتا، جب موت کا مقررہ وقت آ جائے تو مرنے میں کوئی باک نہیں۔

سعد کی ماں نے کہا: بیٹے! بہت جلد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تک جا پہنچ۔ بخدا! تو نے بہت دیر کر دی (تو پیچھے رہ گیا) میں نے کہا: سعد کی اماں! سعد جو زرہ پہنے ہیں میں چاہتی ہوں کہ اس سے بڑی زرہ ان کے بدن پر ہو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں ان کے (برہنہ حصہ پر) کوئی تیر نہ آگے۔ سعد کی ماں نے کہا: اللہ کا جو حکم ہوگا وہ پورا ہو کر رہے گا۔ (آخر) سعد کے ایک تیر لگ

کیا جس سے جس رکعت کی۔ یہ تیسرے بن قیس عرفہ مامری نے مارا تھا۔ سعد نے (ابن عرفہ کو بددعا دی کہ) اللہ تجھے دوزخ میں در رسید کرے، پھر کہا، اے اللہ! اگر تو نے قریش سے لڑائی آئندہ باقی رکھی ہو تو مجھے اس میں شریک ہونے کے لیے باقی رکھ یونہی کی قوم سے لڑنے کی مجھے اتنی خواہش نہیں جتنی اس قوم سے لڑنے کی ہے جس نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سبایا اور بھڑیا اور (عین سے نکالا) اور اگر تو نے ہاری اور قریش کی لڑائی شتر بردی ہو تو اسی (زفر) کو میرے لیے سبب شہادت بنا۔ (عین سبب تک میری آنکھیں بنی قریظہ (کی جہلی) کو دیکھ کر ٹھنڈی نہیں ہو جاتیں مجھے موت سے محفوظ رکھ۔ اور جاہلیت میں حضرت سعد بن معاذ اور بنی قریظہ باہر صیغ اور معاہدہ تھے۔

نوح بن محمد بن اسحاق نے انجیل میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن زبیر، عبد الدکا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت سفید بنت عبد المطلب نے فرمایا: حسن بن ثابت کی گڑھی میں تھیں، حسن بھی عورتوں اور بچوں کے ساتھ موجود تھے۔ ہم نے دیکھا کہ ایک یہودی گڑھی کے آگے پاس پھر گا رہا ہے، اس وقت بنی قریظہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ تھی (معاہدہ نوث چکا تھا) بنی قریظہ کے اور ہارے زمین بولی ہوئی ہوئی ہوئی تھی کہ یہودیوں کی ہاری طرف سے مدافعت کر سکتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ سے کسی بددعا کا اثر ان کے مقابلہ میں مشغول جنگ تھے، دشمن کی طرف سے منہ موز کر ہاری طرف متوجہ نہیں ہو سکتے تھے۔ انکی حالت میں وہ یہودی (کھومتا اور دلیتا) نھر آیا تھا۔ میں نے حسن سے کہا: حسن! تم دیکھ رہے ہو کہ یہ یہودی گڑھی سے آگے پاس پھر گا رہا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ فتنہ کسی خیمہ محفوظ جگہ سے یہودیوں کو اندر لے آئے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہودیوں کے مشغول مقابلہ میں (یہودیوں کی ہاری مدافعت کر سکتے) تم گڑھی سے اتر کر جاؤ اور اس کو قتل کر دو۔

حسن نے کہا: اے بنت عبد المطلب! اللہ آپ کی مغفرت کرے، آپ تو واقف ہی ہیں کہ بخدا میں ایسا کرنے کا اہل نہیں ہوں۔ جب میں نے حسن کا یہ جواب سنا اور سمجھ گئی کہ حسن کے اندر یہودیوں کو قتل کرنے کی بالکل جرأت نہیں ہے تو میں نے خود تہیندگی اور خیمہ کی ایک ٹکی سے گڑھی سے ٹکی اور اس کی گردن پر ایسی ماری کہ وہ مر گیا۔ قتل کر کے گڑھی میں لوٹی تو میں نے حسن سے کہا: اب تم جو نرائی سے پاسے اور تمہیں راتار لو، یہ انجمنی مرد ہے اس لیے میں خود ایسا نہیں کر سکتی۔ حسن نے کہا: بنت عبد المطلب! مجھے ان کے سامنے نصرت نہیں ہے۔

اس کے بعد نعیم بن مسعود بن حارث بن غطفان نے (پوشیدہ و خور پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں مسلمان ہو گیا ہوں، لیکن میری قوم والوں کو میرا مسلمان ہو جانا معلوم نہیں ہے، اب آپ ہم کو جو چاہیں علم دیں (ہم ان کی تعمیل کریں گے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہاری جماعت میں تنہا ہو، اگر کر سکتے ہو تو (ان جماعتوں میں پھوٹے ال دوار) ایسا کر دو کہ ہاری طرف سے ان کا رخ مڑ جائے اور ایک جماعت دوسری کی مدد نہ کرے کیوں کہ لڑائی خفیہ تدبیر (کا نام) ہے۔

دوسری روایت میں آیا ہے کہ نعیم نے عرض کیا تھا، یا رسول اللہ! مجھے یہ اجازت دے دیجئے کہ میں (ان سے) جو کچھ چاہوں،

کہوں (خواہ بات جھوٹی ہو)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ اجازت پا کر نعیم بنی قریظہ کے پاس پہنچے (اسلام سے پہلے نعیم بن قریظہ کے ہم نشین تھے) اور کہا: اے بنی قریظہ! تم واقف ہو کہ میں تمہارا خالص دوست ہوں۔ بنی قریظہ نے کہا: تم نے سچ کہا، ہماری نظر میں تم مشکوک نہیں ہو۔ نعیم نے کہا: تو (سنو!) قریش اور غطفان لڑائی کے لیے آئے ہیں اور تم ان کے مددگار ہو لیکن ان کی حالت تمہاری حالت کی طرح نہیں ہے۔ یہ شہر تمہارا ہے، اس میں تمہارا مال ہے، اہل و عیال ہیں، تم اس کو چھوڑ کر دوسرے شہر کو نہیں جاسکتے، رہے قریش و غطفان (وہ یہاں کے باشندے نہیں ہیں) ان کے مال اور اہل و عیال یہاں سے دور ہیں۔ اگر کامیابی کا موقع اور مال غنیمت ان کے ہاتھ آ گیا تو بہتر ورنہ اپنے شہروں کو چلے جائیں گے اور تم کو اس شخص کے مقابلہ میں تنہا چھوڑ دیں گے اور یہ شخص تمہارے شہر میں رہتا ہے، تنہا اس کا مقابلہ کرنے کی تم میں طاقت نہیں (مناسب یہ ہے کہ) تم اعتماد حاصل کرنے کے لیے ان لوگوں کے کچھ سرداروں کو اپنی تحویل میں بطور رہن رکھ لو تا کہ وہ تم کو چھوڑ کر بھاگ نہ جائیں۔ اگر وہ ایسا کر لیں تو ان کے ساتھ مل کر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑو اور کھل کر ان کا مقابلہ کرو (اگر وہ ایسا نہ کریں تو سمجھ لو کہ ان کی نیت بری ہے)۔

بنی قریظہ نے کہا: تم نے سچ مشورہ دیا۔ پھر نعیم کے یہاں سے نکل کر قریش کے پاس پہنچے اور ابوسفیان و سرداران قریش سے کہا: تم لوگ جانتے ہو کہ میں تمہارا دوست ہوں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق جو رائے رکھتا ہوں، اس سے بھی تم واقف ہو۔ مجھے ایک اطلاع ملی ہے اور میں بطور خیر خواہی اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ وہ خبر تم تک پہنچا دوں لیکن اس کو پوشیدہ رکھنا۔ قریش نے کہا: ہم ایسا ہی کریں گے۔ نعیم نے کہا: تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ گروہ یہود اب اپنے کیے پر پشیمان ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس انہوں نے پیام بھیجا ہے کہ ہم نے جو کچھ کیا، ہم اس پر نادم ہیں (اس کی تلافی میں) اگر ہم قریش و غطفان کے کچھ سرداروں کو پکڑ کر تمہارے حوالے کر دیں تا کہ تم ان کی گردنیں اڑا دو تو کیا تم ہم سے راضی ہو جاؤ گے؟ پھر ہم اور تم مل کر باقی لوگوں کا مقابلہ کریں گے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب میں کہلا بھیجا کہ بہتر ہے (ہم اس شرط پر تم سے مصالحت کے لیے تیار ہیں) لہذا یہودی اگر تمہارے پاس پیام بھیجیں اور تمہارے سرداروں کو اپنے پاس بطور رہن رکھنا چاہیں تو تم اپنا ایک آدمی بھی ان کے حوالے نہ کرنا۔ اس کے بعد نعیم غطفان کے پاس پہنچے اور کہا اے گروہ غطفان! تم میرا کنبہ قبیلہ ہو اور میرے پیارے ہو، میرا خیال ہے کہ تم مجھے مشکوک نہیں سمجھتے ہو۔ بنی غطفان نے جواب دیا: تم نے سچ کہا (واقعی تم ہمارے دوست ہو) نعیم نے کہا: تو بات چھپی رکھنا (ظاہر نہ ہونے پائے) بنی غطفان نے کہا: ایسا ہی کریں گے۔ اس کے بعد نعیم نے جو بات قریش سے کہی تھی وہی بنی غطفان سے بھی کہہ دی اور جس بات کا ان کو اندیشہ دلایا تھا، اسی بات کا خوف بنی غطفان کو بھی دلایا۔

شنبہ کی رات ماہ شوال ۵ ہجری کو اللہ نے اپنے رسول کی کار سازی اس طرح کی کہ ابوسفیان نے ورقہ بن غطفان اور عکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ قبیلہ غطفان و قریش کے چند آدمیوں کو بنی قریظہ کے پاس بھیجا، ان لوگوں نے جا کر بنی قریظہ سے کہا کہ ہم یہاں قیام کرنے تو آئے نہیں، ہمارے اونٹ اور گھوڑے ہلاک ہوئے جا رہے ہیں۔ آپ لوگ لڑائی کے لیے تیار ہو جائیں تا کہ ہم کھل کر باہر نکل کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کریں اور اس جھگڑے سے فارغ ہو جائیں جو ہمارا محمد

(سکندر علیہ السلام) سے ہے۔ یہودیوں نے پیام بھیجا آج سنج کا دن ہے، سنج کے دن ہم کوئی کام نہیں کرتے۔ ہم میں سے بعض لوگوں نے سنج کے دن ہتھیار بدعت کی تھی، اس کی جو سزا ان کو ملی وہ تم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ پھر ایک بات یہ ہے کہ جب تم ہمارے پاس اپنے ہتھیار آئی بظور زمین نہ تھوڑو گے، ہم تمہارے ساتھ مل کر لڑنے والے نہیں ہیں، اگر ایسا کرو گے تو ہم کل کر تم (سکندر علیہ السلام) سے لڑیں گے۔ ہم کو اوندیش ہے کہ اگر لڑائی سے تم کو ہتھیار نقصان پہنچا اور جنگ کی شدت ہوئی تو تم ہم کو تھوڑو کر اپنے شہر اور لوٹ جاؤ گے اور یہ لوگ ہمارے اسی شہر کے باشندے ہیں، ہم تمہارا ان سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

آرشد: سب کی قرینہ کا یہ جواب کے بر لوئے تو قریش و غطفان نے کہا تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ نعیم بن مسعود نے جو ہتھیار کہا وہ ہتھیار ہے۔ ان کے بعد ان لوگوں نے بنی قریظہ کو بھیجا کہ اپنا ایک آدمی بھیج ہم تمہارے قبضہ میں نہیں دیں گے۔ اگر (باز لڑو) تم (محمد سکندر علیہ السلام سے) لڑنا چاہتے ہو تو لٹو اور جنگ کرو۔ آرشد یہ پیام لے کر بنی قریظہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا نعیم بن مسعود نے جو بات کہی تھی وہ ہتھیار ہی تھی۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اگر (فتح کا) ان کو موقع مل جائے تو اس کو نصیحت سمجھیں اور نہ ہتھیار اپنے شہر اور پتے جائیں اور تم کو تمہارے گھر اور اس میں اس شخص کے مقابلہ تمہارا تھوڑو جائیں۔ اس کے جواب میں بنی قریظہ نے آتش اور غطفان و انہی پیام بھیجا کہ یا تو اطمینان کے لیے تم اپنے ہتھیار داروں کو ہمارے پاس بطور گروہی تھوڑو دو تاہن آتش لے نہ لے۔ اس طرح تم نے ایک دوسرے کی مدد سے محروم کر دیا۔ شدید سردی کی رات تھی اور بہت ہی سخت ٹھنڈک تھی، تم نے یہ سزا مانی ہو چکی تھی جس سے کانوں کی (چڑھائی ہوئی) ہتھیلیاں اٹک گئیں اور ہوائے برتنوں کو پھینک دیا۔

اس میں سکندر علیہ السلام کا ان دن چھوٹ کی اطلاع ملی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیفہ بن یمان کو یہ بات معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ رات کو یہ واقعہ ہوا۔ محمد بن اسحاق نے بوسانت زید بن زیاد، محمد بن کعب قرظی کا بیان نقل کیا ہے اور بعض اہل روایت نے بڑا ہی مشکل سے اس کا قول بھی بیان کیا ہے۔ دونوں کی روایت ہے کہ ایک کوئی جوان نے حضرت حدیفہ بن یمان سے دریافت کیا جو یہ بات کیا آپ (حضرات) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہتے تھے؟ حضرت حدیفہ نے فرمایا ہاں جھجکے (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے) جو ان نے کہا پھر تمہارا سوک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تھا؟ حضرت حدیفہ نے فرمایا ہاں یہی تھی کہ تمہارے ساتھ تھے۔ جو ان بولا: اگر ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پھینکتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر پھیل نہ چھنے دیتے، اپنی گردنوں پر اٹھائے رہتے اور آپ کی (ہر وقت) خدمت کرتے۔

حضرت حدیفہ نے فرمایا جھجکے (تم جو یہ معلوم کرو اور زمانہ اتنا مناسب کا تھا) خدا کی قسم! وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ یہ احزاب کی ایک رات کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے (اور انتہائی سخت سردی تھی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہی ایسا ہے۔ اللہ نے مجھے اور تم کو ان لوگوں کی خبر لا کر دے جو کوئی ایسا کرے گا، اللہ اس کو جنت میں داخلہ عطا فرمائے گا۔ یہ بات سن کر (جھی) ہم میں سے کوئی نہیں اٹھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیر تک نماز پڑھی اور نماز کے بعد ہماری طرف رخ نہ کرنا وہی پہلی بات فرمائی۔ لیکن سب خاموش رہے، ہم میں سے کوئی بھی نہیں اٹھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر دیر تک نماز پڑھتے

رہے اور نماز کے بعد فرمایا: جو شخص اٹھ کر جائے گا اور دیکھ کر ہم کو آ کر بتائے گا کہ ان لوگوں نے کیا کیا تو وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔ یہ سننے کے بعد بھی سخت سردی، سخت بھوک اور شدت خوف کی وجہ سے کوئی شخص بھی نہیں اٹھا۔ جب کوئی نہیں اٹھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب فرمایا اور پکار کہا: اے حذیفہ! اب میرے لیے اٹھے بغیر چارہ نہ رہا، میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! پھر اٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا، اس وقت (سردی کی وجہ سے) میرے دونوں پہلو کپکپا رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر اور چہرے پر ہاتھ پھیرا، پھر فرمایا: ان لوگوں کے پاس پہنچ کر ان کی خبر لاؤ لیکن میرے پاس پہنچنے تک کچھ (چھیڑ چھاڑ) نہ کر بیٹھنا۔ اس کے بعد فرمایا: اے اللہ! آگے پیچھے، دائیں بائیں اور اونچے نیچے سے اس کو اپنی حفاظت میں رکھ۔

میں نے اپنے تیر لیے، ہتھیار باندھے اور پیدل ان کی طرف روانہ ہو گیا۔ نکلا ہی ہوں تو ایسا معلوم ہوا کہ حمام میں چل رہا ہوں (ساری سردی غائب ہو گئی) چلتے چلتے ان لوگوں کے اندر داخل ہو گیا۔ اللہ کے حکم سے ان لوگوں پر ایک ہوا کا طوفان اور (غیبی) لشکر آ گیا اور اللہ کے اس لشکر نے ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ ان کی ایک ہانڈی کو (چوہے پر) اور آگ کو (چوہے میں) اور ڈیرے، چھو لداری کو (زمین پر) قائم نہ رہنے دیا۔ اس وقت ابوسفیان آگ کے پاس بیٹھا تاپ رہا تھا۔ میں نے تیر نکالا، کمان کے چلہ پر چڑھایا اور چھوڑنا چاہتا ہی تھا کیونکہ اگر اس وقت میں تیر چھوڑ دیتا تو ٹھیک ابوسفیان کے لگ جاتا۔ لیکن مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد آ گیا کہ کوئی حرکت نہ کر بیٹھنا، جب تک میرے پاس واپس نہ پہنچ جائے، اس لیے میں نے تیر واپس نکال کر رکھ دیا۔ ابوسفیان نے جو یہ بتا ہی دیکھی تو کہا: اے گروہ قریش! تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے آدمی کا ہاتھ پکڑ لے اور دیکھ لے کہ وہ کون ہے (تاکہ کوئی جاسوس ہمارے لشکر میں نہ گھس آئے، شناخت ہو جائے) یہ سن کر میں نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے آدمی کا ہاتھ پکڑ لیا اور پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا: سبحان اللہ! کیا تو مجھے نہیں جانتا؟ میں فلاں بن فلاں ہوں۔ وہ قبیلہ ہوازن کا آدمی تھا۔

ابوسفیان نے کہا: اے گروہ قریش! تمہارے قیام کی یہ جگہ نہیں ہے (کہ ہمیشہ یہاں رہنا ہو) اونٹ اور گھوڑے ہلاک ہو گئے، بنی قریظہ نے بھی ہم سے غداری کی اور ان کی طرف سے ہم کو وہ (پیام) ملا جو ہمارے لیے ناگوار تھا۔ ادھر اس طوفان کی وجہ سے جو بیٹا ہم پر پڑی وہ تم لوگ دیکھ ہی رہے ہو، لہذا کوچ کر چلو، میں تو روانہ ہو رہا ہوں، اس کے بعد ابوسفیان اٹھ کھڑا ہوا اور اونٹ کے پاس پہنچا، اونٹ کے پاؤں میں اس وقت دھنکنا بندھا ہوا تھا (اور وہ بیٹھا ہوا تھا) ابوسفیان اس پر سوار ہو گیا اور اس کو مارا۔ اونٹ فوراً تین ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا، چوتھی ٹانگ کا دھنکنا کھڑا ہونے کی حالت میں کھولا گیا۔ میں نے سنا ہے کہ جو عمل قریش نے کیا، وہی غطفان نے بھی کیا اور سب اپنے شہروں کو لوٹ پڑے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ آیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں حمام میں چل رہا ہوں۔ خدمت گرامی میں پہنچا تو آپ اس وقت کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو میں نے ان لوگوں کا واقعہ عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے، اتنے کہ رات کی تاریکی میں (سفید چمک دار) کچلیاں نمودار ہو گئیں۔ جب میں اطلاع دے چکا تو وہ سینک (جو اس آمد و رفت اور ٹوہ لگانے کے دوران حمام

کی گری بیسویس ہوتی تھی (و) بھی غائب ہو گئی (اور حسب سابق سردی محسوس ہونے لگی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے قریب اپنے قدموں کے پاس لایا اور اپنے کپڑے کا ایک پلہ میرے اوپر ڈال دیا اور میرا سینہ اپنے گلوں سے چھٹایا، اس طرح میں برابر ہوتا رہا۔ جب کچھ ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سونے والے اب اٹھ جا!

اِذْ جَاءُكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونًا ⑩

⑩ جب دو لوگ تم پر آچھٹے تھے اوپر کی طرف سے بھی اور نیچے کی طرف سے بھی اور جب آنکھیں کھلی کی کھلی رو کھلی تھیں اور کھینچنے کو آتے تھے اور تم لوگ اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کر رہے تھے۔

تفسیر ⑩ "اِذْ جَاءُكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ" یعنی مشرق کی طرف سے وادی کی بالائی جانب سے۔ یہ آنے والے بنی اسد، بنی نضیر اور بنو قریظہ تھے۔ ملک بن نوف نمری اور عیینہ بن حصین نزاری ایک ہزار غطفانیوں کو لے کر مشرق کی طرف سے پہنچے تھے۔ عیینہ بن نوید اسدی بھی قبیلہ بنی اسد کو لے کر ان کے ساتھ موجود تھا۔ بنو قریظہ کا لیڈر حنی بن اخطب تھا۔ "وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ" یعنی بنی وادی سے مغرب کی طرف سے، بنی کنانہ اور قریش ان کے ساتھ آئے تھے۔ ابوسفیان بن ہاشم تھا اور ابو ہریرہ بن سفیان سلمی خندق کی جانب تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ خندق کی طرف آنے پر مجبور کیا اور بنی نضیر کا جلا وطن ہونا۔

"وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ" جب اس کی طرف مائل ہوئے۔ بعض نے کہا کہ دوہر چنچ کی طرف مائل ہوئے، دو سچ کے وقت ان کو پتہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

"وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ" خوف کی وجہ سے پھپھورنے والی طرف آنے لگی، کھینچ کا منہ کو آتا ایک مثل ہے جو شدت خوف و فتنہ برتی ہے۔ فراموشی کا قول ہے کہ جب دو بزدل ہوئے اور ان پر خوف کا غلبہ پیدا ہوا جس کی وجہ سے ان کے پھپھورنے کے ان پھولنے کی وجہ سے دل اوپر کو حلق کی طرف اٹھنے لگتا ہے۔ کھینچ کا منہ کو آتا ایک شدت اور خون کی کی وجہ سے ہے۔ "وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونًا" ظن کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ منافق گمان کرنے لگے تھے کہ اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانوں کی جڑاٹھ جانے کی اور پختہ ایمان والے اللہ کے وعدے کو سچا جانتے تھے اور فتح اور ظفر کا ان کو یقین تھا اور ضعیف الایمان لوگ تذبذب میں مبتلا ہو گئے تھے کہ جانے کیا ہوگا۔ قرآن الہی مدینہ اور شام اور ابوبکر نے "الظُّنُونًا" الف کے اثبات کے ساتھ پڑھا ہے وصالاً بھی پڑھا ہے اور وقفاً بھی پڑھا ہے کیونکہ مصاحف میں الف کے ساتھ مثبت ہے۔ قرآن الہی بصرہ اور حمزہ نے بغیر الف کے ساتھ پڑھا ہے۔ دوسرے قرآن نے الف کے ساتھ حالت وقف میں پڑھا ہے وصال کی حالت میں نہیں۔

هٰنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ⑪ وَاذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ⑫ وَاذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ. إِنَّ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ⑬

⑪ اس موقع پر مسلمانوں کا امتحان کیا گیا اور سخت زلزلہ میں ڈالے گئے اور جبکہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یوں کہہ رہے تھے کہ ہم سے تو اللہ نے اور اس کے رسول نے محض دھوکہ ہی کا وعدہ کر رکھا ہے اور جبکہ ان میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ اے یثرب کے لوگو تمہارے لئے ٹھہرنے کا موقع نہیں سولوٹ چلو اور بعض لوگ ان میں نبی سے اجازت مانگتے تھے کہتے تھے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں ہیں یہ محض بھاگنا ہی چاہتے ہیں۔

⑫ ”ہنالک ابتلی“ اس موقع پر مسلمانوں کا امتحان لیا گیا اور ان کو سخت جھنجھوڑ دی گئی۔ ”المؤمنون“ امتحان اس لیے لیا گیا تاکہ مخلص مسلمان، ایمان والوں کو چھانٹ لیا جائے اور منافقوں کو اور کمزور ایمان والوں کو الگ کر دیا جائے۔ ”وزلزلوا زلزالاً شدیداً“ اور ان کو سخت جھنجھوڑ دی گئی۔

⑬ ”واذ يقول المنافقون“ یہ منافق معتب بن قشیر اور عبد اللہ بن ابی وغیرہ تھے۔ ”والذین فی قلوبہم مرض“ وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں اور اپنے اعتقاد کی کمزوری کی وجہ سے ”ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غروراً“ یہ اہل نفاق کا قول ہے کہ منافقوں نے کہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ملک شام اور فارس کے محلات کی فتح کا وعدہ دے رہے ہیں باوجودیکہ ہماری حالت یہ ہے کہ ڈر کے مارے ہم میں سے کوئی بھی اپنے پڑاؤ سے ہٹ نہیں سکتا۔ خدا کی قسم یہ وعدہ محض فریب ہے۔

⑭ ”واذ قالت طائفة منهم“ اس سے مراد منافق ہیں۔ اوس بن قبطی اور ان کے دوست ہیں۔ ”یا اہل یثرب“ اس سے مراد مدینہ ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا یثرب ایک قطعہ زمین کا نام ہے جس کے ایک حصہ میں مدینہ الرسول واقع ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت فرمائی اور ارشاد فرمایا یہ طابہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو یثرب کہنا اس لیے پسند نہیں فرمایا کیونکہ یثرب کا لفظ ثربہ، یثربہ سے مشتق ہے ان کا معنی ملامت کرنا، عار دلانا، کسی جرم پر ذلیل کرنا۔ ”لا مقام لکم“ کہ تمہارے لیے کوئی مکان نہیں ہے کہ جس میں تم اترتے ہو اور اس میں قیام کرتے ہو۔ ”فارجعوا“ اپنے اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت چھوڑ دو یا یہ مطلب ہے کہ اسلام پر تمہارا قیام نہیں ہو سکتا۔ اس لیے شرک کی طرف لوٹ جاؤ۔ بعض نے کہا کہ قتال سے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ۔ ”ویستأذن فریق منهم النبی“ اور وہ بنو حارثہ اور بنو سلمہ ہیں۔ ”یقولون ان بیوتنا عورۃ“ کہ ہمارے گھر خالی ہیں۔ ان پر دشمن کا حملہ ہو سکتا ہے اور چور بھی آکر مال لے جاسکتے ہیں۔ ابو رجاء عطار دی نے (عورۃ) واؤ کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی ہمارے گھروں کی

دیناریں تھوٹی تھوٹی ہیں۔ اس وجہ سے ہمارے گھروں میں چور آسانی سے داخل ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جنابیا اور فرمایا "وما ہی بعورۃ ان بریدون الا فرارا" ان کا ارادہ بھاگ جانا ہے۔

وَلَوْ دَخَلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُنَلُوا الْفِتْنَةَ لَأْتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا ۝
 وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُولُونَ الْآذِبَارَ وَكَانَ عِندَ اللَّهِ مَسْنُولًا ۝ قُلْ لَنْ
 يَنْفَعَكُمْ الْبُرَارُ إِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذَا لَا تُمْتَعُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ قُلْ مَنْ
 ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ
 ذَوْنِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمَعْرُوقِينَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا
 وَلَا يَأْتُونَ الْبَاسَ إِلَّا قَلِيلًا ۝

﴿تفسیر﴾ اور اگر مدینہ میں اس کے اطراف سے ان پر کوئی آگے پھر ان سے فساد کی درخواست کی جائے تو یہ اس کو منظور نہیں کرتے اور ان گھروں میں بہت سی مضہریں جانتے ہیں لوگ پہلے خدا سے عہد کر چکے تھے کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ سے جو عہد کیا جاتا ہے اس کی بے پرواہی ہوئی آپ فرماتے ہیں کہ تم کو بھرا کچھ مانع نہیں ہو سکتا اگر تم موت سے یا قتل سے بھاگتے ہو اور اس حالت میں بچو تو لوگوں کے اور زیادہ متمتع نہیں ہو سکتے یہ بھی فرمادیتے ہیں کہ وہ کون ہے جو تم کو خدا سے پیٹھے کر دو تمہارا ساتھ برائی کرتا چاہے یا وہ کون ہے جو خدا کے فضل کو تم سے روک سکے اگر وہ تم پر نفضل کرتا ہے اور خدا کے سوا نہ کوئی اپنا تمہاری پامیں کے اور نہ کوئی مددگار اللہ تعالیٰ تم سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو مانع ہوتے ہیں اور جو اپنے (سببی یا وطنی) بھائیوں سے یوں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آ جاؤ اور لڑائی میں بہت سی کم آتے ہیں۔

﴿تفسیر﴾ "ولو دخلت عليهم" اور اگر مدینہ میں ان کے اطراف میں سے کوئی ان پر آگے، پھر ان سے فتنہ کی درخواست کی جائے تو وہ فتنہ سے مرتب ہو جائیں۔ "من اقطارها" مدینہ کے جوانب اور اس پاس سے اقطار ہا جمع ہے فتنوں۔ "ثم سنلوا الفتنه" فتنہ سے مراد شرک ہے۔ "لا تلوها" تو یہ ضرور کسی فتنہ کے مرتب ہو جائیں گے۔ قرآن اہل حجاز نے اس کی آیت "لا تلوها" مقصود پہنچی ہے۔ "وما تلبثوا بها" جب تک ان کو فتنہ سے روک دیا جائے۔ "الا يسيرا" او شرک کی اجابت کی طرف جلدی کرتے ہیں کیونکہ یہ ان کے دل کو اچھی لگتی ہے۔ یہی اکثر مفسرین کا قول ہے۔ حسن اور فراء کا قول ہے مدینہ میں صرف تھوڑی مدت ٹھہریں، پھر اٹھو جاؤ امن کرو دیا جائے یا ہلاک کر دیا جائے۔

﴿تفسیر﴾ "ولقد كانوا عاهدوا الله من قبل" غزوہ خندق سے پہلے۔ "لا يولون الاذبار" دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائیں گے۔ یہ مدینہ کے لوگوں کا یہ ہے کہ جبکہ امد کے دن بنی حارثہ نے ارادہ کیا کہ بنی سلمہ کو قتل کر دیں گے لیکن جب ان کے حق میں آیت

کا نزول ہوا تو انہوں نے عہد کیا کہ آئندہ ایسی بات نہیں کریں گے۔ قنادہ کا بیان ہے کہ کچھ لوگ غزوہ بدر سے غیر حاضر تھے لیکن جب انہوں نے اہل بدر کی خداداد عزت و برتری دیکھی تو کہنے لگے کہ آئندہ اگر اللہ نے ہم کو کسی لڑائی میں شریک ہونے کی توفیق دی تو ہم ضرور ضرور لڑیں گے، انہی لوگوں کی طرف اللہ نے آیت مذکورہ میں اشارہ کیا ہے۔

لیلۃ العقبہ میں بیعت کرنے والے صحابہ کی تعداد

مقاتل اور کلبی کا بیان ہے کہ وہ ستر افراد تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر لیلۃ العقبہ میں بیعت کی تھی۔ ان ستر آدمیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ ہمارے لیے اپنے رب کے بارے میں اور اپنے بارے میں کوئی شرط رکھیں جو آپ چاہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے رب سے تمہارے لیے یہ شرط (عہد) لگاتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور تمہارا عہد میرے لیے یہ ہے کہ جس چیز سے میں تمہیں روکوں اس چیز سے تم اپنے آپ کو بھی روکو اور اپنے گھر والوں کو اور اپنی اولاد کو بھی روکو۔ وہ کہنے لگے جب ہم ایسا کر لیں گے تو پھر ہمارے لیے کیا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دنیا میں تمہاری مدد اور آخرت میں تمہارے لیے جنت ہوگی۔ وہ کہنے لگے ہم نے ایسا کر دیا، ہمارا آپ سے عہد ہے۔ یہ بات ہم اپنی مرضی سے نہیں کہہ رہے کیونکہ لیلۃ العقبہ میں ستر افراد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی نہ اس میں کسی قسم کا شک ہے اور نہ کوئی ان کی طرح ایسی بات کرتا ہے۔ پس یہ آیت اسی قوم کے متعلق نازل ہوئی جس نے اللہ کے عہد کی نافرمانی کی اور اپنے وعدہ کو توڑ دیا۔ ”وكان عهد الله مسؤلاً“ اور اس عہد کے متعلق ان سے پوچھا جائے گا۔

①6 ”قل“ ان سے کہہ دیجئے۔ ”لن ينفعكم الفرار ان فردتم من الموت أو القتل“ تم پر جو کچھ لکھا جا چکا ہے کیونکہ جس کی مدت پوری ہو جاتی ہے تو وہ از خود اپنی موت مر جاتا ہے یا وہ میدان جہاد میں قتل ہو جاتا ہے۔ ”وإذا لا تمتعون الا قليلاً“ دنیا میں زندہ رہ کر تم تھوڑی مدت تک یا تھوڑا سا مزہ حاصل کر سکو گے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر بالفرض میدان جنگ سے فرار تمہارے لیے مفید بھی ہو تو یہ فائدہ زیادہ مدت تک باقی نہ رہتا کیونکہ دنیا بہر حال فناء ہونے والی ہے۔

①7 ”قل من ذا الذي يعصمكم من الله“ کون ہے جو تمہیں میرے عذاب سے بچائے۔ ”ان اراد بكم سوء“ سوء سے مراد شکست ہے۔ ”او اراد بكم رحمة“ رحمت سے مراد نصرت ہے۔ ”ولا يجدون لهم من دون الله ولياً“ قریب جو ان کو نفع دے۔ ”ولا نصيراً“ جو ان کو عذاب سے بچانے کے لیے مددگار ہو۔

①8 ”قد يعلم الله المعوقين منكم“ وہ منافق جو لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے اور ہمراہ رہنے سے روکتے تھے۔ ”والقائلين لاخوانهم هلم الينا“ وہ کہتے کہ ہماری طرف آ جاؤ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑ دو ان کے ساتھ جنگوں میں شریک نہ ہو، ہم کو تمہارے مارے جانے کا اندیشہ ہے۔ قنادہ کا بیان ہے کہ یہ لوگ منافق تھے جو انصار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے سے روکتے تھے اور اپنے بھائی بندوں سے کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے

ساتھی گوشت کی طرح ہیں۔ اہل بوسنیان اور ان کے ساتھی ان کو لقمہ بنائیں گے۔ یہ فتنے تو تباہ ہونے والا ہی ہے اس کو چھوڑ دو۔
 مقاتل کا بیان ہے کہ یہودیوں نے منافقین کے پاس پیغام بھیجا اور کہا تم اہل بوسنیان اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں سے اپنے
 آپ کو یوں قتل کرانا چاہتے ہو اس بار اگر اہل بوسنیان اور اس کے ساتھی قبو پا گئے تو ہم سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے تم لوگ
 ہمارے بھائی ہو، ہمارے ہمسائے ہو، ہم کو تمہارے متعلق اندیشہ ہے، ہمارے ساتھ آؤ۔ یہ پیغام سن کر عبداللہ بن ابی اسد نے اپنے ساتھیوں
 کو اہل بوسنیان کی طرف متوجہ ہوا ان کو شاکت جنگ سے روکنے لگا اور اہل بوسنیان اور اس کے ساتھیوں کا خوف مسلمانوں کے دلوں
 میں بھرنے لگا، ان منافقوں نے مسلمانوں سے کہا اگر اہل بوسنیان وغیرہ نے تم پر قبو پالیا تو تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں
 گے تم لوگو (سہل نہ سیہ و کسر) سے کیا۔ معنی ہے ان کے پاس تو خیر نہیں ہے۔ بس دو تو تم کو قتل کرانا چاہتے ہیں، ہمارے ساتھیوں کو
 ہمارے بھائیوں یعنی یہودیوں کے پاس پیسے جاؤ، منافقوں کے اس انحراف سے مسلمانوں کے ایمان میں کوئی کمزوری نہیں آئی بلکہ
 ایمان بڑھی اور ثواب کی امید بڑھ گئی۔ اسی کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں ”وَلَا يَأْتُونَ الْبِاسَ تَبَاسًا“ مراد جنگ ہے۔
 لَا يَأْتُونَ الْبِاسَ تَبَاسًا کہ تمہارے ساتھیوں کو اور اوصاف سے آ کر یہ قیام بھی اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہو جاتے تو کثیر ہو جاتے۔

اشْحَةُ عَلَيْكُمْ فَاذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يُنظَرُونَ الْبِكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْتَسِي
 عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَاذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُواكُمْ بِالْسِنَةِ جَدَادِ اشْحَةُ عَلَى الْخَيْرِ
 أَوْلَانِكَ لَهُ يُؤْمِنُوا فَاخْبِطِ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ① يَحْسَبُونَ
 الْأَعْرَابَ لَمْ يَذْهَبُوا وَإِنْ يَأْتِ الْأَعْرَابَ يَوَدُّوا لَوْ أَنَّهُمْ بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ
 عَنْ آبَائِكُمْ وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ مَا قَتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا ②

① تہا کے حق میں نہیں لے ہوئے سو جب خوف پیش آتا ہے تو ان کو دیکھتے ہو کہ وہ آپ کی طرف اس طرح
 دیکھنے لگتے ہیں۔ ان کی آنکھیں پھیرائی جاتی ہیں جیسے کسی پر موت کی بیہوشی طاری ہو پھر جب وہ خوف دور ہو جاتا ہے تو
 تر و تیز باتوں سے ملنے دیتے ہیں، ہاں پر حرم سے ہونے یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے تو ان کے تمام
 اعمال نیک بیارہ سے ہیں اور یہ بات اللہ کے نزدیک باطل آسان ہے ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ (ابھی تک) لشکر
 کے نہیں اور اگر (باغرض) یہ (گئے ہوئے) لشکر (جو لوٹ رہا) آجائیں تو (پھر تو) یہ لوگ (اپنے لئے) یہی پسند کریں کہ
 کاش ہم وہ بہاؤوں میں باہر جا رہے ہیں کہ تمہاری خبریں پوچھتے رہیں اور اگر تم ہی میں رہیں تب بھی کچھ یونہی سائل رہیں۔

② "اشْحَةُ عَلَيْكُمْ" اللہ کے راستے میں دینے سے ڈرتے ہیں کہ کہیں فقر نہ آجائے یا تمہاری فتح اور مال

نصیرت حاصل ہو جانے میں بڑی کجی آرتے ہیں۔ "فَاذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يُنظَرُونَ الْبِكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ" آپ
 کو دیکھتے ہیں خوف ایزدالی کے باعث۔ "كَالَّذِي يُغْتَسِي عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ" گویا کہ ان پر بیہوشی طاری ہے موت کے

باعث۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب موت قریب آ جاتی ہے اور عقل ٹھکانے پر نہیں رہتی اور اس کی آنکھیں ایک جگہ کھڑی ہوتی ہیں وہ دوسری طرف نہیں دیکھتے۔ ”فاذا ذهب الخوف سلقوكم“ جب ان سے خوف دور ہو جاتا ہے وہ اذیت دینا شروع کر دیتے ہیں۔ ”بالسنۃ حداد“ جمع ہے حدید کی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے یعنی تمہاری تنقیص کرتے ہیں تمہاری غیبت کرتے ہیں۔ قتادہ کا بیان ہے کہ مال غنیمت کی تقسیم کے وقت تم سے زبان درازی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم لڑائی میں تمہارے ساتھ تھے، تم ہم سے زیادہ مال غنیمت کے حق دار نہیں ہو۔ گویا وہ مال غنیمت کے وقت کنجوس اور لڑائی کے وقت بزدل ہیں۔ ”اشحۃ علی الخیر“ مال غنیمت کے وقت وہ مؤمنین پر حرص کرتے ہیں۔ ”اولئک لم یؤمنوا فاحبط اللہ اعمالہم“ مقاتل نے اس کا معنی کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جہاد کو باطل کر دیا۔ ”وکان ذلک علی اللہ یسیراً“

20 ”یحسبون“ یہ لوگ منافقین ہیں۔ ”الاحزاب“ اس سے مراد قریش، غطفان کے یہود ہیں۔ ”لم یذہبوا“ کہ وہ قتال سے نہیں پھرے، بزدلی اور جماعت درجماعت حالانکہ وہ پھر چکے ہیں۔ ”وان یأتی الاحزاب“ اگر وہ بھاگنے کے بعد دوبارہ قتال کرنے کے لیے آجائیں۔ ”یودوا لو انہم بادون فی الاعراب“ اگر وہ گروہ گروہ دوبارہ آجائیں تو پھر یہ پسند کریں کہ کاش ہم دیہاتوں میں باہر صحراء میں جا رہے ہیں۔ ”یسألون عن انبائکم“ وہ خبریں پوچھتے رہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ معاملہ کیا ہوا۔ یعقوب نے اس کو ”یساء لون“ پڑھا ہے شدید اور مد کے ساتھ اور وہ اس کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ ”ولو کانوا“ اگر یہ منافقین ”فیکم ما قاتلوا الا قلیلاً“ تھوڑا سا بھی قتال کرتے تو ان کا عذر باقی رہتا تو یہ شورا اٹھاتے کہ ہم نے تو قتال کیا۔ کلبی نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ اگر یہ تھوڑے سے بھی پتھر پھینک دیتے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ اگر یہ تھوڑا سا بھی قتال کرتے تو دکھاوا اور ریا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ
اللَّهَ كَثِيرًا 21 وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ
اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا 22 مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا
اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا 23

21 تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الہی کرتا ہو رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا اور جب ایمانداروں نے ان لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ وہی ہے جس کی ہم کو اللہ نے اور اس کے رسول نے خبر دی تھی اللہ اور رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس سے ان کے ایمان اور اطاعت میں اور ترقی ہو گئی ان مؤمنین میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اترے پھر بعضے تو ان میں وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے ہیں اور بعضے ان میں مشتاق ہیں اور انہوں نے ذرا تغیر تبدیل نہیں کیا۔

22 ”لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنة“ عاصم نے ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ اور باقی قراء نے کسرہ کے ساتھ

پڑھتے اور اس میں دو ہفتے ہیں بمعنی قداۃ یعنی دو طریقہ جس کی القداۃ کی بنائے، اس جگہ مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات میں تمہارے سے خصاکن امید و موجود ہوں۔ بخش نے کہا کہ قداۃ القداۃ سے بنا ہے یہ اسم ہے جو مصدر کے قائم مقام ہے۔ یعنی تم لوگوں کے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہیں ہمدردی لازم ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی مدد کی تم بھی ایک دین کی مدد کرتے ہو۔ ان کا دانت مبارک جنگ میں شہید ہوا، ان کو طعن طعن کی اذیتیں پہنچانی گئیں مگر انہوں نے ہر ڈکھ پر مہربانیاں اور تمہاری ہمدردی کی۔ ہذا تم بھی ان کی طرح مصائب و شدائد پر مہربان کرو اور ان سے ہمدردی کرو اور ان کے طریقے پر چلو۔

”المن كان يوجو الله“ لکم کے بدلے میں لمن ذکر یا تخصیص بعد اسمیم کے لیے کہ پہلے مؤمنین کے لیے خاص کیا، ان لوگوں کے لیے ہو یا مسند خصوصاً روز آخرت کی امید رکھتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ اللہ سے قرب اور اس کی ملاقات اور نعمت آخرت کا امید وار ہے۔ مقاس نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اور روز نشتر سے نہیں ڈرتا۔ نماز کا ہے۔ لے گا۔ ”والیوم الاحیر و ذکر اللہ کثیراً“ جو قیامت کے دن سے ڈرا جس دن اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اور تمام مؤمنین میں اللہ کا اور یہ نام اور دنوش میں ہو یہ تنگی میں۔ پھر اس کے بعد مؤمنین کے وصف کی حالت کو بیان کیا جب دو جنگ احزاب میں ہوا ان سے لے۔

”وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا“ اللہ تعالیٰ کے معم و تسخیر کرتے ہوئے اور اس کے وعدہ کو سچا جانتے ہوئے۔ ”هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ“ جس کا وعدہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے کیا، اس کا تذکرہ سورۃ بقرہ آیت ۱۲۹ میں کیا ہے۔ ”م حسنہ ان ندخلوا الجنة ولما بانکم مثل الذین خلوا من قبلکم“ سے لے کر ”الا ان نصر اللہ فربیب“ آیت میں یہ آیت ہے کہ جب مؤمنین اس سبب کو پہنچیں گے جب دو جنگ احزاب میں پہنچے اور ان کو سختی پہنچی تو نبی کے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے سچ کر دکھایا۔ ”وما زادهم الا ایماناً و تسلیماً“ اللہ تعالیٰ کی حمد میں آتے ہوئے اور اس کے معم و تسخیر کرتے ہوئے۔

”من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا اللہ علیہ“ یعنی ہم اللہ کے عہد پر ثابت قدم رہیں گے اور اللہ کے وعدہ و وعظ کو پورا کریں گے۔ ”للمنہم من قضی نحبہ“ جو اپنی نذر سے فارغ ہو گیا اور اپنے وعدے کو پورا کیا اور جہاں پر ثابت قدم رہا۔ یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا۔ نحب کا معنی نذر بھی ہے اور موت بھی۔ ”قضی نحبہ“ اس نے اپنی میعاد زندگی پوری کر لی، یعنی مر گیا۔ نحب آرزو معنی موت لیا جائے تو یہ مطلب ہو گا کہ اس نے اپنا عہد پورا کر دیا اور اسی حالت میں اس کو موت آئی جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان جیسے صحابہ۔

بخش ۳۰ کے نزدیک ”قضی نحبہ“ کا معنی یہ ہے کہ اس نے ایفائے عہد کے لیے اپنی پوری کوشش صرف کر دی۔ عرب کا قول ہے ”نحب فلان مسیرۃ یومہ و لیلۃ“ اس نے شب و روز چلنے میں اپنی پوری کوشش خرچ کر دی۔ محمد بن اسحاق نے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ ”للمنہم من قضی نحبہ“ سے مراد جو جنگ بدر اور احد میں شہید ہوئے اور ”ومنہم من ینظر“

سے مراد وہ مؤمنین ہیں جنہیں ان جنگوں میں شہادت نہیں ملی وہ دو امور میں سے ایک کا انتظار کرنے لگے۔ شہادت یا نصرت خدا وندی۔ ”وما بدلوا تبديلاً“ اور انہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کی کوئی تبدیلی نہیں کی۔

فمنهم من قضی نحبه کاشان نزول

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت انس بن نصر بدر کی لڑائی سے غیر حاضر رہے تھے ان کے لیے یہ بات بڑی تکلیف دہ تھی اس لیے انہوں نے کہا تھا کہ سب سے پہلا معرکہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے اور میں غیر حاضر رہا، آئندہ اگر اللہ نے مشرکوں سے جنگ کرنے میں مجھے حاضر ہونے کی توفیق دی تو میری کارگزاری اللہ دیکھ لے گا۔ چنانچہ اُحد کے دن جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو حضرت انس بن نصر نے کہا اے اللہ! ان لوگوں نے یعنی ساتھیوں نے جو کچھ کیا میں تیرے سامنے اس کا عذر خواہ ہوں اور انہوں نے جو کچھ کیا اس سے تیرے سامنے اظہار بیزاری کرتا ہوں، کچھ انصار و مہاجرین نے اپنے ہتھیار اپنے ہاتھوں سے پھینک دیئے تھے۔ حضرت انس بن نصر ان کے پاس پہنچے اور کہا یہاں آپ لوگ کیوں بیٹھے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ انس بن نصر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جی کر کیا کرو گے اٹھو اور جس دین کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوئے، تم بھی اسی پر شہید ہو جاؤ، اس کے بعد مشرکوں کی طرف رخ کر کے چل دیئے، اُحد سے پرے حضرت سعد سے ملاقات ہوئی، سعد نے کہا کہ میں آپ کے ساتھ ہوں۔

حضرت سعد کا بیان ہے کہ حضرت انس کا فروں کی طرف متوجہ ہوئے اور وہ کام کیا جو میں نہیں کر سکا، مجھ سے کہا سعد۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ کہا اے ابو عمرو! ہا ہا یہ جنت کی ہوا ہے۔ قسم ہے اب نصر کی مجھے اُحد کے قریب جنت کی ہوا محسوس ہو رہی ہے۔ پھر آگے بڑھے اور اتنا لڑے کہ شہید ہو گئے۔ آپ کے جسم پر تلوار، تیر اور بھالے کی ضربوں کے کچھ اسی (۸۰) زخم لوگوں نے پائے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ کی لاش کو کافروں نے مثلہ کر دیا تھا۔ لوگوں نے لاش کو شناخت بھی نہیں کیا، صرف آپ کی بہن بشامہ نے اٹلیوں کے پورے دیکھ کر پہچانا۔ انس فرماتے ہیں کہ ہمارا خیال ہے کہ آیت ”رجال صدقوا ما عاهدوا اللہ علیہ فممنهم من قضی نحبه“ حضرت انس بن نصر اور ان جیسے لوگوں کے حق میں ہی نازل ہوئی تھی۔ حضرت خباب بن ارت سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی، ہم میں سے بعض لوگ تو چلے گئے اور اپنی کوشش کا کوئی پھل (دُنیا میں) نہ کھا پائے جن میں سے ایک مصعب بن عمیر بھی تھے، اُحد کے دن شہید ہو گئے تو سوائے ایک نمدہ کے اتنا کپڑا نہ تھا کہ ہم ان کو کفن دے سکتے۔ نمدہ بھی اتنا تھا کہ سر چھپاتے تھے تو قدم کھلتے تھے اور پاؤں پر ڈالتے تھے تو سر کھلا رہتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سر پر ڈال دو اور پاؤں کو اذخر (گھاس) سے چھپا دو اور کچھ لوگوں کی کوشش کا پھل پختہ ہو گیا جس کو وہ دُنیا میں کھا گئے۔

حضرت ابو بکر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ کر فرمایا: "یہ جو شخص پہنہ کرتا ہو کہ اس کے زمین پر (زندہ) پتے پھرتے ایسے آدنی کو دیکھے جس نے اپنی نذر پوری کر دی ہے تو وہ اس کو دیکھے۔" قیس بن خزیمہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت صحابہ کا ایک ہاتھ شل دیکھا۔ جبکہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھوں کے مہرے سے انہوں نے اس ہاتھ کے ذریعے محفوظ رکھا تھا۔

لِيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ إِنْ شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنْ اللَّهُ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿٥٠﴾ وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيمًا ﴿٥١﴾ وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَافِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّغْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَنَأْسِرُونَ فَرِيقًا ﴿٥٢﴾

﴿٥٠﴾ یہ آیت اس سے ہوا تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے مسلمانوں کو ان کے سچ کا صلہ دیوے اور منافقوں کو چاہے سزا دے یا چاہے ان کو توبہ کی توفیق دے۔ بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان کے غم میں بھرا ہوا ہٹا دیا۔ ان کی چھٹائی مڑا پڑی نہ ہوئی اور جنگ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے آپ ہی کافی ہو گیا اور اللہ تعالیٰ بڑی قوت اور بڑا شہادت ہے اور جن اہل کتاب نے ان کی مدد کی تھی ان کو ان کے قہقروں سے نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں تباہی مچا دی۔ بعض فرقے قتل کرنے کے اور بعض کو قید کر لیا۔

﴿٥١﴾ "لِيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ" تاکہ اللہ ان کی سچائی کا بدلہ عطا فرمائے یا ان کی سچائی کے سبب ثواب دے۔ "وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ إِنْ شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ" ان کو اللہ تعالیٰ ایمان کی طرف ہدایت دے۔ "إِنْ اللَّهُ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا"

﴿٥٢﴾ "وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا" اس سے مراد قریش اور غطفان ہیں۔ "بِغَيْظِهِمْ" جو ان لوگوں کا ارادہ تھا وہ پورا نہیں ہوا۔ ان کی وجہ سے وہ اپنے ساتھیوں میں ٹکے لگے۔ "لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا" ان میں کوئی بھلائی نہیں رہی۔ "وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ" فرشتے اور ہوا "وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيمًا" اس کی بادشاہت قوی ہے اور تا فرمانوں سے اتقائے میں غائب ہے۔

﴿٥٣﴾ "وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ" یعنی اعراب کی مدد کی کہ قریش و غطفان کی جماعتوں کی پشت پناہی کی تھی ان لوگوں کے نیچے اتار دیا۔ "مِنْ صَافِيهِمْ" ان میں سے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھے۔ "وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّغْبَ" اس سے ہرن کے سینک، مرغ کا ٹانگا اور جوا ہے تاکہ انہیں کرنے کا اور ان سب کو اسی من سبت سے صحیحیہ کہا جاتا ہے۔

واقعہ بنی قریظہ

یہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان جب تھکے ہارے خندق سے لوٹے تو ہتھیار کھول دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف لے گئے اور پانی طلب کر کے سر دھونے لگے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف لے گئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کا سر دھونے لگیں اور ایک طرف کا سر بھی دھو دیا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ (باہر) کسی شخص نے ہم کو سلام کیا، ہم گھر کے اندر تھے۔

محمد بن عمرو نے کہا: وہ شخص جنازوں کے رکھنے کے مقام میں کھڑا تھا، اس نے پکار کر کہا: اے جنگ کرنے والے! (ہتھیار کھول دینے کا) تمہارے پاس کیا عذر ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آواز سنتے ہی گھبرا کر اُچھل پڑے اور یکدم تیزی سے کود کر باہر نکل گئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے کھڑی ہو گئی اور کواڑوں کے سوراخ میں سے دیکھنے لگی۔ مجھے دجیہ کلبی کی صورت نظر آئی جو اپنے سر سے غبار جھاڑ رہے تھے۔ ابن اسحاق نے کہا: وہ شخص عمامہ لپیٹے ہوئے تھا، اس شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے جلد ہتھیار کھول دیئے، اللہ آپ کو معاف کرے، آپ نے ہتھیار کھول کر رکھ دیئے حالانکہ جب سے دشمن اتر رہے ملائکہ نے اس وقت سے اب تک اسلحہ نہیں کھولے۔ دوسری روایت میں ہے چالیس دن سے ملائکہ نے اسلحہ نہیں کھولے۔ ہم نے خمراء الاسد تک ان کا تعاقب کیا۔ اس وقت انہیں کے تعاقب سے لوٹ کر آئے ہیں۔ اللہ نے ان کو بھگا دیا اور آپ کو حکم دیا ہے کہ بنی قریظہ سے جا کر جنگ کرو۔ میں اپنے ساتھ والے ملائکہ کو لے کر انہیں کی طرف جا رہا ہوں تاکہ ان کے قلعوں میں زلزلہ پیدا کر دوں۔ آپ بھی لوگوں کو لے کر نکل کر (میرے بعد) آئیے۔

حمید بن ہلال کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے ساتھی تھک چکے ہیں، اگر آپ چند روز کی انہیں مہلت دے دیں تو بہتر ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: آپ اٹھ کر ان پر چڑھائی تو کریں، میں ان کو اس طرح دے پکوں گا جیسے انڈا پتھر کی چٹان پر پٹکا جاتا ہے، پھر ان کو ہلا ڈالوں گا (یعنی قلعوں سے باہر نکل پڑنے پر مجبور کر دوں گا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا)۔

محمد بن عمرو کی روایت ہے کہ حضرت ابو قتادہ نے فرمایا: جب ہم بنی قریظہ پر پہنچے تو ہم نے محسوس کیا کہ ان لوگوں کو لڑائی کا یقین ہو چکا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جا کر قلعہ کی جڑ میں جھنڈا گاڑ دیا۔ ان لوگوں نے اپنی گڑھیوں کے اندر سے ہی گالیوں سے ہمارا استقبال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات کو (نعوذ باللہ) برا بھلا کہا مگر ہم خاموش رہے اور ہم نے کہہ دیا کہ ہمارا تمہارا فیصلہ تلوار سے ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہنچ گئے اور ان کے قلعہ کے قریب بنی قریظہ کے پتھر یلے میدان کی نشیبی جانب چاہ اُنا پر نزول فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو مجھے حکم

دیا کہ میں جھنڈا اٹھالوں، میں نے جھنڈا اٹھالیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ان لوگوں کی کاپیاں اور گندے الفاظ پہنچیں، اس لیے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ ان خبیثوں کے قریب نہ پہنچیں تو چھ حزن نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم مجھے داہس جانے کا مشورہ دے رہے ہو؟ میرا خیال ہے کہ تم نے ان کی طرف سے چھ گندے الفاظ سن لیے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کچھ بھی اس طرح کی بات نہ کہتے۔ عرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے، آگے آگے اسید بن حنظلہ تھے، اسید نے کہا: اے اللہ کے رسول! جب تک تم جھوکے نہ جاؤ گے، ہم تمہارے قدموں سے نہیں ہٹیں گے (یعنی رسد نہ ملنے کی وجہ سے تم جھوکے مر جاؤ گے، ہم جو مس نہیں اٹھائیں گے) تم (اس وقت) اس طرح (گڑھیوں میں محصور اور بند) ہو جیسے بھٹ کے اندر لومڑی۔ بنی قریظہ نے کہا: بنی قریظہ انہوں نے مقداد میں ہمارے تم سے معاہدہ کیا تھا (ہم تمہارے حلیف تھے) حضرت اسید نے کہا: اب میرے تمہارے زمین نہ ہونی معاہدہ وہاں ہے اور نہ رشتہ۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یہودیوں کی گڑھی کے) قریب پہنچ گئے اور اتنی اونچی آواز سے یہودیوں کے ہاتھ پر مارا کہ انہوں نے آواز سن لی اور فرمایا: اب بندراں اور سوروں کے بھائیو! اور اے بتوں (یا شیطانوں) کی پستیوں کے اہل! جواب دیا اللہ نے تم کو رسوا کر دیا اور تم پر اپنا عذاب نازل فرما دیا؟ کیا تم مجھے گالیاں دیتے ہو؟ (انہوں نے سن کر) ان لوگوں نے انہیں صدمہ پہنچا، ابو القاسم نے ایسا نہیں کیا، آپ تو جا مل نہیں ہیں۔ دوسری روایت میں کہا ہے کہ ان لوگوں نے کہا: غلط ہے۔

آپ کو نے انہوں نے یہ روایت کے بموجب بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز ایک منادی کو (مسلمانوں کی باتوں میں) یہ نہ کہنے سے منع بھیجا کہ اس سواران خدا سوار ہو جاؤ اور حضرت بلال کو اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جو گھنٹے والے آواز دہرائیں، ان عصر کی نماز یعنی قریظہ تک پہنچنے سے پہلے نہ پڑھنی چاہیے (یعنی ہر شخص پر لازم ہے کہ عصر کی نماز یعنی قریظہ تک اپنی نماز میں پہنچ کر پڑھے)۔ شیخین نے حضرت ابن عمر کی روایت سے، یعنی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس کی روایت سے اور بخاری نے حضرت جب بن جابر کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح سے آواز دہرائیں کہ تمہاری عمر آتی ہے۔ عصر کی نماز (یعنی قریظہ تک پہنچنے سے پہلے کہیں) نہ پڑھنا۔ مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز کے متعلق حکم دیا تھا۔ چنانچہ راستہ میں جب عصر کی نماز یا حسب روایت مسلم ظہر کی نماز کا وقت آ گیا تو بعض لوگوں نے کہا: ہم تو بنی قریظہ میں پہنچ کر عصر کی نماز پڑھیں گے، اس سے پہلے نہیں پڑھیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تاکید فرمایا ہے (اگر نماز میں تاخیر ہوگئی تو) ہم پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔ غروب آفتاب کے بعد جب بنی قریظہ پہنچے تو ان لوگوں نے عصر کی نماز پڑھی۔ پھر لوگوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم یہ ہے کہ نماز نہ پڑھیں (بلکہ جلد پہنچنے کی تاکید مقصود تھی) اس لیے ہم تو راستہ میں ہی نماز پڑھیں گے۔ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع پہنچ گئی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فریق کو تنبیہ نہیں کی۔

شام کو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے۔ حضرت سعد بن عبادہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چھوہاروں کی کچھ بوریاں بھیج دیں۔ یہی اس روز کا کھانا ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوہارے اچھا طعام ہیں۔ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سحر سے اٹھ گئے اور تیر اندازوں کو آگے بھیج دیا۔ تیر اندازوں نے جا کر یہودیوں کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور تیر چلانا اور پتھر پھینکنا شروع کر دیئے۔ قلعوں کے اندر سے یہودی بھی تیر اور پتھر پھینکتے رہے۔ دن اسی طرح گزر گیا، جب شام ہو گئی تو رات بھر مسلمان قلعوں کا محاصرہ کیے رہے اور باری باری سے ڈیوٹی دیتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق مسلمانوں کی طرف سے یہ تیر افگنی برابر جاری رہی۔ یہاں تک کہ یہودیوں کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا اور انہوں نے تیر افگنی چھوڑ دی اور مسلمانوں سے کہا کہ (لڑائی بند کرو) ہم تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہتر ہے۔

یہودیوں نے گڑھی کے اوپر سے نباش بن قیس کو اتار کر بھیجا۔ نباش نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کی اور یہ شرط پیش کی کہ جن شرائط پر بنی نصیر نے صلح کی تھی، ہم بھی انہی شرائط پر صلح کرنا چاہتے ہیں۔ شرائط یہ ہیں کہ اپنا مال (نقد، جنس وغیرہ) اور اسلحہ لے جائیں گے اور عورتوں اور بچوں سمیت تمہاری بستیاں چھوڑ جائیں گے اور سوائے اسلحہ کے باقی مال جتنا اونٹوں پر لادا جائے گا، لاد کر لے جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا۔ یہودیوں نے کہا تو خیر ہم کو مال کی ضرورت نہیں، ہم مال نہیں لے جائیں گے۔ البتہ عورتوں اور بچوں کو اپنے ساتھ بحفاظت لے جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرط ماننے سے بھی انکار کر دیا اور فرمایا: بلا شرط تم کو گڑھیوں سے اتر کر آنا ہوگا ہم جو فیصلہ کر دیں گے اس کو ماننا پڑے گا۔ نباش یہ جواب لے کر بنی قریظہ کے پاس لوٹ گیا اور قوم سے جا کر جو گفتگو ہوئی وہ نقل کر دی۔ کعب بن اسد نے کہا: اے گروہ بنی قریظہ! جو مصیبت تم پر نازل ہوئی ہے وہ تمہاری نظروں کے سامنے ہے۔ اب میں تین باتیں تمہارے سامنے رکھتا ہوں، تم ان میں سے جو چاہو اختیار کر لو۔ بنی قریظہ نے کہا: وہ باتیں کون سی ہیں؟ کعب نے کہا: پہلی بات یہ کہ تم اس شخص کی بیعت کر لو اور اس کو سچا مان لو کیونکہ بخدا یہ وہی نبی مرسل ہے جس کا ذکر تمہاری کتاب میں موجود ہے۔ یہ بات تمہارے سامنے واضح طور پر آچکی ہے۔ اس صورت میں تمہاری جانیں اور مال اور عورتیں محفوظ رہیں گی۔ بخدا! تم خوب جانتے ہو کہ حجر (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی ہیں، ہم کو ان کا ساتھی ہونے سے سوائے اس حسد کے اور کوئی امر مانع نہیں تھا کہ یہ عرب میں سے ہیں، بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں مگر اللہ نے یہ مقام (نبوت) ان کو عطا فرما دیا۔ مجھے عہد شکنی اور وعدہ کی خلاف ورزی پہلے ہی پسند نہ تھی لیکن یہ مصیبت اور نحوست اس شخص (یعنی جی بن اخطب) کی وجہ سے آئی جو بیٹھا ہوا ہے۔

جب قریش اور بنی غطفان واپس چلے گئے تو جی، کعب بن اسد سے کیے ہوئے وعدہ کے مطابق بنی قریظہ کے پاس قلعہ میں آ گیا تھا (اسی کی طرف کعب نے اشارہ کیا) کیا ابن جؤ اس کی بات تم کو یاد ہے جو اس نے تم سے کہی تھی؟ یہودیوں نے پوچھا: کیا کہا تھا؟ کعب نے جواب دیا: جؤ اس نے کہا تھا کہ اس بستی میں ایک نبی کا خروج ہوگا۔ اگر میری زندگی میں اس کا

فروغ ہو گیا تو میں اس کی بیوی اور مددگروں کا اور اگر میرے بعد دو پیدا ہوا تو تم اس کا اتباع کرتا۔ خبردار! کسی کے بہکاوے میں نہ آ جا، اس کے مددگار اور دوست رہتا۔ اگر تم ایسا کرو گے تو دونوں کتابوں پر تمہارا ایمان ہو جائے گا، ازل کتاب پر بھی اور آخری کتاب پر بھی۔ ان کو یہ اسلام کہنا اور بتا دینا کہ میں ان کو سچا جانتا ہوں اور ان پر ایمان رکھتا ہوں۔

عقب نے یہ (اسے معشر یہود) آؤ تم اس سے بیعت کر لیں اور اس کے سچے ہونے کا اعتراف کر لیں۔ بنی قریظہ نے کہا: ہم تو ریت کا علم تو بھی نہیں پھوڑیں گے اور شریعت تو ریت کے بجائے دوسری شریعت کو نہیں اختیار کریں گے۔ عقب نے کہا: جب تم یہ بات نہیں مانتے تو پھر دوسری بات یہ کہ آؤ تم اپنے بیوی بچوں کو قتل کر دو (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کے مقابلے میں تمہاری سوزت برپا کر لیں۔ یہاں تک کہ اللہ، را اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فیصلہ کر دے۔ اگر اسکی حالت میں مجھ کو اپنے پیچھے کسی کو پھوڑ کر نہیں جائیں گے کہ ہمیں اس کے متعلق اندیشہ ہو اور اگر غالب آ جائیں گے تو یقیناً ہم کو اور بیویوں اور بچوں کو بھی لے جائیں گے۔ یہودیوں نے کہا: تم ان بیچاروں کو کیسے قتل کر سکتے ہیں، ان کے بغیر جینے میں کیا لذت رو جائے گی۔ عقب نے کہا: جب یہ بات بھی تم سمجھ نہیں کرتے تو پھر تیسری بات یہ سمجھ لو کہ آج شنبہ کی رات ہے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دو (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اپنے اتر آؤ، تمہیں بے غفلت کی حالت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کرنے میں ہم کو کامیابی مل جائے۔ یہودیوں نے جواب دیا: ہم یوم السبت (کے عہم) کو بگاڑ نہیں سکتے ہم جانتے ہو۔ تم سے پہلے (ہمارے سوا) میں سے) جن لوگوں نے یوم السبت میں بدعت (خلاف شرع حرکت کی تھی) ان پر کیسا سخت عذاب آیا تھا، اس سے تم اسکی حرکت نہیں کر سکتے کہ ہم پر بھی وہ عذاب آ جائے۔ عقب نے کہا: تم میں سے کوئی بھی جب سے وہاں سے ہیٹ سے پیدا ہوا ہے، اب تک ایک دن کے لیے بھی بھی سمجھ دار (دانش مند) نہیں ہوا۔

ان معاندانی کا بیان ہے کہ یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیام بھیجا کہ ہم ابولبابہ سے اپنے معاملہ میں مشورہ کرتے ہیں، آپ ان کو ہمارے پاس بھیج دیئے۔ حضرت ابولبابہ خاندان عمرو بن عوف کے ایک فرد تھے اور یہودی قبیلہ ان کے حریف تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولبابہ کو ان کے پاس بھیج دیا۔ ابولبابہ پہنچے تو یہودی مردان کے استقبال کے لیے ہڑے ہو گئے اور عورتوں اور بچوں نے ان کے سامنے روتا شروع کر دیا۔ ابولبابہ کو ان پر رحم آ گیا۔ یہودیوں نے کہا: ابولبابہ آپ کی بیوی ہے، کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہنے سے ہم کڑھیوں سے اتر آئیں؟ ابولبابہ نے (زبان سے تو) کہا ہاں (کین) ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کر دیا۔ مراد یہ تھی کہ قتل کر دینے جاؤ گے۔ حضرت ابولبابہ کا بیان ہے کہ میں اس جگہ سے بیٹھے بھی نہ پایا تھا کہ مجھے خیال آ گیا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت (بد عہدی) کی۔

حضرت ابولبابہ وہاں سے تھیں برسیدھے مسجد میں آئے اور ایک ستون سے اپنے کو بندھا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ میں اس جگہ سے نہیں ہٹوں گا۔ یہاں تک کہ مرجاؤں یا جو حرکت مجھ سے ہوئی ہے اللہ ان کو عاف فرمائے۔ میں نے اللہ سے عہد کر لیا ہے کہ بنی قریظہ کی سرزمین پر قدم نہیں رکھوں گا اور جس آبادی میں میں نے اللہ اور

اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بد عہدی کی ہے اس میں کبھی مجھے کوئی نہیں دیکھے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے جانے کی اور اس عمل کی جو مجھ سے سرزد ہو گیا تھا، اطلاع پہنچی تو فرمایا: اس کو اس وقت تک یونہی رہنے دو جب تک اللہ اس کے بارے میں کوئی حکم جدید نازل نہ فرمادے۔ وہ اگر میرے پاس آجاتا تو میں اللہ سے اس کے لیے معافی کی دعا کرتا لیکن جب وہ میرے پاس نہیں آیا اور خود چلا گیا تو اس کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دو۔ اسی واقعہ کے سلسلہ میں آیت ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ“ اس کے بعد ابولبابہ کی توبہ قبول ہونے کی وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ کے مکان میں تھے۔ حضرت ام سلمہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنستے سنا تو عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ آپ کو ہنستا رکھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس وجہ سے ہنس رہے ہیں؟ فرمایا: ابولبابہ کی توبہ قبول ہو گئی۔ میں نے عرض کیا: کیا میں اس کو اس کی بشارت دے دوں؟ فرمایا: اگر تم چاہتی ہو (تو ایسا کر لو) میں اٹھ کر حجرہ کے دروازہ پر پہنچی (یہ واقعہ حکم پردہ نازل ہونے سے پہلے کا ہے) اور کہا: ابولبابہ! تم کو بشارت ہو، اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔ یہ سنتے ہی لوگ ابولبابہ کو کھولنے کے لیے دوڑ پڑے۔ لیکن ابولبابہ نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! (مجھے کوئی نہ کھولے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مجھے اپنے ہاتھ سے کھولیں تو خیر فجر کی نماز کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے اور ابولبابہ کی طرف سے گزرے اور ان کو آزاد کیا۔

ثعلبہ بن سعید اور اسید بن سعید اور اسد بن عبید نے کہا: (یہ خاندان نہ تو بنی قریظہ میں سے تھے نہ بنی نضیر میں سے بلکہ ہذیل میں سے تھے، اوپر کسی جگہ بنی قریظہ سے ان کا رشتہ ملتا تھا) اے گروہ بنی قریظہ! بخدا تم خوب جانتے ہو کہ یہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور ان کا حلیہ اور اوصاف ہمارے پاس (ہماری کتابوں میں) موجود ہیں جو ہمارے علماء اور بنی نضیر کے علماء بیان کرتے رہے ہیں۔ ابن ہیان ہمارے نزدیک بڑا سچا آدمی تھا۔ یہ حی بن اخطب جو بنی نضیر کا اول شخص ہے، اس کے حالات سے واقف ہے۔ اس نے مرتے وقت اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صفات (حلیہ، اخلاق وغیرہ) بیان کیے تھے۔ بنی قریظہ نے کہا: ہم شریعت (توریت کو نہیں چھوڑیں گے۔ جب ثعلبہ اور اسید وغیرہ نے دیکھا کہ بنی قریظہ نے ان کی بات نہیں مانی تو اسی تاریخ کو صبح ہوتے ہی گڑھی سے اتر گئے اور جا کر مسلمان ہو گئے اور اپنی جانوں، مالوں اور اہل و عیال کو محفوظ کر لیا۔

عمر بن مسعود نے کہا: اے گروہ یہود! تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جن باتوں پر بقسم معاہدہ کیا تھا، اس سے تم واقف ہو، تم نے اس معاہدہ کو توڑ دیا۔ میں تمہارا شریک نہ تھا، نہ معاہدہ میں داخل تھا، نہ معاہدہ شکنی میں۔ اب اگر (مسلمان ہونے سے) تم انکار کرتے ہو تو جزیہ قبول کر لو اور یہودیت پر قائم رہو۔ بنی قریظہ نے کہا: ہم عرب کو جزیہ دینے کا بار اپنی گردنوں پر نہیں لیں گے، اس سے تو قتل ہو جانا بہتر ہے۔ عمرو نے کہا: تو میں تم سے الگ ہوں۔ یہ کہہ کر اسی رات سعید کے دونوں بیٹوں کے ساتھ نکل کر چلا گیا۔ اسلامی لشکر کے محافظوں کے کمانڈر محمد بن مسلمہ تھے۔ عمرو بن مسعود جب یہودیوں کے پاس سے نکل کر اسلامی لشکر کے محافظوں تک پہنچا تو محمد بن مسلمہ نے کہا: کون ہے؟ عمرو بن مسعود نے کہا: عمرو بن مسعود۔ محمد بن مسلمہ نے کہا: اے اللہ! مجھے عزت والوں کی صحبت سے محروم نہ کرنا۔ پھر (عمر کو داخلہ کی اجازت دے دی) راستہ چھوڑ دیا۔ عمرو آ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد تک پہنچ گیا اور وہیں

رات گزار دی۔ صبح ہوئی تو یہ کسی کو معلوم نہ ہوا کہ وہ اس وقت تک کہاں رہا۔ بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس آدمی کو اللہ نے وفائے عہد کی وجہ سے بچا لیا، (مخفوظ رکھا)۔

بنو قریظہ کا محاصرہ اور ان سے حاصل ہونیوالا مال غنیمت

مسلمانوں نے بنی قریظہ کا محاصرہ پچیس روز جاری رکھا، یہاں تک کہ محاصرہ کی تکلیف سے وہ تھک آئے اور اللہ نے ان کے انگوٹھوں میں رعب ڈال دیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق وہ اتر آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پیشین گوئی کا حکم دے دیا اور محمد بن مسلمہ کو اس خدمت پر مامور فرمایا۔ پھر ان کو ایک طرف لے گئے اور عورتوں، بچوں کو قلعوں سے باہر لے گیا اور یہ خدمت عبداللہ بن سلام کے سپرد کی گئی۔ پھر ان کا سامان جمع کیا گیا جس میں پندرہ سو گھوڑا، تین زرہیں، دو ہزار بھلے، پندرہ سو پہڑے کی چھوٹی بڑی ڈھالیں، بہت سا اثاثہ البیت، بکثرت خروف اور شراب اور خشک شربت ملا۔ شراب بہانی گئی، اس میں سے پانچواں حصہ نہیں نکالا گیا۔ آپ کئی اونٹوں کی کافی تعداد اور موٹی بکثرت دستیاب ہوئے۔ یہ سب مال جمع کیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ گئے۔ پھر قبیلہ اوس والے قریب آئے اور انہوں نے عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیفے ہیں، خزرج کے صحیفے نہیں ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ابن ابی (سردار خزرج) کے حلیفوں تثنی بنی قریظہ کے معاذ بن معاذ نے آپ سے یہ سواک کیا۔ خزرج کی وجہ سے تثنی سو غیر مسلح اور چار سو زرو پوش لوگوں کو آپ نے معاف فرمایا۔ اب وہ رے صحیفے بھی اپنی آڑ میں پریشیمان ہیں، ان کو ہماری وجہ سے معاف فرمادیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معاف کر دیا، وہی بات نہیں کی۔ اوس والوں نے جب زیادہ اصرار کیا تو فرمایا: کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرو گے کہ یہ فیصلہ تمہارے ہی ایک آدمی کے سپرد کر دیا جائے؟ اوس والوں نے کہا: کیوں نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو فیصلہ سعد بن معاذ کے سپرد ہے۔ ابن عقبہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے صحابہ میں سے جس شخص کو چاہو (اس فیصلہ کے لیے) انتخاب کر لو۔ سفارش کرنے والوں نے حضرت سعد بن معاذ کو منتخب کر لیا۔

ایک مسلمان عورت تھی جس کو رفیدہ کہا جاتا تھا۔ وہ زنیوں کا علاج کرتی تھی اور جس زنی کا کوئی دیکھ بھال کرنے والا، حمار دار نہ ہوتا تھا، ہامید ثواب اس کی خدمت خود کرتی تھی۔ اس کا خیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مسجد کے اندر لگا دیا گیا تھا۔ جب حضرت سعد جنگ خندق میں زخمی ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے دیا تھا کہ سعد کو رفیدہ کے خیمہ میں رکھو تاکہ قریب سے میں اس کی عیادت اور خبر گیری کر سکوں۔ چنانچہ اس محاصرہ کے زمانہ میں حضرت سعد مسجد کے اندر رفیدہ کے خیمے میں مقیم تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو بنی قریظہ کے معاملہ کا بیج بنا دیا تو ہمیں رفیدہ کے خیمہ میں قبیلہ اوس والے حضرت سعد کے پاس آئے اور آپ کو ایک عربی گدھے پر سوار کیا، گدھے پر ریشوں سے بنا ہوا چار جامہ رکھا گیا تھا اور چار جامہ کے اوپر ایک کبیل ڈال دیا گیا تھا، گدھے کی اکام بھی کھجور کے ریشوں کی تھی۔

حضرت سعد جسم دار آدمی تھے، قبیلہ اوس والے آپ کو اپنے گھیرے میں لے کر چلے اور راستہ میں حضرت سعد سے کہنے لگے: ابو عمرو! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بھائیوں (یعنی حلیفوں) کا معاملہ آپ کے سپرد کر دیا تاکہ آپ ان کے معاملہ میں اچھا سلوک کریں، اس لیے آپ بھی ان کے ساتھ بھلائی کریں۔ (یعنی سخت فیصلہ نہ کریں) آپ دیکھ چکے ہیں کہ ابن ابی نے اپنے حلیفوں کے ساتھ کیسا اچھا سلوک کیا تھا۔ یہ لوگ حضرت سعد سے بہت زیادہ سفارش کرتے رہے مگر آپ خاموش تھے، کوئی بات زبان سے نہیں نکال رہے تھے۔ آخر جب ان لوگوں نے زیادہ دور کر دیا تو آپ نے فرمایا: اب سعد کے لیے وقت آ گیا ہے کہ اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت گر کے برا کہنے کی اس کو پرواہ نہ ہو۔ یہ سن کر ضحاک بن خلیفہ بن ثعلبہ انصاری اور دوسرے لوگ بول اٹھے: افسوس! قوم والوں کی تباہی آگئی۔ سعد کے منہ سے نکلی ہوئی بات ابھی اوس والوں کو پہنچی بھی نہ تھی کہ ضحاک نے ان کو جا کر بنی قریظہ کی موت کی (یعنی فیصلہ موت کی) اطلاع دے دی۔

صحیحین میں آیا ہے کہ جب حضرت سعد مسجد کے قریب پہنچے یعنی اس مسجد کے قریب پہنچے جو محاصرہ کے زمانہ میں بنی قریظہ کے احاطہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے تیار کرائی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے سردار کے (استقبال) کے لیے اٹھو۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ اپنے بہترین (سب سے اچھے) آدمی کے لینے کے لیے اٹھو۔ مہاجرین قریش کے نزدیک یہ خطاب صرف انصار کو تھا اور انصار کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطاب تمام مسلمانوں کو تھا۔ امام احمد کی روایت میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے سردار کو لینے کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور اس کو اتارو۔ بنی عبدالاشہل کا بیان ہے کہ (اس حکم کی تعمیل میں) ہم نے اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر دو قطاریں بنالیں۔

بوساطت حضرت جابر روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سعد! ان کے بارے میں فیصلہ کرو۔ حضرت سعد نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول فیصلہ کرنے کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ہی نے تم کو حکم دیا ہے کہ اپنے حلیفوں کے معاملہ کا فیصلہ کرو اور اچھی طرح کرو۔ حضرت سعد نے (انصاریان اوس سے) کہا: کیا بنی قریظہ کے معاملہ میں تم میرے فیصلہ پر راضی ہو؟ سب نے کہا: ہاں، ہم تو اس وقت بھی راضی تھے جب آپ یہاں موجود نہ تھے۔ ہم نے آپ کا انتخاب کیا اور یہ امید تھی کہ آپ ہم پر احسان کریں گے جیسے دوسروں نے (یعنی ابن ابی نے) اپنے حلیفوں کے ساتھ یعنی بنی قینقاع کے ساتھ کیا تھا۔ سعد نے کہا: کیا تم اللہ کے عہد و میثاق کے ساتھ کہتے ہو کہ جو کچھ فیصلہ میں کروں گا، تم اس کو واجب النفاذ قرار دو گے۔ سب نے کہا: ہاں۔ سعد نے اس گوشہ کی جانب جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، اشارہ کرتے ہوئے کہا: (یہ فیصلہ) کیا ان پر بھی ہوگا جو یہاں ہیں؟ عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام کرتے ہوئے حضرت سعد کا رخ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مڑا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ سعد نے کہا: تو میں فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے بالغ مرد قتل کر دیئے جائیں اور عورتوں، بچوں کو باندی، غلام بنا لیا جائے اور ان کے مال کو بانٹ لیا جائے اور ان کے گھر مہاجرین و انصار کو دے دیئے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کرتے یہ فیصلہ اس حکم خداوندی کے مطابق کیا جو سات گھڑوں (یعنی سات آسمانوں) کے اوپر سے اللہ نے نازل فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے بروز پنج شنبہ نوبیا پانچ ذی الحجہ کو واپس ہوئے اور حسب القلم رملہ بنت عمارث نبویہ کے گھر میں یہودیوں کو بند کر دیا گیا۔ سچ ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے بازار کی طرف تشریف لے گئے۔ وہ بازار وہی تھا جو آج بھی ہے اب اس کو کربلا صوفیہ کا حکم دیا۔ چتا نچا ابوالہثم عدوی کے مکان کے پاس سے انبار الثریت تک بازار میں سجا پہ گڑھا صوفیہ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما رہے، پھر آپ نے بنی قریظہ کے مردوں کو بلوایا اور اس گڑھے میں ان کی کمر بستہ کر دینی چاہتے تھے۔ کعب بن اسد سے جو یہودیوں کو دستہ دستہ (قطار در قطار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئے تھے، یہودیوں نے کہا کعب! تمہارا کیا خیال ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے ساتھ کیا سوک کرنے والے ہیں؟ کعب نے جواب دیا تم کہتو تمہارا ساتھ دو معاملہ کریں گے جو تم کو پسند نہ ہوگا۔ بہر حال تم کو دیت لے کر چھوڑا نہیں جائے گا تم میں سے جو جائے گا وہ لوٹ کر نہیں آئے گا۔ خدا کی قسم! (اب تو تمہارا لیے) تمہارا ہی ہے۔ میں نے تم کو پہلے جس بات کی دعوت دی تھی (یعنی مہذب بنی نہ کرنے کی) تم نے اس کو نہ مانا۔ اور کہنے کے یہ وقت قرب (برا بھلا کہنے) کا نہیں ہے اگر ہم تمہاری رائے کو برا سمجھتے تو خدا نے فرمادیا ہے کہ وہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان تھا اس کو توڑنے میں شریک نہ ہوتے۔ حتیٰ ان انھیں نے ہا اب ایک اور سے کو برا بھلا بہتہ چھوڑا، اس وقت اس سے کچھ فائدہ نہیں، مرنے پر تیار ہو جاؤ۔

حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما نے بنی قریظہ کو قتل کیا تھا (یعنی قتل کرنے کی خدمت ان ہی دونوں نے کی تھی) انہوں نے انہیں بھی (پھر بنی بنی انھیں کو لایا گیا، اس وقت گردن سے اس کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے اور فتنہ جوڑا اس کے قتل ہونے سے لیے ہاتھ رکھا تھا لیکن پھر اس کو پھاڑ دیا اور انکلی انکلی یہ ابر کھڑے کر دیئے تاکہ اس کو اتار کر کوئی پہن نہ سکے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دشمن خدا! کیا اللہ نے تجھے میرے قابو میں نہیں دیا؟ کہنے لگا: یہاں نہیں، میں آپ سے دشمنی رکھنے پر میں اپنے آپ کو قابل ملامت نہیں قرار دیتا کیونکہ اپنے خیال میں میں آپ پہ قابو تھا اب نے کا خواہتا کرتا لیکن اللہ کو یہ منظور نہ تھا، اس کو یہی منظور تھا کہ مجھ پر آپ کو قابو عطا کر دے۔ میں نے چند روز انکالی تین جس کی مدد اللہ نہ کرے اس کی مدد کوئی نہیں کرتا۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: لوگو! اللہ کے حکم میں کوئی خرابی نہیں، بنی اسرائیل پر یہ خدا کی طرف سے لکھا ہوا اور مقدر کیا ہوا امر ہے۔ یہ کہنے کے بعد بیٹھ گیا، پھر اس کی گردن مار دی گئی۔

بنانہ عورت کا قصہ

(اس روز) سوائے بنی نضیر کی ایک عورت کے اور کسی عورت کو قتل نہیں کیا گیا۔ یہ عورت بنانہ تھی جو بنی قریظہ کے کسی مرد کے نکاح میں تھی اور وہ عین میں بڑا پیارا تھا۔ جب یہودیوں کا محاصرہ سخت ہو گیا تو بنانہ شوہر کے سامنے روئی اور کہا: تم مجھ سے جدا ہو جاؤ گے۔ شوہر نے کہا: تو ریت کی قسم! تو اور کسی کام نہیں آسکتی، صرف اس چکی کے پاٹ کو اوپر سے مسلمانوں پر لڑھکا دے، کیونکہ

اب تک ہم ان میں سے کسی کو قتل نہیں کر سکے تو عورت ہے، اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم پر غالب آگئے تو تجھے قتل نہیں کریں گے کیوں کہ وہ عورتوں کو قتل نہیں کرتے ہیں اور یہ مجھے گوارا نہیں کہ تجھے باندی بنا لیا جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ (میرے بعد) تجھے قتل کر دیا جائے۔ بنانہ اس وقت زبیر بن باطا کے قلعہ میں تھی، اس نے قلعہ کے اوپر سے چکی کا پاٹ لڑھکا دیا۔ مسلمان سایہ لینے کے لیے قلعہ (کی دیوار) کے نیچے بیٹھ جایا کرتے تھے، مسلمانوں نے جب یہ حرکت دیکھی تو منتشر ہو گئے۔ خلا د بن سوید کے اوپر چکی گر پڑی اور ان کا سر پھٹ کر ٹکڑے ہو گیا، اسی سے ان کی وفات ہو گئی۔ عروہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: واللہ! بنانہ میرے پاس موجود تھی اور خوب ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کو تلواروں سے قتل کر رہے تھے۔ دوسری روایت میں آیا کہ بنانہ (ہنس ہنس کر) کہہ رہی تھی کہ بنی قریظہ کے سردار مارے جا رہے ہیں۔ ایک دم کسی پکارنے والے نے بنانہ کا نام لے کر آواز دی: فلاں عورت کہاں ہے؟ بنانہ نے کہا: میں ہوں، خدا کی قسم! میں نے کہا: کم بخت! تجھے اس سے کیا تعلق؟ کہنے لگی: (اب) میں ماری جاؤں گی۔ میں نے کہا: کیوں؟ کہنے لگی: میں نے ایک بات کی ہے۔ چنانچہ وہ چلی گئی اور خلا د بن سوید کے عوض اس کی گردن مار دی گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں، میں بنانہ کی خوش طبعی اور ہنسی کی زیادتی نہیں بھولوں گی جب کہ وہ جان چکی تھی کہ اس کو قتل کیا جائے گا (پھر بھی خوب ہنس رہی تھی)۔

محمد بن اسحاق نے بروایت زہری بیان کیا ہے کہ دور جاہلیت میں جنگ بعاث کے دن زبیر بن باطا قرظی جس کی کنیت ابو عبد الرحمن تھی، ثابت بن قیس بن شماس کو پکڑ کر لے گیا اور (بجائے قتل کرنے یا غلام بنانے کے) اس کی پیشانی کے بال کاٹ کر چھوڑ دیا۔ جب بنی قریظہ کا یہ دن آیا تو زبیر قرظی بہت بوڑھا تھا۔ ثابت نے اس سے کہا: ابو عبد الرحمن! کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ زبیر نے جواب دیا: مجھ جیسا آدمی آپ جیسے آدمی سے کس طرح انجام رہ سکتا ہے؟ ثابت نے کہا: آپ نے جو احسان مجھ پر کیا تھا، میں آج اس کا بدلہ دینا چاہتا ہوں۔ زبیر نے کہا: شریف لوگ بھلائی کا اچھا بدلہ دیتے ہی ہیں۔ اس کے بعد ثابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! زبیر کا مجھ پر ایک احسان تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کا بدلہ اتار دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! زبیر کی جان مجھے عطا فرمادیں۔ فرمایا: وہ تم کو بخش دیا گیا۔ ثابت یہ اختیار لے کر زبیر کے پاس آئے اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے تمہاری جان بخشی کر دی۔

زبیر نے کہا: ایک بڑا بوڑھا جس کے نہ بیوی نہ بچے، زندہ رہ کر کیا کرے گا؟ یہ بات سن کر ثابت پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! زبیر کے بال بچوں کو معاف کر دیجئے۔ فرمایا: وہ بھی تمہیں دے دیئے گئے۔ ثابت زبیر کے پاس پہنچے اور کہا: تمہارے اہل و عیال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہبہ کر دیئے اور اب میں وہ تم کو دیتا ہوں۔ زبیر نے کہا، وہ گھر والے جو جاز میں ہوں اور ان کے پاس کچھ مال نہ ہو، کس طرح جی سکتے ہیں؟ ثابت پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کا مال بھی عطا فرماد دیجئے؟ فرمایا: وہ بھی تم کو دے دیا گیا۔ ثابت نے زبیر سے جا کر کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارا مال مجھے بخش دیا، اب وہ تمہارا ہے۔

زبیر نے کہا: ثابت اس شخص کا کیا ہوا جو خوبصورت یعنی آئینہ تھا جس کے اندر (پورے) قبیلہ کا چہرہ دکھائی دیتا تھا یعنی کعب بن اسد؟ ثابت نے کہا: اس کو قتل کر دیا۔ زبیر نے کہا: اچھا اس کا کیا ہوا جو شہریوں کا بھی سردار تھا اور سحرانگین لوگوں کا بھی، دونوں کا سر مردو تھا، لڑائی کے موقع پر لوگوں کو سواریاں عطا کرتا اور قحط کے زمانے میں کھانا کھلاتا تھا، یعنی تی ابن اخطب کہاں گیا؟ ثابت نے کہا: وہ بھی مارا گیا۔

زبیر نے کہا: غزالہ بن شمول کا کیا ہوا جو مملہ کرنے کے وقت ہمارا ہرازل تھا اور تملہ سے مڑنے کے وقت ہمارے لیے حاشیہ ہوتا تھا (یعنی مینڈ اور میسرو ہو جاتا تھا تاکہ ہماری حفاظت ہو سکے) ثابت نے کہا: وہ بھی قتل ہو گیا۔ زبیر نے کہا: دونوں نشست کا ہوں یعنی نبی کعب، نبی قریظہ اور نبی عمر بن قریظہ کی مجلسوں کا کیا ہوا؟ ثابت نے کہا: (دونوں مجلسوں کے) لوگ چلے گئے اور رہ گئے۔ زبیر نے کہا: ثابت! میں نے جو بھائی تھے ساتھ کی تھی اس کا واسطہ دے کر تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو مجھے بھی انہی لوگوں کے پاس پہنچا۔ خدا کی قسم! ان کے بعد زندگی کا کوئی مزد نہیں جس گھر میں دو لوگ فردکش اور مقیم تھے، اس گھر میں جا کر اس سے جہد ہمیشہ رہوں، مجھے اس کی ضرورت نہیں لیکن ثابت میرے بعد میرے اہل و عیال کا لحاظ رکھنا۔ اپنے ساتھ سے درخواست کرتا کہ وہ ان کو آزاد کر دے اور ان کا مال ان کو دے دے۔ چنانچہ ثابت کی درخواست پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر کے یہی بیٹے کو اور باقی بھائیوں کو واپس کر دیا۔ زبیر نے کہا: ثابت! میرا جو حق تجھ پر ہے، تجھے اس کا واسطہ! مجھے (بعد) ان دوستوں سے دے۔ مجھ سے اب اتنی دیر بھی صبر نہیں ہو سکتا جتنی دیر بھرے ہوئے ذول کو حوض میں اُلٹ کر دو بار ذول و نون میں اُلٹے میں ہوتی ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ثابت نے لے جا کر زبیر کی گردن مار دی۔

محمد بن عمر کا بیان ہے کہ ثابت نے کہا: زبیر! مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں تجھے قتل کر دوں۔ زبیر نے کہا: مجھے پروا نہیں کہ یہ اتفاق ہو (تیرے ہاتھ سے مارا جاؤں یا کسی اور کے ہاتھ سے، میرے لیے دونوں برابر ہیں) آخر حضرت زبیر بن عوام نے اس کو قتل کر دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق کو جب زبیر قرعہ کے اس قول کی اطلاع ملی کہ میں اپنے دوستوں سے طوں کا تو آپ نے فرمایا جنہر کی آگ میں، وہ اپنے دوستوں سے ہمیشہ ہمیشہ ملاقات کرتا رہے گا۔

اس کے بعد نبی قریظہ کا مال متاع اور عورتوں کی تقسیم کی گئی۔ یہ سب سے پہلا مال فنی تھا جس میں (بغض لوگوں کو) دوہرا حصہ ملا۔ مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی اور ان میں ۳۶ گھوڑے (سوار) تھے۔ کل مال کے تین ہزار بہتر (۳۰۷۲) حصے کیے گئے، ہر آدمی کا ایک حصہ اور گھوڑے کا دوہرا حصہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین گھوڑے تھے لیکن حصہ صرف ایک ہی گھوڑے کا مقرر کیا گیا۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کا یہی قول ہے اور اسی واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک سوار کے گھوڑے، خواہ ایک سے زائد ہوں لیکن حصہ صرف ایک ہی گھوڑے کا اکیا جائے گا۔ ساتھین کے نزدیک ایک سے زائد اگر کسی سوار کے گھوڑے ہوں تو صرف دو گھوڑوں کا حصہ اکیا جائے گا، وہ سے زائد گھوڑوں کے حصے اکتا با اتفاق آئمہ ممنوع ہے۔ سورۃ الانفال میں اس کی بحث گزر چکی ہے۔

ریحانہ بنت عمرو کے اسلام لانے کا واقعہ اور آپ کی مملوکہ رہنے پر اصرار

بنی نضیر کے خاندان کی ایک عورت تھی جس کا نام تھا ریحانہ بنت زید بن عمرو بن حذافہ، یہ بنی عمرو بن قریظہ میں بیاہی گئی تھی۔ عورت تھی خوبصورت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھاگئی۔ آپ نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا، لیکن اس نے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کنارہ کش ہو گئے لیکن دل میں اس کا خیال رہا۔ اس لیے ابن سعیہ کو طلب فرما کر ان سے اس کا تذکرہ کیا۔ ابن سعیہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر میرے ماں باپ قربان، وہ مسلمان ہو جائے گی۔ ابن سعیہ یہاں سے نکل کر ریحانہ کے پاس پہنچے اور اس سے کہنے لگے: اب اپنی قوم کی طلب چھوڑ دو۔ تم نے دیکھ لیا کہ حی ابن اخطب کیسی مصیبت ان پر لے آیا۔ اب مسلمان ہو جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو اپنے لیے پسند فرمائیں گے۔ ریحانہ نے ابن سعیہ کی بات مان لی۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے، اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتوں کی آواز سنائی دی۔ فرمایا: یہ تو ابن سعیہ کے جوتوں کی آواز ہے، مجھے ریحانہ کے مسلمان ہونے کی بشارت دینے آرہا ہے۔ چنانچہ ابن سعیہ آگئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ریحانہ مسلمان ہو گئی۔ یہ بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو گئے۔ ریحانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک آپ کے پاس رہی اور مملوکہ ہونے کی حالت میں ہی رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ ریحانہ سے نکاح کر لیں اور اس کو پردہ میں رکھیں، لیکن ریحانہ نے کہا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے یوں ہی اپنی ملکیت میں رہنے دیجئے (آزاد نہ کیجئے) میرے اور آپ کے لیے یہی بات آسان ہے (نہ اس میں آپ کو کوئی تکلیف ہے نہ مجھے) اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو باندی (ہی کی صورت میں) رہنے دیا۔

جب بنی قریظہ کا قصہ ختم ہو گیا تو حضرت سعد بن معاذ کا زخم بھی کھل گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سعد کے پاس (ان کو دیکھنے) گئے۔ (عمر رونے لگے) اس وقت میں اپنے حجرہ میں تھی۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! میں نے عمر کے رونے کی آواز، ابو بکر کے رونے کی آواز سے الگ پہچان لی اور یہ لوگ ایسے ہی تھے جیسا اللہ نے فرمایا ہے: "رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" بنو قریظہ کی فتح کا واقعہ ذی قعدہ پانچ ہجری میں ہوا۔ سلیمان بن صرد سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جب وہ غزوہ احزاب سے فارغ ہوئے۔ اب ہم ان کے ساتھ جنگ کریں گے اور وہ ہمارے ساتھ نہیں لڑیں گے۔ ہم ان کی طرف چلیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اللہ ان کے لشکر کو عزت دے اور اس کے بندے کی مدد فرمائے اور احزاب والوں پر اکیلے غالب آجائے ان پر اکیلے کوئی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بنو قریظہ کے قصہ میں ارشاد فرمایا "وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرِّيبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ" وہ لوگ جو تقریباً سات ہزار تھے۔ "وَتَأْسِرُونَ"

فریفتا اس سے مراد تمہیں اور بچے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ سات ہزار پانچ سو تھے اور بعض نے سات ہزار بتی کہا ہے۔

وَأُورِثُكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطُورُهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ⑥
يَأْتِيهَا النَّبِيُّ قُلٌّ لَّا زَوْجَكَ إِن كُنْتُمْ تُرَدُّنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَرِزْقَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمْتِعْكُمْ
وَأَسْرَحْكُمْ سَرَاحًا جَمِيلًا ⑦ وَإِن كُنْتُمْ تُرَدُّنَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ وَالذَّارِ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ
أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُمُ أَجْرًا عَظِيمًا ⑧

⑥ اور ان کی زمین اور ان کے گھر اور ان کے مالوں کا تم کو مالک بنا دیا اور انکی زمین کا بھی جس پر تم نے
قد نہیں رکھا اور اللہ تعالیٰ پر چینی پر چوری قدرت رکھتا ہے اسے نبی آپ اپنی بیبیوں سے فرمادیجئے کہ تم اگر دنیاوی
زندگی کا شوق (اور اس کی بہاری چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو چھ ماہ (دنیوی) دیدوں اور تم کو خوبی کے ساتھ
بخشتوں اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول کو اور اللہ کو آخرت کو تو تمہیں سے نیک کرداروں کے لئے
اللہ تعالیٰ نے بڑے عظیم مہربانہ برص ہے۔

⑦ "وَأُورِثُكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطُورُهَا" ابن زید اور مقاتل کا بیان ہے کہ اس سے
مراد ہے۔ آباد ہاتھوں ہے۔ اور اس بارے میں باتیں کرتے تھے کہ یہ مکہ ہے۔ حسن کا قول ہے کہ اس سے مراد فارس و روم
ہے۔ ترجمہ کا قول ہے کہ اور زمین جو قیامت کے دن صولی جائے گی۔ "وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا"

⑧ "يَأْتِيهَا النَّبِيُّ قُلٌّ لَّا زَوْجَكَ إِن كُنْتُمْ تُرَدُّنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَرِزْقَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمْتِعْكُمْ
وَأَسْرَحْكُمْ سَرَاحًا جَمِيلًا"۔ "وَأَسْرَحْكُمْ سَرَاحًا جَمِيلًا"

⑨ "وَإِن كُنْتُمْ تُرَدُّنَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ وَالذَّارِ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُمُ أَجْرًا عَظِيمًا"
امپراتور عثمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا انبیوی سارا و سامان مانگا اور مصارف میں کچھ وسعت کی طلب کار
ہوئیں۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تم کو ہمہ اذیت ہوئی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب بیویوں سے کنارہ کش
ہو گئے اور تمہاری ایسے مدت کی کے پاس نہیں جائیں گے اور کاشائے نبوت سے برآمد بھی نہیں ہوئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم
و فرمائی کہ جانے کیا بات ہے۔ پھر ان کے لئے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تم کو بتاؤں گا کہ اصل بات کیا ہے۔

آیت وَإِن كُنْتُمْ تُرَدُّنَ اللَّهُ وَالذَّارِ الْآخِرَةَ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا

آپ نے بیویوں کو طلاق دے دی؟ فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مسجد میں مسلمان کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی۔ کیا میں اب جا کر ان سے کہہ دوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق نہیں دی؟ فرمایا: ہاں۔ اگر تم چاہو تو۔ میں جا کر مسجد کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا اور انتہائی اونچی آواز سے پکار کر کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی ہے اور یہ آیت نازل ہوئی: ”وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوْ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَ الَّذِينَ يُسْتَبْطُونَهُ“ اور اگر ان کے پاس خوف یا امن کی کوئی خبر آتی ہے تو (بلا تحقیق) اس کو پھیلاتے ہیں اور اگر اس خبر کو رسول کی جانب اور اپنے سمجھ دار لوگوں کی جانب راجع کر دیتے تو اصل واقعہ کو استنباط کرنے والوں کو اس کا (صحیح) علم ہو جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اس خبر کی حقیقت دریافت کی تھی، اہمات المؤمنین کے اس واقعہ کے متعلق اللہ نے آیات ذیل نازل فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے اسماء گرامی

کہ اس زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیویاں تھیں، پانچ قریشی حضرت عائشہ بنت ابوبکر، حضرت حفصہ بنت عمر فاروق، حضرت أم حبیبہ بنت ابوسفیان، حضرت أم سلمہ بنت أمیہ، حضرت سودہ بنت زمعہ۔ باقی چار قریشی نہیں تھیں حضرت زینب بنت جحش اسدی، حضرت میمونہ بنت حارث ہلالی، حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب خیبری اسرائیلی، حضرت جویریہ بنت حارث مصطلقی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہن)

جب آیت تنخیر (مندرجہ بالا نازل ہوئی) تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ چھیتی بی بی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے آیت پڑھی اور ان کو (طلاق حاصل کرنے یا ساتھ رہنے) کا اختیار دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اللہ، اس کے رسول اور دار آخرت کو اختیار کیا اور اس بات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر خوشی محسوس ہوئی۔ دوسری بیبیوں نے بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پیروی کی۔

قتادہ کا بیان ہے کہ جب اہمات المؤمنین نے اللہ، اس کے رسول اور دار آخرت کو اختیار کیا تو اللہ نے بھی ان کی قدر افزائی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہی بیبیوں پر بس کرنے اور آئندہ نکاح نہ کرنے کا حکم دے دیا اور فرمایا: ”لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدِ الْخَ“ ان کے بعد تمہارے لیے اور عورتوں سے نکاح جائز نہیں۔

مسلم، احمد اور نسائی نے بوساطت ابوالزبیر حضرت جابر کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوت میں داخلہ کی اجازت طلب کی لیکن آپ کو اجازت نہیں ملی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے اجازت طلب کی، ان کو بھی اجازت نہیں ملی۔ کچھ دیر کے بعد دونوں کو اجازت دے دی۔ دونوں حضرات اندر پہنچ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک نہیں خا موش بیٹھے ہوئے تھے، گردا گرد آپ کی یہاں موجود تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے دل میں) کہا کہ مجھے کوئی ایسی بات کہنی چاہیے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے (یہ خیال کر کے) میں نے عرض کیا، دیکھئے! اگر عار جہ کی بیٹی (یعنی میری بی بی) مجھ سے (زائد) فریق لگتی تو میں اٹھ کر اس کی گردن توڑ دیتا۔ یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آگئی اور فرمایا: تم دیکھ رہے ہو کہ میرے گردا گرد یہ عورتیں بیٹھتی ہیں اور مجھ سے زیادہ فریق دینے کی خواہش کرتی ہیں۔ یہ بات سنتے ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گردن پر ضرب رسید کرنے اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی حضرت عائشہ کی طرف گردن پر ضرب لگانے کے لیے بڑھے اور دونوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو چیز نہیں ہے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم گز بھی نہ کرتے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب عورتوں سے ایک مہینہ یعنی تیس (۲۹) روز کن روٹھ رہے، پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

روایت کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کی اور فرمایا: عائشہ! میں ایک بات تمہارے سامنے رکھتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ اپنے والدین سے مشورہ کیے بغیر تم جواب دینے میں جلدی نہ کرو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کے رسول! وہ کیا بات ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت مذکورہ پڑھ کر سنائی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ کے بارے میں میں اپنے باپ ماں سے مشورہ کروں؟ (یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، لیکن آپ سے میری درخواست ہے کہ اپنی بیویوں میں سے کسی عورت کے پاس فیصلہ کی اجازت آپ نہ دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے تو جو عورت بھی پوچھے گی میں اس کو بتاؤں گا۔ اللہ نے مجھے نورا کھینچا، کونہیں بنا، بشارت دہندہ اور معلم بنا کر مبعوث کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیویوں سے ایک ماہ ایلاء کرنا

صحیح میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی تھی۔ مجھ سے عرو نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا ہے کہ (۲۹ روز کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ ہمارے پاس ایک ماہ تک نہیں آئیں گے اور آج تو ۲۹ دن ہوئے ہیں، میں سن رہی ہوں۔ فرمایا: مہینہ ۲۹ دن کا ہے۔

عرو میں اختلاف ہے کہ یہ اختیار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کو دیا تھا، کیا تفویض طلاق تھی کہ اگر عورتیں اپنے نفس کو اختیار دیتیں تو فوراً طلاق پڑ جاتی (مزید طلاق دینے کی ضرورت نہ ہوتی) یا ایسا نہ تھا (بلکہ اس سے محض عورتوں کی مرضی کا اظہار ہو جاتا اور پھر بھی طلاق کا اختیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں رہتا) بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ

تفویض طلاق تھی لیکن حسن، قتادہ اور اکثر اہل علم کا قول ہے کہ یہ تفویض طلاق نہ تھی بلکہ طلب طلاق کا اختیار دیا گیا تھا۔ اگر عورتیں دنیا کو پسند کر لیتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو چھوڑ دیتے (یعنی طلاق دے دیتے) کیونکہ آیت میں آیا ہے: ”فَتَعَالَيْنِ امْتَعِنَّ وَاسْرَحْنَ“ (اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر عورتیں دنیا کو اختیار کر لیتیں تب بھی آزاد کرنے کا اختیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی ہاتھ میں رہتا)۔

اگر شوہر نے بیوی سے کہا: تجھے اپنا اختیار ہے اور اس جملہ سے اس کا مطلب تفویض طلاق ہو، یعنی یہ مقصد ہو کہ عورت چاہے تو خود اپنے کو طلاق دے لے تو اس مجلس میں عورت جب تک رہے گی، اس کو اختیار رہے گا کہ اگر چاہے تو اپنے آپ کو طلاق دے لے لیکن اگر اس جگہ سے اٹھ جائے گی یا کسی کام میں مشغول ہو جائے تو طلاق کا اختیار ہاتھ سے نکل جائے گا کیونکہ یہ تملیک فعل ہے اور تملیک فعل کا تقاضا ہے کہ اسی مجلس میں جواب دیا جائے گا جیسے بیچ میں (قبول کا اختیار اسی مجلس عقد میں رہتا ہے) صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ عورت کو اختیار مجلس باجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ثابت ہے۔

ابن ہمام کا بیان ہے کہ ابن منذر نے کہا: اگر مرد عورت کو اختیار (یعنی تفویض طلاق) دے دے تو یہ اختیار کب تک رہتا ہے، اس میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ عورت کو آخر مجلس تک اختیار رہتا ہے، مجلس سے اٹھ جائے گی تو اختیار ساقط ہو جائے گا۔ مختلف اسنادوں سے ان بزرگوں کا یہ قول مروی ہے لیکن ان سندوں میں کلام کیا گیا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ، عطاء، مجاہد، شعبی، نخعی، امام مالک، سفیان ثوری، اوزاعی، شافعی، ابو ثور اور اصحاب زہری کا یہی مسلک ہے لیکن زہری، قتادہ، ابو عبیدہ، ابن نصر اور بعض دوسرے علماء کہتے ہیں کہ عورت کا اختیار اس مجلس کے بعد بھی رہتا ہے۔ ابن منذر نے کہا: ہم بھی اسی کے قائل ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ اپنے والدین سے مشورہ کیے بغیر (جواب دینے میں) جلدی نہ کرنا۔ صاحب مغنی نے یہی قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا روایت کیا ہے۔

ابن ہمام نے ابن منذر کے جواب میں کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول مذکور متفق علیہ نہیں ہے۔ دوسری روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول بھی جماعت صحابہ کے قول کے موافق آیا ہے۔ امام محمد نے بلاغات میں اس کی صراحت کی ہے، لکھا ہے ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے فرمایا جو شخص اپنی بیوی کو اس کے نفس کا اختیار دے دے تو عورت کو اختیار اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ اس مجلس میں رہے، جب مجلس سے اٹھ جائے گی تو اس کو اختیار نفس نہیں رہے گا۔ کسی دوسرے صحابی کا قول بھی اس کے خلاف منقول نہیں۔ لہذا اس پر اجماع سکوتی ہو گیا۔ رہی یہ بات کہ روایات کی اسنادوں میں کلام کیا گیا ہے تو اس سے اصل مسئلہ پر اثر نہیں پڑتا کیونکہ امت اسلامیہ نے اس قول کو بالاتفاق قبول کر لیا ہے۔ اس کے علاوہ عبد الرزاق نے حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول جس سند سے نقل کیا ہے، وہ گھری ہے (اس سند میں کوئی کلام نہیں) رہا ابن منذر کا حدیث کے لفظ "لا تستعملی" سے استدلال تو یہ بھی لغوی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کی تفویض نہیں کی تھی۔ (طلب طلاق کا اختیار دیا تھا اور وہی بحث اس مسئلہ میں ہے کہ شوہر نے تفویض طلاق بردی اور خود اپنے آپ کو طلاق دے لینے کا اختیار دے دیا ہو) آیت "للتعالین امتعکن واسرحکن مسراحا جمیلا" بھی اس پر دلالت کر رہی ہے۔

مسرورق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے رسول نے مجھے اختیار دیا تو میں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اختیار کو کچھ شام نہیں کیا۔

يَسَاءَ النَّبِيُّ مِنْ بَاتٍ مُنْكَنٌ بِفَاحِشَةٍ مُبِينَةٍ يُضَعَفُ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝

۱۰۰۰ اس آیت میں جو باتیں کہی ہوئی بیہودگی کرے گی اس کو دوہری سزا دی جاوے گی اور یہ بات اللہ کو آسان ہے۔

۱۰۰۱ اللہ "إِن نَسَاءَ النَّبِيِّ مِنْ بَاتٍ مُنْكَنٌ بِفَاحِشَةٍ مُبِينَةٍ" اس سے مراد ظاہری یا فرہانی۔ بعض نے کہا کہ اللہ کو اس سے اس بات سے "لنن اشركت لبحطن عملك" اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم میں سے جو کوئی کلمہ کہے۔ ان میں سے اللہ نے فرمایا کہ نہ حشر سے مراد ہے یا فرہانی، بد نظمی۔

"بضاعف لہا العذاب ضعفين" ابن کثیر اور ابن کثیر نے پڑھا ہے "بضعف لنون کے ساتھ اور عین کے سرو اور تشریح کے ساتھ۔ "العذاب" منصوب ہے۔ اور امر کے قراء نے "بضاعف" عین کے فتح کے ساتھ اور (العذاب) و مفعول پڑھا ہے۔ اس میں انون غنن ہیں جیسے بعد اور باعد کی ہیں۔ ابو عمر اور عبید فرماتے ہیں۔ باب تلمی سے تظہیف کا معنی ہے دو گنا کر دینا اور باب مفاعلت سے مضاعفت کا معنی ہے چند گنا کر دینا۔ "وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا" متواتر کا بیان ہے اللہ تعالیٰ کا عذاب دو گنا مراد ہے، ان کے گناہ کی سزا دگنی سزا کی ہے جیسے۔ آزاد و بند میں نسبت دگنی سزا دی جاتی ہے اور ظالم و لولہ کی کو ثواب بھی کم دیا جاتا ہے کیونکہ آزاد کا درجہ ان کی نسبت بلند ہے۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اہمیت الہامین تمام عورتوں سے افضل ہیں۔



وَمَنْ يَقْنُتْ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُؤْتِيهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا

كَرِيمًا ① يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ
الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ②

اور جو کوئی تم میں اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک کام کرے گی تو ہم اس کا ثواب دوہرا دیں گے اور اس کے لئے ہم نے ایک عمدہ روزی تیار کر رکھی ہے اے نبی کی بیویوں تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم (نامحرم مرد سے) بولنے میں (جبکہ بضرورت بولنا پڑے) نزاکت مت کرو (اس سے) ایسے شخص کو (طبعاً) خیال (فاسد پیدا) ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے اور قاعدہ (عفت) کے موافق بات کہو۔

① ”ومن يقنت“ جو اطاعت کرے گا۔ ”منكن لله ورسوله“ یعقوب کی قرأت یہ ہے ”من تات منكن، وتقنت“ ان دونوں میں تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور عام قراء نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے کیونکہ ”من“ وہ عدد ہے جو قائم مقام اسم کے تعبیر کیا جاتا ہے، واحد جمع، مذکر، مؤنث کے ساتھ۔ ”وتعمل صالحاً نوتها أجرها مرتين“ دوسرے کے اجر کے برابر۔ مقاتل کا بیان ہے کہ ہر نیکی کا ثواب دس نیکیوں کے برابر ہوگا۔ حمزہ اور کسائی نے ”يعمل يوتها“ دونوں جگہ یاء کے ساتھ ذکر کیا اور دوسرے قراء نے ”تعمل“ تاء کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ”واعتدنا لها رزقاً كريماً“ اس سے مراد جنت ہے۔

② ”يا نساء النبي لستن كأحد من النساء“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ مطلب بیان کیا کہ دوسری نیک مؤمن عورتوں کے برابر میرے نزدیک تمہارا مرتبہ نہیں ہے بلکہ میرے نزدیک تمہاری عزت اور تمہارا ثواب بہت زیادہ ہے۔ احد کی اصل وحدھی اور وحد بمعنی واحد ہے۔ لفظ احد کی وضع ثانوی عمومی نفی کے لیے ہے۔ مذکر، مؤنث اور واحد جمع سب کے لیے اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”لانفوق بين احد من رسله“ اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا ”فما منكم من احد عنہ حاجزين“..... ”ان اتقین“ اگر اللہ اور اس کے رسول کی رضا مندی سے بچی رہو گی۔ ”فلا تخضعن بالقول“ مردوں کے ساتھ بات کرنے میں نرمی اختیار نہ کرو اور نہ ہی بات کو خوبصورت انداز میں پیش کرو۔ ”فيطمع الذي في قلبه مرض“ مرض سے مراد فجور اور شہوت ہے۔ بعض نے کہا کہ نفاق ہے۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ بات ایسی نہ کرو جس کی وجہ سے منافق و فاجر کے دل میں طمع پیدا ہو جائے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ اپنی بات میں سختی پیدا کرو جب غیر مرد کے ساتھ مخاطب ہوں تاکہ ان کی طمع ختم ہو جائے۔ ”وقلن قولا معروفا“ دین اور اسلام کے موافق بات کرو۔

وَقُونَ فِي بُيُوتِكُمْ وَلَا تَرْجُحُنَّ تَبْرُجَ الْحَاہِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَ اَقْمِن الصَّلٰوةَ وَ اَتَمِن الزَّكٰوةَ وَ اَطْمِن

لِللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿۱۵﴾

﴿۱۵﴾ اور تم اپنے گھروں میں آواز نہ رہو اور تمہارے زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو اور تم نمازوں کی پابندی کرو اور زکوٰۃ دینا اور اللہ اور اس کے رسول کا بہنا۔ نوا اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اس گھر والوں اہل بیت سے آلودگی کو دور کرے اور تم کو (جو تم میں سے جو پہننا چاہو) اس سے محفوظ رکھے۔

تفسیر اللہ "وَقُونَ فِي بُيُوتِكُمْ" اس میں "اور" کے معنی "اور فریضہ" کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے "اور" کے ساتھ پڑھا ہے۔ جن حضرات نے "وَقُونَ فِي بُيُوتِكُمْ" کے معنی یہ ہے کہ اپنے گھروں کو لازم بنا لیا۔ یہاں "وَقُونَ فِي بُيُوتِكُمْ" اور اس طرح یہ بھی کہا جاتا ہے "الفرات افر" اس میں دونوں لغات ہیں۔ اولاً نسو میں موجود اور ثانیاً دہلی میں ہے۔ ابن ابی شیبہ نے "وَقُونَ فِي بُيُوتِكُمْ" کا معنی "اُفْرًا كَرْمًا" بعض نے کہا "وَقُونَ فِي بُيُوتِكُمْ" کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس کے ساتھ پڑھا ہے۔

جاہلیت اولیٰ کی تفسیر

تبرج صحابہؓ کی اولیٰ جاہلیت اولیٰ۔ اس میں اختلاف ہے۔ کئی کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اوپر حضرت عائشہؓ کے لئے اور کئی کا بیان ہے کہ حضرت عائشہؓ سے اوپر۔ یہ صحابہؓ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ جاہلیت اولیٰ کا زمانہ تھا۔ مومنین کی بیعتیں پہلی تھیں جو دونوں طرف سے بغض سے ہوئے تھے اور ان کا بدن دونوں طرف سے برہنہ تھا۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ جاہلیت اولیٰ کا اور زمانہ تھا جو حضرت نوحؑ کی جاہلیت اولیٰ کا زمانہ تھا۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی اس سے وقتیت ہوئے ایک پہاڑ پر رہتا تھا، دوسرا میدانِ حائل میں۔ یہاں مردوں سے بچنے کے لئے عورتیں بد صورت تھیں اور میدانِ باشندوں کی عورتیں حسین تھیں اور مرد بد صورت۔

یہ بد شکل انسانوں کی شکل میں ایک میدانِ باشندوں کے پاس آیا اور اس کے پاس نوکر ہو گیا اور خدمت کرنے لگا، پھر اس نے چھ ماہوں کی بائیسویں شب کو ایک چینی بدنی اور ایسی آواز سے بجانے لگا جو لوگوں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ اس پاس کے لوگوں کو آواز پہنچی تو اونٹنوں کے بچے جمع ہوئے اور اس کو ایک تہوار بنا لیا جہاں مقررہ وقت پر جمع ہونے لگے۔ اس طرح بن سنور کر عورتیں مردوں کے سامنے آئے کھین اور عورتوں کے سامنے۔ ایک روز کوئی پہاڑی اس تہوار میں پہنچ گیا اور اس نے مردوں، عورتوں کو شہ پارہی اور عورتوں کا تان اس کی ٹھہر کے سامنے آیا۔ اس نے چار پہاڑی باشندوں سے اس کا تذکرہ کیا۔ اس کے بعد پہاڑی باشندوں کے بھی اپنے کھین چھوڑ کر میدانِ لوگوں کے ساتھ ہی آئے اور آپس میں بدکاریاں ہونے لگیں۔ آیت میں تبرج جاہلیت اولیٰ سے یہی مراد ہے۔ کھین اولیٰ ہے۔ یہاں یہ مطلب نہیں کہ جاہلیت دوم بھی کوئی کمزوری ہے۔ کبھی اولیٰ کا لفظ بغیر آخری کے بھی استعمال

کیا جاتا ہے جیسے آیت ”اهلك عاد و الاولي“ میں اولیٰ کا لفظ ہے۔ ”عاد اُخریٰ“ کوئی قوم نہیں ہوئی پھر بھی قوم عاد کو ”عاد و الاوليٰ“ فرمایا۔ یا جاہلیت سے مراد قبل از اسلام کا دور ہے (جس کی کوئی حد بندی نہیں)۔

”واقمن الصلوة و اتين الزکوة و اطعن الله و رسوله“ (اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔ یعنی تمام ادا امر و نواہی کی پابندی کرو، یہی تقویٰ ہے جو تمہارے فضیلت یاب ہونے کی ضروری شرط ہے)۔

”انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت و يطهرکم تطهیرًا“ (اے اہل بیت (نبی)! اللہ تم سے گندگی کو دور کرنا اور کامل طور پر تم کو پاک کرنا چاہتا ہے)۔

رجس کی وضاحت

رجس سے مراد ہے عمل شیطانی یعنی گناہ اور ہر وہ حرکت جس میں کوئی شرعی یا ایسی طبعی برائی ہو جو اللہ کو ناپسندیدہ ہو۔ اہل البیت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے لوگ ہیں۔ عکرمہ اور مقاتل کے نزدیک اُمہات المؤمنین مراد ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، سعید بن جبیر کی روایت سے بھی یہی آیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (اہل البیت کے مفہوم کے تعیین کے لیے) آیت ”واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من آیت الله والحکمة“ تلاوت فرمائی۔ (رواہ ابن ابی حاتم و روی ابن جریر عن عکرمہ نحوہ)

حضرت ابو سعید خدری اور تابعین کی ایک جماعت کا قول ہے جن میں مجاہد اور قتادہ بھی شامل ہیں کہ اہل بیت ہیں۔ حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم، کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ بالوں کی اونی چادر اوڑھے باہر تشریف لے گئے، چادر پر کجاوے کے نقوش تھے، اتنے میں حسن بن علی رضی اللہ عنہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چادر میں لے لیا، پھر حسین بن علی رضی اللہ عنہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی چادر میں داخل کر لیا۔ پھر علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی داخل کر لیا۔ پھر فرمایا: ”انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت و يطهرکم تطهیرًا“ (رواہ مسلم)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ جب آیت ”انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت“ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی اور فاطمہ، حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو طلب کیا اور اپنی چادر مبارک میں داخل کیا، پھر فرمایا اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے گندگی کو دور کر دے اور ان کو کامل طور پر پاک کر دے۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو بلوایا، پھر فرمایا یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں بھی اہل بیت میں سے ہوں، فرمایا کیوں نہیں، ان شاء اللہ۔ حضرت زید بن ارقم نے فرمایا رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت و سب لوگ تھے جن پر صدقہ کامل لینا حرام کر دیا گیا تھا۔ یعنی اولادِ اہل بیت، اولادِ حضرت، اولادِ عقیل، اولادِ عباس اور اولادِ صحابہ بن عبدالمطلب (رضی اللہ عنہم)

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ. إِنْ اللَّهُ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ۝
 الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَنِينَ وَالْقَنِينَ وَالصَّادِقِينَ
 وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَشِيعِينَ وَالْخَشِيعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ
 وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَفِظِينَ وَالْحَفِظَاتِ وَالذَّكِرِينَ اللَّهُ كَثِيرًا
 الذَّكُورَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝

﴿تفسیر﴾ اور آیاتِ الہیہ تیری اس سے (احکام) کو یاد رکھو جس کا تمہارے گھروں میں چہ چار بتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ
 زندگان ہے پڑھتا ہے بے شک اللہ کے کام کرنے والے مرد اور اسلام کے کام کرنے والی عورتیں اور ایمان
 لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور فرما نہ داروں کرنے والے مرد اور عورتیں اور راست باز مرد اور راست
 باز عورتیں اور مجرب کرنے والے مرد اور مجرب کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں
 اور نجات لانے والے مرد اور نجات لانے والی عورتیں اور روز رکھنے والے مرد اور روز رکھنے والی عورتیں اور اپنی
 شے کا خون حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور بکثرت خدا کو یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے
 والی عورتیں ان سب سے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

﴿تفسیر﴾ "وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ" اس سے مراد قرآن ہے۔ "وَالْحِكْمَةَ" تقادو نے اس
 کا معنی سنت سے لیا ہے۔ مقاتل نے اذ آیات اللہ سے مراد ہے قرآن کے احکام و مواعظ۔ "إِنْ اللَّهُ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا"
 وہ لطیف ہے ان کے اولیاء پر اور بتا مکتوبات پر خبیر ہے۔

آیت کا شان نزول

﴿تفسیر﴾ "إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (بعض) بیبیوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ نے
 قرآن میں مردوں کا ذکر اور اچھائی کے ساتھ کیا ہے، عورتوں کا ذکر اچھائی کے ساتھ نہیں کیا تو کیا ہمارے اندر کوئی قابل ذکر بھلائی
 نہیں؟ ہم کو اندیشہ ہے کہ اللہ ہماری طاعت کو بھی قبول نہیں کرتا۔ اس پر آیت "إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ" الخ نازل ہوئی۔
 مقاتل نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ اور حضرت آسیہ بنت کعب انصاریہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم سے عرض کیا تھا، یا رسول اللہ! ہمارا رب (قرآن میں) مردوں کا تو ذکر کرتا ہے اور عورتوں کا کہیں ذکر نہیں کرتا، اس

سے ہم کو اندیشہ ہے کہ عورتوں میں کوئی بھلائی ہی نہیں ہے۔ اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیس جب اپنے شوہر حضرت جعفر بن ابوطالب کے ہمراہ حبشہ سے واپس آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کے پاس گئیں تو ان سے دریافت کیا: کیا ہمارے معاملہ میں قرآن کی کوئی آیت اتری ہے؟ اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے جواب دیا: نہیں۔ اسماء فوراً رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پہنچیں اور عرض کیا، یا رسول اللہ! عورتیں بڑے گھائے میں ہیں، بڑی نامراد ہیں۔ فرمایا: کس وجہ سے یہ بات کہہ رہی ہو؟ عرض کیا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم! مردوں کا جس طرح قرآن میں ذکر کیا جاتا ہے، عورتوں کا اچھائی کے ساتھ (قرآن میں) کہیں ذکر ہی نہیں ہوتا۔ اس پر آیت ذیل نازل ہوئی۔

”والمؤمنين والمؤمنات والقانتين“ یعنی طاعات کے پابند لوگ مرد ہوں یا عورتیں۔ ”والقانتات والصادقين“ وہ اپنے قول و عمل کے سچے اور ایسے عمل کرنے والے جن کو سچا مانا جائے۔ ”والصادقات والصابرین“ جس کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے۔ ”والصابرات والخاشعین“ تواضع کرنے والے غرور نہ کرنے والے مرد و عورتیں۔ ”والخاشعات“ نماز میں خشوع اختیار کرنے والے اور نماز میں خشوع سے مراد ہے کہ وہ ادھر ادھر نہ دیکھنے والے۔ ”والمصدقین“ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو رزق دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں۔ ”والمصدقات، والصائمین، والصائمات، والحافظین فروجہم“ جو ان کے لیے حلال نہیں۔

”والحافظات والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات“ مجاہد کا قول ہے کہ بندہ اس وقت اللہ کی بکثرت یاد کرنے والوں میں شمار کیا جاتا ہے جب کھڑے بیٹھے، لیٹے ہر وقت اللہ کی یاد کرتا ہو، کسی وقت اللہ کی یاد میں سستی نہ کرتا ہو، اس کے بغیر کثیر الذکر بندوں میں سے نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مفردوں آگے بڑھ گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ مفردوں کون لوگ ہیں؟ فرمایا: اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔

عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ جو اپنے کام کو اللہ کے سپرد کر دے وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں داخل ہے۔ ”ان المسلمین والمسلمات“ اور جس نے اس بات کا اقرار کر لیا کہ اللہ اس کا رب ہے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے رسول ہیں اس نے دل و زبان سے اس کی مخالفت نہیں کی۔ وہ ”والمؤمنین والمؤمنات“ میں شامل ہے اور جس نے اللہ کی اطاعت کی غرض میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی سنت میں وہ اللہ کے اس فرمان میں داخل ہے ”والقانتین والقانتات“ اور جو شخص صبر علی الطاعات کرے اور معصیت سے ڈرتا رہا اور دُکھ پر صبر کیا، وہ اس فرمان ”والصابرین والصابرات“ میں داخل ہے اور جس شخص نے نماز پڑھی کہ اس کو دائیں بائیں کی بھی شناخت نہیں ہوئی وہ ”والخاشعین والخاشعات“ میں داخل ہو گیا اور جو ہر ہفتے میں ایک درہم صدقہ کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ”والمصدقین والمصدقات“ میں داخل ہو گیا اور جس نے ہر ماہ چاندنی راتوں (یعنی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخوں کے) روزے رکھے وہ ”والصائمین والصائمات“ میں داخل ہو گیا اور جس نے حرام سے اپنی شرم گاہ کو محفوظ رکھا وہ ”والحافظین فروجہم والحافظات“ میں شامل ہو گیا اور جس نے پانچوں نمازیں ادا کیں ان کے حقوق کی وجہ سے وہ اللہ کے اس فرمان

”والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات“ میں داخل ہو گیں۔ ”اعد اللہ لہم مغفرة واجراً عظيماً“
 وما كان للمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله أمراً ان يكون لہم الخيرة من امرہم
 ومن يعص الله ورسوله فقد ضلّ ضللاً مبيناً ﴿۱۰﴾ واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت
 علیہ انک علیک زوجک واتق اللہ وتخش فی نفسک ما اللہ مُبديہ وتخشى
 الناس واللہ احق ان تخشہ فلما قضی زيد منها وطراً زوجنکھا لکی لا يكون علی
 المؤمنین حرج فی ازواج اذعیانہم اذا قضوا منہن وطراً وکان امر اللہ مفعولاً ﴿۱۱﴾

﴿۱۰﴾

اور ان میں سے جو مرد اور ان کی ایواندار امرت اور کچھ عورتیں جب اللہ اور اس کا رسول اس کام کا حکم دے دیں کہ
 اپنی ان سے (مؤمنین) اس کام میں کوئی اختیار باقی نہ رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کا بہنا نہ مانے گا وہ
 اس سے کچھ عورتوں میں پڑا اور جب آپ اس شخص سے فرود رہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور آپ نے بھی انعام کیا
 ہے۔ پھر نبی (نذیب) اپنی زواجیت میں رہتا ہے اور خدا اسے فرود آپ اپنے دل میں وہ (بات بھی) چھپائے
 ہو۔ تھے جس پر اللہ تعالیٰ (آخر میں) نوحہ کرتے والے آپ کو (کے طعن) سے اندیشہ کرتے تھے اور
 اللہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے فرود اور اللہ تعالیٰ سے فرود رہتا ہے جب زید کا اس سے نبی بھر گیا ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا تاکہ
 اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بیٹوں کے بیٹوں کے (نکاح کے) بار میں کچھ بھی نہ رہے جب وہ (منہ بولے بیٹے)
 کے پڑاؤں پر نہیں اور اللہ کا حکم آئے اور اللہ تعالیٰ۔

﴿۱۱﴾

”وما كان للمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله أمراً ان يكون لہم الخيرة من امرہم“
 اس آیت کا تعلق نذیب بنت جحش سے ہے اور اس کے بھائی کے بھائی کا نام عبد اللہ بن جحش تھا اور ان کی ماں
 امیہ بنت عبد مناف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نذیب کے ہاں نکاح کا پیغام بھیجا
 اور وہ ان پر راضی ہو گئی۔ انہوں نے یہ کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا ہے۔ اس لیے
 راضی ہو گئی لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ زید کی طرف سے پیغام بھیجا ہے تو آپ کو تا گوار ہوا اور انکار کر دیا اور نذیب کے بھائی
 عبد اللہ بن جحش نے بھی یہ رشتہ پسند نہیں کیا۔ حضرت نذیب اور ان کے بھائی عبد اللہ کی ماں امیہ بنت عبد المطلب تھیں، امیہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی تھیں۔ اس پر اللہ رب العزت نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ ”وما كان للمؤمن“ اس سے
 مراد عبد اللہ بن جحش اور ”ولا مؤمنة“ اس سے ان کی بہن نذیب ہیں۔ ”اذا قضى الله ورسوله أمراً“ جب اللہ اور اس کا
 رسول اس کام کا ارادہ کریں اور ان کا رشتہ ہے نذیب کا زید کے ساتھ۔ ”ان يكون لہم الخيرة من امرہم“ خیر و اختیار کو کہتے
 ہیں یعنی اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے اس کے ارادے تک نہیں پہنچ سکتا یا کوئی بھی اس کے کام سے نہیں روک سکتا جس کا

حکم اللہ اور اس کے رسول نے دیا ہے۔ ”ومن يعص الله ورسوله فقد ضلّ ضلالاً مبيناً“ صحیح راستے سے کھلم کھلا ہٹا ہوا ہونا، پھر جب انہوں نے یہ بات مان لی اور اس پر راضی ہو گئے تو اس وقت یہ بھی تسلیم ہو گئی۔

اور اس نکاح کا معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اور اپنے بھائی کے ہاتھ میں کر دیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کے ساتھ کر دیا۔ اس نکاح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دس دینار اور ساٹھ درہم ایک دوپٹہ اور اوڑھنی اور ایک ازار اور پچاس مد کھانے کے اور تیس صاع کھجور کے عطا کر دیئے۔

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ كَاشَانِ نَزُولِ

37 ”وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ“ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام سے (حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرف) گئے۔ زینب گوری اور قریش کی حسین ترین عورت تھیں۔ اس وقت صرف گرتہ اور دوپٹہ پہنے کھڑی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو نظر ان پر پڑی تو اچھی معلوم ہوئیں اور دل کو بھاگئیں۔ فوراً زبان سے نکلا: سبحان اللہ! اللہ دل کو پلٹنے والا ہے۔ اس کے بعد لوٹ آئے۔ جب حضرت زید آئے تو ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا تذکرہ کر دیا۔ زید سمجھ گئے اور اسی وقت سے ان کے دل میں زینب کی طرف سے کراہت پیدا ہو گئی۔ کچھ مدت بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اپنی بیوی کو الگ کرنا چاہتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا کیوں؟ کیا زینب کی تم نے کوئی ناشائستہ حرکت دیکھی؟ زید نے کہا، نہیں، خدا کی قسم! میں نے ان کی طرف سے نیکی کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا مگر وہ اپنی شرافت نسب کی وجہ سے مجھ پر اپنی بڑائی جتلاتی ہیں اور زبان سے مجھے دکھ دیتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اس کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ ابن جریر نے ابوزید کی روایت سے یہ واقعہ یوں ہی بیان کیا ہے۔ اس پر آیت ذیل نازل ہوئی۔

(فائدہ) یہ روایت جس کو امام بغوی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اس کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ جو ذکر کیا جاتا ہے کہ زید کی شادی کروانے کے بعد آپ کا دل ان کی طرف مائل ہو گیا تھا یہ دعویٰ باطل ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کی بیٹی حضرت زینب کے حسن سے بے خبر نہیں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اسلام لانے سے پہلے ان کو جانتے تھے۔ اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر وہ بھی نہیں کرتی تھیں۔ دوسرا یہ کہ اگر یہ بات سچ بھی مان لی جائے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید کے لیے خطبہ نکاح دینے کے بجائے اپنے لیے نہ بھیجتے؟ یہاں پر اس بات کے کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانع بھی کوئی چیز نہیں آتی بلکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی دونوں نے یہی گمان کیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے خطبہ نکاح بھیجا ہے۔ جب ان دونوں کو معلوم ہو گیا کہ زید کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا تو وہ دونوں خاموش

ہو گئے۔ ان دونوں کے حق میں اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ "وما كان لمومن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهنم الخيرة من امرهم" اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا راضی ہو گئیں اور مان لیا۔ پھر حضرت زید کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا گیا۔

عاشا دیکھا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اپنے بیٹے کی بیوی کی محبت آجائے جہاں پر منہ بولے بیٹے کو اپنے بیٹے کی طرح کہا جاتا ہے۔ لکن والدین اپنے بیٹے کی بیوی سے مانوس بھی رہتے ہیں۔ پھر یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی طرف منسوب کیا ہو۔ "والله تعالى اعلم قد عصمه في خواطره والفعال" عافق ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس طرح کی روایت سے تعرض کیا ہے۔ مسئلہ یہ کہ جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل میں پوشیدہ رکھا اور اللہ تعالیٰ کی خبر ہے کہ حضرت زینب کو آپ کے نکاح میں دے دیں گے۔ باقی یہ بات دل میں پوشیدہ اس وجہ سے رکھی گئی تاکہ لوگوں کی زبانوں میں یہ بات افشاء نہ ہو جائے کہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا کہ وہ زینب کو ہیبت کے اس کام کو باطل رہتا ہے تھے اور وہ یہ کہ اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیں۔ یہ کام اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سدا فرمایا جو مسلمانوں کے امام ہیں۔

"واد نقول للذي اعمه الله عليه" جس پر اللہ نے انعام کیا (اسلام لانے کی نعمت کے ساتھ) "وانعمت عليه" اور انعامات جوتیے۔ اوپر لے گئے۔ مثلاً تیر کی تربیت کی گئی، پھر تجھے آزاد کر دیا گیا یعنی زید بن حارثہ کو۔ "امسك عنك زوجك" نہ بخت بخش واپس رہو۔ "واتق الله" نہ بخت بخش کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور ان واپس رہنے سے جدا نہ رہیں۔ "ونحن في نفسك ما الله مبدية" یعنی تمہارے نفس نے اس کو چھپائے رکھا۔ جب تک اللہ اس و خفا نہ رہا۔ بخش نے کہا کہ آپ کے دل میں یہ بات چھپائے رکھی کہ جب اس کو چھوڑ دے گا تو اس سے نکاح ہواں گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ زینب کی محبت دل میں چھپائے رکھی۔ قنادو نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل سے چھپا کر زید و زینب کو ملا باق دے دیں۔ "ونحن في الناس" ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن کا قول ہے تیر کی حیوانے باعث۔ بخش نے کہا کہ لوگوں کے سرداروں سے ڈریں کہ لوگ کیا کہیں گے کہ اس نے پہلے اپنے منہ بولے بیٹے سے کہا کہ تم اپنی بیوی کو ملا باق دے دو، پھر اس کی بیوی کے ساتھ نکاح کر لیا۔

والله احق ان نخشاه" حضرت ابن عمر اور ابن مسعود اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیات سے زیادہ کوئی آیت اشوا نہیں کر سکتی۔ مسروق کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے ساتھ حصروں سے کوئی حصہ چھپاتے تو اس آیت "ونحن في نفسك ما الله مبدية" الآیہ کو پوشیدہ رکھتے۔

غیاث بن عیینہ نے بیان کیا کہ علی بن زید بن جدعان نے کہا: مجھ سے امام زین العابدین علی بن امام حسن نے پوچھا کہ آیت "ونحن في نفسك ما الله مبدية ونحن في الناس والله احق ان نخشاه" کے متعلق حسن کیا کہتے ہیں؟ میں

نے کہا حسن کہہ رہے تھے کہ جب زید نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے اللہ کے نبی! میں زینب کو چھوڑنا چاہتا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زید کی یہ بات (دل سے تو) پسند آئی لیکن (خاہر میں) زبان سے فرمایا: "اسک علیک زوجک و اتق اللہ" امام زین العابدین نے فرمایا: ایسا نہیں ہے۔ اللہ نے آپ کو پہلے سے اطلاع دے دی تھی کہ زید، زینب کو طلاق دے دیں گے اور زینب آپ کی بیوی ہو جائیں گی۔ چنانچہ جب زید نے آ کر کہا کہ میں زینب کو طلاق دینا چاہتا ہوں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسک علیک زوجک" یہ بات اللہ کو پسند نہ آئی اور بطور عتاب اللہ نے فرمایا: جب ہم نے آپ کو بتا دیا تھا کہ زینب آپ کی بیوی ہوگی تو پھر آپ نے زید سے کیوں کہا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو، طلاق نہ دو۔ آیت کا یہ مطلب شان انبیاء کے موافق ہے (اس سے نبی پر کوئی دھبہ نہیں آتا) اور عبارت بھی اسی کے مطابق ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا کہ جو بات تم نے چھپائی تھی، ہم اس کو ظاہر کرنے والے ہیں لیکن سوائے اس کے کہ فرمایا: "توزون جنکنا" (ہم نے تمہارے نکاح زینب سے کر دیا) اور کوئی بات ظاہر نہیں کی۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل میں زینب کی محبت چھپائے رکھی ہوتی یا دل کے اندر یہ بات مخفی کر لی ہوتی کہ زینب کو زید طلاق دے دے تو اللہ (حسب وعدہ) اس کو ظاہر کر دیتا۔ حقیقت میں (جب یوحی الہی آپ کو معلوم ہو گیا کہ زید، زینب کو طلاق دے دیں گے اور زینب سے آپ کا نکاح ہو جائے گا تو) آپ کو زید سے یہ بات کہتے ہوئے شرم محسوس ہونے لگا کہ جو بیوی تیرے نکاح میں اور تیرے پاس ہے، وہ میری بیوی ہو جائے گی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کی محبت کو دل میں مخفی رکھا کہ زید طلاق دے دیں گے تو میں نکاح کروں گا لیکن دل میں جو بات بخیر اختیار کے پیدا ہو جائے اس کو قائل ہلا مت اور اس کو برا نہیں قرار دیا جاسکتا۔ پس میدان میں کوئی گناہ نہیں، دل کا جھکاؤ اور وجدان محبت تو واقعی اور فطری چیز ہے۔ باقی "اسک علیک زوجک و اتق اللہ" الایہ" فرمایا یہ تو اچھے کام کا مشورہ ہے امر بالمعروف ہے اس میں کوئی گناہ نہیں۔

"واللہ احق ان نخشاہ" اس سے یہ اشکال نہیں کیا جاسکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اللہ کا خوف اور مشیت الہی نہیں تھی جبکہ باقی میں حدیث گزری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "انا اخشاکم نئے راتنے کہ" کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ کا خوف و خشیت رکھتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ نے تمام انبیاء و پیغمبروں کی شان میں فرمایا ہے "تبخشونہ ولا یخشون احدًا الا اللہ" وہ اللہ سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے لیکن آپ جگہ جب لوگوں سے ڈرنے کا ذکر کیا تو یہ بھی فرمایا کہ تمام امور و احوال میں خدا سے ڈرنا ہی سزاوار ہے۔ "لقد فانی زینب بنتا و طلاقا" جب زید کا اس سے دل بھر گیا۔ "توزون جنکنا" یہاں پر حاجت کے پورا ہونے کا ذکر فرمایا گیا کہ جان لے کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا جائز ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا دوسری ازواج مطہرات پر فخر کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ تمہارے نکاح تو تمہارے اولیاء نے کرائے اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمان اوپر کیا۔

شعنی کا بیان ہے کہ حضرت زینب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتی تھیں کہ مجھے آپ کے سلسلہ میں تین چیزوں سے

امتیاز حاصل ہے، وہ امتیاز کسی بیوی کو حاصل نہیں کہ میرا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دادا ایک تھا، میرا نکاح آپ کیساتھ اللہ نے آسمان پر کیا، میرے نکاح کے سفر حضرت جبریل تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا ولیمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا کیا ایسا کسی اور بی بی کا نہیں کیا۔ زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں ایک بکری ذبح کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ہی بیان ہے کہ زینب بنت جحش کے زفاف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو پیٹ بھر کر گوشت روٹی کھلائی۔ مسلم، احمد، نسائی، ابویعلیٰ، ابن ابی حاتم، طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا ہے اور یہ روایت مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ ذکر کی ہے کہ جب زینب کی عدت پوری ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید سے فرمایا: جا کر زینب سے میرا تذکرہ کرو (یعنی پیام پہنچاؤ) زید گئے اور جس وقت پہنچے ہیں، اس وقت زینب رضی اللہ عنہا آٹا خمیر کر رہی تھیں۔ زید کا بیان ہے کہ میں نے زینب کو دیکھا تو ان کی اتنی عظمت میرے دل میں پیدا ہوئی کہ میں سامنے سے ان کو دیکھنے کی تاب نہ لاسکا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے ارادہ سے ان کا ذکر کیا تھا۔ چنانچہ میں نے فوراً ان کی طرف اپنی پشت کر لی اور ایڑیوں کے بل مڑ کر کہا: زینب! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو یاد کیا ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اپنے رب سے مشورہ کے بغیر کچھ کرنے والی نہیں۔ یہ جواب دینے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا اٹھ کر مسجد (یعنی اندرون خانہ جو نماز کی جگہ مقرر کر رکھی تھی اس) کی طرف گئیں اور آیت ذیل نازل ہوئی۔

”لَكَيْلَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ“ حرج سے مراد گناہ ہے۔ ”فِي أَزْوَاجِ ادْعِيائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطْرًا“ ادعیاء جمع داعی کی ہے اس سے مراد متبنی بیٹا ہے۔ یعنی زینب زوجہ زید سے ہم نے آپ کا نکاح اس لیے کرایا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ منہ بولے بیٹوں کی (مطلقہ) بیویوں سے نکاح حلال ہے خواہ وہ بیٹے اپنی بیویوں سے قربت کر چکے ہوں حقیقی بیٹے کی بیوی کا حکم اس کے خلاف ہے۔ ”وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا“ اور اللہ کا فیصلہ تو لامحالہ پورا ہونے والا تھا۔ جیسا زینب کے معاملے میں ہوا۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ. سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ. وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ③۹. الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ. وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا ④۰ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ. وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ④۱

ان پیغمبر کے لئے جو بات (تکویناً یا تشریحاً) خدا تعالیٰ نے مقرر کر دی تھی اس میں ان پر کوئی الزام نہیں اللہ تعالیٰ نے ان (پیغمبروں) کے حق میں (بھی) یہی معمول کر رکھا ہے جو پہلے ہو گزرے ہیں اور اللہ کا حکم تجویز کیا ہوا (پہلے سے) ہوتا ہے یہ سب (پیغمبران گذشتہ) ایسے تھے کہ اللہ کا پیغام پہنچایا کرتے تھے اور (اس باب میں) اللہ ہی

سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور اللہ حساب لینے کے لئے کافی ہے محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

﴿38﴾ ”ما كان على النبي من حرج فيما فرض الله له“ جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حلال کر دی۔ ”سنة الله“ منصوب ہے حرف جر کے محذوف ہونے کی وجہ سے۔ اصل عبارت یوں تھی ”كسنة الله“ بعض نے کہا کہ منصوب بنا بر اغراء ہے فعل محذوف کی وجہ سے۔ ”ای الزموا سنة الله“..... ”فی الدین خلوا من قبل“ ما قبل انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی اس بات کا مواخذہ نہیں کیا گیا جو اشیاء ان کے لیے حلال کر دی گئی تھیں۔ کلبی اور مقاتل کا بیان ہے کہ اس سے مراد ہیں حضرت داؤد علیہ السلام کہ حضرت داؤد علیہ السلام بھی ایک عورت کی طرف مائل ہو گئے تھے جس سے انہوں نے نکاح کر لیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح کر دیا۔

بعض حضرات نے کہا کہ ”سنة الله“ سے مراد ہے نکاح، نکاح بھی سنت انبیاء میں سے ہے۔ بعض کے نزدیک کثرت ازواج کی طرف اشارہ ہے جیسے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی بیبیاں کثرت سے تھیں۔ ”وكان امر الله قدراً مقدوراً“ اس کا فیصلہ تجویز کردہ ہے جو ما قبل میں گزر چکا ہے۔

﴿39﴾ ”الذین یبلغون رسالات اللہ“ وہ سب انبیاء ایسے تھے جو اللہ کے پیغام کو پہنچاتے تھے۔ ”ویخشونہ ولا یخشون أحدًا الا اللہ“ وہ لوگوں کی باتوں سے نہیں ڈرتے تھے اور ان کے آئمہ بھی جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حلال کیا تھا اور ان پر فرض کیا تھا۔ ”وکفی باللہ حسیباً“ وہ مخلوقات کے اعمال کے محافظ اور ان کے اعمال کا محاسبہ کرنے والے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا تو لوگوں نے یہ باتیں کہنا شروع کر دیں کہ دیکھو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

﴿40﴾ ”ما كان محمد اباً احد من رجالکم“ رجال سے مراد زید بن حارثہ ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں کہ جن کی وجہ سے ان کی بیویوں سے نکاح حرام ہو۔

سوال: قاسم، طیب، طاہر اور ابراہیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے تھے اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے (مانے گئے) تھے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ میرا بیٹا سید ہے؟

جواب: چار بیٹوں کی وفات بچپن میں ہو گئی تھی، کوئی بھی حد بلوغ کو نہیں پہنچا کہ اس کو رجل کہا جاتا۔ صحیح یہ بات ہے جو ہم نے کہی ہے مراد اس سے یہ ہے کہ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ ”ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین“ جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت فرمائی۔ ابن عامر اور ابن عاصم نے (خاتم) تاء کے فتح کے ساتھ اسم پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے تاء کے کسرہ کے ساتھ فاعل پڑھا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے انبیاء کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا

قول ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر نبیوں کا سلسلہ ختم نہ ہو جاتا تو اللہ تعالیٰ آپ کے بیٹے کو آپ کے بعد نبی بناتے۔
عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی بنانا نہیں ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی لڑکا یعنی مرد (اولاد) عنایت نہیں کیا۔

”وَ كَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا“ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میری اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسی ہے جیسے ایک خوبصورت قصر ہو، اس کی عمارت حسین ہو لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو۔ دیکھنے والے اس کے گرد آ کر گھومتے ہیں اور اس کے حسن تعمیر پر تعجب کرتے ہوں لیکن یہ بھی کہیں کہ ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے۔ پس اس ایک اینٹ کے مقام کو میں نے درست کر دیا اور مجھ پر پیغمبروں کے آنے کا سلسلہ ختم کر دیا۔ حضرت جبیر بن مطعم کا بیان ہے، میں نے خود سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے (میرے بہت نام ہیں) میں محمد ہوں، احمد ہوں، ماتی ہوں کہ میرے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا، میں حاشر ہوں کہ لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہوگا، میں عاقب ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ① وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ② هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ③

اے ایمان والو! تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام (یعنی علی الدوام) اس کی تسبیح (وتقدیس) کرتے رہو وہ ایسا (رحیم) ہے کہ وہ (خود بھی) اور اس کے فرشتے (بھی) تم پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں تاکہ حق تعالیٰ تم کو تاریکیوں سے نور کی طرف لے آوے اور مومنین پر اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہے۔

① ”یا ایہا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، ذکر کے علاوہ اللہ نے ہر فرض کی ایک حد مقرر کر دی ہے اور عذر کے وقت معذور لوگوں کو چھوڑ دیا ہے مگر ذکر کی کوئی آخری حد مقرر نہیں کی اور سوائے دیوانہ کے کسی کو معذور نہیں قرار دیا بلکہ تمام حالتوں میں ذکر کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے ”فاذکروا اللہ قیامًا و قعودًا و علی جنوبکم“ اللہ کی یاد کرو کھڑے بیٹھے اور پہلو کے بل لیٹے ہوئے اور فرمایا ہے ”اذکروا اللہ ذکرا کثیرا“ اللہ کی یاد بکثرت کیا کرو، رات میں، دن میں، خشکی میں، سمندر میں، صحت میں، بیماری میں پوشیدہ اور ظاہر۔ مجاہد نے کہا کہ ذکر کثیر یہ ہے کہ کبھی اللہ کو نہ بھولے۔

② ”وسبحوہ“ اس کے لیے نماز پڑھو۔ ”بکرة“ صبح کی ”واصیلا“ اور عصر کی۔ کلبی کا بیان ہے کہ یعنی ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھو۔ مجاہد کا قول ہے کہ تسبیح سے مراد ہے ”سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم“ پڑھنا۔ لفظ تسبیح تمام جملے مراد ہیں جن کو بطور تسبیح کے پڑھا جاتا ہے۔ تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر وغیرہ۔ بعض حضرات نے کہا کہ ”ذکرا کثیرا“ سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کو با وضو، بے وضو، جنبی اور محدث پڑھ سکتا ہے۔

④ "هو الذي يصلي عليكم وملائكته" صلوة کی نسبت اگر اللہ کی طرف کی جائے تو اس سے مراد رحمت ہوتی ہے اور صلوة کی نسبت اگر فرشتوں کی طرف کر دی جائے تو اس سے مراد استغفار ہوتا ہے مؤمنین کے لیے۔ سدی کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ کیا ہمارا رب صلوة کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ سوال بہت شاق گزرا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی، ان سے کہہ دو کہ میں صلوة کرتا ہوں مگر میری صلوة بمعنی رحمت ہے جو ہر چیز کو اپنے اندر سمائے ہوئے ہے۔ بعض کے نزدیک اللہ کی بندے پر صلوة کا معنی ہے بندے کے ذکر خیر کو لوگوں میں پھیلاانا۔ بعض نے کہا کہ اللہ کی طرف سے بندہ کی ثناء ہونا صلوة اللہ ہے۔ بعض نے کہا کہ اس پر تعریف کرنا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ جب آیت "ان الله وملائكته يصلون على النبي" نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ نے جو شرف خصوصیت کے ساتھ آپ کو عطا فرمایا، ہم کو اس میں ضرور شریک فرمادیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "ليخرجكم من الظلمات الى النور" کفر کی ظلمت سے نور ایمان کی ظلمت کی طرف نکال دیں۔ یعنی اپنی رحمت اور ملائکہ کی دُعا سے کفر و معاصی سے نکال کر ایمان و طاعات کے نور کی طرف ہمیشہ تم کو لاتا رہتا ہے۔ "وكان بالمؤمنين رحيماً"

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ. وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا ④ يَأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ⑤ وَذَاعِبًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ⑥ وَبَشِيرِ الْمُؤْمِنِينَ بَأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا ⑦ وَلَا تَطِعِ الْكُفْرَيْنِ وَالْمُنْفِقِينَ وَدَعْ أَذْهَمَهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ⑧ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا فَمَتَّعُوهُنَّ وَسَرَخُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ⑨

④ وہ جس روز اللہ سے ملیں گے تو ان کو جو سلام ہوگا وہ یہ ہوگا کہ السلام علیکم اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عمرہ صلہ (جنت میں) تیار رکھا ہے اے نبی بیشک ہم نے آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ (مؤمنین) کے بشارت دینے والے ہیں اور (کفار کے) ڈرانے والے ہیں اور (ان کو) اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں اور مؤمنین کو بشارت دیجئے کہ ان پر اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہونے والا ہے اور کافروں اور منافقین کا کہنا نہ کیجئے اور ان کی طرف سے جو ایذا پہنچے اس کا خیال نہ کیجئے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے اور اللہ کافی کارساز ہے اے ایمان والو تم جب مسلمان عورتوں سے نکاح کرو (اور) پھر تم ان کو قبل ہاتھ لگانے کے (کسی اتفاق سے) طلاق دیدو تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدت (واجب) نہیں جس کو تم شمار کرنے لگو تو ان کو کچھ (مال) متاع دیدو اور خوبی کے ساتھ ان کو رخصت کرو۔

44 "تحیتہم" مؤمنین کا سلام۔ "یوم یلقونہ" جس دن وہ اللہ کو دیکھیں گے، یہ ہوگا۔ "سلام" اللہ کی طرف سے بطور تحیہ ان کو سلام کیا جائے گا اور اللہ ان کو تمام ناگوار باتوں سے امن و سلامتی میں رکھے گا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں "تحیتہم یوم یلقونہ" جس وقت ان سے ملک الموت ملے گا وہ کسی مؤمن کی روح اس وقت تک قبض نہیں کرتے جب تک اس پر سلام نہ بھیج دیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب ملک الموت مؤمن کی روح قبض کرنے کے لیے آتا ہے تو کہتا ہے "ان ربک یقرئک السلام" کہ تمہارے رب نے تجھے سلام بھیجا ہے۔ بعض نے کہا کہ ملک الموت یہ کہتا ہے کہ تجھے فرشتے سلام بھیجتے ہیں اور قبروں سے نکالے جانے کے دن کی خوشخبری سناتے ہیں۔ "واعدلہم اجرًا عظیمًا" اس سے مراد جنت کی خوشخبری ہے۔

45 "یا یہا النبی انا ارسلناک شاہدًا و مبشرًا و نذیرًا" شاہد اُسے مراد انبیاء کرام علیہم السلام کی گواہی دیں گے کہ انہوں نے اپنی رسالت والا پیغام پہنچا دیا ہے۔ "و مبشرًا" اور انبیاء پر ایمان لانے والوں کو جنت کی خوشخبری دینے والے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کرنے والوں کو دوزخ سے ڈرانے والا۔

46 "وداعیًا الی اللہ" اس کی توحید اور اس کی طاعت کی طرف دعوت دینے والے۔ "بإذنه" اس کے حکم سے۔ "و سراجًا منیرًا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روشن چراغ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح رات کی تاریکی میں چراغ جلایا جاتا ہے اور اس کی روشنی سے راستہ نظر آ جاتا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی روشنی اور ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔

47 "وبشر المؤمنین بأن لهم من اللہ فضلًا کبیرًا"

48 "ولا تطع الکافرین و المنافقین" اس کی تفسیر ماقبل میں اس سورۃ کی ابتداء میں ذکر کی جا چکی ہے۔ "ودع اذہم" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ کا قول ہے کہ ان کی اذیت پر صبر کرے۔ زجاج کا بیان ہے کہ ان سے جھگڑانہ کیجئے، ان کو دکھ پہنچانے کا خیال نہ کیجئے، یہ قتال کی آیت سے منسوخ ہے۔ "و توکل علی اللہ و کفی باللہ وکیلاً" وہی تمام امور کی حفاظت کرنے والا ہے۔

49 "یا یہا الذین آمنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموهن" یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ طلاق نکاح سے پہلے واقع نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے طلاق کو نکاح پر مرتب کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی غیر عورت سے اس طرح کہا ہے کہ جب میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق ہے۔ پھر اس سے نکاح کر لیا تو نکاح سے پہلے دی ہوئی طلاق کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اگر اس طرح کہا کہ میں جس عورت سے نکاح کروں اسے طلاق ہے پھر کسی عورت سے نکاح کر لیا تو طلاق واقع ہوگئی۔ یہ قول حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت جابر، حضرت معاذ، حضرت عائشہ صدیقہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔ سعید بن مسیب، سعید بن جبیر، عروہ، قاسم، طاؤس، عکرمہ، عطاء، سلیمان، بن یسار، مجاہد، شعبی، قتادہ اور اکثر علماء رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان دونوں صورتوں میں طلاق واقع

ہو جائے گی۔ یہ قول ابراہیم نخعی اور اصحاب الرائے کا ہے اور ربیعہ، مالک اور اوزاعی کا قول ہے کہ معین عورت کو تو طلاق واقع ہو جائے گی۔
 عکرمہ کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ لوگوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف غلط نسبت کی ہے اور اگر واقعی انہوں نے کسی معین عورت کے متعلق کہا ہو کہ فلاں عورت سے میں نکاح کروں تو اسے طلاق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے ”یا ایہا الدین امنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموهن“ اس نے ”اذا طلقتموهن ثم نکحتموهن“ نہیں فرمایا۔
 امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کی تائید کے لیے ایک حدیث نقل کی ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی۔ ”من قبل ان تمسوهن“ مس سے مراد جماع ہے۔
 ”فما لکم علیہن من عداۃ تعدونہا“ تم اس کو شمار کرو حیض کے ساتھ یا مہینوں کے اعتبار سے ”فتمتعوهن“ ان کو تم دو کہ تم نے ان سے فائدہ اٹھایا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ حکم اس وقت ہے جب مہر کی مقدار مقرر نہ کی ہو، اگر مہر مقرر ہو تو آدھا واجب ادا ہوگا۔ متاع لازم نہیں ہوگا۔

قادرہ کا بیان ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے، آیت ”فنصف ما فرضتم“ اس کی ناسخ ہے دونوں قولوں کا مال ایک ہی ہے کہ اگر بغیر جماع کی کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور مہر کی مقرر مقدار تھی تو آدھا مہر دیا جائے گا۔ اس صورت میں متعہ نہ واجب ہے نہ مستحب۔ بعض کے نزدیک نصف مہر کے ساتھ ساتھ متعہ مستحب ہے۔ اس قول کی بنیاد پر متعہ ہن کا امر استحباب کے لیے ہوگا۔ ”وسر حوہن سراخا جمیلاً“ اور ان کے راستے کو اچھے طریقے سے چھوڑ دو بغیر کسی تکلیف و نقصان دینے کے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي آتَيْتَ أَجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ بِمَمْتِكَ وَبَنَاتِ خَالَكَ وَبَنَاتِ خَالَتِكَ الَّتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ. قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا 50 تَرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ. ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ تَقْرَأَ آغْنِيَهُنَّ وَلَا يَحْزَنَ وَيَرْضَيْنَ بِمَا آتَيْتَهُنَّ كُلَّهُنَّ. وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ. وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَلِيمًا 51

۵۰ اے نبی ہم نے آپ کے لئے آپ کی یہ بیبیاں جن کو آپ ان کے مہر دے چکے ہیں حلال کی ہیں اور وہ عورتیں بھی جو خاص طور پر تمہاری مملوکہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے غنیمت میں آپ کو دلوادی ہیں اور آپ کے چچا کی بیبیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیبیاں اور آپ کے ماموں کی بیبیاں اور آپ کی خالوں کی بیبیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو

اور اس مسلمان عورت کو بھی جو بلا عوض اپنے آپ کو پیغمبر کو دے دے بشرطیکہ پیغمبر اس کو نکاح میں لانا چاہیں یہ سب آپ کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں نہ اور مومنین کے لئے ہم کو وہ احکام معلوم ہیں جو ہم نے ان پر ان کی بیبیوں اور لونڈیوں کے بارے میں مقرر کئے ہیں تاکہ آپ پر کسی قسم کی تنگی (واقع) نہ ہو اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ان میں سے آپ جس کو چاہیں (اور جب تک چاہیں) اپنے سے دور رکھیں اور جس کو چاہیں (اور جب تک چاہیں) اپنے نزدیک رکھیں اور جن کو دور کر رکھا تھا ان میں سے پھر کسی کو طلب کریں تب بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں اس میں زیادہ توقع ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور آزرده خاطر نہ ہوں گی اور جو کچھ بھی آپ ان کو دیں گے اس پر سب کی سب راضی رہیں گی اور خدا تعالیٰ کو تم لوگوں کے دلوں کی سب باتیں معلوم ہیں اور اللہ تعالیٰ (یہی کیا) سب کچھ جاننے والا ہے بردبار ہے۔

تفسیر 50 "یا ایہا النبی انا احلنا لک ازواجک اللاتی آتیت أجورهن" اس سے مراد مہر ہے۔ "وما ملک

یمینک مما أفاء اللہ علیک" اس آیت میں کفار پر رڈ ہے۔ کفار یہ کہتے تھے کہ ان کو پہلے قید کیا، پھر ان سے نکاح کر لیا جیسے صفیہ اور جویریہ جبکہ حضرت ماریہ کسی جہاد سے گرفتار کر کے نہیں لائی گئی تھیں بلکہ مقوقس شاہ مصر نے بطور ہدیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کو بھیجا تھا۔ "وبنات عمک وبنات عماتک" اس سے مراد قریش کی عورتیں ہیں۔ "وبنات خالک وبنات خالاتک" خاندان بنو زہرہ کی بیٹیاں۔ "اللاتی ہاجرن معک" جنہوں نے مدینے کی طرف ہجرت کی اور جن عورتوں نے ان میں سے کسی عورت کے ساتھ ہجرت نہیں کی اور مدینہ نہیں آئی، ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح جائز نہیں تھا۔

حضرت ابوصالح کی روایت سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت ام ہانی بنت ابوطالب نے فرمایا جب مکہ فتح ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نکاح کا پیغام دیا۔ میں نے معذرت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا عذر قبول کر لیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال ہی نہیں رہی کیونکہ میں مہاجرات میں سے نہیں تھی، طلقاء میں سے تھی۔ پھر ہجرت کی شرط منسوخ ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلال ہونے کے لیے۔

"وأمرأة مؤمنة ان وهبت نفسها للنبی ان اراد النبی أن یتکحها خالصة لک من دون المؤمنین" یعنی آزاد عورت اپنے آپ کو بغیر مہر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال کر دے اور اگر کوئی غیر مسلمہ خود اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کر دے تو آپ کے لیے اس کو نکاح میں لانا جائز نہیں تھا۔

آیت وامرأة مؤمنة کی تفسیر

علماء مفسرین کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ کسی غیر مسلمہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح جائز تھا یا نہیں تھا، علماء کی ایک جماعت عدم جواز کی قائل ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے "و امرأة مؤمنة" فرمایا ہے اور "ہاجرن معک" کا معنی "أسلمن معک" سے کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلمہ عورتوں سے نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال نہیں کیا گیا۔

نکاح کن الفاظ سے منعقد ہوتا ہے

اور اسی طرح نکاح منعقد ہو جاتا ہے اپنے آپ کو کسی کے لیے ہبہ کرنے کے ساتھ بغیر ولی اور بغیر گواہوں اور بغیر مہر کے۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو نکاح میں لانے کا ارادہ ضروری ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے: ”خالصة لك من دون المؤمنين“ چار شادیوں سے اوپر اور نکاح میں رکھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص تھا۔ اہل علم کا اس بات میں اختلاف ہے کہ باندی اپنے آپ کو ہبہ کر دے تو اس کا کیا حکم ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک اس کے ساتھ لفظ نکاح اور تزویج کے علاوہ دوسرے الفاظ سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ یہ قول سعید بن المسیب، زہری، مجاہد اور عطاء کا ہے اور یہی قول ربیعہ مالک اور شافعی کا ہے اور ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ نکاح منعقد ہو جاتا ہے لفظ ہبہ تملیک کے ساتھ۔ یہ قول ابراہیم نخعی اور اہل کوفہ کا ہے اور جن حضرات نے کہا کہ اس کا نکاح نہیں منعقد ہوگا مگر لفظ نکاح اور تزویج کے ساتھ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا ان کے ساتھ بھی لفظ ہبہ کے ذریعے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں۔ بعض حضرات کے نزدیک منعقد ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ”خالصة لك من دون المؤمنين“ دوسرے حضرات کا قول ہے کہ اس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا مگر لفظ نکاح اور لفظ تزویج کے ساتھ باندی کے حق میں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ”ان اراد النبی ان یستکحها“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اختصاص مہر کے بغیر قبول کرنے میں ہے نہ کہ لفظ نکاح کے ساتھ۔

آئمہ کرام کا اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیویوں کے موجود ہونے کے باوجود کوئی عورت اپنے آپ کو نبی کے لیے ہبہ کر دے تو وہ قبول کر سکتے ہیں یا نہیں۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد کا قول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت کوئی عورت نہیں تھی جب ان کے لیے ہبہ کیا گیا اور نہ ہی کوئی عورت ان کے پاس آئی۔ عقد نکاح یا ملک یمین کے سبب۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ”ان وہبت نفسها“ یہ شرط ہے اور اس کی جزاء یہی ہے جو ما قبل میں گزر چکی ہے۔ دوسرے حضرات کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہبہ شدہ عورتیں موجود تھیں۔ اس بارے میں بھی آئمہ مفسرین کا آپس میں اختلاف ہے کہ امام شافعی کا قول ہے کہ یہ حضرت زینب بنت خزیمہ الہلالیہ ہیں، ان کو اُم المساکین بھی کہا جاتا ہے۔

قتادہ کا بیان ہے کہ یہ میمونہ بنت حارث ہیں۔ علی بن الحسین، ضحاک اور مقاتل کے نزدیک یہ اُم شریک بنت جابر ہیں جو قبیلہ بنو اسد سے ہیں۔ عروہ بن زبیر کا قول ہے کہ یہ خولہ بنت حکیم قبیلہ بنو سلیم سے تھیں۔ (یہ وہ عورتیں تھیں جنہوں نے اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کر دیا تھا)۔

”قد علمنا ما فرضنا علیہم“ یعنی مؤمنین پر جو کچھ ہم نے واجب کر دیا۔ ”فی ازواجہم“ اپنی بیویوں کے متعلق جو احکام ان پر نازل کر دیئے کہ تم چار سے زائد عورتیں بیک وقت نہیں رکھ سکتے، وہ بھی ولی اور گواہوں اور مہر سے۔ ”وما ملک ایمانہم“ اور وہ احکام جو ہم نے تمہارے اوپر ملک یمین کے ذریعے واجب کیے ہیں۔ ”لکیلا یکون علیک حرج“ یہ آیت

اول سورۃ کی اس آیت کی طرف لوٹ رہی ہے۔ ”احلنا لک ازواجک ... وما ملکت یمنک“ یہ تمہارے لیے ہے ہے تاکہ آپ کسی حرج یا تنگی میں مبتلا نہ ہوں۔ ”وکان اللہ غفوراً رَحِیْمًا“

51 ”ترجی“ تم اس کو مؤخر کرو۔ ”من تشاء منهن وتووی“ اور تمہاری طرف اس کو ملائے۔

تُرْجِیْ مِنْ تَشَاءُ کی تفسیر

”الیک من تشاء“ اس آیت میں اہل تفسیر کا اختلاف ہے۔ سب سے زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ اس آیت کا نزول باری تقسیم کرنے کے سلسلہ میں ہوا۔ پہلے عورتوں میں برابری کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھا، اس آیت کے نزول کے بعد برابری رکھنے کا حکم ساقط کر دیا گیا اور عورتوں کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا اختیار دے دیا گیا۔

ابوزید اور ابن زید نے کہا اس آیت کا نزول اس وقت ہوا جب بعض اُمہات المؤمنین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں رشک کیا اور بعض نے زیادہ مصارف طلب کیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک سب سے ترک تعلق کر لیا تھا یہاں تک کہ آیت تخییر نازل ہوئی اور اللہ نے حکم دے دیا کہ عورتوں کو اختیار دے دو کہ وہ دُنیا کو پسند کر لیں یا آخرت کو، جو دُنیا کو پسند کریں ان کے راستہ میں رُکاوٹ نہ پیدا کرو (ان کو آزاد کر دو) اور جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کریں ان کو اپنے پاس رکھو لیکن شرط یہ ہے کہ وہ مؤمنوں کی مائیں ہوں گی، کبھی کسی اور سے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد) نکاح نہیں کر سکیں گی اور ایک شرط یہ بھی ہے کہ اللہ کے رسول کو اختیار ہوگا کہ ان میں سے جس کو چاہیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس رکھیں گے اور جس کو چاہیں گے دور رکھیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی اختیار ہوگا کہ جس کی باری چاہیں مقرر کریں، چاہیں نہ کریں اور مصارف و باری کی تقسیم میں جس کو چاہیں ترجیح دیں، یہ سارے اختیارات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوں گے۔ یہ خصوصیت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی تھی۔ اُمہات المؤمنین نے یہ تمام شرائط مان لیں اور ان شرائط پر آپ کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئیں۔

اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کسی بیوی کو باری کی تقسیم سے خارج کر دیا تھا یا نہیں؟ اس میں روایات کا اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے کہ باوجود کامل اختیار مل جانے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے حضرت سودہ کے اور کسی بیوی کو باری کی تقسیم سے خارج نہیں کیا۔ حضرت سودہ خود اپنے حقوق سے دستبردار ہو گئیں اور انہوں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔

بعض لوگوں کا قول ہے کہ اختیار ملنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض بیویوں کو باری کی تقسیم سے خارج کر دیا تھا۔ ابن جریر نے بوساطت منصور ابوزین کی روایت بیان کی ہے کہ جب آیت تخییر نازل ہوئی تو اُمہات المؤمنین کو اندیشہ ہوا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو طلاق دے دیں اس لیے سب نے کہا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنی

ذات میں اور مال میں جتنا چاہیں ہم کو دیں اور ہم کو ہمارے حال پر رہنے دیں (طلاق نہ دیں) اس پر آیت ”تَرْجِي مِنْ تَشَاءِ الْخ“ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض عورتوں کو پیچھے ڈال دیا اور بعض کو اپنے قرب میں رکھا جن کو قریب رکھا، ان میں عائشہ، حفصہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہن تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں کے لیے باری کی تقسیم برابر برابر کر دی اور پانچ بیویوں کو دور رکھا: ام حبیبہ، سودہ، صفیہ، میمونہ، جویریہ رضی اللہ عنہن۔ ان کے لیے جب آپ چاہتے تھے باری تقسیم کر دیتے تھے مجاہد نے کہا ”تَرْجِي مِنْ تَشَاءِ مِنْهِنَّ“ کا مطلب یہ ہے کہ آپ جس بیوی سے بغیر طلاق دیئے کنارہ کش رہنا چاہیں، کنارہ کش رہیں اور کنارہ کش ہونے کے بعد اگر پھر اس کو بغیر تجدید نکاح کے اپنے پاس واپس لانا چاہیں تو لا سکتے ہیں۔

بعض کے نزدیک یہ مطلب ہے کہ جس بیوی کو چاہیں آپ طلاق دے دیں اور جس کو چاہیں اپنے عقد میں باقی رکھیں۔ حسن نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اپنی اُمت کی جس عورت سے آپ نکاح کرنا چاہیں، کر سکتے ہیں اور نکاح نہ کرنا چاہیں تو نہ کریں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی عورت کو اپنا پیام بھیجتے تھے تو جب تک خود ہی اپنے پیام سے دستبردار نہ ہو جائیں، کسی دوسرے شخص کے لیے اس عورت کو پیام بھیجنا جائز نہ تھا۔

بعض نے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ جو مومن عورتیں اپنے آپ کو آپ کے لیے ہبہ کر دیں آپ ان میں سے جس کو چاہیں قبول کر لیں اور اپنے پاس جگہ دیں اور جس کو قبول نہ کرنا چاہیں، رد کر دیں۔

ہشام نے اپنے باپ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ جن عورتوں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کر دیا تھا، ان میں سے خولہ بنت حکیم بھی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا عورت کو شرم نہیں آتی کہ مرد کے لیے اپنے کو ہبہ کرتی ہے؟ پھر جب آیت ”تَوِي الْيَك مِنْ تَشَاءِ مِنْهِنَّ الْخ“ نازل ہوئی تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش جلد پوری کر دیتا ہے۔

”وَمِنْ ابْتِغَايَ مَمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ“ اور جن سے آپ کنارہ کش ہو گئے، اگر ان میں سے پھر کسی کو طلب کر لیں تب بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ یعنی جن بیویوں کو (بغیر طلاق کے) آپ نے اپنے سے دور کر دیا تھا، اگر ان میں سے کسی کو پھر اپنے پاس رکھنا چاہیں تو کوئی گناہ نہیں۔

”ذَلِكَ أَذْنَىٰ أَنْ تَقْرَأَ عَيْنَهُنَّ وَلَا يَحْزَنَ وَيَرْضَيْنَ بِمَا اتَّيْتَهُنَّ كُلَّهُنَّ“ اس میں زیادہ توقع ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور وہ آزدہ خاطر نہ ہوں گی اور جو کچھ بھی آپ ان کو دے دیں گے اس پر سب کی سب راضی رہیں گی۔ ”ذَلِكَ“ یعنی یہ اختیار جو آپ کو دیا گیا ہے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈی رکھنے اور آزدہ خاطر نہ ہونے اور سب کے راضی رہنے سے بہت زیادہ قریب (تعلق رکھنے والا) ہے کیونکہ اس میں سب برابر ہیں (سب کا اختیار آپ کو ہے، کوئی خود مختار نہیں رہی) پھر اگر آپ ان میں سے کسی کو اپنے پاس بلا لیں گے تو وہ آپ کے اس فعل کو آپ کی مہربانی سمجھے گی اور جس سے کنارہ کش ہو جائیں گے تو وہ اس کو حکم خدا سمجھے گی بلکہ اس میں بھی آپ کی مہربانی سمجھے گی کہ آپ نے اس کو صرف اپنے

قرب سے ہٹا دیا، نکاح سے تو خارج نہیں کیا حالانکہ آپ کو اس کی ضرورت نہیں تھی (طلاق دے سکتے تھے)۔
 ”وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ“ اور اللہ کو تم لوگوں کے دلوں کی باتیں معلوم ہیں۔ اس میں اس بی بی کے لیے وعید ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء پر راضی نہ ہو۔

بعض اہل علم نے اس آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ تمہارے دلوں کے اندر جو بعض عورتوں کی طرف جھکاؤ اور میلان ہوتا ہے، اللہ اس سے واقف ہے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آسانی کیلئے یہ اختیار ان کو دے دیا ہے۔ ”وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَلِيمًا“
 لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ مَّ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ. وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيبًا ﴿52﴾

ان کے علاوہ اور عورتیں آپ کے لئے حلال نہیں ہیں اور نہ یہ درست ہے کہ آپ ان (موجودہ) بیبیوں کی جگہ دوسری بیبیاں کر لیں اگرچہ آپ کو ان (دوسریوں) کا حسن اچھا معلوم ہو مگر جو آپ کی مملوکہ ہوں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز (کی حقیقت اور آثار و مصالحوں) کا پورا نگران ہے۔

﴿52﴾ ”لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ“ ابو عمر و اور یعقوب نے ”یَحِلُّ“ تاء کے ساتھ اور دوسرے قراء نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی ان نو بیبیوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا اور بیبیوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی اختیار کیا تو اللہ نے ان کی قدر دانی عطا فرمائی۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ مَّ بَعْدُ کی تفسیر

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیبیوں کو اختیار دے دیا اور بیبیوں نے اللہ اور اس کے رسول کو ہی اختیار کیا تو اللہ نے ان کی قدر دانی فرمائی اور پیغمبر کے لیے موجودہ بیبیوں کے علاوہ دوسری عورتوں کو حرام کر دیا اور اس کی بھی ممانعت کر دی کہ ان بیبیوں میں سے کسی کو طلاق دے کر کسی اور عورت سے نکاح کر سکیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ کا یہی قول ہے اس امر میں علماء کا اختلاف ہے کہ اس ممانعت کے بعد کیا پھر دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کی اباحت کا کوئی حکم نازل کیا گیا یا نہیں؟ عطاء نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے اللہ نے آپ کے لیے حلال کر دیا تھا کہ جن عورتوں سے سوائے محرم کے آپ نکاح کرنا چاہیں، کر سکتے ہیں۔ آیت ”تَرْجِي مِنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتَوِي إِلَيْكَ مِنْ تَشَاءُ“ میں اس کی اجازت دے دی گئی تھی کیونکہ یہ آیت اگرچہ ترتیب قرأت میں پہلے ہے لیکن نزول میں مؤخر ہے۔ ”لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ“ کے بعد آیت ”تَرْجِي مِنْ تَشَاءُ“ نازل ہوئی تھی۔

بغوی نے لکھا ہے کہ عکرمہ اور ضحاک نے کہا آیت کا معنی یہ ہے کہ جن عورتوں کا صفات متقدمہ کے ساتھ ذکر کر دیا گیا ہے، ان کے بعد دوسری عورتوں سے آپ کے لیے نکاح حلال نہیں۔ حضرت ابی بن کعب سے دریافت کیا گیا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

(ساری) بیبیاں وفات پا جائیں تو کیا آپ کے لیے جدید نکاح کرنا جائز تھا؟ فرمایا: اس کی ممانعت کرنے والی کیا چیز تھی؟ عرض کیا گیا: اللہ نے فرمادیا تھا: ”لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدِ“ فرمایا آیت ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجًا كَالَّذِي فِي بَيْتِكَ وَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ“ میں اللہ نے ایک خاص قسم کی عورتیں آپ کے لیے حلال کر دی تھیں۔ پھر (اور قسم کی عورتیں حرام کرنے کے لیے) فرمایا: ”لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدِ“ (یعنی ایسی عورتوں کے علاوہ دوسری طرح کی عورتیں آپ کے لیے حلال نہیں۔ مترجم) ابوصالح نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا تھا کہ نہ کسی اعرابی عورت سے نکاح کریں، نہ کسی (عام) عربی عورت سے بلکہ اپنے قبیلہ کنبہ کی عورتوں سے نکاح کریں، چچا، پھوپھی کی بیٹیاں ہوں یا ماموں خالہ کی۔ قبیلہ والی تین سو عورتوں سے بھی نکاح کر سکتے ہیں۔

مجاہد نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ مسلم عورتوں کے بعد کسی یہودن یا عیسائی عورت سے نکاح کرنا آپ کے لیے حلال نہیں، نہ یہ جائز ہے کہ مسلمان عورتوں کو چھوڑ کر ان کی جگہ غیر مسلمہ سے نکاح کرو۔ مطلب یہ ہے کہ اُم المؤمنین نہ کوئی یہودی عورت ہو سکتی ہے نہ عیسائی عورت۔ ہاں، کتابی مذہب کی بانڈیاں اس حکم سے مستثنیٰ تھیں۔

ضحاک نے ”ان تبدل بہن“ کا یہ مطلب بتایا کہ جو بیبیاں آپ کے نکاح میں ہیں ان کو طلاق دے کر دوسری عورتوں سے نکاح کرنا آپ کے لیے حلال نہیں۔ یعنی موجودہ بیبیوں کو طلاق دینے کی ممانعت کر دی کیونکہ ان کو اُمہات المؤمنین بنا دیا گیا اور دوسروں کیلئے ان کو حرام کر دیا گیا، دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کی ممانعت نہیں کی۔

ابن زید نے آیت ”وَلَا ان تَبْدَلْ بَهْنٍ مِنْ اَزْوَاجٍ“ کی تشریح میں کہا: جاہلیت کے زمانہ میں لوگ بیبیوں کی بدلی کر لیتے تھے۔ ایک شخص دوسرے سے کہتا تھا کہ اپنی بی بی سے میری بی بی بدل لو۔ مجھے اپنی بی بی دے دو، میں اپنی بی بی تم کو دے دوں گا۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ بیبیوں کا تبادلہ آپ کے لیے حلال نہیں۔ اپنی بی بی دوسرے کو دے دو اور دوسرے کی بی بی خود لے لو، یہ جائز نہیں۔ ہاں بانڈیاں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، کوئی حرج نہیں، اگر اپنی بانڈی دے کر اس کے بدلہ میں دوسرے کی بانڈی لے لو، بیبیوں کا تبادلہ حرام ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ عیینہ بن حصن بغیر اجازت لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندر آ گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اجازت داخلہ کیوں نہیں لی؟ عیینہ نے کہا: یا رسول اللہ! جب سے میں جوان ہوا ہوں میں نے مصر (حجازی عرب) کے کسی شخص سے داخلہ کی اجازت نہیں لی۔ پھر کہنے لگا: آپ کے پہلو میں گوری عورت کون ہے؟ فرمایا: عائشہ ہیں۔ وہ بولا: کیا ایک حسین ترین عورت دے کر آپ سے اس کا تبادلہ نہ کر لوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے یہ حرام کر دیا ہے۔ عیینہ جب نکل کر چلا گیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ یہ کون تھا؟ فرمایا: یہ ایک احمق ہے جس کا حکم مانا جاتا ہے جو حالت تم نے اس کی دیکھی، اس کے باوجود یہ اپنی قوم کا سردار ہے۔

”ولو اعجبك حسنهن“ یعنی ان عورتوں کا حسن جن سے تم نکاح کے خواہش مند ہو، تمہیں اگرچہ پسند بھی آئے۔

مطلب یہ ہے کہ آپ کے لیے حلال نہیں کہ اپنی بیویوں میں سے کسی کو طلاق دے دو اور اس کی جگہ دوسری سے نکاح کر لو، خواہ اس کی خوبصورتی آپ کو کیسی ہی بھلی معلوم ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایسی (حسین) عورت جعفر بن ابی طالب کی بیوی بنت عمیس خنعمیہ تھی۔ جب جعفر شہید ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پاس اپنا پیام بھجوانا چاہا لیکن آپ کو اس کی ممانعت کر دی گئی۔ ”الا ما ملکت یمنک“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت کے نزول کے بعد صاحبزادہ ابراہیم کی والدہ حضرت ماریہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک میں داخل ہوئیں (مقوقس شاہ مصر نے دو لونڈیاں خدمت گرامی میں بطور ہدیہ بھیجی تھیں، ایک سرین، دوسری ماریہ۔ انہی ماریہ کے شکم سے حضور گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے)۔

”وَكَانَ اللَّهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيبًا“ اور اللہ ہر چیز کا پورا نگران ہے اس لیے تم اللہ کے احکام کی پابندی کرو اور اس کی قائم کی ہوئی حد سے تجاوز نہ کرو۔ آیت میں دلیل ہے اس امر کی کہ مرد جس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو، اس کو دیکھنا جائز ہے۔ حضرت جابر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی کسی عورت کو نکاح کا پیام دینا چاہتا ہو تو اس کے لیے ایسے اعضاء کو دیکھنا جو نکاح کی دعوت دیں، ممکن ہو تو ایسا کرے۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت مغیرہ بن شعبہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیام بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اس کو دیکھ لیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: اس کی طرف دیکھ لو، تم دونوں میں اتفاق قائم رکھنے کے لیے یہ بات زیادہ مناسب ہے۔ (رواہ احمد، الترمذی، والنسائی وابن ماجہ والدارمی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک شخص نے کسی انصاری عورت سے نکاح کرنا چاہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی طرف دیکھ لو، انصاری عورتوں کی آنکھوں میں کچھ ہوتا ہے (یعنی پیلا پن)۔ (رواہ مسلم شریف)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرِ نَظْرَيْنِ إِنَّهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ. إِنَّ ذَلِكَ كَانَ يُؤْذَى النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيَ مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيَ مِنَ الْحَقِّ. وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ. ذَلِكَمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنْكِحُوا زُورًا مِنْهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا. إِنَّ ذَلِكَ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ⑤

اے ایمان والو نبی کے گھر میں (بے بلائے) مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جاوے ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو لیکن جب تم کو بلایا جاوے (کہ کھانا تیار ہے) تب جایا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے

سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صاف صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتا اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو یہ بات (ہمیشہ کے لئے) تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے اور تم کو جائز نہیں کہ رسول اللہ کو کلفت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری (معصیت کی) بات ہے۔

آیت یٰٰیہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا كَاشَانَ نَزْوَل

تفسیر 53 "یا ایہا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم" اس آیت کا نزول زینب بنت جحش کے بارے میں ہوا۔ جب ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کیا۔ ابن شہاب (زہری) کی روایت سے لکھا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے، میں اس وقت دس سال کا تھا۔ میری ماں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پر میری موافقت کرتی تھیں۔ میں نے دس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت میری عمر بیس سال تھی۔ حجاب کے واقعہ کا علم مجھے سب لوگوں سے زیادہ ہے۔ آیت حجاب کا نزول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور زینب بنت جحش کی خلوت گاہ میں ہوا۔ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش کے شوہر ہونے کی حیثیت میں تھے، آپ نے لوگوں کو کھانا کھانے کیلئے بلایا، لوگوں نے آ کر کھانا کھایا۔ الیٰ آخر الحدیث۔

زہری کی یہ روایت بھی بخاری کی روایت کی طرح ہے۔ بخاری کی دوسری روایت ہے کہ حضرت انس نے فرمایا: اس آیت کو یعنی آیت حجاب کو میں سب لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیوی کی حیثیت میں بھیجا گیا تو آپ کے گھر کے اندر وہ موجود تھیں اور آپ نے کچھ کھانا تیار کرایا تھا اور لوگوں کو کھانے کے لیے بلوایا تھا (کھانے کے بعد بھی) لوگ بیٹھے باتیں کرتے رہے، اس پر اللہ نے آیت حجاب نازل فرمائی تو لوگ اٹھ گئے اور پردہ چھوڑ دیا گیا۔

ابو عثمان کا قول ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ اس عورت کے دروازہ پر پہنچے جس سے شادی کی تھی، وہاں اس کے پاس کچھ لوگ موجود تھے، آپ وہاں سے چل دیئے، وہ لوگ چلے گئے تو آپ لوٹ آئے اور اندر چلے گئے اور میرے اور اپنے درمیان پردہ چھوڑ دیا۔ میں نے یہ واقعہ ابو طلحہ سے بیان کیا تو ابو طلحہ نے کہا: جیسا تو کہہ رہا ہے اگر واقعی یہی ہے تو اس کے متعلق کچھ ضرور نازل ہوگا۔ چنانچہ آیت حجاب نازل ہو گئی۔ اس روایت کو ترمذی نے حسن کہا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس آیت کا نزول ان مسلمانوں کے بارے میں ہوا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا کھانے کی غرض سے پہلے ہی گھر میں آ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر جب وہ کھانا کھا چکے تو دوبارہ وہ باہر نہ نکلے جس کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت اذیت پہنچی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "یا ایہا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا

”ان يؤذن لكم“ یہاں تک کہ تم کو بلایا نہ جائے۔ ”الی طعام“ اور تمہیں کھانے کی اجازت دے دی جاتی اور تم اس سے کھاتے۔ ”غیر ناظرین اناہ“ کھانے تیار ہونے کے منتظر نہ رہو۔ جیسے کہا جاتا ہے ”انی الحمیم“ جب پانی خوب گرم ہو گیا کھولنے لگ گیا۔ ”انی“ ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ جب اس کو فتح کے ساتھ پڑھیں گے تو اس پر مد کی جائے گی۔ کہا جائے گا ”الاناء“۔ اس میں دو لغتیں ہیں۔ ”انی، یانی، و آن یثین“ جیسے ”حان یحین“..... ”ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم“ جب تم کھانا کھاؤ۔ ”فانتشروا“ تو تم جدا جدا ہو جاؤ اور ان کو ان کے ٹھکانوں سے نکالو۔ ”ولا مستأنسین لحدیث“ کھانے کے بعد دیر تک باتیں کرتے نہ رہا کرو، یعنی کسی کا دل بہلانے کے لیے مت بیٹھا کرو۔ ”ان ذلکم کان یؤذی النبی فیستحیی منکم واللہ لایستحیی من الحق“ ان کو ادب سکھلانے اور حق کو بیان کرنے سے حیاء نہ کیجئے۔

”واذا سألتموهن متاعاً فاسئلوهن من وراء حجاب“ اس کے پردے سے پیچھے۔ اس آیت کے نزول کے بعد کسی کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی کی طرف دیکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ ”ذلکم اطہر لقلوبکم وقلوبہن“ تمہارے دلوں کے شک کو دور کرنے والا۔ ابن شہاب زہری نے عروہ سے اور حضرت عروہ نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات جب قضاء حاجت کے لیے باہر نکلتی تھیں تو رات کو باہر نکل کر وسیع میدان میں جاتی تھیں۔ حضرت عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے تھے کہ اُمہات المؤمنین کا پردہ کرا دیجئے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں کرتے تھے۔ ایک رات کو عشاء کے وقت حضرت سودہ بنت زمعہ گھر سے برآمد ہوئیں، عورت قد آور تھیں (اس لیے پہچان لی جاتی تھیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چونکہ پردے کا حکم نازل ہونے کی انتہائی خواہش تھی اس لیے آپ نے پکار کر کہا، ہم نے آپ کو پہچان لیا، اس پر اللہ نے آیت حجاب نازل فرمادی۔ بغوی نے لکھا: آیت حجاب کے سبب نزول کا یہ صحیح واقعہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ سورہ بقرہ کی تفسیر میں بخاری کی یہ روایت ذکر کر دی گئی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تین باتوں میں میری (رائے کی) مطابقت اپنے رب کے (حکم کے) ساتھ ہوگئی۔ میں نے عرض کیا کہ کاش! آپ مقام ابراہیم کو مقام نماز بنا لیتے، اس پر آیت ”واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی“ نازل ہوئی۔ میں نے عرض کیا تھا: یا رسول اللہ! آپ کی عورتوں کے پاس نیک و بد ہر طرح کے آدمی آتے ہیں، کاش آپ اپنی عورتوں کو پردہ میں رہنے کا حکم دیتے، اس پر آیت حجاب نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رقابت کی وجہ سے آپ کی عورتیں جمع تھیں، میں نے عرض کیا: ”عسلی زبہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجاً خیراً منکن“ یہ عبارت اسی طرح نازل ہوگئی۔ نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ بغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے بھی یونہی یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

”وما کان لکم ان توذوا رسول اللہ“ تمہارے اوپر یہ لازم ہے کہ کسی چیز کے ذریعے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ دو۔ ”ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابداً“ اس آیت کا نزول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی پر ہوا کہ انہوں نے کہا تھا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو جائے گی تو میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

عنها سے نکاح کروں گا۔ مقاتل بن سلیمان نے کہا کہ اس سے مراد طلحہ بن عبید اللہ ہے۔ اس پر اللہ عزوجل نے خبر دی کہ یہ بیویاں تم سب پر حرام ہیں۔ ”ان ذالکم کان عند اللہ عظیمًا“ یہ تم پر بڑا گناہ ہے۔ معمر نے زہری کی روایت سے بیان کیا ہے کہ عالیہ بنت ظبیان نے ایک شخص سے نکاح کر لیا تھا اور اس کے پیٹ سے اس شخص کی اولاد بھی ہوئی تھی۔ عالیہ وہی عورت تھی جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی تھی، یہ واقعہ حرمت سے پہلے کا ہے۔

إِنْ تَبَدُّوا شَيْئًا أَوْ تَخْفَوْهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿54﴾ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ
وَلَا أَبْنَائِهِنَّ وَلَا إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءَ إِخْوَانِهِنَّ وَلَا نِسَائِهِنَّ وَلَا مَا
مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ وَاتَّقِينَ اللَّهَ. إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿55﴾ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ
يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿56﴾

﴿54﴾ اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو گے یا اس کو پوشیدہ رکھو گے تو اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں پیغمبر کی بیویوں پر اپنے باپوں کے بارے میں کوئی گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں کے اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجیوں کے اور نہ اپنے بھانجیوں کے اور نہ اپنی عورتوں کے اور نہ اپنی لونڈیوں کے اور خدا سے ڈرتی رہو بے شک اللہ ہر چیز پر حاضر (ناظر) ہے بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر اے ایمان والو! تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

﴿54﴾ ”ان تبذوا شیئا او تخفوه فان الله كان بكل شیء علیما“ اس آیت کا نزول اس شخص کے حق میں ہوا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کا ارادہ دل میں پوشیدہ رکھا تھا، کما مر۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اُمہات المؤمنین کے باپوں، بھائیوں اور دوسرے قریب ترین رشتہ داروں نے کہا کہ آئندہ ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے کلام کریں گے تو پردے کی آڑ سے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿55﴾ ”لا جناح علیہن فی آبائہن ولا ابنائہن ولا اخوانہن ولا ابناء اخواتہن“ ان لوگوں پر کوئی گناہ نہیں، اگر انہوں نے حجاب کو ترک کر دیا۔ ”ولا نسائہن“ اور مسلمان عورتوں کا ازدواج مطہرات کے پاس جانے میں کوئی حرج نہیں، البتہ کتابی عورتوں کو ان کے گھروں میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ عام ہے مسلمان عورتیں ہوں یا کتابی کیونکہ ”ولا نسائہن“ فرمایا کیوں کہ یہ سب انہی کی جنس سے ہیں۔

”ولا ما ملکت ایمانہن“ اس بارے میں اختلاف ہے کہ غلام کی بیوی بھی ان کے لیے محرم ہے یا نہیں۔ بعض نے کہا کہ محرم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ”ولا ما ملکت ایمانہن“ کی وجہ سے اور بعض نے کہا کہ وہ بھی اجنبی عورتوں کی طرح ہے۔ مراد اس سے باندیاں ہیں نہ کہ غلام۔ ”واتقین اللہ“ ان احکام کی خلاف ورزی سے اللہ

کا خوف کرو۔ ”ان اللہ کان علی کل شیءٍ“ بندوں کے اعمال سے۔ ”شہیداً“ گواہ ہے۔

56 ”ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی“ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے آپ کے لیے دُعا کے لیے دُعا کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یصلون برکت دیتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ اللہ کی طرف۔ صلوة کا معنی ہے رحمت اور صلوة ملائکہ سے مراد ہے استغفار ”یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ“ ان کے لیے رحمت کی دُعا کرو۔ ”وسلموا تسلیما“ اور ان کو سلام کا تحفہ دو۔ ابوالعالیہ کا بیان ہے کہ اللہ کی صلوة کا مطلب ہے اس کا تعریف کرنا فرشتوں کے سامنے اور ملائکہ کے صلوة کا معنی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں دُعا کرنا۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کا بیان ہے میری ملاقات حضرت کعب بن عجرہ سے ہوئی تو انہوں نے مجھ سے کہا: کیا (حدیث کا) ایک تحفہ میں تم کو پیش کروں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے خود سنی ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، ضرور وہ تحفہ مجھے عنایت فرمائے۔ کعب نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ کو سلام کرنا تو اللہ نے ہمیں بتا دیا لیکن آپ (اور آپ کے اہل بیت) پر ہم دُرود کس طرح پڑھیں؟ فرمایا کہو:

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّبِيْدٌ ۝ اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی

اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّبِيْدٌ. (متفق علیہ)

مسلم کی روایت میں دونوں جگہ ”علی ابراہیم“ کا لفظ نہیں ہے (صرف ”علی ال ابراہیم“ ہے) حضرت ابو حمیدہ ساعدی راوی ہیں کہ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم آپ پر دُرود کیسے پڑھیں تو فرمایا: کہو ”اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ اَزْوَاجِهِ وَ ذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَ بَارَكْتَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ اَزْوَاجِهِ وَ ذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّبِيْدٌ“ (متفق علیہ)

حضرت ابو حمید الساعدی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ کہا گیا اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر کیسے دُرود بھیجیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپ لوگ کہو ”اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ اَزْوَاجِهِ وَ ذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَ بَارَكْتَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ اَزْوَاجِهِ وَ ذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّبِيْدٌ“ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ دُرود پڑھتا ہوگا۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو مجھ پر ایک بار دُرود بھیجے گا اللہ اس پر دس بار رحمت فرمائے گا۔ حضرت ابو طلحہ راوی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اس وقت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر شگفتگی تھی۔ فرمایا: مجھ سے جبرئیل علیہ السلام نے آ کر کہا کہ آپ کا رب فرماتا ہے، محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تم اس بات پر خوش نہ ہو گے کہ تمہاری امت میں سے جو کوئی تم پر درود پڑھے گا، میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا اور تمہاری امت میں سے جو کوئی آپ پر سلام پڑھے گا، میں دس بار اس پر سلامتی نازل کروں گا۔ (رواہ النسائی، والدارمی)

حضرت ابن مسعود راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے کچھ فرشتے زمین پر گھومتے پھرتے ہیں، وہ مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔ (رواہ النسائی والدارمی)

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا 57
وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغَيْرِ مَا كَتَبْنَا فَتَنًا وَابْتِهَانًا وَابْتِهَانًا 58

بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو قصد ایزد دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بدوں اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو ایزد پہنچاتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں۔

تفسیر 57 "ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والآخره وأعد لهم عذابا مهينا" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان لوگوں سے مراد ہیں یہودی، عیسائی اور مشرک، یہودی تو کہتے تھے، عزیز ابن اللہ اور ید اللہ مغلولہ اور "ان الله فقيرٌ ونحن اغنياء" اور عیسائی کہتے تھے "المسيح ابن الله" اور کہتے تھے "ان الله ثالث ثلثة" اور مشرک کہتے تھے ملائکہ خدا کی بیٹیاں ہیں اور بت اللہ تعالیٰ کے ساجھی ہیں۔

حدیث قدسی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میرے بندے نے مجھے گالی دی، اس نے کہا کہ اللہ کا بیٹا ہے حالانکہ میں اکیلا ہوں، بے نیاز ہوں، وہ ذات جو نہ جنا گیا اور نہ کسی کو اس سے جنا گیا اور اس کا کوئی ہم سر نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت منقول ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ابن آدم زمانے کو گالی دیتا ہے اور میں زمانہ ہوں، اسی کے ہاتھ میں سب امور ہیں جو دن اور رات کو پلٹتا ہے۔ بعض نے کہا کہ اذیت پہنچانے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے اسماء و صفات میں کج روی اختیار کرنا۔ عکرمہ کا بیان ہے کہ وہ خدا کو اذیت دینے والے مصور ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو میری تخلیق کی طرح پیدا کرنے چلا ہے۔ ایک چھوٹی چیونٹی تو بنا لیس ایک دانہ یا ایک جو تو بنا لیس۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ فرماتا ہے کہ جو (میرے) کسی ولی کی اہانت کرتا ہے، دوسری روایت کا لفظ ہے کہ جو (میرے) ولی سے دشمنی کرتا ہے، وہ جنگ کے لیے میرے مقابلہ پر آتا ہے اور جو کام

میں کرنے والا ہوتا ہوں اس میں مجھے (کبھی) اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا تردد اپنے مؤمن بندہ کی روح قبض کرنے میں ہوتا ہے کہ وہ مرنا پسند نہیں کرتا اور میں اس کو ناراض کرنا نہیں چاہتا اور مرنا اس کے لیے لازم ہوتا ہے۔ میرے مؤمن بندہ کو میرا قرب (کسی عمل سے) اتنا حاصل نہیں ہوتا جتنا دنیا سے بے رغبت رہنے سے ہوتا ہے اور بندہ مؤمن میری کوئی عبادت ایسی نہیں کرتا جیسی میرے عائد کیے ہوئے فرض ادا کر کے کرتا ہے۔ (یعنی فرض کی ادائیگی سب سے بڑی عبادت ہے، اس کے برابر کوئی عبادت نہیں)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، لوگوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو زخمی کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید کر دیا، کسی نے ساحر کہا، کسی نے شاعر، کسی نے دیوانہ پاگل۔

58 "وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيٍ مَا كَتَبْنَا" یا ایسا عمل جو ان کی اذیت کا موجب بنے۔ مجاہد کا بیان ہے کہ بغیر کسی جرم پر ان کے اوپر الزام لگا دینا۔ اس سے ان کو اذیت پہنچانا۔ "فَقَدْ احْتَمَلُوا بَهْتَانًا وَاثْمًا مَبِينًا" مقاتل کا بیان ہے کہ اس آیت کا نزول حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ہوا کہ ان کو لوگ بری باتیں اور گالیاں دیتے تھے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت کے شان نزول میں مختلف اقوال

ضحاک اور کلبی کا بیان ہے کہ آیت کا نزول ان زنا کاروں کے حق میں ہوا جو منافق تھے، راتوں کو مدینہ کے راستوں میں گھوما کرتے تھے۔ جب رات کو عورتیں قضائے حاجت کے لیے گھروں سے باہر نکل کر (جنگل کی طرف) جاتی تھیں تو راستہ میں یہ ان کو ستاتے تھے۔ اگر عورتیں خاموش رہتی تھیں تو یہ ان کے پیچھے لگ جاتے تھے اور اگر وہ جھڑک دیتی تھیں تو یہ زک جاتے تھے۔ حقیقت میں ان کا مقصد ہوتا تھا باندیوں کو چھیڑنا لیکن لباس چونکہ باندی اور آزاد عورت کا ایک ہی جیسا ہوتا تھا، گرتہ اور اوڑھنی پہن کر سب ہی نکلتی تھیں، اس لیے ان کو شناخت نہیں ہوتی تھی کہ کون باندی ہے اور کون آزاد عورت اس لیے آزاد عورتیں اس زد میں آ جاتی تھیں۔ عورتوں نے اس کی شکایت اپنے شوہروں سے کی اور شوہروں نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دے دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر اگلی آیت میں آزاد عورتوں کو باندیوں جیسا لباس پہن کر نکلنے کی ممانعت کر دی گئی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ. ذَلِكَ
أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا 59 لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي
قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا 60
مَلْعُونِينَ. أَيَّمَا تَقْفُوا أُخَذُوا وَقَتَلُوا تَقْتِيلًا 61 سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ. وَلَنْ تَجِدَ
لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا 62 يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ. قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ. وَمَا يُدْرِيكَ

لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا 63 إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكٰفِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا 64 خٰلِدِينَ فِيهَا اَبَدًا لَا يَجِدُونَ وِلِيًّا وَلَا نَصِيرًا 65 يَوْمَ تَقْلُبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يٰلَيْتَنَا اَطَعْنَا اللَّهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلًا 66 وَقَالُوْا رَبَّنَا اِنَّا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكِبَرَاءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلًا 67

۱۲۷ اے پیغمبر اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے بھی کہہ دیجئے کہ (سر سے) نیچے کر لیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کرے گی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے یہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں خرابی ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں (جھوٹی جھوٹی) افواہیں اڑایا کرتے ہیں اگر باز نہ آئے تو ضرور ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے پھر یہ لوگ مدینہ میں آپ کے پاس بہت ہی کم رہنے پاویں گے وہ بھی (ہر طرف سے) پھٹکارے ہوئے جہاں بلیں گے پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی جاوے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان (مفسد) لوگوں میں بھی اپنا یہ ہی دستور رکھا ہے جو پہلے ہو گزرے ہیں اور آپ خدا کے دستور میں کسی شخص کی طرف سے (رد و بدل نہ پاویں گے یہ) منکر لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اس کی خبر تو بس اللہ ہی کے پاس ہے اور اللہ کو اس کی کیا خبر عجب نہیں کہ قیامت قریب ہی واقع ہو جاوے بیشک کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو رحمت سے دور رکھا ہے اور ان کے لئے آتش سوزاں تیار کر رکھی ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے نہ کوئی یار پائیں گے اور نہ کوئی مددگار جس روز ان کے چہرے دوزخ میں الٹ پلٹ کئے جاویں گے یوں کہتے ہوں گے اے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی اور کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تھا سوائے انہوں نے ہم کو (سیدھے) راستہ سے گمراہ کیا تھا۔

۱۲۸ ”یا ایہا النبی قل لازواجکم وبناتکم و نساء المؤمنین یدنین علیہن من جلابیبہن“ جلاب کی جمع ہے، اس چادر کو کہتے ہیں جس کو عورت دوپٹے اور گرتے کے اوپر سے لپیٹ لیتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیا گیا تھا کہ اپنے چہروں اور سروں کو چادروں سے ڈھانک کر نکلیں، صرف ایک آنکھ کھلی رہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ آزاد عورتیں ہیں۔ ”ذلک اذنی ان یتصرفن“ کہ یہ آزاد عورتیں ہیں۔ ”فلا یؤذین“ ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کریں۔ ”وکان اللہ غفوراً رحیماً“ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک نقاب پوش باندی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے گزری، آپ نے اس کا پردہ اٹھایا اور فرمایا کیا کہنی تو آزاد عورتوں جیسی بنتی ہے، پھر اس کا نقاب پھینک دیا۔

60 ”لئن لم ینتہ المنافقون“ اپنی منافقت سے۔ ”والذین فی قلوبہم مرض“ مرض سے مراد فجور (زنا) ہے۔ ”والمرجعون فی المدینة“ جھوٹ کے ذریعے سے اور یہ اس وجہ سے کہ کچھ لوگ ان میں سے جو جنگوں میں آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے ساتھ نکلتے ہیں ان کے دلوں میں ڈر، رعب پیدا کر دیتے ہیں اور جب قتال کرنے لگ جاتے ہیں تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ان کے پاس دشمن آ گیا ہے۔

کلبی کا بیان ہے کہ وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں کوئی بُری بات پھیل جائے، وہ جھوٹی خبریں اڑاتے تھے۔ ”لنغریبک بہم“ ہم ان کو ان کے ساتھ جمع کر دیں گے اور ان پر مسلط کر دیں گے۔ ”ثم لا یجاورونک فیہا“ وہ مدینہ میں پھر نہیں رہ سکیں گے۔ ”الا قلیلاً“ یہاں تک کہ وہ ان کو یہاں سے نکال نہ دے اور بعض نے کہا کہ ہم ان کے اوپر ان کو مسلط کر دیں گے تاکہ ان کو قتل کر دیں اور ان سے مدینہ کو خالی کر دیں۔

61 ”ملعونین“ وہ ہر طرف پھٹکارے ہوئے تھے۔ منصوب ہے حال ہونے کی وجہ سے۔ ”اینما ثقفوا“ جہاں بھی ملیں گے ان کی پکڑ دھکڑ ہوگی۔ ”اخذوا وقتلوا تقتیلًا“ یہ کثرت قتل پر دلالت کرتی ہے۔

62 ”سنة الله“ گزشتہ اقوام میں یہی طریقہ جاری رہا ہے۔ ”فی الدین خلوا من قبل“ ان منافقین سے پہلے اور ان لوگوں جیسا انہوں نے عمل کیا۔ ”ولن تجد لسنة الله تبدیلاً“

63 ”یسئلك الناس عن الساعة قل انما علمها عند الله وما یدریك“ کوئی بھی قیامت کے قائم ہونے کے وقت کسی چیز کے متعلق کوئی نہیں جانتا۔ ”لعل الساعة تكون قریباً“

64 ”ان الله لعن الکافرین واعدلہم سعیراً“

65 خالدین فیہا ابدًا لا یجدون ولیا ولا نصیراً 66 یوم تقلب وجوہہم فی النار“ کچھ لوگوں کو پیٹھ کے بل اور کچھ کو پیٹ کے بل ڈالا جائے گا، جب وہ چیخ و پکار رہے ہوں گے۔

”یقولون یلینا اطعنا الله واطعنا الرسول“ دنیاوی زندگی میں ہم نے اطاعت رسول کیوں نہیں کی؟

67 ”وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا“ ابن عامر اور یعقوب نے ”ساداتنا“ تاء کے کسرہ کے ساتھ اور اس سے پہلے الف کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے تاء کے فتح کے ساتھ ما قبل بغیر الف کے پڑھا ہے۔ ”وکبراءنا فاضلونا السبیلًا“

رَبَّنَا اَتِيهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنُتُمْ لَعْنَا كَبِيرًا 68 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى فَبَرَّاهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا 69 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا 70 يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا 71 إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ. إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا 72

73 اے ہمارے رب ان کو دوہری سزا دیجئے اور ان پر بڑی لعنت کیجئے اے ایمان والو تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا

جنہوں نے (کچھ تہمت تراش کر) موسیٰ کو ایذا دی تھی سو ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کی تہمت سے بری ثابت کر دیا اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے معزز تھے انے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو اللہ تعالیٰ (اس کے صلہ میں) تمہارے اعمال کو قبول کرنے کا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا ہم نے یہ امانت (یعنی احکام جو بمنزلہ امانت کے ہیں) آسمان اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی سو انہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اپنے ذمہ لے لیا وہ ظالم ہے جاہل ہے۔

تفسیر 68 ”ربنا ائہم ضعفین من العذاب“ ان کے عذاب سے دو گنا دیا جائے گا۔ ”والعنہم لعنا کبیرا“ عاصم نے کبیر آیاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ کلبی نے کہا ہے کہ بہت زیادہ عذاب کے ساتھ اور دوسرے قراء نے ثاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ ”اولئک علیہم لعنة اللہ والملائکة والناس اجمعین“

69 ”یا ایہا الدین امنوا لا تکنونوا کالدین اذوا موسیٰ فبراہ اللہ مما قالوا“ اللہ تعالیٰ نے ان کو پاک کر دیا جو انہوں نے کیا۔ ”وکان عند اللہ وجیہا“ وہ آبرو والا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نزدیک اس مقام پر تھے کہ جو مانگتے تھے اللہ عطاء فرما دیتا تھا۔ بعض نے کہا کہ وجیہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کے محبوب اور مقبول بارگاہ تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برأت کا واقعہ

کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ وہی تھا جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام بڑے حیا دار، شریف النفس اور اپنے (اندرونی) جسم کو چھپانے والے تھے، انتہائی شرم کی وجہ سے وہ اپنی (اندرونی) جلد بھی ظاہر نہیں کرتے تھے۔ بنی اسرائیل میں سے بعض لوگوں نے کہا: موسیٰ علیہ السلام جو اتنا اپنے بدن کو چھپائے رکھتے ہیں، ضرور ان کو کوئی جلدی اندرونی بیماری ہے یا برص ہے یا خسیوں میں پانی آ گیا ہے، یا کوئی اور مرض ہے۔

اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس غلط بات سے پاک ظاہر کرنا چاہا جس کی صورت یہ ہوئی کہ ایک روز غسل کرنے کے لیے موسیٰ علیہ السلام نے تنہائی میں کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھے، پھر غسل کیا۔ غسل کے بعد جب کپڑے لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگا، آپ لاشی لے کر پتھر کے تعاقب میں دوڑے اور کہنے لگے: پتھر میرے کپڑے، پتھر میرے کپڑے، آخر پتھر بنی اسرائیل کی ایک جماعت تک پہنچ کر ٹھہر گیا، لوگوں نے آپ کو برہنہ دیکھ لیا، آپ کا اندرونی بدن بہت خوبصورت اور بے عیب پایا، اس طرح اللہ نے ان لوگوں کی بدگمانی سے موسیٰ علیہ السلام کی برأت ظاہر کر دی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کپڑے لے کر پہن لیے اور لاشی سے پتھر کو مارنے لگے۔ خدا کی قسم! موسیٰ علیہ السلام کی لاشی کی ضرب سے پتھر پر تین، چار یا پانچ نشان پڑ گئے۔

آیت ”یا ایہا الدین امنوا لا تکنونوا کالدین اذوا موسیٰ فبراہ اللہ مما قالوا“ سے یہی مراد ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اذیت دینے سے یہ مراد ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے جب تہ میں وفات پائی تو لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگائی کہ آپ نے ہارون علیہ السلام کو قتل کیا ہے۔ اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا، فرشتے جب حضرت ہارون علیہ السلام کا جنازہ لوگوں کے (بنی اسرائیل کے) سامنے لائے اس وقت لوگوں کو یقین آیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ہارون کو قتل نہیں کیا۔ (اخرجہ ابن مزیع و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و الحاکم عن ابن عباس عن علی بن ابی طالب)

بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال (حنین کی جنگ کا) لوگوں کو تقسیم کیا۔ ایک شخص کہنے لگا: یہ تقسیم لوجہ اللہ نہیں ہوئی۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بات کی اطلاع پہنچادی، سنتے ہی حضور گرامی اتنے ناراض ہوئے کہ غصہ کی علامت چہرہ مبارک پر نمودار ہو گئی، پھر فرمایا: اللہ موسیٰ علیہ السلام پر اپنی رحمت فرمائے، ان کو اس سے زیادہ ایذا پہنچائی گئی اور انہوں نے صبر کیا۔

70 "يا ايها الذين امنوا اتقوا الله و قولوا قولا سديدا" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سدیداً کا ترجمہ کیا ہے، صحیح بات۔ قدادہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے انصاف کی بات۔ بعض نے کہا سیدھی بات۔ حسن نے کہا کہ سچی بات مراد ہے۔ عکرمہ نے کہا کہ سدیداً سے مراد اس کا قول لا الہ الا اللہ ہے۔

"يصلح لكم اعمالكم" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تمہاری نیکیاں قبول کر لے گا۔ مقاتل نے کہا کہ تیرے اعمال کو پاک کر دے گا۔

"ويغفر لكم ذنوبكم ومن يطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظيما"

71 "انا عرضنا الامانة على السموات والارض والجبال" امانت سے مراد طاعت ہے اور وہ فرائض جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر نازل فرمائے ہیں۔ "عرضها على السموات والارض والجبال" کا مطلب ہے کہ اگر ان فرائض کو ان پر پیش کیا گیا تو کہا کہ اگر ان کو ادا کرو گے ثواب کو پہنچ جائے گا اور اگر ان کو ضائع کیا تو عذاب دیا جائے گا۔

امانت سے کیا مراد ہے

حضرت ابن مسعود نے فرمایا: امانت سے مراد ہے نماز ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج، صدق مقال، ناپ تول میں انصاف اور ان سب سے زیادہ سخت امانتوں کی حفاظت۔ مجاہد نے کہا: امانت سے مراد اداء فرائض اور حفاظت دین۔ ابو العالیہ کے نزدیک تمام اوامر و نواہی مراد ہیں۔ زید بن اسلم نے کہا: امانت سے مراد روزہ، غسل جنابت اور اندرونی شرائع (جیسے حسد نہ کرنا، دل میں مسلمان سے عداوت نہ کرنا، حب جاہ و مال نہ رکھنا وغیرہ تمام اخلاق باطنہ) یعنی جن میں ریاکاری کا کوئی دخل نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے فرمایا: انسانی جسم میں سب سے پہلے شرم گاہ بنائی اور فرمایا: یہ امانت ہے بطور و بیعت

میں تیرے سپرد کرتا ہوں۔ کان بھی امانت ہے، آنکھ بھی امانت ہے اور جس میں امانت (کی پاسداری) نہیں اس کے پاس ایمان نہیں۔ بعض اہل علم نے کہا: امانت سے مراد ہیں لوگوں کی باہمی امانتیں اور ایفاء وعدہ۔ ہر مؤمن پر حق ہے کہ دوسرے مؤمن یا معاہدے کے ساتھ دھوکہ نہ کرے، نہ چھوٹے معاملہ میں، نہ بڑے معاملہ میں۔

ضحاک کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف اس قول کی نسبت کی گئی ہے۔ ان تمام اقوال کا مآل یہ ہے کہ امانت سے مراد ہیں شرعی اوامر و نواہی اور آسمان وزمین سے مراد آسمان وزمین ہی ہیں (ان کے باشندے مراد نہیں ہیں) اور پیش کرنے سے مراد ہے خطاب لفظی مقالی (خطاب تکوینی فطری مراد نہیں ہے) بغوی نے لکھا: حضرت ابن عباس اور اکثر سلف کا یہی قول ہے۔

بغوی نے لکھا ہے اللہ نے زمین و آسمان سے فرمایا تھا کہ کیا تم بار امانت کو مع ان کے لوازم کے اٹھاتے ہو؟ آسمان وزمین نے کہا لوازم امانت کیا ہیں؟ اللہ نے فرمایا: اگر تمیل کرو گے تو تم کو اچھا بدلہ دیا جائے گا اور اگر نافرمانی کرو گے تو سزا پاؤ گے۔ آسمان وزمین نے عرض کیا: (ان لوازم کے ساتھ ہم برداشت) نہیں (کر سکتے) اے رب! ہم تیرے حکم کے پابند ہیں، نہ ثواب چاہتے ہیں نہ عذاب۔ آسمان وزمین نے یہ بات (نافرمانی کے) خوف اور دین خداوندی کی تعظیم کی وجہ سے کہی۔ ان کو ڈر ہوا کہ دین خداوندی کا حق ہم سے ادا نہ ہو سکے گا (تو عذاب میں مبتلا ہوں گے) یہ مطلب نہیں کہ اللہ نے بار امانت اٹھانے کا حکم ان کو دیا تھا اور انہوں نے سرتابی کی۔ اللہ کی طرف سے عرض امانت کی برداشت اختیاری تھی، لازمی نہیں تھی۔ اگر لازمی ہوتی تو آسمان وزمین ضرور اس بار کو اٹھاتے۔

بعض اہل علم نے کہا: جمادات ہمارے لحاظ سے بے عقل ہیں، ہماری بات نہیں سمجھتے، لیکن اللہ کے فرمان کو سمجھتے ہیں اور سمجھ کر اطاعت کرتے ہیں اور سر بسجود ہو جاتے ہیں۔ اللہ نے آسمان وزمین سے فرمایا: "اتتبعوا طوعاً و کرہاً" دونوں نے جواب دیا: "اتینا طائعين" دوسری آیت میں ہے: "وان من الحجارۃ لما یتفجر منه الانہار وان منها لما یشقق فیخرج منه الماء وان منها لما یہبط من خشیۃ اللہ" کچھ پتھروں سے دریا پھوٹ کر نکلتے ہیں اور کچھ پتھر پھٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ پتھر اللہ کے خوف سے نیچے کو گرتے ہیں۔ "الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السموات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب"

بعض اہل علم کا قول ہے کہ اللہ عزوجل نے ان پر عقل و فہم کو ڈالا جب ان پر امانت کو پیش کیا گیا اور ان پر خطاب کو لازم کیا تو انہوں نے اس سے بزدلی اختیار کی اور اس کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا۔

بعض نے کہا کہ "عرض علی السموات والارض" سے مراد ہے کہ اس کے رہنے والوں پر پیش کیا گیا اور ان فرشتوں پر بھی جو آسمانوں اور زمینوں میں رہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ سب پر پیش کیا گیا علاوہ اعیان وغیرہ کے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "واسئل القریۃ" یہاں پر بعینہ بستی مراد نہیں بلکہ بستی کے رہنے والے مراد ہیں۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے اور یہی قول علماء کا ہے۔ "فابین ان یحملنہا واشفقن منها وحملہا الانسان" اس امانت میں تخفیف کی جائے تاکہ اس کی ادائیگی میں آسانی ہوتا کہ عتاب سے بچ سکیں۔ "وحملہا الانسان" اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

حَمَلَهَا الْإِنْسَانُ كِتَابِ

بعض علماء نے لکھا ہے کہ ”حملها الانسان“ میں الانسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ میں نے یہ امانت آسمان، زمین اور پہاڑوں کے سامنے رکھی لیکن سب نے اٹھانے سے انکار کر دیا، کیا تو اس کو مع اس کے لوازم لے لے گا؟ آدم نے عرض کیا: اے میرے رب! اس کے لوازم کیا ہیں؟ اللہ نے فرمایا: اگر تو نیکی کرے گا تو اس کا ثواب پائے گا اور بدی کرے گا تو عذاب میں پکڑا جائے گا۔ آدم نے امانت کو اٹھالیا اور عرض کیا: میں اس بوجھ کو اپنے کاندھے پر لیتا ہوں۔ اللہ نے فرمایا: جب تو نے اس امانت کو قبول کر لیا تو میں بھی تیری مدد کروں گا۔ تیری آنکھوں کے اوپر ایک نقاب ڈال دوں گا تا کہ ناجائز چیز پر نظر پڑنے کا جب تجھے ڈر ہو تو آنکھ پر نقاب لٹکا لے (یعنی پلکیں جھکا لے اور آنکھیں بند کر لے) اور تیری زبان کے لیے دو جڑے اور ایک قفل بنا دوں گا، تجھے جب (ناجائز بات زبان سے نکالنے کا) اندیشہ ہو تو قفل بند کر دینا اور میں تیری شرم گاہ کے لیے لباس مقرر کر دوں گا تو شرم گاہ اس کے سامنے نہ کھولنا جس کے سامنے کھولنا میں نے حرام کر دیا ہے۔

مجاہد نے کہا: برداشت امانت کے وقت اور جنت سے نکالے جانے کے وقت کی درمیانی مدت صرف اتنی ہوئی جتنی ظہر وعصر کے درمیان ہوتی ہے۔ بغوی نے لکھا ہے: نقاش نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ امانت کو اس بھاری پتھر سے تشبیہ دی گئی جو کسی جگہ پڑا ہو۔ آسمان کو، زمین کو اور پہاڑوں کو اس کے اٹھانے کی دعوت دی گئی لیکن کوئی اس کے قریب بھی نہیں آیا اور سب نے کہہ دیا کہ ہم میں اس کو اٹھانے کی طاقت نہیں، پھر بغیر دعوت کے آدم آگئے اور انہوں نے پتھر کو ہلا کر کہا: اگر مجھے اس کو اٹھانے کا حکم دیا گیا تو میں اس کو اٹھالوں گا۔ اللہ نے فرمایا: اٹھاؤ۔ حضرت آدم علیہ السلام اس کو اٹھا کر زانوں تک لے آئے، پھر رکھ دیا اور کہا: خدا کی قسم! اگر میں زیادہ اٹھانا چاہوں تو اٹھا سکتا ہوں۔ آسمان و زمین نے کہا: اٹھاؤ۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس کو اٹھا کر اپنے کاندھے پر رکھ دیا اور پھر اتار کر نیچے رکھ دینے کا ارادہ کیا۔ اللہ نے فرمایا: ہرگز اس کو نیچے نہ رکھنا، یہ تمہاری اور تمہاری اولاد کی گردن میں قیامت تک بندھا رہے گا۔

”انه كان ظلوماً جهولاً“ ظلم اپنے نفس کے اعتبار سے اور اللہ کے امر کو بھول جانے کے اعتبار سے اور اس امانت کو اٹھانے میں جھولا ہے۔ کلبی کا بیان ہے کہ ظالم اس وقت ہے جب وہ اپنے رب کی نافرمانی کرتا ہے اور ”جهولاً“ اس وقت جب وہ اللہ تعالیٰ کی سزا سے بے خبر ہے، امانت کے ترک کرنے کے باعث۔ مقاتل کا بیان ہے کہ وہ ”ظلوماً“ لفسہ ہے اور جھولا اپنے انجام سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ہے۔ زجاج اور دوسرے اہل معانی نے بیان کیا ہے کہ ”و حملها الانسان“ میں دو قول ہیں۔ ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد پر امانت کا بوجھ رکھا اور آسمان و زمین اور پہاڑوں پر بھی امانت کا بوجھ ڈالا۔ بنی آدم کے حق میں امانت کا معنی ہے طاعات، اختیار کرنا اور فرائض کو قائم کرنا اور آسمان و زمین و پہاڑوں کے حق میں امانت کا معنی ہے خضوع اور طاعت جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے اور بعض نے کہا اللہ کا فرمان

”فابین أن يحملنها“ سے مراد امانت کی ادائیگی ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں نے امانت اٹھائی۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس نے امانت میں خیانت نہیں کی۔ ”وحملها الانسان“ کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اس میں خیانت کی۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ”فلان حمل الامانة“ وہ خیانت کی وجہ سے گنہگار ہوا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ”ولیحملن ائصالهم“ حسن کا قول ہے کہ ”حملها“ سے مراد کافر اور منافق ہیں جنہوں نے امانت الہیہ میں خیانت کی ہے سلف کا قول اول ہے۔

لِيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ. وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿٧٣﴾

﴿تجوید﴾ انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ منافقین اور منافقات اور مشرکین اور مشرکات کو سزا دے گا اور مؤمنین و مؤمنات پر توجہ (اور رحمت) فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

﴿تفسیر﴾ ﴿٧٣﴾ ”لِيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ“ مقاتل کا بیان ہے کہ اللہ ان کو عذاب دے گا جنہوں نے خیانت کی اور عہد کو توڑا۔ ”وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا“ اللہ ان کو ہدایت دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا امانت کی ادائیگی میں۔ ابن قتیبہ نے آیات کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ہم نے امانت شرعی تکلیفات یا فطری استعداد کو پیش کیا تا کہ منافق کا نفاق اور مشرک کا شرک ظاہر ہو جائے اور اللہ ان کو عذاب دے اور مؤمن کے ایمان کا اظہار ہو جائے اور اللہ ان پر رحم کرے اور اگر کسی طاعات میں ان سے قصور ہو جائے تو اس کو بخش دے۔ وعدہ کے موقع پر توبہ کہنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ چونکہ فطرت کے لحاظ سے انسان ظلوم و جہول ہے اس لیے کچھ قصور اس سے ضرور ہوگا۔



سُورَةُ سَبَأٍ

اس میں ۵۴ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهٗ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ۝ وَهُوَ
 الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ① یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمٰوٰتِ وَمَا
 یَعْرُجُ فِیْهَا ۝ وَهُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ② وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِنَا السَّاعَةُ ۝ قُلْ بَلٰی
 وَرَبِّیْ لَتَاْتِیْنٰكُمْ عَلِمَ الْغٰیْبِ لَا یَعْرُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَا
 اَصْفَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْبَرُ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ③ لِّیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۝
 اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ④

① تمام تر حمد (و ثنا) اس اللہ کو سزاوار ہے جس کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اسی کو حمد (و ثنا) آخرت میں (بھی) سزاوار ہے اور وہ حکمت والا خبردار ہے وہ سب کچھ جانتا ہے جو زمین کے اندر داخل ہوتی ہے (مثلاً) بارش اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے (مثلاً نباتات) اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے بارش وغیرہ اور جو چیز اس میں چڑھتی ہے (نیک اعمال اور فرشتے) وہ اللہ رحیم (اور) غفور (بھی) ہے اور یہ کافر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہ آئے گی آپ فرمادیجئے کہ کیوں نہیں قسم اپنے پروردگار عالم الغیب کی وہ ضرور تم پر آوے گی اس (کے علم) سے کوئی ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ کوئی چیز اس (مقدار مذکورہ) سے چھوٹی ہے اور نہ کوئی چیز (اس سے) بڑی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں (مرقوم) ہے تاکہ ان لوگوں کو صلہ (نیک) دے جو ایمان لائے تھے اور انہوں نے نیک کام کئے تھے (سو) ایسے لوگوں کے لئے مغفرت اور (بہشت میں) عزت کی روزی ہے۔

① "الحمد لله الذي له ما في السموات وما في الارض" وہی سب کا مالک ہے اور وہی سب کا خالق ہے۔ "وله الحمد في الاخرة" جیسا کہ اس کے لیے دنیا میں تعریفیں تھیں کیونکہ دونوں جہانوں میں اسی کی تعریفیں ہیں اور بعض

نے کہا کہ الحمد للہ آخرت میں لوگوں کی زبان پر ہوگی۔ اہل جنت اس سے تعریف بجلائیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وقالوا الحمد لله الذي اذهب عنا الحزن“ اور ”الحمد لله الذي صدقنا وعده“..... ”وهو الحكيم الخبير“

② ”يعلم ما يلج في الارض“ جو کچھ زمین میں داخل ہوتی ہے مثلاً بارش کا پانی یا مردے جو زمین میں دفن کیے جاتے ہیں۔ ”وما يخرج منها“ نباتات، سبزہ اور میدان محشر میں مردوں کا دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا۔ ”وما ينزل من السماء“ اس سے مراد بارش کا پانی ہے۔ ”وما يعرج“ اور جو آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ ”فيها“ فرشتے اور بندوں کے اعمال وغیرہ۔

”وهو الرحيم الغفور“

③ ”وقال الذين كفروا لاتاتينا الساعة قل بلى ورتبي لتاتينكم“ جب قیامت آجائے گی۔ ”عالم الغيب“ قراء اہل مدینہ اور اہل شام نے عالم رفع کے ساتھ جملہ مستانفہ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے جر کے ساتھ پڑھا ہے لفظ رب کی صفت ہونے کی وجہ سے۔ ”ای و ربی عالم الغیب“ حمزہ اور کسائی نے علام وزن فعال پر پڑھا ہے اور میم مجرور کے ساتھ پڑھا ہے۔ ”لا یغزب“ وہ اس سے غائب نہیں۔ ”عنه مثقال ذرة في السموات ولا في الارض ولا اصغر من ذلك“ اس کے تھوڑے سے ذرہ میں سے ”ولا اکبر الا في كتاب مبين“

④ ”لیجزی الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک“ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں۔ ”لهم ما تفرق ورزق کریم“ اچھا رزق مراد اس سے جنت ہے۔

وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رَّجْزِ آيَاتِنَا ⑤ وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقُّ وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ⑥ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَى رَجُلٍ يُنْبئُكُمْ إِذَا مُرِّقْتُمْ كُلَّ مُمَرِّقٍ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ⑦ أَفْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ جِنَّةٌ بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ ⑧ أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَى مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ط

ان نسا نخسف بهم الارض او نسقط عليهم كسفا من السماء ط ان في ذلك لآية لكل عبد منيب ⑨ وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا ط يَجِبَالُ أَوْبَى مَعَهُ وَالطَّيْرُ. وَآلْنَا لَهُ الْحَدِيدَ ⑩

⑤ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کے متعلق (ان کے ابطال کی) کوشش کی تھی ہرانے کے لئے ایسے لوگوں کے لئے سختی کا دردناک عذاب ہوگا اور جن لوگوں کو (آسمانی کتابوں کا) علم دیا گیا ہے وہ اس قرآن کو جو کہ آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس بھیجا گیا ہے ایسا سمجھتے ہیں کہ وہ حق ہے اور خدائے غالب محمود (کی رضا) کا راستہ

بتلاتا ہے اور یہ کافر (آپس میں) کہتے ہیں کہ کیا ہم تم کو ایسا آدمی بتائیں جو کہ تم کو یہ عجیب خبر دیتا ہے کہ جب تم بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو (اس کے بعد قیامت کو) ضرور تم ایک نئے جہنم میں آؤ گے معلوم نہیں کہ اس شخص نے خدا پر (قصداً) جھوٹ بہتان باندھا ہے یا اس کو کسی طرح کا جنون ہے بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے (وہی) عذاب اور درد راز گمراہی میں (بتلا) ہیں تو کیا انہوں نے آسمان اور زمین کی طرف نظر نہیں کی کہ جو ان کے آگے بھی اور پیچھے (بھی) موجود ہیں اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں اس (دلیل مذکورہ) میں (قدرت الہیہ) کی پوری دلیل ہے (مگر) اس بندہ کے لئے جو (خدا کی طرف) متوجہ (بھی) ہو اور ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی تھی۔ اے پہاڑو داؤد کے ساتھ بار بار تسبیح کرو اور (اسی طرح) پرندوں کو بھی حکم دیا اور ہم نے اس کے واسطے لوہے کو (مثل موم) نرم کر دیا۔

﴿۵﴾ ”والذین سعوا فی ایاتنا“ جو ہماری آیات کے باطل کرنے میں کوشش کرتے ہیں۔ ”معاجزین“ اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم نے ان کے دلائل کو باطل کر دیا۔ ”اولئک لہم عذاب من رجز الیم“ ابن کثیر، حفص و یعقوب نے پڑھا (الیم) رفع ہے اور سورۃ جاثیہ میں عذاب کی صفت ہے اور دوسرے قراء نے مجرور پڑھا ہے رجز کی صفت ہونے کی وجہ سے۔ قنادہ کا قول ہے کہ رجز کہتے ہیں برے عذاب کو۔

﴿۶﴾ ”ویروی الذین“ اور وہ ان لوگوں کو دیکھتا ہے۔ ”اتوا العلم“ اس سے مراد اہل کتاب عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی ہیں۔ قنادہ کا بیان ہے کہ اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں۔ ”الذی انزل الیک من ربک“ اس سے مراد قرآن ہے۔ ”هو الحق“ یہ اللہ کی طرف سے حق ہے۔ ”ویہدی“ اس سے مراد قرآن ہے۔ ”الی صراط العزیز الحمید“ اس سے مراد اسلام ہے۔

﴿۷﴾ ”وقال الذین کفروا“ جو بعثت کے منکرین ہیں وہ بطور تعجب کے سوال کرتے ہیں۔ ”هل ندلکم علی رجل ینبئکم“ جو تمہیں اس کی خبر دے یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ”اذا مزقتم کل ممزق“ یعنی جب تم مر جاؤ گے اور تمہارے جسم بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور تم سب خاک بن جاؤ گے۔ ”انکم لفی خلق جدید“ وہ کہتے تھے کہ کیا ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔

﴿۸﴾ ”افتری علی اللہ کذبا ام بہ جنۃ“ الف استفہام کا۔ وہ آپ کو جھوٹا گمان کرتے ہیں یا ان کے جنون ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تردید فرماتے ہیں۔ ”بل الذین لا یؤمنون بالاخرۃ فی العذاب والضلال البعید“ دنیا میں وہ حق سے بہت دور تھے۔

﴿۹﴾ ”أفلم یروا الی ما بین ایدیہم وما خلفہم من السماء والارض“ وہ اس بات کو جان لیں کہ جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ آسمان میں ہے ان سب کو محیط ہے اس کے احاطہ سے کوئی نہیں نکل سکتا۔ وہ سب پر قادر ہے۔ ”ان نشأ نخسف بہم الارض“ یہاں پر فاء کو باء میں مدغم کر دیتے ہیں۔ ”او نسقط علیہم کسفاً من السماء“ حمزہ اور کسائی نے اس کو پڑھا ہے۔ ”ان یشأ ینخسف او یسقط“ یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے نون کے

ساتھ پڑھا ہے۔ ”ان فی ذلک لآیة“ زمین و آسمان میں ایسی نشانیاں موجود ہیں جو بعثت پر دلالت کرتی ہیں۔ ”لکل عبد منیب“ جو تائب ہو کر اللہ کی طرف لوٹنے والا ہے۔

فضلاً کی تفسیریں

⑩ ”ولقد اتینا داؤد منا فضلاً“ اس سے مراد نبوت اور کتاب ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد بادشاہت ہے۔ بعض نے کہا وہ تمام چیزیں جو حضرت داؤد علیہ السلام کو عطا کر دی گئی تھیں۔ حسن صوت، لوہے کا آپ کے ہاتھ میں موم ہو جانا اور اس کے علاوہ دوسری اشیاء ”یا جبال“ اور ہم نے کہا اے جبال ”اوبی“ تسبیح کر ”معہ“ جب میرا بندہ اس کی تسبیح کرے۔ قتیبی کا قول ہے تاویب بمعنی تسبیح، یہ تاویب فی السیدہ سے ماخوذ ہے۔ تاویب کا معنی ہے دن بھر چلنا، پھر رات کو قیام کرنا، اس صورت میں یہ مطلب ہوگا کہ جب دن ہو تو دن بھر تم داؤد کے ساتھ تسبیح میں رواں رہو۔ بعض نے اوبی کا ترجمہ کیا ہے داؤد کے ساتھ مل کر نوحہ کرو۔

اس کا عطف موضع الجبال پر ہے۔ منادی نصب کی حالت میں ہوتا ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اس کو مسخر کر دیا اور ہم نے پرندوں کو حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ تسبیح کریں۔ یعقوب نے ”والطیر“ کو منصوب پڑھا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام جب آواز بلند کرتے تو پہاڑوں سے آواز کی بازگشت ہوتی۔ یہ پہاڑوں کی طرف سے آواز کا جواب ہوتا تھا اور اوپر سے پرندے اڑتے اڑتے ٹھہر جاتے اور رُک جاتے تھے اور یہ بھی کہا گیا کہ حضرت داؤد پہاڑوں میں گھس کر اللہ کی تسبیح کے ترانے گاتے تھے تو جس طرح آپ تسبیح کرتے تھے، ویسے ہی پہاڑ بھی تسبیح کرتے تھے۔ ایک قول یہ بھی آیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے بدن میں کچھ سستی پیدا ہو جاتی تھی تو ان کو چست بنانے کے لیے اللہ پہاڑوں کی تسبیح کی آواز سنوا دیتا تھا۔ ”والنا لہ الحدید“ لوہا آپ کے ہاتھ میں موم یا گندھے ہوئے آٹے کی طرح ہو جاتا تھا جس طرح چاہتے ہاتھ سے پکڑ کر اس کو موڑ دیتے تھے، گرم کرنے اور کوٹنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

اخبار میں آیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب بنی اسرائیل کے بادشاہ ہوئے تو آپ نے اپنا یہ دستور بنا لیا تھا کہ لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیس بدل کر (رات کو) نکلا کرتے تھے اور ایسے لوگوں سے جو آپ کو پہچانتے نہ تھے، مل کر دریافت کرتے تھے کہ داؤد کیسا آدمی ہے؟ تمہاری اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ یہ تمہارا حاکم کیسا شخص ہے؟ سب لوگ آپ کی تعریف کرتے تھے اور آپ کے متعلق کلمہ خیر ہی کہتے تھے۔ ایک روز اللہ نے ایک فرشتہ بہ شکل انسانی بھیجا۔ حضرت داؤد علیہ السلام سے اس کی ملاقات ہوئی اور حسب عادت اس سے اپنے متعلق دریافت کیا۔ فرشتے نے کہا: اگر ایک بات نہ ہو تو بادشاہ اچھا آدمی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام یہ سنتے ہی خوفزدہ ہو گئے اور دریافت فرمایا: بندۂ خدا! وہ کون سی بات ہے؟ فرشتے نے کہا: وہ خود بھی بیت المال سے کھاتا ہے اور اپنے اہل و عیال کو بھی بیت المال سے لے کر کھلاتا ہے۔ قتیبی نے کہا: اسی سبب سے حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی کہ میرے لیے رزق کا کوئی ذریعہ مقرر فرمادے تاکہ اس سے میں اپنی بھی روزی کماؤں اور اہل

وعیال کو بھی کھلاؤں اور بیت المال کا محتاج نہ رہوں۔ اللہ نے (دعا قبول فرمائی اور) لوہے کو ان کے لیے نرم کر دیا اور زرہ بنانا سکھا دی۔ سب سے پہلے آپ نے ہی زرہ بنائی۔ (آپ سے پہلے زرہ کی ایجاد ہی نہیں ہوئی تھی) کہا جاتا ہے کہ آپ ایک زرہ چار ہزار درہم میں فروخت کرتے تھے جس سے خود بھی کھاتے تھے، گھر والوں کو بھی کھلاتے اور غریبوں، مسکینوں کو خیرات بھی دیتے تھے۔ بعض اقوال میں آیا ہے کہ روزانہ ایک زرہ بنالیا کرتے تھے، جو چھ ہزار درہم کو فروخت ہوتی تھی جس سے 2 ہزار اپنے اہل و عیال کے صرف میں لاتے تھے اور چار ہزار غریبوں، مسکینوں کو خیرات کر دیتے تھے۔

اِنْ اَعْمَلْ سَبِيغًا وَقَدِرْ فِي السَّرْدِ وَ اَعْمَلُوا صَالِحًا ط اِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيْرٌ ⑪ و لَسَلِيْمَنَ الرِّيْحِ غُدُوْهَا شَهْرٌ و رَوَاحُهَا شَهْرٌ وَاَسَلْنَا لَهٗ عِيْنَ الْقَطْرِ ط و مِّنَ الْجِنِّ مَنۢ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ط و مَنۢ يَّرۡغُ مِنْهُمۡ عَنۢ اَمْرِنَا نُدِقُّهُ مِّنۢ عَذَابِ السَّعِيْرِ ⑫ يَّعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاءُ مِّنۢ مَّحَارِيْبٍ وَّ تَمَائِيْلٍ وَّ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رَّسِيْبٍ ط اِعْمَلُوْا اِلٰى دَاوۡدَ شُكْرًا ط و قَلِيْلٌ مِّنۢ عِبَادِيَ الشُّكُوْرُ ⑬ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَابَّةٌ اَلۡاَرْضِ تَاْكُلُ مِنۢ سَعَاتِهٖۤ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوۡ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ ⑭

⑪ (اور حکم یہ دیا) کہ تم پوری زرہیں بناؤ اور کڑیوں کے جوڑنے میں اندازہ رکھو اور تم سب نیک کام کیا کرو میں تمہارے سب اعمال دیکھ رہا ہوں اور سلیمان (علیہ السلام) کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا کہ اس (ہوا) کی صبح کی منزل ایک مہینہ بھر کی (راہ) ہوتی اور اس کی شام کی منزل ایک مہینہ بھر کی (راہ ہوتی اور ہم نے) ان کے لئے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور جنات میں بعضے وہ تھے جو ان کے آگے کام کرتے تھے ان کے رب کے حکم سے ان میں سے جو شخص ہمارے حکم سے سرتابی کرے گا ہم اس کو (آخرت میں) دوزخ کا عذاب چکھا دیں گے وہ جنات ان کے لئے وہ وہ چیزیں بناتے جو ان کو (بنوانا) منظور ہوتا بڑی بڑی عمارتیں اور مورتیں اور لگن (ایسے بڑے) اور (بڑی بڑی دیگیں جو ایک ہی جگہ جمی رہیں۔ اے داؤد کے خاندان والو تم سب شکر یہ میں نیک کام کیا کرو اور میرے بندوں میں شکر گزار کم ہی ہوتے ہیں پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو کسی چیز نے ان کے مرنے کا پتہ نہ بتلایا مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ سلیمان کے عصا کو کھاتا تھا سو جب وہ گر پڑے تب جنات کو حقیقت معلوم ہوئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت میں نہ رہتے۔

⑫ "اَنْ اَعْمَلْ سَابِغَاتٍ" ایسی کشادہ پوری لمبی زریں بناؤ جو زمین میں گھسٹی چلیں۔ "وَقَدِرْ فِي السَّرْدِ" سرد کھال کو سینا اس سے مجازاً مراد ہے زرہ بنانا یعنی زرہ کی بناوٹ میں ایک خاص انداز رکھو کڑیاں اور کیلیں خاص انداز سے بناؤ کہ نہ

اتنی پتلی کہ پھٹ جائیں اور نہ اتنی موٹی کہ کڑیاں ٹوٹ جائیں۔ ”واعملوا صالحاً“ حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے گھر والے نیک اعمال کریں۔ ”الی بما تعملون بصیر“

12 ”ولسليمان الريح“ اور ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا۔ ”غدوھا شہراً ورواحھا شہراً“ اس ہوا سے صبح سے شام تک ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتے اور کبھی ایک دن میں دو ماہ کی مسافت طے کر لیتے۔ حسن نے کہا: حضرت سلیمان علیہ السلام صبح کو دمشق سے چلتے اور اصطر میں قیلوہ کرتے تھے۔ ان دونوں مقاموں کے درمیان مسافت تیز سوار کی ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہے۔ پھر پچھلے دن میں اصطر سے چل کر بابل میں رات کو قیام کرتے۔ ان دونوں کی درمیانی مسافت بھی تیز شہسوار کی ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ صبح کا کھانا آپ رے میں کھاتے اور شام کا کھانا سمرقند میں۔

”وأسلنا له عين القطر“ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے پانی کے چشمے کی طرح اللہ نے زمین سے نکال دیا تھا اس لیے اس کو عين القطر فرمایا۔

اہل تفسیر کا قول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے اللہ نے تانبے کا چشمہ تین روز تک جاری رکھا اور یہ چشمہ یمن میں تھا جس سے لوگ اس زمانہ میں فائدہ اندوز ہوتے ہیں۔ یمن والے حضرت سلیمان علیہ السلام کی نعمت سے اب بھی فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ ”ومن الجن من يعمل بين يديه باذن ربه“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا تھا اور جو ان کو حکم کرتے وہی اس کو بجالاتے۔ ”ومن يزرع“ جو حکم عدولی کرے۔ ”منهم“ جنوں میں سے ”عن امرنا“ حضرت سلیمان علیہ السلام جس کام کا حکم کریں۔ ”نذقه من عذاب السعير“ آخرت میں۔ بعض نے کہا کہ ہم اس کو دنیا میں عذاب چکھا دیں گے۔ یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو ان پر موکل مقرر کیا ہوا تھا جو جن بھی ان کی طرف سے حکم عدولی کرتا تو فرشتہ اس کو بہت سخت ضرب لگاتا جس سے وہ جل جاتا۔

يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَّحَارِبٍ كِ تَفْسِير

13 ”يعملون له ما يشاء من محارِب“ بغوی نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے بیت المقدس کی تعمیر حضرت داؤد علیہ السلام نے شروع کی تھی، قدم آدم تعمیر اٹھائی تھی کہ اللہ کی طرف سے وحی آئی: تمہارے ہاتھ سے اس عمارت کی تکمیل کا فیصلہ میں نے نہیں کیا ہے بلکہ تمہارے بیٹے کو جس کا نام سلیمان ہوگا، میں بادشاہ بناؤں گا اور اس کے ہاتھ سے اس عمارت کو پورا کراؤں گا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کے بعد جب حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے جانشین ہوئے تو آپ نے بیت المقدس کی تعمیر مکمل کرنی چاہی۔ چنانچہ جنات اور شیاطین کو جمع کر کے ان کی ٹولیاں بنا کر الگ الگ کاموں کی درستی پر مقرر کیا۔ جنات اور شیاطین کو کانوں سے اکھاڑ کر سنگ مرمر سفید کے لانے کا حکم دیا۔

پتھر آگے تو سنگ مرمر سفید اور دوسری سنگین چٹانوں سے شہر بنانے کا امر دیا۔ شہر کی بارہ فصیلیں بنائیں کیونکہ بنی اسرائیل کے بارہ قبائل تھے، ہر قبیلہ کو ایک فصیل میں رکھا۔ شہر بن چکا تو تعمیر مسجد کا آغاز کیا جس کی ابتداء اس طرح کی کہ جنات اور شیاطین کے گروہ الگ الگ کر دیئے۔ ایک گروہ کو کانوں سے سونا، چاندی اور یاقوت لانے کا اور سمندر سے چمک دار موتی نکال کر لانے پر مامور کیا۔ دوسرے گروہ کو جواہر اور دوسرے (قیمتی) پتھر معدنوں سے اکھاڑ کر لانے کا حکم دیا۔ تیسرے گروہ کو مشک، عنبر اور دوسری خوشبودار چیزیں لانے پر مقرر کیا۔ آخر یہ سب چیزیں اتنی فراہم ہو گئیں کہ جن کی مقدار اور تعداد اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ پھر کاریگروں اور صنعت کاروں کو بلوا کر اونچے اونچے پتھر تراشنے اور ان کی تختیاں اور جواہر کو درست کرنے اور موتیوں میں اور یاقوت وغیرہ میں سوراخ کرنے پر مامور کیا۔ مسجد کی تعمیر سفید، زرد اور سبز سنگ مرمر سے کرائی اور ستون بھی اسی کے قائم کیے۔ چھت میں قیمتی جواہر کی تختیاں لگائیں اور چھتوں اور دیواروں کا گارا اور پلاسٹر مروارید، یاقوت اور دوسرے جواہر کا لگوایا۔ زمین پر فیروزے کی تختیوں کا فرش کیا۔ اس زمانے میں روئے زمین پر اس سے زیادہ پُر رونق اور چمکیلی عمارت کوئی نہیں تھی، تاریکی میں وہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتی تھی۔ تعمیر سے فراغت کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے علماء بنی اسرائیل کو طلب فرما کر بتایا کہ میں نے یہ عمارت خالص اللہ کے لیے بنائی ہے۔ اس میں جو کچھ ہے وہ اللہ کے لیے ہے (کوئی اس کا مالک نہیں) جس روز تعمیر سے فراغت ہوئی، آپ نے اس روز جشن منایا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سلیمان نے تعمیر بیت المقدس سے فارغ ہونے کے بعد اپنے رب سے تین چیزوں کی دُعا کی، اللہ نے دو چیزیں تو عطا فرما دیں اور تیسری کے متعلق بھی مجھے اُمید ہے کہ عطا فرمادی ہوگی۔ سلیمان نے درخواست کی تھی کہ اللہ ان کو فیصلہ کرنے کی قوت عطا فرمادے کہ ان کا فیصلہ اللہ کے فیصلہ کے موافق ہو (یعنی فیصلہ کرنے میں ان سے غلطی نہ ہو) اللہ نے ان کو یہ چیز عطا فرمادی۔ انہوں نے اپنے رب سے ایسی حکومت مانگی تھی جو ان کے بعد کسی کے لیے سزاوار نہ ہو، اللہ نے یہ چیز بھی ان کو عطا فرمادی۔

سلیمان نے دُعا کی تھی کہ اس گھر (بیت المقدس) میں جو شخص آ کر دو رکعت نماز ادا کرے، اس کو گناہوں سے ایسا پاک کر دیا جائے، جیسا اس دن تھا، جب ماں نے اس کو جنم دیا تھا۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ نے یہ چیز بھی ان کو مرحمت فرمادی ہوگی۔ (رواہ ابوغوی) جنات نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے یمن میں پتھر کے بڑے عجیب قلعے بھی تعمیر کیے تھے۔ ”وتمائیل“ یعنی پتیل، تانبے، شیشے اور سنگ مرمر کی مورتیاں۔ کہا گیا ہے کہ وہ درندوں اور پرندوں کی تصویریں بناتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ملائکہ، انبیاء اور نیک لوگوں کی تصویریں مساجد میں بناتے تھے تاکہ ان کو دیکھ کر لوگوں میں عبادت کا جذبہ ترقی کرے، ان کی شریعت میں تصویر کشی جائز تھی۔

جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق آتا ہے کہ وہ مٹی سے ایک پرندہ کی شکل بناتے اور اس میں پھونک مارتے تو وہ اُڑتا ہوا ایک پرندہ بن جاتا اور اللہ کے حکم سے وہ اُڑ جاتا۔ ”وجفان“ بڑے پیالے کو کہتے ہیں یہ جفنہ کی جمع ہے۔ ”کالجواب و قدور“ یہ جابیہ کی جمع ہے۔ جابیہ بڑے حوض کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ جہی الخراج سے ماخوذ ہے۔ بڑے حوض کو جابیہ اس وجہ سے کہا جاتا

ہے کہ اس میں پانی آ کر جمع ہوتا ہے، یہ ان صفات میں سے ہے جن کے موصوف کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ صفات ہی کو موصوف کے قائم مقام قرار دے لیا جاتا ہے۔ ایک پیالہ پر ایک ہزار آدمی بیٹھ کر کھایا کرتے تھے یعنی پیالہ اتنا بڑا تھا کہ ایک پیالے کا کھانا ہزار آدمیوں کے لیے کافی ہوتا تھا۔ ”راسیات“ اپنی جگہ جمی ہوئی ان دیگوں کے پائے لگے ہوئے تھے اور وہ اتنی بڑی تھیں کہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتی تھیں نہ ان کو چولہے سے اتارا جاسکتا تھا نہ خالی کیا جاسکتا تھا، زینہ لگا کر ان پر چڑھا جاتا تھا، یہ دیگیں یمن میں تھیں۔

”اعملوا ال داؤد شکراً“ ہم نے اہل داؤد کے گھر والوں کو کہا کہ تم بھی شکر ادا کرو۔ ”وقلیل من عبادی الشکور“ جو نیک اعمال کرتے ہوں اور اپنی نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہوں۔ بعض نے کہا کہ آل داؤد سے مراد خود حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔ بعض نے کہا کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام مراد ہیں۔ جعفر بن سلیمان نے کہا کہ میں نے ثابت سے سنا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے اور اپنے گھر والوں کی عبادت کے لیے رات اور دن کے حصے مقرر کر دیئے تھے۔ پس دن رات میں کوئی ساعت ایسی نہ ہوتی تھی کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے گھر کوئی نہ کوئی عبادت میں مشغول نہ ہو۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا واقعہ

⑭ ”فلما قضینا علیہ الموت“ پھر جب ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا فیصلہ کر لیا۔ بغوی نے اس سے لکھا ہے، اہل علم کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان مسجد بیت المقدس کے اندر مہینہ دو مہینہ، سال دو سال یا اس سے کم و بیش مدت تک گوشہ نشین ہو جاتے تھے، وہیں آپ کا کھانا پانی پہنچا دیا جاتا تھا۔ ایک بار حسب معمول بیت المقدس کے اندر تھے کہ آپ کی وفات ہو گئی جس کے قصہ کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ روزانہ صبح کے وقت بیت المقدس کی محراب میں ایک بوٹی نمودار ہوتی تھی، آپ اس سے اس کا نام دریافت کرتے تھے، وہ اپنا نام بتا دیتی تھی، آپ اس سے اس کے خواص دریافت کرتے تھے تو وہ اپنے فائدے بیان کر دیتی تھی، آپ اس کو کٹوا لیتے تھے، پھر اگر وہ کسی پودے کی شاخ ہوتی تو اس کو (کسی باغ میں) لگوا دیتے تھے اور اگر دوا کی بوٹی ہوتی تو لکھ دیتے تھے۔ ایک روز درخت خروبہ اُگا۔ حضرت نے اس سے دریافت کیا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا: خروبہ۔ آپ نے فرمایا: تو کس لیے اُگا ہے؟ اس نے کہا آپ کی مسجد کو برباد کرنے کے لیے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: یہ بات تو ہوگی نہیں کہ میری زندگی میں اللہ اس مسجد کو برباد کر دے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (پہلے) میری موت اور (پھر) بیت المقدس کی بربادی تیری وجہ سے ہوگی۔ پھر آپ نے اس کو ایک اچھے باغ میں لگوا دیا اور دعا کی: اے اللہ! میری موت کو جنات سے پوشیدہ رکھنا تاکہ انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ غیب دان جنات نہیں ہوتے۔ جنات آدمیوں سے کہا کرتے تھے کہ ہم غیب کی باتیں جان لیتے ہیں اور آنے والے دن میں جو کچھ ہوگا اس سے بھی واقف ہیں۔

اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام محراب (عبادت خانہ) میں چلے گئے اور لاٹھی پر سہارا لگائے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ اسی حالت میں کھڑے کھڑے آپ کی وفات ہو گئی۔ محراب کے اندر آگے پیچھے کچھ روشن دان تھے جن میں سے جنات آپ کو

کھڑا دیکھ کر خیال کرتے تھے کہ آپ نماز میں مشغول ہیں، اس لیے جو سخت محنت کا کام آپ کی زندگی میں وہ کرتے تھے، ان میں آپ کی وفات کے بعد بھی سرگرم رہے اور چونکہ آپ کی عادت ہی تھی کہ نماز میں مشغول ہونے کے بعد (ایک مدت تک) باہر نہیں نکلتے تھے۔ اس لیے آپ کے برآمد نہ ہونے سے جنات کو آپ کی وفات کا کوئی شبہ بھی نہیں ہوا۔ اس طرح وفات کے بعد ایک سال گزر گیا اور جنات برابر کام میں مشغول رہے۔ آخر دیمک نے لاٹھی کو کھالیا اور آپ کی میت نیچے گر پڑی اور جنات کو آپ کی وفات کا علم ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جنات نے دیمک کا شکر یہ ادا کیا کہ اس کی وجہ سے ان کو سخت مشقتوں سے آزادی ملی۔ اب بھی جنات پانی اور مٹی لکڑی کے کھوکھلے حصہ میں (دیمک کے لیے) ڈالتے ہیں۔

”ماد لهم علی موتہ الادابۃ الارض“ وہ زمین جس میں ”تاکل منساتہ“ لاٹھی کا حصہ زمین میں پوشیدہ تھا۔ قراء اہل مدینہ اور ابو عمرو نے ”منساتہ“ بغیر ہمزہ کے پڑھا ہے اور اس میں دو لغات ہیں۔ ابن عامر نے ہمزہ کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ اصل میں ”نسات الغنم“ سے ہے۔ میں نے بکریوں کو ڈانٹا اور ہنکایا۔ ”فلما خر“ جب وہ زمین پر گر گئے۔ ”تبینت الجن جنون کو اس وقت علم ہوا اور یقین ہوا۔ ”ان لو كانوا يعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المہین“ جب سلیمان علیہ السلام گر پڑے اور جنوں کو سخت محنت و مشقت میں اتنی مدت تک نہ پڑے رہتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا جنوں کو علم نہیں تھا۔

اس لیے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کے مطابق کام کرتے رہے۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے جنات اپنی غیب دانی کا دعویٰ کر کے لوگوں کو دھوکا دیا کرتے تھے لیکن جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا جنات کو علم نہ ہو سکا تو لوگوں کے لیے یہ بات واضح ہو گئی کہ جنات غیب داں نہیں ہوتے۔ آیت کا یہ مطلب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق ہے۔ ابن مسعود کی قرأت میں آیا ہے: ”تبینت الانس لو كانوا يعلمون (ای الجن) ما لبثوا فی العذاب المہین“ بعض اہل تفسیر نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات سے بے علم رہنے کی وجہ سے جنوں کو معلوم ہو گیا کہ وہ اگر غیب داں ہوتے تو مشقت میں پڑے نہ رہتے۔ یہ مطلب بعید از فہم ہے کیونکہ جنات کو تو پہلے ہی معلوم تھا کہ وہ غیب داں نہیں ہیں، آدمیوں کو دھوکا دینے کے لیے غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

بغوی نے لکھا ہے کہ اہل تاریخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی کل عمر ۵۳ سال ہوئی۔ ۱۳ سال کی عمر میں باپ کے جانشین ہوئے اور چالیس سال حکومت کی۔ چار سال حکومت کو گزرے تھے کہ بیت المقدس کی تعمیر کا آغاز کیا۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَا فِي مَسْكِنِهِمْ آيَةٌ. جَنَّاتٍ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ ط كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ
وَاشْكُرُوا لَهُ ط بَلَدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبُّ غَفُورٌ ۝۱۵ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُمْ
بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتِ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثَلٍ وَشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ ۝۱۶

سبا (کے لوگوں) کے لئے ان کے وطن (کی مجموعی حالت) میں نشانیاں موجود تھیں دو قطاریں تھیں باغ کی

دائیں اور بائیں اپنے رب کا (دیا ہوا) رزق کھاؤ اور اس کا شکر کرو (کہ رہنے کو) عمدہ شہر اور بخششے والا رب سوا نہوں نے سرتابی کی توہم نے ان پر بند کا سیلاب چھوڑ دیا اور ہم نے ان کے ان دورویہ باغوں کے بدلے اور دو باغ دیدیئے جن میں دو چیزیں رہ گئیں بدمزہ پھل اور جھاؤ اور قدرے قلیل پیری۔

﴿15﴾ "لقد كان لسبأ في مسكنهم آية" (قوم) سبا کے لیے ان کے مقام سکونت میں (ہماری قدرت کاملہ کی) نشانی موجود تھی (جس کا شکر ادا کرنا ان پر واجب تھا)۔

قوم سبا کون تھی

فردہ بن سلیم غطفی نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے سبا کے متعلق بتائیے کہ کیا وہ کوئی مرد تھا، یا عورت یا کسی مقام کا نام تھا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ایک عربی مرد تھا جس کے دس بیٹے ہوئے، چھ دائیں طرف (یعنی یمن) کو چلے گئے اور چار بائیں طرف (یعنی شام) کو۔ جو چھ یمن کو گئے تھے، ان کے نام یہ تھے: کندہ، اشعر، ازد، مدح، انمار، حمیر۔ ایک شخص نے کہا: انمار کون؟ فرمایا: جن میں سے نخعم اور بجیلہ ہیں (وہی انمار) جو چار شام کو گئے تھے وہ یہ تھے: عاملہ، جذام، نخم، غسان۔ امام احمد وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے مرفوعاً اسی طرح بیان کیا ہے: سبا، یثرب کا بیٹا اور یثرب، یعر ب کا اور یعر ب، قحطان کا۔

"آیة" یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہے۔ پھر آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: "جنتان" دو باغ جنت کے ہیں۔ "عن یمین و شمال" وادی کے دائیں اور بائیں طرف۔ یعنی شہر کے دائیں بائیں جانب۔ اس وادی کو باغات کی دونوں قطاروں نے ڈھانپ کر رکھا ہوا تھا۔ "کلوا" اور کہا گیا ان سے کہ کھاؤ۔ "من رزق ربکم" ان دونوں باغوں کے پھلوں سے۔ سدی اور مقاتل کا بیان ہے کہ اگر کوئی عورت سر پر ٹوکرا رکھے باغ کی قطاروں کے درمیان سے گزرتی تھی تو خود بخود درختوں سے ٹوٹ کر اتنے پھل گرتے تھے کہ اس کا ٹوکرا بھر جاتا تھا، ہاتھ سے توڑنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ "واشکروا لہ" جو اللہ تعالیٰ نے نعمتوں کے بدلے میں رزق عطا کیا۔ معنی یہ ہوگا کہ اس کی خوب اطاعت کرو۔ "بلدۃ طیبة" پاکیزہ شہر جہاں سے میلوں کی کثرت ہوتی تھی اور زمین زرخیز تھی، شور بلی نہیں تھی۔

ابن زید نے کہا کہ ان کے شہر میں نہ چھتر تھے نہ کھیاں اور نہ پسونہ سانپ اور اگر کسی شخص کے کپڑوں میں جوئیں ہوتیں اور اس شہر کی طرف سے گزر جاتا تو ہوا کی پاکیزگی کی وجہ سے ساری جوئیں مرجاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان "بلدۃ طیبة"۔ "ورب غفور" مقاتل نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اگر خدا کے عطا کردہ رزق کا تم شکر ادا کرو گے تو اللہ تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔

﴿16﴾ "فاعرضوا" وہب بن منبہ نے بیان کیا کہ اللہ نے قوم سبا کی ہدایت کے لیے تیرہ پیغمبر بھیجے اور ہر پیغمبر نے ان کو اللہ کی نعمتیں یاد دلانیں اور ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی نصیحت کی اور اللہ کے فرمانبردار ہونے کی دعوت دی لیکن انہوں نے اس دعوت کی

روگردانی کی۔ ”فارسلنا علیہم سبیل العرم“ عرم جمع عرمہ کی ہے وہ جگہ جہاں پانی جمع ہوتا ہے۔ ابن العربی نے کہا کہ عرم اس بند کو کہتے ہیں جس کے گرد پانی روکنے کی باڑ نہ ہو۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر سرخ پانی چھوڑ دیا تھا۔

عرم کی وضاحت اور مختلف تفسیریں

بعض نے عرم کا ترجمہ وادی کیا ہے۔ یہ لفظ ”عرامة“ سے مشتق ہے۔ ”عرامة“ کا معنی ہے شدت، قوت۔ بعض نے کہا: عرم کا معنی ہے پانی کو روکنے کا بند۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عرم جنگلی چوہے کو کہتے ہیں۔ بلقیس نے پانی کو روک کر جمع رکھنے کے لیے ایک بند باندھا تھا، جنگلی چوہے نے اس میں سوراخ کر دیا تھا۔ صاحب قاموس نے لکھا ہے: ”عرمة“ بروزن ”فرحة“ وہ بند جو وادی کا پانی روکنے کے لئے باندھا جائے۔ ”عرمة“ کی جمع عرم آتی ہے یا یوں کہا جائے کہ عرم ہے تو جمع لیکن اس کا واحد کا صیغہ (اس لفظ) سے نہیں آتا۔ (جیسے نسوة اور نساء جمع ہے لیکن اس کا واحد اس لفظ سے نہیں آتا بلکہ ”امراة“ آتا ہے) ”یا عرم“ کا معنی ہے وہ رُکاوٹیں اور بندشیں جو وادیوں میں (مختلف مقامات پر) بنا دی جاتی ہیں۔ ”یا عرم“ کا معنی ہے نرموش دشتی یا سخت بارش یا وادی۔ ”سبیل العرم“ کی تفسیر ہر معنی کے ساتھ کی گئی ہے۔

بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس اور وہب وغیرہ نے بیان کیا کہ عرم ایک بند تھا جو بلقیس نے بنوایا تھا۔ بات یہ تھی کہ وادی کے پانی پر قوم سبا والے آپس میں لڑتے تھے۔ بلقیس نے (دفع شر کے لیے) ایک عرم یعنی بند بنوانے کا حکم دیا تھا۔ حمیری لغت میں عرم کا معنی بند ہے۔ چنانچہ پتھروں سے اور تارکول سے دو پہاڑوں کے درمیان ایک بند بنا دیا گیا اور پانی نکلنے کی اس حوض میں بارہ موریوں بنائی گئیں، ہر موری ایک دریا کے دہانے پر کھلتی تھی۔ ضرورت کے وقت جس موری کو چاہتے تھے کھول لیتے تھے اور جب سینچائی کی ضرورت پوری ہو جاتی تھی تو اس کو بند کر دیتے تھے۔ بارش کا پانی یمن کی ساری وادیوں میں یہاں جمع ہو جاتا تھا اور بند کے اندر ہی رُک جاتا تھا۔ اس وقت بلقیس باہر کی کھڑکی کھلواتی تھی، کھڑکی سے پانی نکل کر حوض میں آ جاتا تھا پھر ضرورت ہوتی تو درمیانی کھڑکی بھی کھول دی جاتی۔ پھر اگر ضرورت ہوتی تو نچلا دریچہ بھی کھول دیا جاتا۔ اس طرح بند کے اندر کا پانی ختم نہ ہونے پاتا کہ دوسرے سال کی برسات کا پانی آ کر جمع ہونے لگتا۔

یہ بند طویل مدت تک قائم رہا لیکن جب اس قوم نے اللہ سے سرکشی اور ناشکری کی تو اللہ نے ایک جنگلی چوہے کو جس کو گھونس کہا جاتا ہے، ان کی تباہی پر مسلط کر دیا۔ گھونس نے بند کے نچلے حصہ میں سوراخ کر دیا، پانی پھٹ پڑا اور سارے کے سارے باغ ڈوب گئے اور زمین تباہ ہو گئی۔

وہب نے کہا: ان لوگوں کو کسی کاہن نجومی نے بتا دیا تھا کہ اس بند کو ایک چوہا برباد کر دے گا، اس لیے ہر دو پتھروں کی دراڑ (شکاف) کے پاس ایک بلی باندھ دی تھی لیکن جب بربادی کا وقت آیا اور اللہ نے ان کو تباہ کرنا چاہا تو ایک بڑا سرخ چوہا آیا اور بلی پر چھپنا، بلی پیچھے دبکی اور اس شکاف میں داخل ہو گئی جو قریب ہی موجود تھا اور بند میں گھس گئی۔ چوہا (بلی کے تعاقب میں)

بند کو کھودنے لگا۔ اوپر پانی کے ریلے کی وجہ سے بند کمزور ہوتا گیا اور کسی کو اس کا علم نہ ہونے پایا۔ آخر سیلاب آ گیا اور شکاف میں گھس کر بند کو پھاڑ دیا۔ پانی بہہ نکلا اور ان کے سارے مال و متاع کو غرق کر دیا، گھر ریت میں دفن ہو گئے۔ غرض سب ڈوب گئے اور کچھ ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ قوم سبا کی بربادی ایک مثال بن گئی۔ عرب کسی قوم کی تباہی کو بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں: ”صار بنو فلان ایدی سبا“ (یا) ”ایادی سبا“

”و بدلنہم بجننتہم جنتین ذواتی اکل خمط وائل وشیء من سدر قلیل“ اور ہم نے ان کو دونوں باغوں کے بدلہ میں دو باغ دوسرے دیئے جو بد مزہ پھل اور جھاؤ اور تھوڑی سی بیری والے تھے۔ ”اکل“ صاحب قاموس نے لکھا ہے: ”اکل بالضم“ اور ”اکل بضمین“ پھل اور رزق۔ ”خمط اکل“ کی صفت ہے، خمط کا معنی ہے ترش یا تلخ۔ مراد اراک کا پھل یا اراک کا درخت۔ خمط ہر اس بوٹی کو کہتے ہیں جس کا مزہ تلخ ہو۔ صاحب قاموس نے لکھا ہے: خمط ہر ترش یا تلخ چیز، ہر وہ بوٹی جس کے مزہ میں تلخی ہو اور ایک درخت (بھی ہوتا ہے) جس کی بو، بیری کی طرح ہوتی ہے اور ایک قاتل درخت بھی ہوتا ہے اور ہر اس درخت کو بھی کہتے ہیں جس میں کانٹے نہ ہوں اور اراک کے پھل کو بھی خمط کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک درخت اراک کو بھی خمط کہا جاتا ہے۔

بغوی نے لکھا ہے: ”اکل“ پھل، خمط اراک (پیلو) اور پیلو کا پھل جس کو بریر کہا جاتا ہے۔ اکثر اہل تفسیر کا یہی قول ہے۔ مبرد کا قول ہے: خمط ہر وہ بوٹی ہے جس کا مزہ تلخی لیے ہوئے ہو۔ ابن اعرابی کا قول ہے: ”خمط“ ایک درخت کا پھل ہوتا ہے ”قسوة الصمغ“ کہتے ہیں، یہ خشک کی شکل کا ہوتا ہے جو جھڑ جاتا ہے، کسی کام نہیں آتا۔

”ائل“ جھاؤ یا جھاؤ نما ایک درخت جو جھاؤ سے بڑا ہوتا ہے۔ ”قلیل، سدر“ کی صفت ہے۔ چونکہ ہر ایک عمدہ پھل ہوتا ہے جس کا مزہ عمدہ ہوتا ہے اس لیے اس کو باغوں میں لگایا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کی قلت کی صراحت کی۔ بغوی نے کہا: یہ (باغوں میں لگائی جانے والی بیری) مراد نہیں بلکہ جنگلی بیری مراد ہے جو کسی کام نہیں آتی، نہ اس کے پتے کسی کام کے ہوتے ہیں۔ مذکورہ بالا پھل دار باغوں کے عوض بیکار درختوں کے جھنڈ کو بھی صرف ہم شکل ہونے کی بناء پر ”جنتین“ فرمایا اور اس سے استہزاء بھی مقصود ہے۔

ذٰلِكَ جَزَيْنَهُمْ بِمَا كَفَرُوا ۖ وَهَلْ نُجْزِي اِلَّا الْكٰفِرَ ۗ ۱۷ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرٰى
الَّتِي بَرَكْنَا فِيْهَا قُرٰى ظٰهِرَةً وَقَدَرْنَا فِيْهَا السِّيْرَ ۖ سَيْرُوْا فِيْهَا لِيَالِي وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ۱۸
فَقَالُوْا رَبَّنَا بَعْدَ بَيْنِ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزِقٍ ۖ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لٰآيٰتٍ لِّكُلِّ صَبّٰرٍ شٰكُوْرٍ ۱۹

۱۷ ان کو یہ سزا ہم نے ان کی ناسپاسی کے سبب دی اور ہم ایسی سزا بڑے ناسپاس ہی کو دیا کرتے ہیں اور ہم نے ان کو اور ان بستیوں کے درمیان میں جہاں ہم نے برکت کر رکھی ہے بہت سے گاؤں آباد کر رکھے تھے جو نظر آتے تھے اور ہم نے ان کے دیہات کے درمیان ان کے چلنے کا ایک خاص اندازہ رکھا تھا کہ بے خوف و خطر ان میں

راتوں کو اور دنوں کو چلو سو وہ کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے سفروں میں درازی کر دے اور (علاوہ اس ناشکری کے) انہوں نے (اور بھی نافرمانیاں کر کے) اپنی جانوں پر ظلم کیا سو ہم نے ان کو افسانہ بنا دیا اور ان کو بالکل تتر بتر کر دیا بیشک اس قصہ میں ہر صبا بروشا کر (مومن) کے لئے بڑی بڑی عبرتیں ہیں۔

﴿ذٰلِكَ جَزِيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوْا﴾ اسی طرح ہم نے ان کے کفر کا بدلہ ان کو دیا۔ ”وہل نجازی الا الكفور“ حمزہ، کسائی، حفص، یعقوب ”ہل نجازی“ نون کے ساتھ اور زاء کے کسرہ کے ساتھ۔ ”الكفور“ منصوب ہے۔ ”ذٰلِكَ جَزِيْنَاهُمْ“ کی وجہ سے اور دوسرے قراء نے یاء کے ساتھ اور زاء کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔ ”الكفور“ کو مرفوع پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کیا ہم اس کو بدلہ دیں جیسا کافروں کو دیتے ہیں۔ مجاہد کا قول ہے وہ بدلہ دے گا یعنی سزا دے گا۔ جیسا کہ عقوبت میں لفظ بجازی بولا جاتا ہے اور ثواب کے موقع پر تجزی بولا جاتا ہے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ کیا اس کے برے اعمال کی پوچھ ہوگی جب کہ اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی ہوگی۔ فراء کا قول ہے کہ مومن کو جزا دی جاتی ہے اور اس کے اعمال سے ثواب کو کم نہیں کیا جاتا اور اس کے برے اعمال کو بخش دیا جاتا ہے۔

﴿وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيْهَا﴾ یعنی ملک شام کی بستیاں جہاں بکثرت دریا اور درخت تھے اور وہاں کے باشندوں کو وسعت رزق حاصل تھی۔ ”قري ظاهرة“ یعنی وہ بستیاں قریب قریب تھیں۔ ایک دوسرے کے سامنے پہلی کے بعد دوسری نذر آ جاتی تھی۔ ان بستیوں میں چلنے کا ایک خاص انداز ہم نے مقرر کر دیا تھا۔ رات ایک ہی بستی میں گزری اور دوپہر کو دوسری بستی میں پہنچ گئے، کھانے پینے کی چیزیں ساتھ لینے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ یہ بستیاں سب سے شام تک تھیں۔ بعض اقوال میں آیا ہے کہ یہ دیہات چار ہزار سات سو میل مسلسل متصل تھے (وقدرنا فيها السير) ہم نے ان بستیوں کے درمیان کی مسافت کو متعین کر دیا ان کی مقدار صبح سے شام تک چلنے کی مقدار یا آدھا یوم چلنے کی مقدار تک ہے جب آدھا دن سفر کرتے ہیں تو دوسری بستی کے درختوں اور چشموں تک پہنچ جاتے ہیں۔ قنادہ نے کہا کہ عورت تکلا ہاتھ میں لے کر (خالی) ٹوکرا سر پر رکھے راستہ سے گزرتی تھی اور آدھے راستے تک نہیں پہنچتی تھی کہ (راستہ کے دونوں کناروں کے درختوں سے اتنے پھل ٹوٹ کر ٹوکرے میں جمع ہو جاتے تھے کہ) ٹوکرا پھلوں سے بھر جاتا تھا۔ یمن اور شام کے درمیان سارے راستے کی یہی کیفیت تھی۔ ”سیر و فیہا“ یعنی ہم نے ان کو اجازت دے دی تھی اور کہہ دیا تھا، یا قول سے مراد قول حالی یعنی اس راستہ کا حال ہی یہ تھا۔ ”لیالی و ایاماً“ رات دن یعنی جب چاہو۔

”امنین“ امن کے ساتھ۔ نہ دشمن کا کوئی خوف نہ کسی درندے کا ڈر، نہ بھوکے پیاسے رہنے کا اندیشہ۔ اہل سبا اپنی خوش عیشی پر مغرور ہو گئے، بجائے شکر ادا کرنے کے سرکش ہو گئے اور کہنے لگے: (ایسے پھلوں کا کیا مزہ جن کی اتنی کثرت ہے) اگر ہمارے باغوں کی درمیانی مسافت لمبی ہو جائے (اور سفر میں دشواری ہو) تو ہمارے لیے زیادہ مناسب ہوگا۔

﴿فَقَالُوْا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا﴾ کہنے لگے: اے ہمارے رب! ہمارے سفروں کی دوری بڑھا دے۔ یعنی یمن اور

شام کے درمیان بیابان اور چٹیل میدان بنا دے تاکہ ہم ز اور راہ ساتھ لے کر اونٹوں پر سوار ہو کر سفر کو جائیں اور (مشقت سفر کے بعد جو مال خرید کر لائیں اس میں) ہم کو تجارتی فائدہ ہو اور ہم دوسروں پر فخر کر سکیں (کہ بڑی بڑی مشقتیں اور صعوبتیں اٹھا کر ملک شام تک ہو آئے ہیں) اللہ نے ان کی یہ دُعا بہت جلد قبول فرمائی۔

نجاہد کا قول ہے کہ انہوں نے اس نعمت کو عیاشی میں بدل دیا اور شکر کرنے سے سرکش ہو گئے۔ ابن کثیر ابو عمرو نے تشدید کے ساتھ پڑھا اور دوسرے قراء نے باء الف کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ دُعا اور سوال کی وجہ سے ہے۔ ”ربنا“ باء کے رفع کے ساتھ (بعد) عین اور دال کے فتح کے ساتھ۔ گویا کہ اس سفر قریب کو اپنے تکبر و شرور سے دور سمجھنے لگے۔ ”و ظلموا انفسہم“ سرکشی کی وجہ سے ”فجعلناہم احادیث“ عبرت ہے جو ان کے بعد آئینگے اور ان کے اعمال اور ان کے اقوال کا ذکر کریں گے۔

”و مزقناہم کل ممزق“ یعنی ان کو مختلف ملکوں میں پراگندہ کر دیا۔ شععی کا بیان ہے کہ جب ان کی بستیاں ڈوب گئیں تو لوگ مختلف ملکوں میں منتشر ہو گئے۔ عنان شام میں آ کر آباد ہو گئے از د عمان کی طرف، خزاعہ تہامہ کی طرف، جزیرہ عراق کی جانب اور اوس و خزرج یعنی بن انمار یہ یثرب کی طرف چلے گئے۔ مدینہ میں سب سے پہلے عمرو بن انمار آیا، یہ اوس اور خزرج کا جد اعلیٰ تھا۔ ”ان فی ذلک لایات“ عبرت اور دلالت ہے۔ ”لکل صبار“ گناہوں سے اپنے نفس کو روکنے والا مصیبتوں پر صبر کرنے والا۔ ”شکور“ اور اس کی نعمتوں پر شکر کرنے والا۔ مقاتل نے کہا صبار اور شکور سے اس امت کے مؤمن مراد ہیں جو مصیبتوں پر صبر کرنے والے اور اللہ کی نعمتوں کے بڑے شکر گزار ہیں۔ مطرف کا بیان ہے کہ مؤمن وہ ہے جب اس کو عطا کیا جائے تو شکر ادا کرے اور جب آزما یا جائے تو اس پر صبر کرے۔

وَلَقَدْ صَدَقَ عَلَيْهِمْ ابْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يُّؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ۗ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۙ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ. لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي

السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شَرِكٍ ۗ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِّنْ ظٰهِيْرٍ ۙ

اور واقعی ابلیس نے ان لوگوں کے بارہ میں اپنا گمان صحیح پایا کہ یہ سب اسی کی راہ پر ہوئے مگر ایمان والوں کا گروہ اور ابلیس کا ان لوگوں پر (جو) تسلط (بطور انغواء ہے) بجز اس کے اور کسی وجہ سے نہیں کہ ہم کو (ظاہری طور پر) ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں سے (الگ کر کے) معلوم کرنا ہے جو اس کی طرف سے شک میں ہیں اور آپ کا رب ہر چیز کا نگران ہے آپ فرمائیے کہ جن کو تم خدا کے سوا (ذخیل خدائی) سمجھ رہے ہو ان کو پکارو وہ ذرا برابر اختیار نہیں رکھتے نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ان کی ان دونوں (کے پیدا کرنے) میں کوئی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا (کسی کام میں) مددگار ہے۔

﴿تفسیر﴾ 20 "ولقد صدق عليهم ابليس ظنه" اہل کوفہ نے (صدق) تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابلیس نے ان لوگوں کے بارے میں اپنا گمان صحیح پایا۔ "فبعزتک لا غوینہم اجمعین" اس نے ان کے گمان کو سچا جانا۔ دوسرے قراء نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی اہل سبا میں سے جو کافر تھے، ان کے متعلق شیطان کا گمان صحیح نکلا۔ مجاہد کا قول ہے کہ اس ضمیر کا مرجع عام انسانوں کی طرف راجع ہے ابلیس نے اللہ کے سامنے اپنا یہ گمان ظاہر کیا تھا کہ "فبعزتک لا غوینہم اجمعین" تیری عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کروں گا، یہ بھی ابلیس نے کہا تھا۔

"ولا تجد اکثرہم شاکرین" تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔ چنانچہ میں نے اپنا گمان سچ کر دکھایا یا صحیح پایا اور سوائے مؤمنین کے سب اس کی راہ پر لگ گئے۔ "فاتبعوہ الا فریقاً من المؤمنین"

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ جب ابلیس نے مہلت مانگی اور اللہ نے اس کو مہلت دے دی تو اس نے کہا "لا ضلنہم" میں ان کو ضرور گمراہ کر دوں گا "لا غوینہم" میں ان کو ضرور کج راہ بنا دوں گا۔ لیکن ابلیس کو اس بات کے کہنے کے وقت یہ یقین نہ تھا کہ اس کی بات پوری بھی ہو سکے گی، صرف گمان تھا۔ لیکن اہل سبا جب اس کی راہ پر لگ لیے اور اس کے کہنے پر چلنے لگے تو اس کا گمان صحیح ثابت ہو گیا۔

"من المؤمنین" میں "المؤمنین" سے مراد یا تو قوم سبا کا ایماندار گروہ ہے، یا عام انسانوں میں سے جو مؤمنین ہیں وہ مراد ہیں۔ سدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ اصل دین میں کسی مؤمن نے شیطان کا اتباع نہیں کیا۔ اللہ نے فرمادیا تھا: "ان عبادی لیس لک علیہم سلطان" یعنی میرے (مؤمن) بندوں پر تیرا تسلط نہ ہوگا۔ اس تفسیر پر "من المؤمنین" میں من بیانہ ہوگا۔ بعض کے نزدیک "من" تبعضیہ ہے یعنی بعض مؤمنوں کا گروہ مستثنیٰ ہے جو اللہ کے اطاعت گزار ہیں، نافرمان نہیں ہیں۔

﴿تفسیر﴾ 21 "وما کان لہ علیہم من سلطان" ان لوگوں پر جن پر ابلیس کا تسلط ہے وہ محض "الا لنعلم من یؤمن بالاخرة ممن ہو منہا فی شک" مگر یہ کہ ہم جان لیں یعنی الگ الگ چھانٹ دیں اور مؤمن کو کافر سے جدا کر دیں۔ مراد اس علم کا وقوع اور ظہور ہونا اور یہ سب کچھ اس کو اپنے علم غیب سے معلوم ہے۔

"وربک علی کل شیء حفیظ" نگران ہے۔

﴿تفسیر﴾ 22 "قل" اے محمد! کفار مکہ کو کہہ دیجئے "ادعوا الذین زعمتم" کہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی اور معبود بھی ہے۔ "من دون اللہ" تم اللہ کے سوا ان کو پکار کر دیکھو تا کہ وہ تمہارے سے اس جوع کی تکلیف کو دور کر دے۔ پھر ان کے وصف کو بیان کرتے ہوئے فرمایا "لا یملکون مثقال ذرة فی السموات ولا فی الارض" نہ خیر کے مالک اور نہ ہی شر کے مالک "ومالہم" اور نہیں ہے ان معبودوں کے پاس "فیہما" زمین و آسمان میں "من شرک" ان کا کوئی شریک "ومالہ" اور نہیں ہے اللہ کے سوا "منہم من ظہیر" کوئی مددگار۔

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ حَتَّىٰ إِذَا فُزِعَ عَن قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ
مَا قَالُوا الْحَقُّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿٢٣﴾

﴿توجہ﴾ اور خدا کے سامنے (کسی کی) سفارش کسی کے لئے کام نہیں آتی مگر اس کے لئے جس کی نسبت (شفیع کو) وہ اجازت دے دے یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا حکم فرمایا وہ کہتے ہیں کہ (فلانی) حق بات کا حکم فرمایا اور وہ عالیشان سب سے بڑا ہے

﴿تفسیر﴾ ﴿٢٣﴾ "وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ" اللہ تعالیٰ جس کو شفاعت کرنے کی اجازت دیدیں گے یہ ان کی تکذیب کی بناء پر کیا کیونکہ کافر لوگ یہی کہتے تھے کہ یہ ہمارے شفیع ہیں جو اللہ کے ہاں شفاعت کریں گے اور یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ جس کو اللہ رب العزت اجازت دے گا وہی سفارش کر سکے گا۔ ابو عمرو، حمزہ اور کسائی نے "أذن" ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ "حتیٰ اذا فزع عن قلوبہم" ابن عامر یعقوب نے فاء کے فتح کے ساتھ اور زاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی ان سے خوف کو دور کر دے گا اور ان کے دلوں سے ڈر بھی نکال دے گا۔ جو حضرات اس صفت کے ساتھ متصف ہیں اس کے متعلق آئمہ مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا کہ جب ان کو شفاعت کی اجازت مل جائے گی تو اللہ کا کلام سننے سے ان پر غشی کی کیفیت طاری ہو جائے گی، وہ اللہ کی جلالت شان اور عظمت سے خوفزدہ ہو جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جب آسمان میں کوئی حکم جاری فرماتا ہے تو عاجزی سے ملائکہ اپنے بازو، پھڑ پھڑاتے ہیں، جیسے پتھر کی چٹان پر کوئی زنجیر ماری جائے، پھر جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جاتی ہے تو باہم پوچھتے ہیں، تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ دوسرے ملائکہ فرماتے ہیں، حق فرمایا اور وہ عالیشان سب سے بڑا ہے۔

حضرت نو اس بن سمان کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو وہ وحی کے ذریعہ سے کلام کرتا ہے جس کو سن کر اللہ کے خوف سے آسمان لرز جاتے ہیں۔ جب آسمانوں والے اس کلام کو سنتے ہیں تو بے ہوش ہو جاتے ہیں اور سب سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ سب سے پہلے جبرئیل علیہ السلام (سجدہ سے) سر اٹھاتے ہیں۔ اللہ جو کچھ چاہتا ہے، ان کو وحی کلامی کرتا ہے۔ پھر جبرئیل ملائکہ کی طرف سے گزرتے ہیں اور جس آسمان سے گزرتے ہیں وہاں کے ملائکہ ان سے دریافت کرتے ہیں، ہمارے رب نے کیا فرمایا؟ جبرئیل علیہ السلام جواب دیتے ہیں: اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے، وہ حق ہے اور اللہ عالیشان، بڑی عظمت والا ہے۔ یہ سن کر سب ملائکہ وہی بات کہتے ہیں جو جبرئیل کہتے ہیں۔ آخر جہاں وحی پہنچانے کا حکم اللہ نے دیا ہوتا ہے، جبرئیل وہاں وحی پہنچا دیتے ہیں۔ "قالوا" یعنی اذن شفاعت حاصل ہونے سے پیدا ہونے والی گھبراہٹ دور ہونے کے بعد انہوں نے کہا: "ماذا قال ربکم" یعنی شفاعت کے متعلق تمہارے رب نے کیا فرمایا؟

”قالوا“ یعنی بعض نے بعض سے کہا ”الحق“ یعنی اس نے حق فرمایا۔ یعنی شفاعت کی اجازت جن مومنوں کے متعلق دی گئی ہے وہ حق ہے۔ ”وهو العلیٰ الکبیر“ وہی بڑے بلند مرتبہ اور بزرگی والا ہے، کوئی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل بغیر اذن کے اس کے سامنے بول نہیں سکتا۔ بغوی نے لکھا: فرشتے قیامت برپا ہوجانے کے خوف سے گھبرا جائیں گے۔ مقاتل، سدی اور کلبی نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درمیانی مدت ۵۵۰ برس اور بقول بعض ۶۰۰ برس کی تھی۔ یہ انقطاع وحی کا زمانہ (فترۃ) تھا۔ اس مدت میں ملائکہ نے کوئی وحی کی آواز نہیں سنی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور فرشتوں نے وحی کی آواز سنی تو انہوں نے خیال کیا کہ قیامت آگئی ہے کیونکہ آسمان والوں کو اس کا علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت قیامت کی علامت ہے۔ پس جب وحی کی آواز سنی تو قیامت برپا ہونے کے خوف سے بیہوش ہو گئے۔ جب ابتداء وحی کے موقع پر حضرت جبرئیل علیہ السلام (بارگاہ الہی سے) نیچے اترے تو جس آسمان کی طرف سے گزرے تو وہاں کے باشندوں نے سراپہ اٹھائے اور ایک نے دوسرے سے پوچھا: تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ دوسروں نے جواب دیا: حق فرمایا۔ حق سے مراد وحی ہے۔

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ قُلِ اللَّهُ وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۚ ۲۴ قُلْ لَا تُسْأَلُونَ عَمَّا أَجْرَمْنَا وَلَا نُسْأَلُ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۚ ۲۵ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبَّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۗ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ ۚ ۲۶ قُلْ أَرُونِي الَّذِينَ أَلْحَقْتُمْ بِهِ شُرَكَاءَ كَلَّا ۗ بَلْ هُوَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۚ ۲۷ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۚ ۲۸ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۚ ۲۹ قُلْ لَكُمْ مِيعَادُ يَوْمٍ لَا تَسْتَخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ ۚ ۳۰ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِهَذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ ۖ الْقَوْلَ يَقُولُ الَّذِينَ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ۚ ۳۱

﴿تَحْقِيقُ تَوْحِيدِ كَلِمَةِ رَبِّهِ﴾ آپ (تحقیق توحید کے لئے یہ بھی) پوچھئے (اچھا بتلاؤ) تم کو آسمان اور زمین سے کون روزی دیتا ہے آپ (ہی) کہہ دیجئے کہ اللہ روزی دیتا ہے اور (یہ بھی کہیے کہ اس مسئلہ توحید میں) بیشک ہم یا تم ضرور راہ راست پر ہیں یا صریح گمراہی میں ہیں) آپ یہ بھی فرمادیں (اگر ہم مجرم ہیں تو) تم سے ہمارے جرائم کی باز پرس نہ ہوگی اور ہم سے تمہارے اعمال کی باز پرس نہ ہوگی (اور یہ بھی) کہہ دیجئے کہ ہمارا رب ہم سب کو (ایک جگہ) جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ (عمل) کر دے گا اور وہ بڑا فیصلہ کرنے والا جاننے والا ہے آپ (یہ بھی) کہیے کہ مجھ کو ذرا وہ تو دکھلائیے جن کو تم نے شریک بنا کر خدا کے ساتھ ملا رکھا ہے ہرگز اس کا (کوئی شریک) نہیں بلکہ

(واقع میں) وہی ہے اللہ زبردست حکمت والا اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے (ایمان لانے پر ان کو ہماری رضا و ثواب کی) خزشخبری سنانے والے اور (ایمان نہ لانے پر ان کو ہمارے غضب و عذاب سے) ڈرانے والے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے اور یہ لوگ (ایسے مضامین سن کر) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم (یعنی نبی اور آپ کے اتباع) سچے ہو (تو بتلاؤ) آپ کہہ دیجئے کہ تمہارے واسطے ایک خاص دن کا وعدہ (مقرر ہے) نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو اور یہ کفار (دنیا میں تو خوب باتیں بناتے ہیں اور) کہتے ہیں کہ ہم ہرگز اس قرآن پر ایمان نہ لاویں گے اور نہ اس سے پہلی کتابوں پر اور اگر (ان کی) اس وقت کی حالت دیکھیں (تو ایک ہولناک منظر نظر آوے) جب یہ ظالم اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جاویں گے ایک دوسرے پر بات ٹالتا ہوگا چنانچہ ادنیٰ درجے کے لوگ بڑے درجے کے لوگوں سے کہیں گے (ہم تمہارے سبب برباد ہوئے) اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آئے ہوتے۔

تفسیر 24 "قل من يرزقكم من في السموات والارض" آسمانوں سے بصورت بارش اور زمین سے بصورت سبزہ کون رزق عطا فرماتا ہے۔ "قل لله" وہ یہی کہیں گے کہ اللہ ہی رزق دینے والا ہے۔ "وانا اوتياكم لعلى هدى او في ضلال مبين" یہ شک کے طریق پر نہیں ہے بلکہ یہ بطور انصاف کے ہے۔ جیسا کہ کہنے والا دوسرے کو کہتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے اور اس کو معلوم ہے کہ یہ شخص سچا ہے اور اس کا دوست جھوٹا ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ نہیں ہو تم ایک امر پر متحد بلکہ تم میں سے ایک فریق ہدایت یافتہ ہے اور دوسرا گمراہ ہے۔ پس جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وہ ہدایت پر رہا اور جس نے مخالفت کی وہ گمراہی میں پڑا رہا۔ ان کی تکذیب کو ذکر کیا اس کی تکذیب کی صراحت کئے بغیر۔ بعض نے کہا کہ گویا کلام یوں ہے ہم اور تم یا تو ہدایت پر ہیں یا گمراہی پر یعنی ہم تو ہدایت پر ہیں اور تم گمراہی پر۔

25 "قل لا تسئلون عما اجرنا ولا نسئل عما تعملون"

26 "قل يجمع بيننا ربنا" قیامت کے دن۔ "ثم يفتح" پھر فیصلہ کرے گا۔ "بيننا بالحق وهو الفتح العليم" 27 "قل اروني الدين الحقتم به شركاء" کسی صفت کی وجہ سے تم نے اپنے معبودوں کو کس صفت کی وجہ سے شریک بنا رکھا ہے۔ کیا وہ تمہیں پیدا کرتے ہیں اور کیا وہ تمہیں رزق عطا کرتے ہیں۔ "كلا" ہرگز نہ تو وہ پیدا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اور نہ ہی وہ رزق دیتے ہیں۔ "بل هو الله العزيز" وہ اپنے حکم پر غالب ہے۔ "الحكيم" اپنی مخلوق کی تدبیر میں کون اس کی بادشاہت میں شریک ہو سکتا ہے۔

28 "وما ارسلناك الا كافة للناس" سب لوگوں کے لیے خواہ وہ سفید ہوں یا کالے گورے۔ "بشيرا و نذيرا" خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے۔ "ولكن اكثر الناس لا يعلمون" حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نبی کو ایک خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا ہے اور میری بعثت تمام لوگوں کے لیے ہے یا "کافة" میں تاء

مبالغہ کے لیے ہو۔ یعنی ہم نے آپ کو ایسی حالت میں بھیجا کہ آپ سب لوگوں کو اپنے دائرہ رسالت میں جمع کرنے والے ہیں۔
 29 "وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ" مراد اس سے قیامت کا دن ہے۔

30 "قُلْ لَكُمْ مِيعَادٌ يَوْمَ لَا تَسْتَأْخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ" وہ قیامت پر کسی چیز کو مقدم نہیں کر سکتے۔
 ضحاک کا قول ہے کہ موت کا دن ان سے نہ مؤخر ہوگا اور نہ ہی پہلے یعنی نہ تو ان کی زندگی طویل کی جائے گی اور نہ ہی ذرہ برابر کم۔
 31 "وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِهَذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ" اس سے مراد توریت اور انجیل ہے۔ "ولو تری" اے محمد! "إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ" تم اگر قید کر لیے جاؤ۔ "عند ربهم يرجع بعضهم إلى بعض القول" وہ ایک دوسرے پر جھگڑے والی بات ڈالیں گے۔

"يَقُولُ الَّذِينَ اسْتَضَعَفُوا" وہ ان کو حقارت سے کہیں گے جو ان کے پیروکار ہوں گے۔ "لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا" سرداران قوم! "لو لا انتم لکننا مؤمنین" اگر تم ہمیں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے سے نہ روکتے تو ہم ضرور ان پر ایمان لے آتے۔

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتَضَعَفُوا أَنَحْنُ صَدَدْنَكُمْ عَنِ الْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَاءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُجْرِمِينَ 32 وَقَالَ الَّذِينَ اسْتَضَعَفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَنْدَادًا ۗ وَأَسْرُوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ ۗ وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ فِي أَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا ۗ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ 33 وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ 34 وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ 35 قُلْ إِنْ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ 36 وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِندَنَا زُلْفَىٰ إِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا. فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ جَزَاءُ الضَّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ 37

32 (اس پر) یہ بڑے لوگ ان درجے (ادنیٰ) کے لوگوں سے کہیں گے کہ کیا ہم نے تم کو ہدایت (پر عمل کرنے) سے (زبردستی) روکا تھا بعد اس کے وہ (ہدایت) تم کو پہنچ چکی تھی نہیں بلکہ تم ہی قصور وار ہو اور (اس کے جواب میں) یہ کم درجہ کے لوگ ان بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ (ہم زبردستی کو مانع) نہیں (کہتے) بلکہ تمہاری رات دن کی تدبیروں نے روکا تھا جب تم ہم کو فرمائش کرتے رہتے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے لئے شریک قرار دیں اور وہ لوگ (اپنی اس) پشیمانی کو (ایک دوسرے سے) مخفی رکھیں گے جبکہ عذاب دیکھیں گے اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈالیں گے جیسا کرتے تھے ویسا ہی تو بھرا اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا (پینچبر) نہیں

بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے (یہی کہا کہ ہم تو ان احکام کے منکر ہیں جو تم کو دے کر بھیجا گیا ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم مال اور اولاد میں تم سے زیادہ ہیں اور ہم کو کبھی عذاب نہ ہوگا آپ کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار جس کو چاہتا ہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے لیکن اکثر لوگ (اس سے) واقف نہیں اور تمہارے اموال و اولاد ایسی چیز نہیں جو درجے میں تم کو ہمارا مقرب بنا دے (یعنی موثر و علت قرب کی بھی نہیں) مگر ہاں جو ایمان لاوے اور اچھے کام کرے (یہ دونوں چیزیں البتہ سبب قرب میں) سوائے لوگوں کے لئے ان کے (نیک) عمل کا دو ناصلہ ہے۔ اور وہ (بہشت کے) بالا خانوں میں چین سے (بیٹھے) ہوں گے۔

تفسیر 32 "قال الذين استكبروا" بڑے لوگ ادنیٰ درجہ کے لوگوں سے کہیں گے "للذين استضعفوا انحن صدونا کم عن الهدی بعد اذ جاء کم بل کنتم مجرمین" ایمان کے ترک کرنے کی وجہ سے۔

33 "وقال الذين استضعفوا للذين استكبروا بل مکر اللیل والنهار" یعنی تمہارے دن و رات کے مکر و فریب نے۔ عرب کے نزدیک کسی فعل کو دن یا رات کی طرف نسبت اس لیے کرتے ہیں تاکہ کلام میں مزید توسع پیدا ہو جائے۔ بعض حضرات نے کہا کہ رات و دن کے مکر سے مراد ہے زمانے کا فریب، طول، آرزو اور طول سلامتی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "فطال علیہم الامد فقست قلوبہم"..... "اذ تاملونا ان نکفر باللہ ونجعل له اندادا واسروا" اور ندامت کو ظاہر کر دیا۔ "الندامة" بعض نے کہا کہ اس ندامت کو چھپا دیا۔ یہ اس صورت میں اضداد میں سے ہوگا۔ "لما راوا العذاب وجعلنا الاغلال فی اعناق الـذین کفروا" آگ میں تالیع اور متبوع دونوں جمع ہو جائیں گے۔ "هل یجزون الا ما کانوا یعملون" دُنیا میں جو انہوں نے کفر اور نافرمانیاں کی تھیں اس کا بدلہ دیا جائے گا۔

34 "وما ارسلنا فی قریة من نذیر الا قال متر فیہا" ان کے سردار اور ان کے اغنیاء لوگ۔ "انا بما ارسلتم بہ کافرون"

35 "وقالوا" یہ لوگ فقراء کو کہیں گے جو اللہ پر ایمان لائے۔ "نحن اکثر اموالاً و اولاداً" اگر اللہ تعالیٰ ہم سے راضی نہ ہوتا تو ہمیں وہ اموال اور اولاد سے نہ نوازتا۔ "وما نحن بمعذبین" اللہ تعالیٰ نے جب دُنیا میں ہمیں مال و اولاد سے نوازتا تو آخرت میں بھی ہمیں عذاب نہیں دے گا۔

36 "قل ان ربی یسط الرزق لمن یشاء ویقدر" روزی کی تنگی اور فراخی تحقیر و اعزاز کا معیار نہیں ہے۔ دُنیا امتحان گاہ ہے دارالجزاء نہیں ہے۔ اسی طرح روزی کی کشادگی اللہ کی رضا پر دلیل نہیں اور نہ ہی تنگی اللہ کی ناراضگی پر دلیل ہے۔ "ولکن اکثر الناس لا یعلمون"

37 "وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقر بکم عندنا زلفی" زلفی (تقرب) انخس کے ہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے مال و اولاد کے ساتھ ایسی خصلت نہیں ہے جو تم کو اللہ کے قرب میں پہنچا دے۔ "الا من امن" جو نیکو کار مؤمن ہو۔ "وعمل صالحاً" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو نیکو کار ایمان والا ہو، اس کا عمل قرب الہی میں پہنچ سکتا ہے۔ "فاولئک لهم"

جزاء الضعف بما عملوا“ اللہ ان کے لیے نیکیوں کو ڈگنا کر دیں گے اور ایک نیکی کے بدلے میں دس نیکیاں عطا کریں گے۔
 ”جزاء“ منصوب ہے تنوین کے ساتھ (الضعف) مرفوع ہے۔ تقدیری عبارت یوں ہوگی ”لہم الضعف جزاء“ اور
 دوسرے قراء نے اضافت کے ساتھ پڑھا ہے۔ ”وہم فی العرفات آمنون“ حمزہ نے واحد کے صیغہ کے ساتھ ”غرفة“ پڑھا
 ہے۔ دوسرے قراء نے جمع کے صیغہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي الْأَسْمَاعِ جَزَاءَ مَا كَفَرُوا فِي الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتِ ۖ أَذْهَبْنَا عَنْهُمْ آيَاتِنَا وَمَا يَتَذَكَّرُونَ ﴿٣٨﴾ قُلْ إِنْ رَبِّي يَسْطُرُ الرَّزْقَ
 لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۖ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿٣٩﴾
 اور جو لوگ ہماری آیتوں کے متعلق (ان کے ابطال کی) کوشش کر رہے ہیں (نبی کو) ہرانے کے لئے ایسے
 لوگ عذاب میں لائے جاویں گے آپ (مومنین سے) فرمادیتے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے
 فراغ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہے تنگی سے دیتا ہے اور جو چیز تم (مواقع حکم الہی میں) خرچ کرو گے سو وہ (یعنی اللہ
 تعالیٰ) اس کا عوض دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

﴿٣٨﴾ ”والذین یسعون“ جو کوشش کرتے ہیں ”فی آیاتنا“ ہمارے دلائل کو باطل کرنے میں ”معاجزین“
 معاندین لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم نے ان کی نشانیوں کو باطل و عاجز کر دیا ہے۔ ”اولئک فی العذاب محضرون“
 ﴿٣٩﴾ ”قل ان ربی یسطر الرزق لمن یشاء من عبادہ ویقدر لہ وما انفقتم من شیء فہو یخلفہ“ جو خرچ کرے
 گے اس کے بدلے میں اور عطا کرے گا۔ سعید بن جبیر فرماتے ہیں جو اپنے مال کو بغیر فضول خرچی کے اور کنجوسی سے خرچ نہیں
 کرے گا، اللہ اس کو اس کا بدل عطا کرے گا۔ کلبی کا بیان ہے کہ جو تم صدقہ کے لیے خرچ کرتے ہو یا نیکی کے کاموں میں خرچ
 کرتے ہو، خرچ کرنے والے کو نفع دے گا یا تو اس کا نفع دنیا میں اس کو مل جائے گا یا اس کے لیے نفع آخرت میں ذخیرہ کر د
 جائے گا۔ ”وہو خیر الرازقین“ جو عطا بھی کرے اور رزق بھی دے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کی فضیلت

روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
 فرماتا ہے اے ابن آدم! خرچ کر تیرے اوپر خرچ کیا جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بھی صبح ایسی نہیں جس صبح ہر بندے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ ان میں ایک کہتا
 اے اللہ! تو مجھے عطا کر میں خرچ کروں اور پھر اس کا اجر بھی دے اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! تو مجھے عطا کر میں اس کو اپنے پاس
 روکے رکھوں تو اللہ اس کے مال کو تلف فرمادیتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ جب بھی صدقہ

کرتا ہے تو اس کے مال کو کم نہیں کیا جاتا اور جو شخص کسی کو درگزر کرتا ہے اللہ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے اور جو اللہ کی رضا کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو بلند مقام عطا کرتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر نیکی صدقہ ہے اور ہر وہ چیز جو انسان اپنے اوپر اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے اس کے لیے یہ صدقہ لکھ دیا جاتا ہے اور جس چیز سے آدمی اپنی عزت کی حفاظت کرے وہ بھی صدقہ ہے، ہم نے کہا آدمی کا اپنی عزت کی حفاظت کا معنی کیا ہے؟ فرمایا جو کسی شاعر یا متقی زبان والے کو عطا کیا جاتا ہے اور مؤمن شخص جو اپنے لیے خرچ کرتا ہے اللہ اس کے لیے دوبارہ پیدا کرتا ہے مگر یہ کہ اس نے جنگل میں نہ ضائع کیے ہوں اور نہ ہی گناہوں کے کاموں میں۔ امام بغوی رحمہ اللہ یعنی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عبد الحمید محمد بن منکدر سے پوچھا ہے ہیں۔ مجاہد کا قول ہے کہ جب تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کوئی چیز ہو تو اس کو میانہ روی سے خرچ کرو۔ اس آیت کی تاویل نہ کرو۔ ”وما انفقتم من شیء فہو یخلفہ“ کیونکہ رزق تو تقسیم ہوا ہے۔ شاید کہ اللہ نے رزق تھوڑا لکھا ہو تو وہ اپنے نفقہ سے تنگ دست کی طرح خرچ کرے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰئِكَةِ اِهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿٤٠﴾ قَالُوْا
 سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَّلِيْنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اَكْثَرَهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿٤١﴾
 فَاَلْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَلَا ضَرًّا ۗ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوقُوْا عَذَابَ
 النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكٰذِبُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَاِذَا تَتَلٰٓى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَا اِلَّا رَجُلٌ يُرِيْدُ
 اَنْ يُضِلَّكُمْ عَمَّا كَانُ يَعْبُدُوْنَ اٰبَاؤَكُمْ وَقَالُوْا مَا هٰذَا اِلَّا اِفْكٌ مُّفْتَرٰى ۗ وَقَالَ الَّذِيْنَ
 كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤٣﴾

﴿٤٠﴾ اور (وہ دن قابل ذکر ہے) جس روز اللہ تعالیٰ ان سب کو (میدان قیامت میں) جمع فرماوے گا پھر فرشتوں سے ارشاد فرمائے گا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے وہ عرض کریں گے کہ آپ پاک ہیں ہمارا تو آپ سے تعلق ہے نہ کہ ان سے بلکہ یہ لوگ شیاطین کو پوجا کرتے تھے ان میں اکثر لوگ انہیں کے معتقد تھے سو (کافروں سے کہا جاوے گا) آج تم (مجموع عابدین و معبودین) میں سے نہ کوئی کسی کو نفع پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نقصان پہنچانے کا اور اس وقت ہم ظالموں (یعنی کافروں سے) کہیں گے کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھٹلایا کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو اور جب ان لوگوں کے سامنے ہماری آیتیں جو (حق اور ہادی ہونے کی صفت میں) صاف صاف ہیں پڑھی جاتی ہیں تو یہ لوگ (پڑھنے والے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت) کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ محض ایسا شخص ہے جو یوں چاہتا ہے کہ تم کو ان چیزوں کی (کی عبادت) سے باز رکھے جن کو (قدیم سے) تمہارے

بڑے پوجتے تھے اور (قرآن کی نسبت) کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ محض ایک تراشا ہوا جھوٹ ہے اور یہ کافر اس امر حق یعنی (ان) کی نسبت جبکہ وہ ان کے پاس پہنچایوں کہتے ہیں کہ یہ محض ایک صریح جادو ہے۔

﴿۴۰﴾ ”وَيَوْمَ نَحْشُرْهُمْ“ یعقوب اور حفص نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے نون کے ساتھ ”نحشُرْهُمْ“ پڑھا ہے۔ ”جمیعاً“ تمام کفار کو جمع کیا جائے گا۔ ”ثم نقول للملائكة أهولاء اياكم كانوا يعبدون“ دُنیا میں۔ جو لوگ ملائکہ کی پوجا کرتے اور نعوذ باللہ ان کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے۔ ملائکہ سے یہ خطاب مشرکین کی تذلیل اور شفاعت ملائکہ سے مایوس بنانے کیلئے کیا جائے گا۔ قنادہ فرماتے ہیں کہ یہ استفہام تقریری ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ”ء انت قلت للناس اتخذوني وأمي الهين من دون الله“ پھر ان سے ملائکہ نے براءت کر لی۔

﴿۴۱﴾ ”قالوا سبحانك“ فرشتے عرض کریں گے تو پاک ہے۔ ”انت ولينا من دونهم“ ہمارا رشتہ عبدیت و معبودیت تجھی سے ہے، ان سے ہمارا کوئی رشتہ موالات نہیں۔ ”بل كانوا يعبدون الجن“ اس سے مراد شیاطین ہیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ وہ ملائکہ کی عبادت کرتے تھے تو ”يعبدون الجن“ کہنے کا کیا مطلب۔ بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا کہ شیاطین خود بھیس بدل کر ان کے سامنے آتے تھے اور ان کے خیال میں یہ بات ڈالتے تھے کہ وہ ملائکہ ہیں۔ اس خیالی تصویر کی وہ پوجا کرتے ہیں۔ ”يعبدون“ وہ جنوں کی اطاعت کرتے تھے۔ ”اکثرهم بهم مؤمنون“ اور وہ شیاطین کی تصدیق کرتے ہیں۔

﴿۴۲﴾ ”فاليوم لا يملك بعضكم لبعض نفعا“ نہ شفاعت کے ذریعے سے نفع دے سکیں گے۔ ”ولا ضرا“ نہ عذاب۔ مراد اس سے یہ ہے کہ وہ اس بات سے عاجز ہیں نہ تو وہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان۔ ”ونقول للذين ظلموا ذوقوا عذاب النار التي كنتم بها تكذبون“

﴿۴۳﴾ ”واذا تتلى عليهم آياتنا بينات قالوا ما هذا“ یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ”الا رجل يريد أن يصدكم عما كان يعبد آباءكم وقالوا ما هذا الا افك مفتری“ یعنی یہ قرآن ”وقال الذين كفروا للحق لما جاءهم ان هذا الا سحر مبين“ واضح ہے۔

وَمَا آتَيْنَهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَدْرُسُونَهَا وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَذِيرٍ ﴿۴۴﴾ وَكَذَّبَ الَّذِينَ
مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَّغُوا مِعْشَارَ مَا آتَيْنَهُمْ فَكَذَّبُوا رُسُلِي. فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿۴۵﴾ قُلْ إِنَّمَا
أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مَشِيًّا وَفِرَادَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا. مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ إِنْ
هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ﴿۴۶﴾ قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ إِنْ
أَجْرِي إِلَّا عَلَى اللَّهِ. وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿۴۷﴾ قُلْ إِنْ رَبِّي يَقْذِفِ بِالْحَقِّ عَلَٰمُ
الْغُيُوبِ ﴿۴۸﴾ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبَدِي الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ﴿۴۹﴾

تسبیح اور ہم نے ان کو کتابیں نہیں دی تھیں کہ ان کو پڑھتے پڑھاتے ہوں اور (اسی طرح) ہم نے آپ سے پہلے ان کے واسطے کوئی ڈرانے والا (یعنی پیغمبر) نہیں بھیجا تھا اور ان سے پہلے جو (کافر) لوگ تھے انہوں نے تکذیب کی تھی اور یہ (مشرکین عرب) تو اس سامان کے جو ہم نے ان کو دے رکھا تھا دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے غرض انہوں نے میرے رسولوں کی تکذیب کی سو (دیکھو) میرا (ان پر) کیسا عذاب ہوا آپ کہیے کہ میں (تو) صرف تم کو ایک بات سمجھاتا ہوں وہ یہ کہ تم (محض) خدا کے واسطے کھڑے ہو جاؤ دو دو اور ایک ایک پھر سوچو کہ تمہارے اس ساتھی کو جنون (تو) نہیں ہے وہ تم کو ایک سخت عذاب آنے سے پہلے ڈرانے والا ہے آپ کہہ دیجئے کہ میں نے تم سے (اس تبلیغ پر) کچھ معاوضہ مانگا ہو تو وہ تمہارا ہی رہا میرا معاوضہ تو بس اللہ ہی کے ذمہ ہے اور وہی ہر چیز پر اطلاع رکھنے والا ہے آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب حق بات (یعنی ایمان) کو (کفر پر) غالب کر رہا ہے (اور) وہ علام الغیوب ہے آپ کہہ دیجئے کہ حق (دین) آ گیا اور (دین) باطل نہ کرنے کا رہانہ دھرنے کا۔

تفسیر 44 "وما اتینہم" یہ مشرکین۔ "من کتب یدرسونہا" وہ اس کو پڑھتے ہیں۔ "وما ارسلنا الیہم قبلک من نذیر" عرب میں اس سے پہلے نہ کوئی ایسا نبی بھیجا اور نہ ہی کوئی ایسی کتاب بھیجی جس سے ان کو شرک کی دعوت دی ہو۔

45 "وکذب الذین من قبلہم" اس سے پہلے اُمّیں عاد، ثمود، قوم ابراہیم، قوم لوط وغیرہ ہیں۔ "وما بلغوا" یہ مشرکین۔ "معشار" دسواں حصہ ہیں۔ "ما اتینہم" گزشتہ اُمّتوں کے مقابلے میں کہ ان کو قوت، طاقت، طول عمر اور مال و دولت سے بھی نوازا تھا۔ "فکذبوا رسلی فکیف کان نکیر" پھر ان پر میرا عذاب اور تباہی کی شکل میں میری ناراضگی کیسا رنگ لائی۔

46 "قل انما اعظکم بواحدۃ" کہ میں ایک بات سمجھاتا ہوں۔ پھر اس خصلت کو بیان کر دیا اور فرمایا: "ان تقوموا للہ" اللہ کے لیے "مثنیٰ" دو، دو ہو کر "و فرادی" اور ایک ایک ہو کر "ثم تفکروا" پھر تم سب مل کر غور و فکر کرو اور پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال پر بھی غور و فکر کرو، پھر تم جان لو گے۔ "ما بصاحبکم من جنۃ" آپ کے ساتھی کو جنون لاحق نہیں بلکہ وہ حق بات کہہ رہا ہے۔ کھڑے ہونے سے مراد یہ نہیں ہے کہ نہ بیٹھو نہ لیٹو کھڑے ہو جاؤ بلکہ اس سے مراد ہے تیار ہو جاؤ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "و ان تقوموا للیتامیٰ بالقسط" یہاں پر حقیقی کھڑا ہونا مراد نہیں بلکہ آمادہ ہونا ہے۔ "ان هو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید" مقاتل کا بیان ہے کہ یہاں پر اللہ تعالیٰ کا کلام پورا ہو گیا۔ پھر آگے فرمایا "ثم تفکروا" تم زمین و آسمان پر غور و فکر کرو تو پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس کا پیدا کرنے والا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ پھر دوبارہ کلام کی ابتداء کی اور فرمایا: "ما بصاحبکم من جنۃ"

47 "قل ما سألکم" رسالت کی تبلیغ پہنچانے میں۔ "من اجر کوئی اجر مانگوں۔" "فہو لکم" وہ تمہارے لیے ہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تبلیغ رسالت پہنچانے میں تم لوگوں سے کوئی اجر طلب نہیں کر رہا کہ تم مجھے متہم کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "فہو لکم" کہ میں تم سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتا۔ "ان اجر علی اللہ وهو علی کل شیء شہید" اس کا ثواب اور اجر اللہ ہی کے پاس ہے۔

48 "قل ان ربی یقذف بالحق" قذف کہا جاتا ہے پھینکنے کو تیر کے ذریعے یا کسی اور چیز کے ذریعے۔ معنی اس کا یہ ہے کہ ان کے پاس حق بات آئی ہے، وحی آسمان سے اُتری اور انبیاء پر آئی۔ "علام الغیوب" مرفوع ہے خبر ہونے کی وجہ سے یعنی وہ علام الغیوب ہے۔

49 "قل جاء الحق" حق سے مراد قرآن اور اسلام ہے۔ "وما یبدئ الباطل وما یعید" باطل چلا گیا۔ اس میں ذرہ برابر باقی نہیں رہا جس سے وہ دوبارہ اُٹھ سکے۔

جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: "بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغه" قنادہ کا بیان ہے کہ باطل سے مراد ابلیس ہے۔ یہی قول مقاتل اور کلبی رحمہ اللہ کا بھی ہے۔ بعض نے کہا کہ باطل سے مراد بت ہیں۔

قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَا اضِلُّ عَلَى نَفْسِي. وَاِنْ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوحِي اِلَيَّ رَبِّي ؕ اِنَّهُ سَمِيعٌ

قَرِيبٌ 50 وَلَوْ تَرَى اِذْ فَرَعُوْا فَلَافُوْتَ وَاخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ 51 وَقَالُوْا اٰمَنَّا بِهِ وَاِنَّا لَهُمْ

التَّوَسُّلُ مِنْ مَّكَانٍ مَّ بَعِيْدٍ 52 وَقَدْ كَفَرُوْا بِهِ مِنْ قَبْلُ وَيَقْدِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ مَّ بَعِيْدٍ 53

وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مَُّرِيبٍ 54

آپ کہہ دیجئے کہ اگر (مثلاً و فرضاً) گمراہ ہو جاؤں تو میری گمراہی مجھ ہی پر وبال ہوگی اور اگر میں راہ (راست) پر ہوں تو یہ بدولت اس قرآن کے ہے جس کو میرا رب میرے پاس بھیج رہا ہے وہ سب کچھ سنتا (اور) بہت نزدیک ہے اور اگر آپ وہ وقت ملاحظہ کریں تو آپ کو حیرت ہو جبکہ گھبرائے پھریں گے پھر نکل بھاگنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور پاس کے پاس ہی (یعنی فوراً) پکڑ لئے جاویں گے کہ کہیں گے کہ ہم دین حق پر ایمان لے آئے اور اتنی دور جگہ سے (ایمان کا) ان کے ہاتھ آنا کہاں ممکن ہے حالانکہ پہلے سے (دنیا میں) یہ لوگ اس حق کا انکار کرتے رہے اور بے تحقیق باتیں دور ہی دور سے ہانکا کرتے تھے اور ان میں اور ان کی (قبول ایمان کی) آرزو میں ایک آڑ کر دی جاوے گی جیسا ان کے ہم مشربوں کے ساتھ (بھی) یہی (برتاؤ) کیا گیا جو ان سے پہلے تھے کیونکہ یہ سب بڑے شک میں تھے جس نے ان کو تردو میں ڈال رکھا تھا۔

تفسیر 50 "قل ان ضللت فانما اضل على نفسي" کفار مکہ یوں کہا کرتے تھے کہ جب انہوں نے اپنے آباؤ

اجداد کا دین چھوڑا تو گمراہ ہو گیا (نعوذ باللہ) آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر انہوں نے گمراہی اختیار کی ہے تو اس کا وبال انہی پر ہوگا۔ "وان اهتدیت فبما یوحی الی ربی" اس سے مراد قرآن اور حکمت ہے۔ "انه سمیع قریب"

51 "ولو ترى اذ فرعوا" قنادہ نے کہا کہ قبروں سے اُٹھائے جانے کے وقت گھبرائے ہوئے ہوں گے۔ "فلا فوت"

اللہ کی گرفت سے نکل نہیں سکیں گے نہ بھاگ کر نہ قلعہ بند ہو کر نہ اپنی جان کا مالی معاوضہ دے کر۔ "ولات حین مناص" بعض نے کہا کہ جب وہ گھبرا جائیں گے تو نہ وہ اللہ کی گرفت سے نکل سکیں گے اور نہ ہی ان کے لیے کوئی نجات ہوگی۔

وَأَخِذُوا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ كِي تَفْسِير

”واخذوا من مكان قريب“ کلمی کا بیان ہے کہ ان کو قدموں کے نیچے سے پکڑا جائے گا۔ بعض نے کہا کہ ان کو زمین کے درمیان سے پیٹھ کے بل نکالا جائے گا۔ بعض نے کہا کہ زمین کے اوپر سے پکڑ کر زمین کے اندر لے جائے جائیں گے۔ بعض نے کہا کہ ”من مكان قريب“ سے مراد دنیا کا عذاب ہے۔ ضحاک نے کہا کہ بدر کا دن مراد ہے۔ بڑی کا قول ہے کہ بیدار مقام پر دھنسا جانا مراد ہے۔ اس آیت میں محذوف ہے تقدیری عبارت یوں ہے ”ولو تری اذ فزعوا لمرایت امرًا تعتبر به“

52 ”وقالوا آمننا به“ جب وہ عذاب کو دیکھ لیں گے۔ بعض نے کہا جب وہ مایوس ہو جائیں گے تو ایمان لے آئیں گے۔ بعض نے کہا کہ اٹھائے جانے کے بعد۔ ”وانئی“ ”این کے معنی میں ہے۔ ”لهم التناوش“ ابو عمرو، حمزہ، کسائی اور ابو بکر نے التناوش مد کے ساتھ اور حمزہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے واؤ کے ساتھ پڑھا ہے۔ بغیر مد اور بغیر حمزہ کے، معنی طلب کرنا، چلنا، تیزی سے اٹھنا۔ مطلب یہ ہے کہ ایمان کا حصول تو اس وقت ممکن تھا جب آدمی مکلف تھا اور وہ مقام تکلیف بالا ایمان تو دور ہو گیا اور دنیا سے قریب ہو گیا تو اس کو ضائع کر دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کفار دنیا کی طرف واپسی کی درخواست کریں گے لیکن دور کے مقام یعنی آخرت سے دنیا میں ان کا لوٹنا کہاں ہو سکے گا۔ ”من مكان بعيد“ یعنی آخرت دنیا کے اعتبار سے دور ہے۔

53 ”وقد كفروا به من قبل“ اس سے مراد قرآن ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ عذاب کو دیکھنے سے پہلے اور قیامت کی ہولناکیوں کے معائنہ کرنے سے۔ ”ویقذفون بالفیب من مكان بعيد“ مجاہد کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کو انہوں نے بلا تحقیق نشانہ بنا رکھا تھا۔ قواد نے کہا کہ وہ اپنے تیر کے گمان چلاتے تھے۔ ان کا قول تھا کہ نہ قیامت ہوگی اور نہ جنت نہ دوزخ۔

54 ”وحیل بینہم و بین ما یشتہون“ اس سے مراد ایمان، توبہ اور دنیا کی طرف واپس جانے کی خواہش رکھنا۔ بعض نے کہا کہ دنیا کی نعمتیں اور اس کے پھل وغیرہ۔ ”کما فعل بأشیاعہم“ ان کے نظائر بھی ماقبل گزرے ہوئے کفار کی حالت کی طرح ہوگی۔ ”من قبل“ ان کا بھی ایمان اور توبہ قبول نہیں ہوگی نا امیدی کے وقت۔ ”انہم کانوا فی شک“ یعنی قیامت اور نزول عذاب کے متعلق وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ ”مربیب“ شک پیدا کرنے والا تہمت پیدا کرنے والا۔



سُورَةُ فَاطِرٍ

اس میں ۴۵ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰئِكَةِ رُسُلًا اُولٰٓئِیْ اَجْنِحَہٗ مَّثْنٰی وَثَلٰثَ وَرُبْعًا ۭ
 یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۱ مَا یَفْتَحُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَہٖ
 فَلَا مُمْسِکَ لَهَا وَمَا یُمْسِکُ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ مَّ بَعْدِہٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝۲

تمام ترجمہ (اسی) اللہ کو لائق ہے جو آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا ہے جو فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار پر دار بازو ہیں وہ پیدائش میں جو چاہے زیادہ کر دیتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اللہ جو رحمت (بارش وغیرہ) لوگوں کے لئے کھول دے سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو بند کر دے سو اس کے (بند کرنے کے) بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

تفسیر ۱ "الحمد لله فاطر السموات والارض" ان دونوں کو پیدا کیا اور ان کو ابتداءً بغیر کسی مثال کے پیدا کیا۔ "جاعل الملائكة رسلاً اولی اجنحة" بازو والے "مثنی و ثلاث و رباع" قنادہ اور مقاتل نے کہا ہے کہ بعض ملائکہ کے دو بازو بعض کے تین اور بعض کے چار اللہ نے بنائے ہیں لیکن تعداد محدود نہیں ہے۔ حد بندی کے خیال کو دور کرنے کے لیے آگے فرمایا "یزید فی الخلق ما یشاء" ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ عزوجل کے اس فرمان "لقد رأی من آیات ربہ الكبرى" کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو تھے۔ ابن شہاب نے اللہ تعالیٰ کے اس قول "یزید فی الخلق ما یشاء" کے بارے میں فرمایا کہ حسن صوت مراد ہے اور قنادہ کے نزدیک آنکھوں کی ملاححت مراد ہے۔ بعض کے نزدیک عقل اور امتیاز کی زیادتی مراد ہے۔ "ان اللہ علی کل شیء قدير" ۲ "ما یفتح اللہ للناس من رحمة" رحمت سے مراد بارش اور رزق ہے۔ "فلا ممسک لها" ان میں سے کسی ایک کی کوئی طاقت نہیں کہ وہ اس کو روکے رکھے۔ "وما یمسک فلا مرسل له من بعدہ وهو العزیز" اور وہ جس چیز کو روک لے۔ "الحکیم" جو بارش اور رزق میں سے وہ روک لے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ پڑھا کرتے تھے ”لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له له الملك وله الحمد وهو على كل شیء قدير لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجدمك الجدم“

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ ط هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرِ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ
وَالْأَرْضِ ط لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ط فَأَنَّى تُؤْفَكُونَ ③ وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ ط
وَاللَّهُ تَرْجِعُ الْأُمُورُ ④ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا
يُغُرَّنْكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ ⑤ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ط إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا
مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ⑥ الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ط وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ⑦ أَفَمَنْ زِينَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَاهُ حَسَنًا ط فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ
وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَتٍ ط إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ⑧

تجلیہ اے لوگو تم پر جو اللہ کے احسانات ہیں ان کو یاد کرو (شکر اور غور کرو کہ) کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان و زمین سے رزق پہنچاتا ہو اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو تم (شکر کر کے) کہاں لٹے جا رہے ہو اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو (آپ غم نہ کریں کیونکہ) آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر جھٹلائے جا چکے ہیں اور سب امور اللہ ہی کے روبرو پیش کئے جاویں گے اے لوگو اللہ تعالیٰ کا (یہ) وعدہ ضرور سچا ہے سو ایسا نہ ہو کہ یہ دنیوی زندگی تم کو دھوکے میں ڈالے اور ایسا نہ ہو کہ تم کو دھوکہ باز شیطان اللہ سے دھوکہ میں ڈال دے یہ شیطان بیشک تمہارا دشمن ہے سو تم اس کو (اپنا) دشمن (ہی) سمجھتے رہو وہ تو اپنے گروہ کو محض اس لئے (باطل کی طرف) بلاتا ہے تاکہ وہ لوگ دوزخیوں میں سے ہو جاویں پس جو لوگ کافر ہو گئے ان کے لئے سخت عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لئے (معاصی کی) بخشش اور (ایمان پر) بڑا اجر ہے تو کیا ایسا شخص جس کو اس کا عمل بد اچھا کر کے دکھلایا گیا پھر وہ اس کو اچھا سمجھنے لگا (یعنی کافر) اور ایسا شخص جو قبیح کو قبیح سمجھتا ہے (یعنی مومن) کہیں برابر ہو سکتے ہیں سو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے سو ان پر افسوس کر کے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے اللہ کو ان سب کاموں کی خبر ہے۔

تفسیر ③ ”یا ایہا الناس اذکروا نعمة اللہ علیکم هل من خالق غیر اللہ“ حمزہ، کسائی نے (غیر) کی راء پر جر پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ معنی اس کا یہ ہوگا کہ کیا اس کے علاوہ کوئی اور خالق ہے۔ یہ استفہام بطور

تقریر کے ہے۔ گویا کہ یوں فرمایا کہ اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں۔ ”یرزقکم من السماء والارض“ آسمان سے بارش برساتی اور زمین سے کس نے نباتات اُگائی۔ ”لا اله الا هو فانی یوفکون“

④ ”وان یکذبوک فقد کذبت رسل من قبلک“ آپ کی طرح یہ ماقبل انبیاء کو بھی اسی طرح جھٹلا چکے ہیں۔ ”والی اللہ ترجع الامور“

⑤ ”یا یہا الناس ان وعد اللہ حق“ قیامت کا وعدہ حق ہے۔ ”فلا تغرنکم الحیوة الدنیا ولا یغرنکم باللہ الغرور“ اس سے مراد شیطان ہے۔

⑥ ”ان الشیطان لکم عدو فاتخذوه عدوا“ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے سے دور کرے گا۔ لہذا تم اس کی پیروی نہ کرو۔ ”انما یدعوا حزبه“ اس کے بڑے بڑے سردار اس کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ ”لیکونوا من اصحاب السعیر“ تاکہ ان کے ساتھ مل کر دوزخیوں میں اضافہ ہو۔ پھر ان کے مخالفین کے احوال کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

⑦ ”الذین کفروا لہم عذاب شدید والذین امنوا و عملوا الصالحات لہم مغفرة و اجر کبیر“

⑧ ”افمن زین له سوء عمله“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت ابو جہل اور دوسرے مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ آیت اہل بدعت اور پرستاران ہوا و ہوس کے حق میں نازل ہوئی۔ قتادہ کا قول ہے کہ انہی میں سے خارجیوں کا گروہ تھا جو مسلمانوں کا خون بہانا اور مال لوٹنا حلال سمجھتے تھے۔ دوسرے اہل کبار اس میں شامل نہیں ہیں۔ ”افمن زین“ جس کو اس کا عمل مزین کر کے دکھایا گیا ہو۔ ”علیہ له سوء عمله“ اس کا برا عمل۔ ”فواہ حسنا“ شیطان اس کے اس برے عمل کو خوبصورت کر کے پیش کرتا ہے و سوا اس سے۔ اس آیت میں حذف مضاف ہے۔ کیا وہ اپنے برے عمل کو مزین کر کے پیش کرتا ہے حالانکہ وہ باطل ہے پھر بھی اس کو حق سمجھتا ہے جیسے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازا ہو۔ اللہ اس کو حق کی راہ دکھلا دیتا ہے اور باطل کو باطل دکھا دیتا ہے۔

”فان اللہ یضل من یشاء ویہدی من یشاء“ بعض نے کہا کہ اس کا جواب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے: ”فلا تذهب نفسک علیہم حسرات“ کہ جب گمراہ کافروں کے احوال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکثرت افسوس ہوتا تھا۔ بعض حضرات نے کہا کہ حسرات مفعول لہ ہے یعنی افسوس کرنے کی وجہ سے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے۔ حسن بن فضل نے فرمایا کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ کیا ایسا شخص جس کو اس کا عمل بد اچھا کر کے دکھایا گیا ہو، پھر وہ اس کو اچھا سمجھنے لگا ہو، آپ اس کو دیکھ کر افسوس نہ کریں کیونکہ جب کوئی کام فوت ہو جائے۔ آیت کا معنی یہ ہوگا کہ ان کے کفر کی وجہ سے آپ اپنے آپ کو نقصان نہ پہنچائیں، اگر وہ ایمان نہیں لاتے۔ ابو جعفر نے ”فلا تذهب“ میں تاء کو مضموم پڑھا ہے اور ہا کے کسرہ کے ساتھ اور ”نفسک“ کو منصوب پڑھا ہے۔ ”ان اللہ علیم بما یصنعون“

وَاللّٰهُ الَّذِي ارْسَلَ الرِّيْحَ فَتُثِرُّ سَحَابًا فَسُقْنَهُ اِلَى بَلَدٍ مَّيْتٍ فَاحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۗ
 كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۙ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۗ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ
 الصّٰلِحُ يَرْفَعُهُ ۗ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاَتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۗ وَمَكْرُ اَوْلٰئِكَ هُوَ يُبُوْرُ ۙ
 وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۗ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اَنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ اِلَّا
 بِعِلْمِهِ ۗ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَلَا يُنْقَضُ مِنْ عُمْرَةٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۗ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۙ
 ﴿٩﴾ اور اللہ ایسا (قادر) ہے جو (بارش سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے پھر وہ ہوائیں) بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر ہم اس
 بادل کو خشک خطہ زمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں پھر ہم اس کے (پانی کے) ذریعہ سے زمین کو زندہ کرتے ہیں
 اسی طرح (قیامت میں) آدمیوں کا جی اٹھنا ہوگا جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے تو تمام تر عزت خدا ہی کے لئے ہے
 اچھا کلام اسی تک پہنچتا ہے اور اچھا کام اس کو پہنچتا ہے اور جو لوگ (اس کے خلاف) بری بری تدبیریں کر رہے ہیں
 ان کو سخت عذاب ہوگا اور ان لوگوں کا یہ مکر نیست و نابود ہو جاوے گا اور اللہ تعالیٰ نے تم کو ضمناً مٹی سے پیدا کیا پھر
 (استقلالاً) نطفہ سے پیدا کیا پھر تم کو جوڑے جوڑے بنایا اور کسی عورت کو نہ حمل رہتا ہے اور نہ وہ جنتی ہے مگر سب اس
 کی اطلاع سے ہوتا ہے اور نہ اسی طرح کسی کی عمر زیادہ (مقرر) کی جاتی ہے اور نہ کسی کی عمر کم (مقرر) کی جاتی ہے
 مگر یہ سب لوح محفوظ میں ہوتا ہے یہ سب اللہ کو آسان ہے۔

﴿٩﴾ ”وَاللّٰهُ الَّذِي ارْسَلَ الرِّيْحَ فَتُثِرُّ سَحَابًا فَسُقْنَاهُ اِلَى بَلَدٍ مَّيْتٍ فَاحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا
 كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ“ جب ان کو قبروں سے اٹھایا جائے گا۔

﴿١٠﴾ ”مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا“ فراء نے آیت کا مطلب اس طرح بیان کیا جو شخص جاننا چاہتا ہے
 کہ عزت کس کے لیے ہے تو وہ سمجھ لے کہ تمام تر عزت اللہ کے لیے ہے۔ بظاہر آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو اپنے لیے عزت کا
 خواستگار ہے تو اللہ کی بارگاہ سے ہی اس کو عزت طلب کرنی چاہیے، اسی کی فرمانبرداری کر کے عزت حاصل کرے کیونکہ ساری
 عزت کا خالق و مالک اللہ ہی ہے جس کو چاہے عطا کرے۔ کافر، بتوں کی پوجا کر کے عزت کے خواستگار تھے، اللہ نے کافروں
 کے متعلق فرمایا: ”وَاتَّخِذُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِلٰهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا كَلٰٓءُ“ اور منافق، کافروں کی نظر میں معزز بننا چاہتے
 تھے، اللہ نے منافقوں کے متعلق فرمایا ہے: ”اَيْتَمُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةُ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا“

آیت مذکورہ میں دونوں کے خیال کی تردید کر دی گئی۔ آگے فرمایا کہ عزت کے حصول کا ذریعہ صرف توحید اور نیک عمل
 ہے۔ ”اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ“ اللہ کی طرف چڑھتے ہیں پاک کلمات۔ پاک کلمات سے مراد ہیں ”سبحان اللہ
 والحمد للہ واللہ اکبر ولا الہ الا اللہ وتبارک اللہ“ وغیرہ۔ چڑھنے سے مجازاً مراد ہے قبول ہونا۔ قنادہ کا یہی قول روایت

میں آیا ہے، یا کلمات کے چڑھنے سے مراد ہے ان فرشتوں کا عرش کی طرف چڑھنا جو ان پاک کلمات کو لکھ کر لیجاتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ ”الیہ یصعد الکلم الطیب“ سے مراد ذکر اللہ ہے۔ قتادہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کلمہ طیبہ کو پاک کر لے گا۔ حسن اور قتادہ کا بیان ہے کہ ”الکلم الطیب“ سے مراد ذکر اللہ ہے اور ”والعمل الصالح یرفعہ“ سے مراد فرائض کی ادائیگی ہے جو شخص اللہ کا ذکر کرے لیکن فرائض ادا نہ کرے تو اس کے ذکر کو اس پر لوٹایا جاتا ہے۔ ایمان صرف آرزو کرنے سے نہیں ملتا اور نہ ہی جلوہ پاشی کا نام ہے بلکہ ایمان وہ ہے جو دل میں جما ہوا ہو اور اعمال صالحہ اس کی تصدیق کر رہے ہوں جس کا قول تو اچھا ہے اور عمل صالح نہ ہو، اللہ اس کا قول اس کے منہ پر دے مارتا ہے اور جس کا قول بھی اچھا ہو اور عمل بھی صالح ہو اللہ اس کو قبول فرمالتا ہے۔ اس کا قول عمل کو مقبول بنا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”الیہ یصعد الکلم الطیب وال عمل الصالح یرفعہ“ حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ بغیر عمل کے اللہ قول کو قبول نہیں کرتا اور قول و عمل کے ساتھ خلوص نیت بھی ضروری ہے۔ صرف قول و عمل بھی بغیر نیت کے مقبول نہیں۔

سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ عمل صالح خالص کو کہتے ہیں۔ یعنی جن اعمال میں اخلاص ہو، خواہ ان کا تعلق اقوال میں سے ہو یا افعال میں سے، اس پر دلیل اللہ عزوجل کا فرمان ”فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدًا“ شرک اور ریاء سے بچے رہے۔ ”والذین یمکرون السیئات“ کلبی نے بیان کیا کہ وہ جو برے اعمال کرتے ہیں۔ مقاتل نے کہا کہ وہ شرک کرتے ہیں۔ ابو العالیہ نے کہا بری تدبیروں سے مراد ہیں قریش کی وہ خفیہ تدبیریں جو دارالندوہ میں بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انہوں نے کی تھیں، انہی تدبیروں کے متعلق سورہ انفال میں آیا ہے: ”واذ یمکرون بک الذین کفروا لیشتوک او یقتلوک او یخرجوک“ کلبی نے ”یمکرون السیئات“ کا ترجمہ کیا ہے، برائیاں کرتے ہیں۔ مجاہد اور شہر بن حوشب کے نزدیک ریاکار لوگ مراد ہیں۔ ”لہم عذاب شدید و مکرا ولشک ہو یبور“ وہ یعنی اللہ ان کو نابود کر دے گا۔

⑤ ”واللہ خلقکم من تراب“ آدم علیہ السلام ”ثم من نطفة“ اس کی نسل ”ثم جعلکم أزواجاً“ مذکر ہوں یا مؤنث۔ ”وما تحمل من انثی ولا تضع الا بعملہ وما یعمر من معمر“ اور نہ ہی ان کی عمر طویل تھی۔ ”ولا ینقص من عمرہ“ نہ ہی ان کی عمر سے کم کیا جائے گا۔ ”الا فی کتاب“ مگر اس کا اندراج (پہلے سے) لوح محفوظ میں ہوتا ہے یا کرانا کاتبین کے اعمال ناموں میں اس کا اندراج ہوتا ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا أم الکتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھا ہوتا ہے کہ فلاں شخص کی عمر اتنے سال ہوگی، پھر اس کے نیچے لکھا ہوتا ہے ایک دن گزر گیا، دو دن گزر گئے، تین دن گزر گئے۔ اسی طرح پوری عمر کے دن لکھے ہوئے ہوتے ہیں اور اس طرح عمر ختم ہو جاتی ہے۔

کعب احبار کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ اگر حضرت عمر اپنی عمر کی طویل ہونے کی درخواست کرتے تو طویل ہو جاتی۔ ان سے کہا گیا ”فاذا جاء اجلہم لا یستأخرون ساعة ولا یستقدمون“ فرمایا کہ جب موت کا وقت قریب آ گیا لیکن اس وقت سے پہلے تو کوئی اپنی زندگی اور موت میں کمی کا سوال کر سکتا ہے۔ پھر یہ

آیت تلاوت فرمائی۔ ”ان ذلک علی اللہ یسیر“ لوگوں کی میعاد لکھنا اور عمریں متعین کرنا اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۚ وَمِنْ كُلِّ تَاكُلُونَ
لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُونَ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاحِرَ لِيَتَّبِعُوا مِنْ فَضْلِهِ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٢﴾ يُولُجُ اللَّيْلُ فِي النَّهَارِ وَيُؤَلَّجُ النَّهَارُ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا
يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ﴿١٣﴾ إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۚ
وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴿١٤﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى
اللَّهِ. وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿١٥﴾ إِنْ يَشَاءْ يُدْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿١٦﴾ وَمَا ذَلِكُ عَلَى اللَّهِ
بِعَزِيزٍ ﴿١٧﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ۚ وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ حِمْلِهَآ لَا يَحْمِلُ مِنْهُ شَيْءٌ
وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۚ إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يُخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ ۚ وَمَنْ تَزَكَّىٰ
فَأِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ ۚ وَاللَّهُ الْمَصِيرُ ﴿١٨﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ﴿١٩﴾

ترجمہ اور دونوں دریا برابر نہیں ہیں بلکہ ایک تو شیریں پیاس بجھانے والا ہے جس کا پینا بھی آسان اور ایک شورخ تلخ ہے اور تم ہر ایک (دریا) سے (مچھلیاں نکال کر ان کا) تازہ گوشت کھاتے ہو (نیز) زیور (یعنی موتی) نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو اس میں دیکھتا ہے پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم (ان کے ذریعہ سے) اس کی روزی ڈھونڈو اور تاکہ تم شکر کرو وہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور (مثلاً یہ کہ) اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے ہر ایک وقت مقرر تک چلتے ہیں۔ یہی اللہ (جس کی یہ شان ہے) تمہارا پروردگار ہے اسی کی سلطنت ہے اور اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کی برابر بھی اختیار نہیں رکھتے اگر تم ان کو پکارو بھی تو وہ تمہاری پکار (اول) کو سنیں گے نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو تمہارا کہنا نہ کریں گے اور قیامت کے روز وہ (خود) تمہارے شرک کرنے کی مخالفت کریں گے اور تجھ کو خبر رکھنے والے کی برابر کوئی نہیں بتلاوے گا اے لوگو! تم (بھی) خدا کے محتاج ہو۔ اور اللہ (تو) بے نیاز (اور خود تمام) خوبیوں والا ہے اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے اور ایک نئی مخلوق پیدا کر دے اور یہ بات خدا کو کچھ مشکل نہیں اور کوئی دوسرے کا بوجھ (گناہ کا) نہ اٹھاوے گا اور اگر کوئی بوجھ کا امداد ہوا (یعنی کوئی گنہگار) کسی کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے بلاوے گا (بھی) تب اس میں سے کچھ بھی بوجھ نہ بٹایا جاوے گا اگرچہ وہ شخص قرابت داری (کیوں نہ) ہو تو آپ تو صرف ایسے لوگوں کو

ڈرا سکتے ہیں جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو شخص پاک ہوتا ہے وہ اپنے لئے پاک ہوتا ہے اور اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں۔

﴿12﴾ ”وما يستوى البحران“ بیٹھا اور شورح والا پانی۔ ”هذا عذب فرات“ پاکیزہ ”سائغ شراب“ آسانی سے حلق سے اتر جانے والا۔ ”وهذا ملح اجاج“ اتنا نمکین کہ حلق کو جلادے۔ ضحاک نے اس کا ترجمہ کڑوا ہونے سے کیا ہے۔ ”ومن کل تاكلون لحمًا طريًا“ اور ان دونوں سمندروں کی مچھلیاں کھاتے ہو۔ ”وتستخرجون حلية“ نمکین اور ٹیٹھی۔ ”تلبسونها“ اس سے مراد موتی ہیں۔ شیریں سمندر سے موتی نکالتے ہیں اور کڑوے سمندر سے بھی۔ ”وترى الفلك فيه مواخر“ آتے جاتے وقت کشتیاں پانی کو پھاڑتی ہیں، ایک ہی ہوا کے ساتھ۔ ”لتبتغوا من فضله“ تجارت کے ذریعے سے۔ ”ولعلکم تشکرون“ اس کی نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرنے۔

﴿13﴾ ”يولج الليل في النهار ويولج النهار في الليل وسخر الشمس والقمر كل يجرى لاجل مسمى ذلكم الله ربكم له الملك والذى تدعون من دونه“ اللہ کے سوا بتوں کو پکارتے ہیں۔ ”ما يملكون من قطمير“ کھجور کی گٹھلی کا چھلکا جو اس پر لپٹا ہوتا ہے۔

﴿14﴾ ”ان تدعوهم“ اگر تم ان بتوں کو پکارو گے ”لا يسمعوا دعاءكم ولو سمعوا ما استجابوا لکم“ وہ تمہاری بات کا جواب نہیں دیں گے۔ ”ويوم القيامة يكفرون بشرككم“ جو تم ان کی عبادت کرتے ہو وہ قیامت کے دن اس کے منکر ہو جائیں گے۔ وہ کہیں گے کہ ہم نے تو تمہیں عبادت کرنے کا نہیں کہا تھا۔ ”ولا ينشك مثل خبير“ تجھے کوئی ایسی اطلاع نہیں دے گا جسے اللہ دے رہا ہے جو اشیاء کے حقائق سے پورا باخبر ہے۔

﴿15﴾ ”يا ايها الناس انتم الفقراء الى الله“ اللہ کا فضل اور فقیر محتاج۔ ”والله هو الغنى الحميد“ وہ فی نفسہ مخلوق کی حمد کی مستحق ہے۔

﴿16﴾ ”ان يشاء يذهبكم ويأت بخلق جديد“

﴿17﴾ ”وما ذلك على الله بعزيز“

﴿18﴾ ”ولا تنزر وازرة وزر اخرى وان تدع مثقلة“ یعنی اس شخص پر گناہوں کا بوجھ لا دیا گیا ہو۔ ”الى حملها“ گناہوں کا بوجھ۔ ”لا يحمل منه شيء“..... ”ولو كان ذا قربي“ کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بار نہیں اٹھائے گا، اگرچہ قریبی ہی کیوں نہ ہو۔ بیٹا ہو یا باپ، ماں ہو یا بھائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ماں باپ بیٹے کو پکاریں گے اور کہیں گے بیٹے ہمارا کچھ بار تو اٹھالے، بیٹا جواب دے گا مجھ میں برداشت کی طاقت نہیں، میرے عمل کا بار ہی کافی ہے۔ ”انما تنذر الدين ينحشون“ وہ ڈرتے ہیں۔ ”ربهم بالغيب“ انہوں نے اپنے رب کو دیکھا نہیں۔ انخس کا بیان ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ڈرانے سے انہی لوگوں کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ ”واقاموا الصلوة ومن تزكى“ اس نے اصلاح کی اور نیک عمل کیا۔ ”فانما يتزكى لنفسه“ اس کا ثواب ”والى الله المصير“

①۹ ”وما يستوى الاعمى والبصير“ اس سے جاہل اور عالم مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ اعمیٰ راہ راست سے اور بصیر سے مراد ہدایت یافتہ ہے، بصیر سے مراد مؤمن اور اعمیٰ سے مراد مشرک کافر ہے۔

وَلَا الظُّلْمُ وَلَا النُّورُ ②۰ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ②۱ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ②
 إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يُشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ ②۲ إِنَّ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ ②۳ إِنَّا
 أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ②۴ وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ②۵ وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ
 فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ②۶ ثُمَّ
 أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ②۷ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
 فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا ②۸ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا
 وَغَرَابِيبُ سُودٌ ②۹ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَأَلْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ ③۰ إِنَّمَا
 يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ③۱ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ③۲

اور نہ تاریکی اور روشنی اور نہ چھاؤں اور دھوپ اور زندے اور مردے برابر نہیں ہو سکتے اللہ جس کو چاہتا ہے
 سنا دیتا ہے اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں (مدفون) ہیں آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں ہم نے
 ہی آپ کو (دین) حق دے کر خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس
 میں کوئی ڈر سنا لیا نہ گزرا ہو اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاویں تو جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انہوں نے بھی
 جھٹلایا تھا (اور) ان کے پاس بھی ان کے پیغمبر معجزے اور صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے تھے پھر میں نے ان
 کافروں کو پکڑ لیا سو (دیکھو) میرا کیسا عذاب ہوا (اے مخاطب) کیا تو نے اس بات پر نظر نہیں کیا کہ اللہ نے آسمان
 سے پانی اتارا۔ پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے مختلف رنگوں کے پھل نکالے اور (اسی طرح) پہاڑوں کے بھی مختلف
 حصے ہیں (بعضے) سفید (بعضے) سرخ کہ ان کی بھی رنگتیں مختلف ہیں اور (بعضے نہ سرخ بلکہ) بہت گہرے سیاہ اور اسی
 طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی بعض ایسے ہیں کہ ان کی رنگتیں مختلف ہیں اور خدا سے اس کے وہی
 بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں واقعی اللہ تعالیٰ زبردست بڑا بخشنے والا ہے۔

تفسیر ②۰ ”ولا الظلمات ولا النور“ کفر اور ایمان مراد ہے۔

②۱ ”ولا الظل ولا الحرور“ ظل سے مراد چھائیں یعنی جنت اور حرور سے مراد گرمی یعنی دوزخ کی
 آگ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حرور سے مراد گرم ہوا جو رات کو چلتی ہے اور سمووم دن کی ہوا۔ بعض

نے کہا حرور وہ گرم ہوا جو سورج کی تپش کی وجہ سے ہوتی ہے۔

22 "وما یستوی الاحیاء ولا الاموات" مؤمن اور کفار برابر نہیں ہو سکتے۔ بعض نے کہا کہ علماء اور جہال مراد ہیں۔
"ان اللہ یسمع من یشاء" جو نصیحت سنتا ہے اور اس کا جواب دیتا ہے۔

"وما انت بمسمع من فی القبور" اس سے مراد کفار ہیں، ان کو قبروں کے مردوں سے تشبیہ دی ہے جیسا کہ وہ جواب نہیں دے سکتے۔

23 "ان انت الانذیر" آپ کا کام صرف دوزخ کا خوف دلانا ہے ہدایت یافتہ کرنے پر آپ کو قدرت نہیں۔

24 "انا ارسلناک بالحق بشیراً و نذیراً وان من امة" جو امتیں ماقبل میں گزر چکی ہیں۔ "الا خلا فیہا نذیر" وہ نبی جو ڈرانے والا ہو۔

25 "وان یکذبوک فقد کذب الذین من قبلہم جاء تہم رسلہم بالبینت وبالزبر" اس سے مراد آسمانی کتابیں ہیں۔ "وبالکتاب المنیر"

26 "ثم اخذت الذین کفروا فکیف کان نکیر" کیسے ہے ان کی پکڑ۔

27 "الم تر ان اللہ أنزل من السماء ماءً فاخرجنا بہ ثمرات مختلفا الوانہا ومن الجبال جدۃ" یعنی دھاری دار پٹی یا راستہ یا لکیر۔ "بیض و حمر مختلف الوانہا و غرابیب سود" غرابیب سے پہلے سوڈ موصوف محذوف ہے اور سوڈ مذکور اس کی تاکید ہے۔

28 "ومن الناس والدواب والانعام مختلف الوانہ" لوگوں میں سے یا چوپایوں میں سے جن کے رنگ مختلف ہیں۔ "کذلک" جیسے پھلوں کے رنگ اور پہاڑوں کے رنگ مختلف ہیں۔ یہاں پر کلام تام ہوا، آگے ابتداء کرتے ہیں۔ "انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ مجھ سے وہی ڈرتا ہے جس کو میرے قہر غلبہ اور میری بادشاہت کا علم ہو جو شخص جتنا زیادہ اللہ اور اس کی صفات کو جانتا ہے وہ اتنا ہی اللہ سے ڈرتا ہے۔

شیخین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کام کیے اور لوگوں کو اس کی اجازت دے دی لیکن بعض لوگوں نے ان کاموں سے پاک رہنا چاہا (یعنی جائز یا مناسب نہ سمجھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو ایک خطبہ دیا جس میں اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: کیا وجہ ہے کہ کچھ لوگ اس کام سے پرہیز رکھتے ہیں جو میں کرتا ہوں؟

اللہ کی قسم! میں ان سے زیادہ اللہ کو جانتا ہوں اور ان سے بڑھ کر اللہ سے ڈرتا ہوں۔

"ان اللہ عزیز غفور" وہ عزیز ہے اپنی ملکیت و بادشاہت میں اور غفور ہے، گناہوں کو معاف کرنے والا ہے اپنے بندوں کے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْتَجُونَ
تِجَارَةً لَّن تَبُورَ ②۹ لِيُوفِيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ ۗ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ③۰ وَالَّذِي
أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مَصَدَّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ③۱
ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ۗ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ
سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ إِذْنِ اللَّهِ ۗ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ③۲

﴿تجوید﴾ جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت (مع العمل) کرتے رہتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی ماند نہ ہوگی تاکہ ان کو ان کی (اجرتیں) (بھی) پوری (پوری) دیں اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ (بھی) دیں بیشک وہ بڑا بخشش والا بڑا قدر دان ہے۔ اور یہ کتاب جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے طور پر بھیجی ہے یہ بالکل ٹھیک ہے جو کہ اپنے سے پہلی کتابوں کی بھی (بائیں معنی) تصدیق کرتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی (حالت کی) پوری خبر رکھنے والا دیکھنے والا ہے پھر یہ کتاب ہم نے ان لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچائی جن کو ہم نے اپنے (تمام دنیا کے) بندوں میں سے پسند فرمایا پھر بعض تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض ان میں متوسط درجے کے ہیں اور بعض ان میں جو خدا کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کئے چلے جاتے ہیں یہ بڑا فضل ہے۔

﴿تفسیر﴾ ②۹ ”ان الذين يتلون كتاب الله“ جو قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ ”واقاموا الصلوة وانفقوا مما رزقناهم سرا وعلانية يرجون تجارة لن تبور“ یعنی اطاعت کر کے حصول ثواب کے امیدوار ہوتے ہیں اور تجارت بھی ایسی جس میں کبھی خسارہ نہ ہونہ تباہی آئے۔

③۰ ”ليوفيهم اجورهم“ تاکہ ان کے اعمال کا ثواب پورا پورا دیا جائے۔ ”ويزيدهم من فضله“ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اس ثواب کے علاوہ جو نہ کسی آنکھ سے دیکھا اور نہ ہی کان سے سنا۔ ”انه غفور شكور“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ بڑے گناہوں کو بخش دے گا اور تھوڑے عمل کی قدر دانی فرمائے گا یعنی ثواب عنایت کر دے گا۔

③۱ ”والذي اوحينا اليك من الكتاب“ کتاب سے مراد قرآن ہے ”هو الحق مصدقا لما بين يديه“ اور وہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے کتاب۔ ”ان الله بعباده لخبير بصير“

③۲ ”ثم اورثنا الكتاب“ وہ کتاب جو آپ کی طرف نازل فرمائی جس کا ذکر پہلی آیت میں گزر چکا ہے۔ ”الذين اصطفينا من عبادنا“ یہاں پر ضم بمعنی واؤ کے ہے۔ اور ہم نے ان کو وارث بنا دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”ثم كان من الذين آمنوا“ یہاں پر بھی ضم واؤ کے معنی میں ہے۔ مجاہد نے ”اورثنا“ کا ترجمہ انا حزننا سے کیا ہے اس معنی کے لحاظ سے میراث کو میراث کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک پوری امت اسلام یہ مراد ہے۔

فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ كِي تَفْسِيرِينَ

”فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخيرات“ اسامہ بن زید نے اللہ عزوجل ”فمنهم ظالم لنفسه“ کے بارے میں فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میری امت میں سے سب کا قول ہے۔

① ابو عثمان نہندی کی روایت سے بیان کیا کہ میں نے خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ہم میں سے جو سابق ہیں، وہ تو آگے بڑھنے والے ہیں اور جو مقتصد ہیں وہ نجات پانے والے ہیں اور جو ہم میں ظالم ہیں، ان کی مغفرت کر دی جائے گی۔ ابو قلابہ نے کہا: میں نے یہ حدیث یحییٰ بن معین سے بیان کی تو وہ تعجب کرنے لگے۔ بغوی نے یہ حدیث مرفوعاً بھی بیان کی ہے۔ سعید بن منصور اور بیہقی نے اس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بیان کیا ہے۔

بغوی نے ابو ثابت کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص مسجد میں آیا اور اس نے کہا: اے اللہ! میری غریب الوطنی پر رحم فرما، میری تنہائی میں انس (کا ذریعہ) پیدا کر دے اور کسی نیک ہم نشین کو میرے پاس پہنچا دے۔

② حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ (وہاں موجود تھے، آپ) نے فرمایا: اگر تو سچا ہے تو میں تجھ سے زیادہ خوش نصیب ہوں کہ میری ملاقات تجھ سے ہوگئی۔ میں نے خود سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی، پھر فرمایا: سابق تو بلا حساب جنت میں چلا جائے گا اور مقتصد کا آسانی سے کسی قدر حساب ہو جائے گا اور ظالم لنفسہ کو مقام حساب میں (حساب کے لیے) روک لیا جائے گا اتنا کہ اس کو فکر پیدا ہو جائے گی، پھر اس کو بھی جنت میں داخل کر دیا جائے گا یہ فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: ”الحمد لله الذي اذهب عنا الحزن ان ربنا لغفور شكور“ یہ حدیث احمد، ابن جریر، طبرانی، حاکم اور بیہقی نے بھی نقل کی ہے، اس میں اتنا زائد ہے لیکن جن لوگوں نے (اپنی جانوں پر) ظلم کیا ہوگا، ان کو پورے حشر کی مدت تک روک کر (مقام حساب میں) رکھا جائے گا۔ پھر اللہ اپنی رحمت سے ان (کے گناہوں) کی تلافی فرما دے گا۔ یہی لوگ کہیں گے: ”الحمد لله الذي اذهب عنا الحزن ان ربنا لغفور شكور“

بیہقی نے لکھا ہے یہ حدیث متعدد طریقوں سے حضرت ابو درداء کی روایت سے آئی ہے اور کوئی حدیث اگر متعدد طریقوں سے منقول ہو تو اس کی کچھ اصل ہوتی ہے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت اسامہ بن زید نے اس آیت کے متعلق فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ سب (تینوں قسم کے لوگ) اسی امت کے ہوں گے۔ بیہقی نے بھی یہ حدیث حضرت اسامہ کی روایت سے بیان کی ہے۔ اسی طرح کعب و عطاء کی روایت سے بیان کیا ہے کہ تینوں قسمیں جنت میں جائیں گی۔

③ عقبہ بن صہبان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آیت ”اور لنا الكتب الذين اصطفينا من عبادنا“ کے متعلق دریافت کیا تو ام المؤمنین نے فرمایا: میرے بیٹے! یہ سب جنت میں جائیں گے۔ سابق

بالخیرات تو وہ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گزر گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے جنت کی شہادت دے دی تھی اور مقتصد وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نشان قدم پر چل کر آپ سے جا ملے اور ظالم لنفسہ مجھ جیسے اور تم جیسے لوگ ہیں۔ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو بھی ہمارے ساتھ شامل کر دیا۔

④۔ مجاہد، حسن، قتادہ "فمنہم ظالم لنفسہ" سے مراد اصحاب المشامة ہیں۔ "ومنہم مقتصد" سے مراد "اصحاب المیمنة" ہیں۔ "ومنہم سابق بالخیرات" سے "سابقون المقربون" ہیں۔

⑤۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، سابق سے مراد مؤمن مخلص ہے مقتصد سے مراد مرآبی ہے۔ والظالم سے مراد انکار کرنے والا ہے جس نے اللہ کی نعمت کا شکر ادا نہیں کیا۔ کیونکہ ان تینوں کے لیے جنت میں دخول کا حکم ہے۔ "جنات عدن یدخلونہا"

⑥۔ بعض نے کہا کہ حسن کا قول ہے۔ سابق سے مراد جو شخص اپنی برائیوں سے نیکی کی طرف لوٹے اور مقتصد جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں اور ظالم وہ ہے جو نیکی سے برائی کی طرف آجائے۔

⑦۔ بعض نے کہا کہ ظالم وہ ہے جس کا ظاہر اس کے باطن سے بہتر ہو۔

⑧۔ مقتصد جس کا ظاہر اور باطن برابر ہو اور سابق جس کا باطن ظاہر سے بہتر ہو اور بعض نے کہا کہ ظالم وہ ہے جو اللہ کو ایک جانے زبان کے ساتھ لیکن اس کا فعل اس کے موافق نہ ہو اور مقتصد جو اللہ کو زبان کے ساتھ ایک مانے اور اس کی اطاعت کرے۔ اپنے جوارح کے ساتھ اور والسابق سے مراد جو اللہ کو زبان سے ایک مانے اور اس کی اطاعت بھی کرے اور اپنے عمل میں خالص بھی ہو۔

⑨۔ بس نے کہا ظالم سے مراد صرف قرآن کو پڑھنے والا بغیر سمجھنے کے اور مقتصد جو قرآن کو پڑھے اور اس کو سمجھے اور سابق جو قرآن سمجھ کر پڑھے اور اس پر عمل بھی کرے۔

⑩۔ بعض نے کہا کہ ظالم سے مراد کبیرہ گناہ کرنے والے، مقتصد سے مراد صغائر کا ارتکاب کرنے والے سابق سے مراد جن سے نہ کوئی کبیرہ گناہ صادر ہو اور نہ ہی صغیرہ۔

⑪۔ بہل بن عبد اللہ کا قول ہے کہ سابق سے مراد عالم ہے مقتصد سے مراد شاگرد ہے اور ظالم سے مراد جاہل ہے۔

⑫۔ ابو بکر الوراق کا قول ہے کہ یہ تین اقسام کے لوگ ترتیب کے ساتھ ذکر کیے کیونکہ لوگوں کے احوال بھی تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک معصیت اور غفلت، پھر توبہ، پھر قرب خداوندی، اگر وہ نافرمانی کرے گا تو ظالمین میں داخل ہوگا۔ اگر وہ توبہ کرے گا تو وہ مقتصدین میں داخل ہوگا۔ اگر اس کی توبہ صحیح ہوئی اور عبادت کی کثرت کی وجہ سے اور مجاہدہ کی وہ سابقین کے عذر میں شامل ہو جائے گا۔ بعض نے کہا کہ ظالم سے مراد کافر ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد منافق ہے۔ "جنات عدن یدخلونہا ومنہم سابق بالخیرات" وہ جنت کی طرف سبقت کرنے والے اور نیک اعمال کرنے والے۔ "باذن اللہ" اللہ

کے حکم اور اس کے ارادہ سے۔ ”ذَلِكْ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ“

جَنَّتْ عَدْنٌ يَدْخُلُونَهَا يُحَلَوْنَ فِيهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا. وَّلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ
 33 وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ 34

تجوید وہ باغات میں ہمیشہ رہنے کے جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے (اور) ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جاویں گے اور پوشاک ان کی وہاں ریشم کی ہوگی اور کہیں گے کہ اللہ کالا کھلا کھلا شکر ہے جس نے ہم سے (رنج و) غم دور کر دیا۔ بے شک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے۔

تجوید 33 پھر اس کے ثواب کو ذکر کیا۔ ”جنات عدن یدخلونہا“ یہ تین اقسام کے لوگ یاء کے ضمہ کے ساتھ خاء کے فتح کے

ساتھ دوسرے قراء نے یاء کے فتح اور خاء کے ضمہ کے ساتھ۔ ”یحلون فیہا من اساور من ذہب و لؤلؤا ولباسہم فیہا حریر“

34 ”وقالوا“ جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو کہیں گے ”الحمد لله الذی اذہب عنا الحزن“ حزن واحد ہے۔

حزن کی مختلف تفاسیر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا (حزن سے مراد ہے) دوزخ کا غم۔ قتادہ نے کہا: موت کا غم (مراد ہے)۔ مقاتل نے کہا: اس غم کی وجہ یہ ہوگی کہ ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ عکرمہ نے کہا: گناہوں اور خطا کاریوں کا خوف اور طاعت کے قبول نہ ہونے کا خوف مراد ہے۔ کلبی نے کہا: دنیوی زندگی میں آخرت میں ہونے والے امور کا غم مراد ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا: دنیا میں روٹی کی فکر مراد ہے۔ بعض نے کہا: معاش اور معاد دونوں کا غم مراد ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ حزن سے ہر فکر مراد ہے، کوئی فکر ہو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا الہ الا اللہ کہنے والوں کو نہ مرنے کے وقت وحشت ہوگی نہ قبروں کے اندر، نہ قبروں سے اٹھنے کے وقت۔ گویا وہ منظر میرے سامنے ہے کہ صور پھونکے جانے پر لوگ سروں سے مٹی جھاڑ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں ”الحمد لله الذی اذہب عنا الحزن“ (رواہ الطبرانی)..... ”ان ربنا لغفور شکور“

۱۷۲ الذی اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ 35 وَالَّذِينَ

كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ

نَجَزِيْ كُلَّ كٰفُوْرٍ 36 وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا رَبَّنَا اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صٰلِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ

اَوْ لَمْ نَعْمَرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَ كُمْ النَّذِيْرُ فذُوْقُوْا فَمَا لِلظٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ

37 اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذٰتِ الصُّدُوْرِ 38

تجوید جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے مقام میں لا اتارا ہے جہاں ہم کو نہ کوئی کلفت پہنچے گی اور نہ ہم کو

خشکی پہنچے گی۔ اور جو لوگ (برخلاف ان کے) کافر ہیں ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے نہ تو ان کی قضا آوے گی کہ مر ہی جاویں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جاوے گا ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں اور وہ لوگ اس (دوزخ) میں چلاویں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو (یہاں سے) نکال لیجئے ہم (اب خوب) اچھے (اچھے) کام کریں گے برخلاف ان کاموں کے جو کیا کرتے تھے۔ کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا سو (اس نہ ماننے کا) مزہ چکھو کہ ایسے ظالموں کا (یہاں) کوئی مددگار نہیں بیشک اللہ (ہی) جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا بیشک وہی جاننے والا ہے دل کی باتوں کا۔

تفسیر 35 ”الذی احلنا“ ہم نے نازل کیا۔ ”دار المقامة“ اقامت کی جگہ۔ ”من فضله لا یمسنا فیہا نصب“ نہ ان پر تھکان ہوگی اور نہ ہی مشقت ہوگی۔ ”ولا یمسنا فیہا لغوب“ خشکی، ماندگی۔

تفسیر 36 ”والذین کفروا لہم نار جہنم لا یقضی علیہم فیموتوا“ یعنی ان کو ہلاک نہیں کیا جائے گا کہ وہ راحت پائیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ”فوکزہ موسیٰ فقضی علیہ“ اس کو قتل کر دیا۔ بعض نے کہا کہ ان پر موت کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”ونادوا یا مالک لیقض علینا ربک“..... ”ولا یخفف عنہم من عذابہا“ آگ کے عذاب سے ”کذلک نجزی کل کفور“ ناشکری۔ بعض حضرات نے یہ جزی یاہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے نون کے ساتھ پڑھا ہے اور ذاء کے ساتھ (کل) منصوب ہے۔

37 ”وہم یصطر خون“ وہ مدد طلب کرتے ہیں اور چیختے ہیں۔ ”فیہا ربنا اخرجنا“ اس آگ سے۔ ”نعمل صالحا غیر الذی کنا نعمل“ دنیا میں شرک اور برائیوں سے اللہ تعالیٰ ان کی توبیح کے طور پر فرماتا ہے۔ ”اولم نعمرکم ما یتذکر فیہ من تذکر“ بعض نے کہا اس سے بلوغ مراد ہے۔

آیت اَوْلَمْ نَعْمَرْکُمْ میں کتنی عمر مراد ہے

آیت میں عمر سے کتنی عمر مراد ہے؟ علماء کے اقوال اس میں مختلف ہیں۔ بغوی نے لکھا ہے کہ قتادہ، عطاء اور کلبی کے نزدیک اٹھارہ سال کی عمر مراد ہے۔ حسن نے چالیس کی حد مقرر کی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ساٹھ سال کی عمر مراد ہے۔ یہ وہ عمر ہے کہ اس کے بعد آدمی کو اللہ کے سامنے عذر خواہی کا کوئی موقع نہیں رہتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ کسی شخص کی عمر ساٹھ سال تک پہنچا دے تو پھر اس کی طرف سے کسی عذر کو قبول نہیں کرتا۔ (رواہ البخاری وکذا الخرج المز ارواحہ وعبید بن حمید عن ابی ہریرہ)

کیوں کہ زیادہ تر طبعی عمر اس کے بعد نہیں رہتی۔ ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ابو یعلیٰ نے مسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (عام طور پر) میری امت کی عمریں

ساتھ سال سے ستر سال تک ہوں گی اور ستر سال سے آگے بڑھنے والے بہت کم ہوں گے۔ یہ مطلب نہیں کہ ساٹھ سال سے پہلے گناہ کرنے کا عذر قابل قبول نہ ہوگا کیونکہ بالغ ہونے کے بعد ہی آدمی مکلف ہو جاتا ہے اور غور متامل کر کے نصیحت پکڑنے کا اس کو موقع ہوتا ہے۔ بالغ ہونے کے بعد نماز اور دوسرے فرائض کو ترک کرنے کا کوئی معقول عذر نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً ایمان نہ لانے کا تو کوئی عذر ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر یہ مطلب آیت کا نہ مانا جائے تو پھر قیامت کے دن اللہ کی طرف سے اس جواب کے مخاطب تو صرف وہی کافر قرار پائیں گے جن کی عمر ساٹھ برس ہوئی ہو، دوسرے کم عمر مخاطب ہی نہیں قرار پائیں گے۔

”وجاء کم النذیر“ اس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہی اکثر مفسرین کا قول ہے۔ بعض علماء کے نزدیک عقل مراد ہے۔ یہ ان لوگوں کا قول ہے جو تنہا عقل کو وجوب ایمان کے لیے کافی سمجھتے ہیں، ان لوگوں کے نزدیک اگر کوئی عاقل پہاڑ کی چوٹی پر (تمام انسانوں سے الگ تھلگ) ہو اور نبی کی دعوت اس کو نہ پہنچی ہو، تب بھی وہ اللہ پر ایمان لانے کا مکلف ہے۔ اگر اللہ کو نہیں مانے گا تو اس کو کافر قرار دیا جائے گا۔ ”فلذوقوا فما للظالمین من نصیر“

38 ”ان اللہ عالم غیب السموات والارض انه علیم بذات الصدور“

هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ ۖ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا. وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا 39 قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَ كُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ. أَمْ اتَّيْنَهُمْ كِتَابًا فَهُمْ عَلَى بَيِّنَةٍ مِّنْهُ. بَلْ إِنْ يَعْذِرُ الظَّالِمُونَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا 40 إِنْ اللَّهُ يُمَسِّكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ مَّ بَعْدِهِ ۖ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا 41 وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْلًا مِّنْ أَحَدٍ مِّنْ الْأُمَمِ فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَانَهُمْ إِلَّا فَجْرًا 42 إِنْ اسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۖ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۖ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السُّنَّتَ الْأَوَّلِينَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا. وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا 43

وہی ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں آباد کیا سو جو شخص کفر کرے گا اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا اور کافروں کے لئے ان کا کفر ان کے پروردگار کے نزدیک ناراضی ہی بڑھنے کا باعث ہوتا ہے اور (نیز) کافروں کے لئے ان کا کفر خسارہ (بھی) بڑھنے کا باعث ہوتا ہے آپ کہیے کہ تم اپنے قرار داد شریکوں کا حال تو بتاؤ جن کو تم خدا کے سوا پوجا کرتے ہو۔ یعنی مجھ کو یہ بتاؤ کہ انہوں نے زمین کا کون سا جزو بنایا ہے یا ان کا آسمان (بننے میں) کچھ سا جھا ہے یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس کی کسی دلیل پر قائم ہوں بلکہ یہ ظالم ایک دوسرے سے زے دھوکہ کی باتوں کا وعدہ کرتے آئے ہیں یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ موجودہ

حالت کو نہ چھوڑیں اور اگر (بالفرض) وہ موجودہ حالت کو چھوڑ بھی دیں تو پھر خدا کے سوا اور کوئی ان کو تھام نہیں سکتا وہ حلیم غفور ہے اور ان کفار (قریش) نے بڑی زوردار قسم کھائی تھی کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آوے تو وہ ہر ہر امت سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں پھر جب ان کے پاس پیغمبر آ پہنچے تو بس ان کی نفرت ہی کو ترقی ہوئی دنیا میں اپنے کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے اور ان کی بری تدبیروں کی وجہ سے اور بری تدبیروں کا وبال (حقیقی) ان تدبیروں والوں ہی پر پڑتا ہے سو کیا یہ اسی دستور کے منتظر ہیں جو اگلے (کافر) لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے سو آپ خدا کے (اس) دستور کو بھی بدلتا ہوا نہیں پائیں گے اور آپ خدا کے دستور کو کبھی منتقل ہوتا ہوا نہ پائیں گے۔

تفسیر 39 "هو الذي جعلكم خلائف في الارض" بعض انسان بعض کے جانشین ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ اللہ نے تم کو ایک ایسی امت بنایا جو پچھلی امتوں کے بعد آئی۔ "فمن كفر فعليه كفره" ان پر ان کے کفر کا وبال "ولا يزيد الكافرين كفرهم عند ربهم الا مقْتًا" اس سے مراد غضب ہے۔ "ولا يزيد الكافرين كفرهم الا خسارًا" **40** "قل ارايتم شركاءكم الذين تدعون من دون الله" یعنی تم نے میرے شریک بتوں کو ٹھہرا لیا ہے۔ "اروني ماذا خلقوا من الارض ام لهم شرك في السموات ام اتيناهم كتابًا" مقاتل نے کہا یعنی ہم نے کفار مکہ کو کوئی ایسی کتاب دی ہے جو ظاہر کر رہی ہو کہ جن معبودوں کو انہوں نے شرکاء بنا رکھا ہے وہ شریک ٹھہرائے گئے ہیں؟ "فہم علی بینت منہ" یہیہ واحد ہے اور دوسرے قراء نے اس کو جمع کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی واضح دلائل۔ "بل ان يعد" صرف دھوکے کی باتیں کرتے ہیں۔ "الظالمون بعضهم بعضا الا غرورًا" غرور جو انسان کسی کو دھوکہ دے جس بات کی کوئی اصل موجود نہ ہو۔ مقاتل کا بیان ہے جو وعدہ شیطان نے بنی آدم کے کفار کے ساتھ کیا ہے وہ محض دھوکہ اور باطل ہے۔

41 "ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا" ایسا نہ ہو کہ وہ زائل ہو جائے، "ولئن زالتا ان امسكهما من احد من بعده" اگر موجودہ حالت کو چھوڑ دیں تو پھر اللہ کے سوا اور کوئی ان کو تھام بھی نہیں سکتا۔ "انه كان حلیمًا غفورًا" سوال: حلم کے یہاں کیا معنی ہیں؟

جواب: آسمان وزمین کو اللہ تعالیٰ نے تھامے رکھا ہے ورنہ کفار کی سزا کے لیے ان پر گر پڑتا لیکن اللہ کے حلم کے باعث وہ ان پر نہیں گرتا۔

42 "واقسموا بالله جهد ايمانهم" اس سے مراد کفار مکہ ہیں۔ "ایمان" قسمیں۔ "جهد ايمان" زوردار پکی قسمیں۔ بغوی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے قریش کو اطلاع ملی تھی کہ اہل کتاب نے اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی، اس پر انہوں نے کہا یہودیوں اور عیسائیوں پر خدا کی لعنت، ان کے پاس ان کے پیغمبر آئے اور انہوں نے پیغمبروں کو جھوٹا قرار دیا، پھر انہوں نے قسمیں کھا کر کہا کہ اگر ہمارے پاس کوئی پیغمبر (ہماری ہدایت کے لیے) آیا تو گزشتہ امتوں میں سے ہر امت سے زیادہ ہم اس کی ہدایت پر چلیں گے۔ کفار قریش نے یہ بات اس لیے کہی تھی کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے باہم ایک دوسرے کی تکذیب کی تھی، یہودیوں۔

نے کہا تھا کہ عیسائی حق پر نہیں ہیں (ان کے دین کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہے) اور عیسائیوں نے یہودیوں کے متعلق یہی بات کہی تھی۔

”لئن جاء هم نذير“ اس سے مراد رسول ہے۔ ”ليكونن اهدى من احدى الامم“ اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ ”فلما جاء هم نذير“ اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یعنی جب ان کے پاس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ڈرانے کے لیے نہیں آئے؟ ”ما زادهم الا نفورا“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے زیادہ نفرت اور حق سے دوری بڑھ گئی۔

④ ”استكباراً في الارض“ منصوب ہے بدل ہونے کی وجہ سے۔ ”ومكر السييء“ اس سے مراد برا عمل ہے۔ کلبی کا بیان ہے کہ ”مكر السييء“ سے مراد یہ ہے کہ سب کا شرک پر اتفاق کر لینا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل کر دینا۔ حمزہ نے ”مكر السييء“ حمزہ کے ساکن کے ساتھ، یہ اعمش کی قرأت ہے۔ ”ولا يحيق المكر السييء الا باهله“ بری تدبیر کرنے والے کا وبال انہی پر پڑتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ شرک کا برا نتیجہ مشرکوں پر ہی پڑتا ہے۔ یعنی شرک کا وبال انہی پر لوٹ کر پڑتا ہے۔ ”فهل ينظرون“ کیا وہ اس کے منتظر ہیں؟ ”الا سنة الاولين“ یہ ضابطہ الہیہ ہے کہ جب کافر کفر پر جمع رہے تو اللہ نے ان کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا۔ ”فلن تجد لسنة الله تبديلاً ولن تجد لسنة الله تحويلاً“

أولم يسيروا في الأرض فينظروا كيف كان عاقبة الذين من قبلهم و كانوا أشد منهم
قوة و ما كان الله ليُعجزه من شيء في السموات و لا في الأرض و انه كان عليماً
قديراً ④ و لو يؤخذ الله الناس بما كسبوا ما ترك على ظهرها من دابة و لكن
يؤخرهم الى اجل مسمى فاذا جاء اجلهم فان الله كان بعبادهم بصيراً ⑤

④ اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں جس میں دیکھتے بھالتے کہ جو (مشرک) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیا ہوا حالانکہ وہ قوت میں ان سے بڑھے ہوئے تھے اور خدا ایسا نہیں ہے کہ کوئی چیز (قوت والی) اس کو ہر ادے نہ آسمان میں اور نہ زمین میں (کیونکہ) وہ بڑے علم والا (اور) بڑی قدرت والا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ (ان) لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب (فوراً) دارو گیر فرمانے لگتا تو روئے زمین پر ایک متنفس کو نہ چھوڑتا لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ایک میعاد معین (یعنی قیامت) تک مہلت دے رہا ہے سو جب ان کی وہ میعاد آ پہنچے گی (اس وقت) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھ لے گا۔

④ ”اولم يسيروا في الارض فينظروا كيف كان عاقبة الذين من قبلهم و كانوا اشد منهم قوة و ما كان الله ليُعجزه“ ہم ان سے وہ چیز فوت کر دیں گے۔ ”من شيء في السموات و لا في الارض انه كان عليماً قديراً“

⑤ ”ولو يؤخذ الله الناس بما كسبوا“ اس سے مراد جرائم ہیں۔ ”ما ترك على ظهرها“ زمین کی پیٹھ پر۔ ”من دابة“ جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں زمین پر جو کچھ تھا سب کو ہلاک کر دیا مگر وہ جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں موجود تھے۔ ”ولكن يؤخرهم الى اجل مسمى فاذا جاء اجلهم فان الله كان بعباده بصيراً“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ عبادت سے مراد تمام بندے ہیں، اطاعت گزار ہوں یا نافرمان۔ اللہ تعالیٰ سب کے احوال کو دیکھ رہے ہیں۔

سُورَةُ يٰسِينَ

یہ سورۃ مکی ہے ۸۳ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَسَّ ۱ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ۲ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۳ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۴ تَنْزِیْلِ

الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ۵ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا اُنذِرَ اَبَاؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۶

یٰسین قسم ہے قرآن باحکمت کی کہ بیشک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں (اور) سیدھے رستہ پر ہیں یہ قرآن خدائے زبردست مہربان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے تاکہ آپ (اولاً) ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے تھے سو اسی سے یہ بے خبر ہیں۔

تفسیر ۱ "یس" واو، نون۔ بعض حضرات نے واو، نون تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ قرآن ابن عامر، کسائی، ابوبکر اور ورش کے ہاں ہے اور بعض نے واو اور نون کے اثبات کے ساتھ "یس" پڑھا ہے اس لفظ کی تاویل میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاں "یس" قسم کے معنی میں ہے اور بعض روایات میں آتا ہے کہ اس کا معنی ہے "یا انسان" لغت طبری کے ہاں ہے۔ اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ قول حسن، سعید بن جبیر اور ایک جماعت کے ہاں ہے۔ ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے "یا رجل" ابوبکر و راق فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے "اے سید البشر"

۲ "والقرآن الحکیم".....

۳ "انک لمن المرسلین" اللہ تعالیٰ قرآن میں قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بھیجے ہوئے ہیں اور یہ کفار کی تردید ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ یہ اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر نہیں ہیں۔

۴ "علی صراط مستقیم" یہ ایک خبر کے بعد دوسری خبر ہے۔ پہلی خبر "انک لمن المرسلین" ہے اور دوسری خبر "وانک علی صراط مستقیم" اس کا معنی یہ ہے کہ بلاشبہ آپ اللہ کے بھیجے ہوئے انبیاء علیہم السلام میں سے ہیں جو صراط مستقیم پر ہیں۔

۵ "تنزیل العزیز الرحیم" تنزیل نصب کے ساتھ، ابن عامر، حمزہ، والکسائی و حفص نے پڑھا ہے اور لام کے نصب کے ساتھ گویا نزل تنزیلاً پڑھا ہے اور دوسرے حضرات نے اس کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت

میں یہ خبر ہوگی۔ عبارت یہ ہوگی: ”هو تنزيل العزيز الرحيم“

⑥ ”لتندر قومًا ما أنذر اباہم“ بعض نے کہا کہ مانٹی کے لیے ہے ترجمہ یوں ہوگا کہ جن کے باپ دادوں کو نہیں ڈرایا گیا کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے آباؤ اجداد کے پاس کوئی پیغمبر نہیں بھیجا گیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور بعض نے کہا کہ ما بمعنی الذی کے ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ تم ڈراؤ اس قوم کو جس کو اس کے آباؤ اجداد نے ڈرایا۔ ”فہم غافلون“ وہ ایمان اور رشد و ہدایت سے غافل ہیں۔

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلَىٰ أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ⑦ اِنَّا جَعَلْنَا فِيۓٓ اٰغْنَاقِهِمْ اَغْلَالًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُونَ ⑧ وَجَعَلْنَا مِنْۢ مِ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَعْمٰنُهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ⑨ وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنذِرْتَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ⑩ اِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ الْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيمٍ ⑪

ان میں سے اکثر لوگوں پر بات (تقدیری) ثابت ہو چکی ہے سو یہ لوگ (ہرگز) ایمان نہ لاویں گے ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں پھر وہ ٹھوڑیوں تک (اڑ گئے) ہیں جس سے ان کے سر اوپر کوال گئے اور ہم نے ایک آڑ ان کے سامنے کر دی اور ایک ایک آڑ ان کے پیچھے کر دی جس سے ہم نے (ہر طرف سے) ان کو (پردوں سے) گھیر دیا سو وہ نہیں دیکھ سکتے اور ان کے حق میں آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں یہ ایمان نہ لاویں گے بس آپ تو صرف ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے اور خدا سے بے دیکھے ڈرے سو آپ اس کو مغفرت اور عمدہ عوض کی خوشخبری سنا دیجئے۔

تفسیر ⑦ ”لقد حق القول“ ان پر عذاب واجب ہو گیا۔ ”على اكثرهم فهم لا يؤمنون“ یہ اللہ تعالیٰ کے

فرمان کی طرح ہے ”ولكن حقت كلمة العذاب على الكافرين“

آیت اِنَّا جَعَلْنَا فِيۓٓ اٰغْنَاقِهِمْ اَغْلَالًا نَزُول

⑧ ”انا جعلنا في اعناقهم اغلالا“ اس آیت کا نزول ابو جہل اور اس کے ایک مخزومی ساتھی کے حق میں ہوا۔ ابو جہل

نے قسم کھا کر کہا تھا کہ میں نے جہاں بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نماز پڑھتے پایا تو پتھر سے سر کچل دوں گا۔ ایک دن وہ آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور اس کے ہاتھ میں پتھر تھا تا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر کچل دے۔ جب اس نے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا تو اس کا ہاتھ گردن کے ساتھ چمٹ گیا۔ جب وہ اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹا اور ان کو اس کی خبر دی اس نے دیکھا اس کے ہاتھ سے پتھر گر گیا۔ بنی مخزوم میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں اس پتھر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

کروں گا (نعوذ باللہ) وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اندھا کر دیا۔ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز تو آرہی تھی لیکن دکھائی نہیں دے رہے تھے تو وہ اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹا، اس کو کچھ نظر نہیں آ رہا تھا، ساتھیوں نے اس کو آواز دی اور کہنے لگے تو نے کیا کام کیا؟ تو اس نے کہا کہ میں نے ان کو نہیں دیکھا، میں ان کی آواز سن رہا تھا، میرے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل تھی، اونٹ کی طرح جو حملہ کرنے کے لیے دم ہلا رہے ہو۔ اگر میں اس کے قریب جاتا تو وہ اونٹ مجھے کھا جاتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ ”انا جعلنا فی اعناقہم اغلالاً“ اہل معانی فرماتے ہیں کہ یہ ایک مثال بیان فرمائی ہے۔ حقیقت میں نہ طوق تھانہ آڑ بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ نے ان کے لیے چند مواقع پیدا کر دیئے جن کی وجہ سے وہ ایمان لانے سے محروم رہے، مواقع پیدا کرنے کیلئے طوق اور آڑ کے ساتھ مثال بیان کی۔

فراء فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے ان کے ہاتھوں کو روک دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ”ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک“ اس کا معنی یہ ہے کہ خرچ کرنے سے اپنے ہاتھ کو نہ روک۔ ”فہی الی الاذقان“ یہ کنایہ ہے ہاتھوں سے۔ اگر ہاتھ کا ذکر پہلے نہیں آیا ہے کیونکہ غل کا معنی ہے ہاتھوں کو گردن سے باندھ دینا۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ہاتھ گردن میں بندھے ہوئے ہیں اور ہاتھوں کو گردن سے ملا کر ہم نے ٹھوڑیوں تک طوق کو کس دیا ہے۔ ”فہم مقمحوں“ کہتے ہیں طوق کی وجہ سے گردن اوپر کو اچکی ہوئی ہیں اور آنکھیں بند ہوئی ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے ”بعیر قامح“ جب وہ پانی کے اوپر سے گزر جائے اور اس کی طرف دیکھے بھی نہ۔ ازہری کا قول ہے کہ جب ان کے ہاتھ ان کی گردنوں میں طوق ہیں اس وقت تک ان کی گردن اوپر کی طرف کی ہوئی ہے۔ گویا کہ وہ سروں کو اٹھائے ہوئے ہیں، ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے ہونے کی وجہ سے۔

9 ”وجعلنا من بین ایدیہم سداً ومن خلفہم سداً“ فتحہ کے ساتھ حمزہ، کسائی اور حفص کے نزدیک ہے اور دوسرے قراء نے اس کو ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے ”سداً“..... ”فاغشیناہم“ ہم نے ان کو اندھا کر دیا۔ ”تغشیہ“ پردہ ڈھانک دینے کو کہا جاتا ہے۔ ”فہم لا یبصرون“ ہدایت کا راستہ نہیں دیکھ سکتے۔

10 ”وسواء علیہم ء انذرتہم ام لم تنذرہم لا یؤمنون“

11 ”انما تنذر من اتبع الذکر“ آپ کا ڈرانا اس شخص کو نفع دے گا جو آپ کے ذکر (قرآن) کی پیروی کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ ”وخشی الرحمن بالغیب فبشرہ بمغفرۃ واجر کریم“ عمدہ اجر یعنی جنت ملے گی۔

12 اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰی وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ط وَكُلُّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ

13 وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحَابَ الْقَرْیَةِ م اِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ 14 اِذْ اَرْسَلْنَا اِلَيْهِمُ اثْنِیْنِ

فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْا اِنَّا اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُونَ 15

16 بيشك ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھتے جاتے ہیں وہ اعمال بھی جن کو یہ لوگ آگے بھیجتے ہیں اور ان

کے وہ اعمال بھی جن کو پیچھے چھوڑے جاتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں ضبط کر دیا تھا اور آپ ان کے ایک قصہ یعنی ایک بستی والوں کا قصہ اس وقت بیان کیجئے جبکہ اس بستی میں کئی رسول آئے۔ یعنی جبکہ ہم نے ان کے پاس (اول) دو کو بھیجا سو ان لوگوں نے (اول) دونوں کو جھوٹا بتلایا پھر تیسرے (رسول) سے تائیدگی سو ان تینوں نے کہا کہ ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں۔

﴿۱۲﴾ "انا نحن نحي الموتى" یعنی جب قبروں سے اٹھایا جائے گا۔ "ونكتب ما قدموا" اور لکھتے ہیں ان کے

اعمال نیک ہوں یا بد۔

آثار سے کیا مراد ہے مختلف تفاسیر

"وآثارهم" اس سے مراد اچھے اعمال اور برے اعمال بھی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ رائج کیا جس پر آنے والے لوگوں نے عمل کیا تو اس شخص کو اپنے کیے کا بھی اجر ملے گا اور دوسرے کے اعمال کرنے کا بھی (ڈبل اجر ملے گا) اس کے اعمال میں بغیر کسی اجر میں کمی کیے اور جس نے اسلام میں کوئی بری چیز ایجاد کی جس پر بعد والے لوگوں نے اس پر عمل کیا تو اس فعل کے ایجاد کرنے اور دوسرے لوگوں کا اس پر چلنے کا (ڈبل گناہگار ہوگا) لیکن بعد کو عمل کرنے والوں کے بوجھ میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ بعض حضرات نے کہا کہ "نکتب ما قدموا و آثارهم" کا معنی ہے۔ مسجدوں کی طرف اٹھنے والے قدم کے نشانات۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ بنو سلمہ کے گھر مسجد سے کچھ دور تھے۔ انہوں نے اس کی شکایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ بنو سلمہ نے ارادہ کیا کہ وہ مسجد نبوی کے قریب منتقل ہو جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو ناپسند سمجھا کہ مدینہ کے ارد گرد غیر محفوظ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے بنو سلمہ! کہ تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں تم وہیں مقیم رہو۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز میں سب سے بڑا اجر اس شخص کے لیے ہوتا ہے جو سب سے زیادہ دور سے چل کر آئے۔ پھر اس کے بعد اس شخص کا اجر ہوتا ہے جو اوروں سے دور چل کر آئے اور جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھنے کے انتظار میں رہتا ہے اس کو ثواب اس شخص سے بڑھ کر ملتا ہے جو نماز پڑھ کر سو جاتا ہے۔ "وکل شیء احصینہ" اس کا معنی ہم نے اس کو محفوظ کر کے اور شمار کر کے رکھا ہوا ہے۔ "فی امام مبین" اور وہ لوح محفوظ میں ہے۔

اصحاب القرية اور مرسلون سے کیا مراد ہے

﴿۱۳﴾ "واضرب لهم مثلاً أصحاب القرية" یعنی کفار مکہ سے بطور مثال ایک قصہ بیان کیجئے جو بستی انطاکیہ کا ہے۔ "اذ

جاء ہا المرسلون“ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو حواری اپنے قاصد انطاکیہ بستی میں بھیجے (یہ علماء نے لکھا ہے) جب یہ دونوں شہر کے قریب پہنچے تو ایک بوڑھا آدمی بکریاں چراتا ہوا ملا۔ اس کا نام حبیب نجار تھا۔ دونوں نے اس کو سلام کیا۔ بوڑھے نے کہا تم کون ہو؟ قاصدوں نے کہا کہ ہم عیسیٰ علیہ السلام کے قاصد ہیں، وہ تمہیں بتوں کی پوجا چھوڑ کر رحمن کی عبادت کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔ بوڑھے نے کہا کہ کیا تمہارے پاس کوئی نشانی ہے، قاصدوں نے کہا ہاں، ہم اللہ کے حکم سے بیمار کو تندرست اور مادرزاد نابینا اور کوڑھی کو اچھا کر دیتے ہیں۔ بوڑھے نے کہا کہ میرا بیٹا دو سال سے بیمار ہے۔ قاصدوں نے کہا چلو، ہم کو وہاں لے چلو، ہم بھی اس کو دیکھیں۔ بوڑھا ان دونوں کو لے کر اپنے گھر پہنچا، قاصدوں نے جونہی اس کے بیٹے پر ہاتھ پھیرا وہ اللہ کے حکم سے تندرست ہو کر اٹھ کھڑا ہوا، یہ خبر شہر میں مشہور ہو گئی اور ان کے ہاتھوں سے اللہ نے بہت سارے مریضوں کو شفاء عطا فرمادی۔

انطاکیہ بستی والوں کا تفصیلی واقعہ

انطاکیہ والوں کا ایک بادشاہ تھا۔ وہب نے فرمایا کہ اس کا نام انطقیص ہے یہ رومی بادشاہ تھا اور بتوں کی پوجا کرتا تھا۔ وہ کہنے لگے اور یہ خبر بادشاہ کو پہنچی، اس نے ان دونوں کو بلایا اور کہا تم دونوں کون ہو؟ وہ کہنے لگے ہم عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کس غرض سے آئے ہو؟ ان دونوں نے کہا کہ ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں، ایسے معبود کو چھوڑ کر جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے، ان کو چھوڑ کر ایسے معبود کی طرف جو سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے۔

بادشاہ نے ان دونوں سے کہا کیا تمہارا کوئی خدا ہمارے خداؤں کے علاوہ ہے۔ قاصدوں نے کہا جی ہاں، جس نے تم کو اور تمہارے معبودوں کو پیدا کیا ہے۔ بادشاہ نے کہا اٹھ جاؤ میں تمہارے بارے میں سوچوں گا، لوگوں نے ان سے پوچھا اور بازار میں ان کو پکڑ کر مارا۔ وہب فرماتے ہیں کہ ان دونوں شخصوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انطاکیہ بھیجا، وہ دونوں انطاکیہ پہنچے مگر بادشاہ تک رسائی نہیں ہوئی اور ایک لمبی مدت تک ان کو وہاں ٹھہرنا پڑا۔ ایک روز بادشاہ برآمد ہوا تو ان دونوں نے اللہ اکبر کہا اور اللہ کا ذکر کیا۔ بادشاہ نے غضبناک ہو کر دونوں قاصدوں کو قید کر دینے اور سو سو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ کہا گیا کہ جب ان دونوں قاصدوں کی تکذیب کی گئی اور ان کو سزا دی گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کے سردار شمعون صفا کو ان کے پیچھے ان کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ شمعون بستی میں حلیہ بدل کر پہنچے اور بادشاہ کے مصاحبوں سے ربط پیدا کیا۔ جب بادشاہ کے مصاحب ان سے مانوس ہو گئے تو انہوں نے اس کی اطلاع بادشاہ تک پہنچادی۔ بادشاہ نے ان کو بلایا۔ شمعون ان کے پاس آ گئے، بادشاہ نے ان کی صحبت کو پسند کر لیا اور مانوس ہو گیا اور ان کی عزت کی کچھ مدت کے بعد شمعون نے ایک روز بادشاہ سے کہا مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے دو آدمیوں کو قید خانہ میں بند کر رکھا ہے اور جب انہوں نے آپ کو آپ کے مذہب کے خلاف دعوت دی تو آپ نے ان کو سزا دی اور قید کروا دیا۔ کیا آپ نے ان سے کچھ گفتگو بھی کی تھی اور ان کی بات بھی سنی تھی۔ بادشاہ نے کہا کہ مجھے اتنا غصہ آیا کہ میں ان سے کوئی بات نہ کر سکا۔ شمعون نے کہا اگر بادشاہ مناسب سمجھے تو ان کو طلب فرما کر دریافت کرے کہ وہ کہتے کیا ہیں،

شمعون کے مشورہ کے مطابق بادشاہ نے دونوں حواریوں کو طلب کیا۔ شمعون نے ان دونوں سے دریافت کیا کہ تم کو یہاں کس نے بھیجا ہے؟ قاصدوں نے جواب دیا اللہ نے، جس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے جیسی اس کی مشیت ہوتی ہے حکم دیتا ہے۔ شمعون نے کہا تم دونوں کے پاس کیا دلیل ہے؟ قاصدوں نے کہا جو آپ طلب کریں، یہ سنتے ہی بادشاہ نے ایک لڑکے کو بلوایا جس کی دونوں آنکھوں کے نشان بھی مٹے ہوئے تھے، دونوں آنکھوں کی جگہ سپاٹ تھی جیسے دونوں پیشانی، دونوں حواریوں نے اپنے رب سے دُعا کرنی شروع کر دی اور برابر کرتے رہے۔ آخر دونوں آنکھوں کی جگہ پھٹ گئی، دونوں نے مٹی کے دو غلے لے کر آنکھوں کے شگوفوں میں رکھ دیئے، فوراً دونوں غلے آنکھوں کے ڈھیلوں کی طرح ہو گئے اور دونوں سے دکھائی دیا جانے لگا۔ بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا۔ شمعون نے بادشاہ سے کہا اگر آپ اپنے معبود سے درخواست کریں اور وہ بھی ایسا ہی کر دے تو آپ کو برتری حاصل ہو جائے گی۔ بادشاہ نے کہا تم سے کچھ چھپی بات نہیں حقیقت یہ ہے کہ ہمارا معبود جس کی ہم پوجا کرتے ہیں نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ ضرر پہنچاتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے۔ شمعون کا قاعدہ یہ تھا کہ بادشاہ جب بتوں کی پوجا کرنے جاتا تو شمعون کثرت سے نماز پڑھتا اور اللہ کے سامنے گڑ گڑاتا تھا۔ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ یہ ہمارے مذہب پر ہے۔

اس کے بعد بادشاہ نے دونوں حواریوں سے کہا کہ اگر تمہارا خدا جس کی تم پوجا کرتے ہو، مُردہ کو زندہ کر سکے تو ہم اس کو مان لیں گے۔ حواریوں نے کہا ہمارا معبود ہر چیز کی قدرت رکھتا ہے۔ بادشاہ نے کہا ایک زمیندار کا بچہ سات دن ہو گئے ہیں مر گیا ہے اس کا باپ موجود نہیں تھا ہم نے اس کے باپ کے آنے تک دفن کرنے سے روک دیا ہے۔ حسبِ الحکم لوگ میت کو لے آئے، میت بہت بگڑ چکی تھی اور اس کی شکل ڈراؤنی ہو چکی تھی، دونوں حواری اللہ سے اعلانیہ دُعا کرنے لگے اور شمعون چپکے چپکے خدا سے دُعا مانگتا رہا۔ کچھ دیر کے بعد مُردہ اُٹھ بیٹھا اور کہا میں سات روز ہوئے شرک کی حالت میں مرا تھا، مجھے آگ کی سات وادیوں میں لیجا یا گیا، میں تم کو اس شرک سے ڈراتا ہوں جس میں تم مبتلا ہو، اللہ پر ایمان لے آؤ، پھر اس نے کہا آسمان کے دروازے کھلتے مجھے دکھائی دیئے اور میں نے ایک خوبصورت جوان کو دیکھا جو ان تینوں کی سفارش کر رہا تھا۔ بادشاہ نے کہا تین کون، اس نے کہا شمعون اور یہ دونوں، یہ بادشاہ کو سن کر اور دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔

شمعون نے جب دیکھ لیا کہ اس کی بات بادشاہ پر اثر کر چکی ہے تو اس کو اسلام کی دعوت دی۔ بادشاہ اور اس کی کثیر قوم اسلام لے آئی اور بعض لوگوں نے نہیں مانا۔ بعض حضرات نے کہا کہ بادشاہ کی بیٹی مر چکی تھی اور اس کو دفن بھی کر لیا تھا تو شمعون نے بادشاہ سے کہا کہ آپ ان دونوں شخصوں سے سوال کریں کہ وہ آپ کی لڑکی کو زندہ کر دیں؟ بادشاہ نے دونوں حواریوں سے اپنی لڑکی کو زندہ کر دینے کی درخواست کی فوراً دونوں نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے اور اللہ سے دُعا کی، شمعون بھی دُعا میں ان کے ساتھ شریک تھے مگر چپکے چپکے دُعا کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اللہ نے اس عورت کو زندہ کر دیا، قبر پھٹی اور عورت باہر نکل آئی اور کہا خوب جان لو کہ یہ دونوں سچے ہیں اور یہ میرا خیال ہے تم نہیں مانو گے۔ پھر اس نے دونوں حواریوں سے درخواست کی کہ وہ اس کو اس کی جگہ واپس کر دیں، پھر اس نے اپنے سر پر کچھ مٹی ڈالی اور قبر میں لوٹ گئی۔

ابن اسحاق نے کعب اور وہب کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ بادشاہ ایمان نہیں لایا اور قوم کی اتفاق رائے سے اس نے قاصدوں کو قتل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ یہ خبر حبیب کو مل گئی۔ حبیب اس وقت شہر کے آخری دروازہ پر تھا۔ فوراً وہ دوڑ کر شہر والوں کے پاس پہنچا، ان کو نصیحت کی اور قاصدوں کا کہا ماننے کی دعوت دی۔

﴿۱۴﴾ ”اِذْ ارْسَلْنَا الْيٰهَمِ الْاٰثِنِيْنَ“ وہب فرماتے ہیں کہ ان دونوں کا نام یوحنا اور بولس ہے۔ ”فَكَذَّبُوهُمَا فَعُزِّزْنَا“ اس کا معنی ہے ہم نے ان کو قوت بخشی۔ ”بِثَالْتِ“ تیسرے قاصد کے ساتھ جس کا نام شمعون تھا۔ ابوبکر، عاصم کی روایت کے مطابق ”فعززنا“ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور یہی معنی اول ہے تخفیف اور تشدید کے ساتھ دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ ہم ان کو بادشاہ پر غلبہ دیں گے۔ کعب فرماتے ہیں کہ پہلے قاصد صادق و مصدوق تھے اور تیسرے قاصد شلوم تھے۔ قاصدوں کو بھیجنے کی نسبت اللہ نے اپنی طرف کی کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو اللہ ہی کے حکم سے بھیجا تھا۔

(فَقَالُوا) انطا کیہ والوں کو کہنے لگے (اِنَّا الْيٰكُم مَّرْسَلُوْنَ)

قَالُوا مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا. وَمَا اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذٰبُوْنَ ﴿۱۵﴾
 قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّا اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوا اِنَّا
 نَطَيِّرُنَا بِيٰكُم. لٰئِنْ لَمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوا
 طٰئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اِنَّ ذِكْرًا لَّكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَاءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ
 رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾

﴿۱۵﴾ ان لوگوں نے کہا کہ تم تو ہماری طرح محض معمولی آدمی ہو اور خدائے رحمن نے (تو) کوئی چیز نازل (ہی) نہیں کی تم نرا جھوٹ بولتے ہو ان رسولوں نے کہا ہمارا پروردگار علیم ہے کہ بے شک ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر حکم کا پہنچا دینا تھا وہ یوں کہنے لگے کہ ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں اگر تم باز نہ آئے تو ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کر دیں گے اور تم کو ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی ان رسولوں نے کہا کہ تمہاری منحوس تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے کیا اس کو منحوس سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت کی جاوے بلکہ تم (خود) حد (عقل و شرع) سے نکل جانے والے لوگ ہو اور ایک شخص (مسلمان) اس شہر کے کسی دور مقام سے دوڑتا ہوا آیا (اور) کہنے لگا کہ اے میری قوم ان رسولوں کی راہ پر چلو۔

﴿۱۵﴾ ”قَالُوا مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَا اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذٰبُوْنَ“ یعنی تم اپنے گمان کے مطابق جھوٹے ہو۔

18 "قالوا انا تطيرنا بكم" وہ اس سے بدشگونی لیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ بارش بند ہونے کی مصیبت جو ہم پر آئی ہے یہ اس وجہ سے آئی کہ ہمارے پاس قاصد آئے۔ اس لیے وہ کہتے کہ یہ مصیبت ہماری اپنوں کی وجہ سے ہوئی۔ "لئن لم تنتهوا لنرجمنكم" یعنی ہم ان کو قتل کر دیں گے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پتھروں سے رجم کر دیں گے۔ "وليمسّنكم منّا عذاب اليم"

19 "قالوا طائروكم معكم" تمہاری نحوست کا سبب تمہارے ساتھ موجود ہے اور وہ تمہارا کفر ہے اور تمہارے جھٹلانے کی وجہ سے یعنی یہ نحوست تمہاری طرف سے پہنچی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک فرماتے ہیں۔ یعنی تمہارے نصیب کی بھلائی اور برائی "أین ذکرتم" یعنی کیا تمہیں اللہ کی طرف سے نصیحت ہے۔ استفہام انکاری ہے، اس کا جواب یہ دیا کہ اگر تم کو نصیحت کی جا رہی ہے کہ تم اس کو نحوست سمجھتے ہو۔ ابو جعفر نے ہمزہ کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے بغیر شد کے۔ "بل انتم قومًا مسرفون" وہ شرک کرنے والے جو حد سے تجاوز کر جائیں۔

20 "وجاء من اقصى المدينة رجل يسعى" یہ حبیب نجار تھا۔ سدی فرماتے ہیں کہ حبیب دھوپا تھا۔ وہب فرماتے ہیں حبیب ریشمی کپڑے بناتا تھا اور بیمار تھا اس کو جذام ہو گیا تھا اس لیے شہر کے آخری دروازے پر پڑا رہتا تھا اور مؤمن تھا، صدقہ کیا کرتا تھا، دن میں جو کچھ کھاتا تھا شام کو دو حصے کر کے ایک حصہ خیرات کر دیتا تھا اور ایک حصہ اپنے متعلقین کے صرف میں لاتا تھا۔ جب اس کو اطلاع ملی کہ اس کی قوم والوں نے رسولوں کو قتل کر دینے کا ارادہ کر لیا تو بھاگتا ہوا آیا۔ "قال يا قوم اتبعوا المرسلين"

اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْئَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ 21

ایسے لوگوں کی راہ پر چلو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ خود راہ راست پر بھی ہیں

تفسیر 21 "اتبوا من لا يسئلكم اجرا وهم مهتدون" حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ حبیب نجار غار میں عبادت کرتے تھے۔ جب ان کو رسول کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے دین کو ظاہر کر دیا۔ جب حبیب ان قاصدوں تک پہنچے تو ان کو کہا کہ تم ان سے اجر کے متعلق سوال کرتے ہو، کہنے لگے نہیں اور اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا "يا قوم اتبعوا المرسلين اتبعوا من لا يسئلكم اجرا وهم مهتدون" جب یہ بات کہہ چکے تو وہ ان کو مخاطب کر کے کہنے لگے اور تو ان کے دین کا مخالف ہو گیا ہے اور ان قاصدوں کے دین کی پیروی کی اور مؤمن ہو گئے۔



وَمَا لِي لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢٢﴾ أَأَتَّخِذُ مِنْ دُونِهِ إِلَهًا إِنْ يُرِدْنِ الرَّحْمَنُ بِضُرٍّ لَا تُغْنِي عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنْقِذُونِ ﴿٢٣﴾ إِنْ أَرَادْتُ الْأَمْنُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونَ ﴿٢٤﴾ قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ. قَالَ يَلِيَّتْ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ﴿٢٥﴾ بِمَا غَفَرْتُ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ﴿٢٦﴾

اور میرے پاس کون سا عذر ہے کہ میں اس (معبود) کی عبادت نہ کروں جس نے مجھ کو پیدا کیا اور تم سب کو اس کے پاس لوٹ کر جانا ہے کیا میں خدا کو چھوڑ کر اور ایسے ایسے معبود قرار دے لوں کہ اگر خدائے رحمن مجھ کو کچھ تکلیف پہنچانا چاہے تو نہ ان معبودوں کی سفارش میرے کام آوے اور نہ وہ مجھ کو چھڑا سکیں اگر میں ایسا کروں تو صریح گمراہی میں جا پڑا میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لا چکا سو تم (بھی) میری بات سن لو اور شاد ہوا کہ جنت میں داخل ہو کہنے لگا کہ کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے پروردگار نے مجھ کو بخش دیا اور مجھ کو عزت داروں میں شامل کر دیا۔

﴿توجہ﴾ اور میرے پاس کون سا عذر ہے کہ میں اس (معبود) کی عبادت نہ کروں جس نے مجھ کو پیدا کیا اور تم سب کو اس کے پاس لوٹ کر جانا ہے کیا میں خدا کو چھوڑ کر اور ایسے ایسے معبود قرار دے لوں کہ اگر خدائے رحمن مجھ کو کچھ تکلیف پہنچانا چاہے تو نہ ان معبودوں کی سفارش میرے کام آوے اور نہ وہ مجھ کو چھڑا سکیں اگر میں ایسا کروں تو صریح گمراہی میں جا پڑا میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لا چکا سو تم (بھی) میری بات سن لو اور شاد ہوا کہ جنت میں داخل ہو کہنے لگا کہ کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے پروردگار نے مجھ کو بخش دیا اور مجھ کو عزت داروں میں شامل کر دیا۔

﴿تفسیر﴾ ﴿٢٢﴾ ”وَمَا لِي لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ“ حمزہ اور یعقوب نے یاء کے سکون کے ساتھ ”مَا لِي“ پڑھا ہے جبکہ دوسرے قراء نے یاء کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔ پھر حبیب نجار نے ان کے جواب میں کہا ”وَمَا لِي لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ“ اس شخص نے فطرت کی نسبت اپنی طرف کی اور اللہ کی طرف لوٹ کر جانے کی نسبت قوم کی طرف کی۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ فطرت (تخلیق الہیہ) ایک نعمت ہے جس کو ظاہر کرنا اس شخص پر لازم ہے اور اللہ کی طرف لوٹ کر جانے میں ایک طرح کی توثیق و زجر ہے۔ بعض نے کہا جب حبیب نجار کو قوم والوں نے کہا کہ کیا تم نے قاصدوں کی اتباع کر لی اس کو پکڑا اور اس کو بادشاہ کے پاس لے گئے۔ ان کو بادشاہ نے کہا کہ کیا آپ نے ان کی پیروی کر لی؟ حبیب نجار نے جواب دیا ”وَمَا لِي لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي“ یعنی اگر میں اپنے خالق کی عبادت نہ کروں تو میرے پاس کیا عذر ہے و الیہ تر جعون اور تم سب کو قیامت کے دن اسی کے پاس جانا ہے وہ تم کو ضرور بدلہ دے گا۔

﴿٢٣﴾ ”أَتَّخِذُ مِنْ دُونِهِ إِلَهًا“ استفہام بمعنی انکار کے ہے کہ میں نہیں بناتا اس کے علاوہ کوئی معبود۔ ”ان یردن الرحمن بضر“ سے مراد برائی یا ناپسندیدہ کام ہے۔ ”لا تغن عنی“ کہ تجھ سے دور رہوں۔ ”شفاعتہم شیئاً“ یعنی وہ بالکل تمہاری شفاعت نہیں کر سکتے اور نہ ہی تمہیں نفع دے سکتے ہیں۔ ”ولا ینقذون“ یعنی اس ناپسندیدہ امور سے چھڑا سکتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ وہ عذاب سے نہیں چھڑا سکتے۔ اگر وہ تمہیں عذاب دے دے، اگر اس فعل پر وہ تمہیں عذاب دے۔

﴿٢٤﴾ ”انی اذا لفی ضلال مبین“ ان کی یہ خطا ظاہر تھی۔

﴿٢٥﴾ ”انی امننت بربکم فاسمعون“ یعنی مجھ سے سن لو۔ جب اس شخص نے یہ بات کہی تو قوم والوں نے اس پر ایک ہی

مرتبہ حملہ کر کے قتل کر دیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قدموں سے اسے روند دیا تو اس کی آنتیں نیچے سے نکل گئیں۔ سدی فرماتے ہیں لوگ اس کو پتھروں سے مار رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا اے اللہ! میری قوم کو ہدایت کر، آخر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے قتل کر دیا۔ حسن فرماتے ہیں کہ اس کے گلے کو پھاڑ کر شہر کی فصیل میں لٹکا دیا، ان کی قبر انطاکیہ میں ہے، اللہ نے اس کو جنت میں داخل کر دیا، وہ زندہ ہے اللہ کی طرف سے اس کو روزی ملتی ہے۔

26 "قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ" جب وہ شہید ہو گیا تو اس کی عزت افزائی کیلئے کہا گیا کہ جنت میں چلا جا۔ "قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ" 27 "بِمَا غَفَرْتَنِي رَبِّي" میرے رب کے بخشش کرنے سے "وَجَعَلَنِي مِنَ الْمَكْرَمِينَ" اس نے تمنا کی کہ کاش اس کی قوم جان لے کہ اللہ نے اس کو بخش دیا اور اس کا اکرام کیا تاکہ وہ قاصدوں کے دین کی طرف رغبت حاصل کریں۔ جب حبیب نجار کو قتل کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر غضب نازل کیا اور فوراً عذاب آ گیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ ایک چیخ ماریں تو انہوں نے ایک چیخ ماری جس کی وجہ سے سب کے سب مر گئے۔

وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنْ مَّ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ 28 إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ 29 يَحْسِرَةٌ عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ 30 أَلَمْ يَرَوْا كَمَا أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ 31 وَإِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ 32

اور ہم نے اس (شہید) کی قوم پر اس کے بعد کوئی لشکر (فرشتوں کا) آسمان سے نہیں اتارا اور نہ ہم کو اتارنے کی ضرورت تھی وہ سزا بس ایک آواز سخت تھی اور وہ سب اسی دم (اس سے) بچھ کر (یعنی مر کر) رہ گئے افسوس (ایسے) بندوں کے حال پر کبھی ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جس کی انہوں نے ہنسی نہ اڑائی ہو۔ کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کیا کہ ہم ان سے پہلے بہت سی امتیں غارت کر چکے کہ وہ (پھر) ان کی طرف (دنیا میں) لوٹ کر نہیں آتے اور ان سب میں کوئی ایسا نہیں جو مجموعی طور پر ہمارے روبرو حاضر نہ کیا جاوے

تفسیر 28 "وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنْ مَّ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاءِ" یہاں جند سے مراد فرشتے ہیں۔ "وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ" کہ ہم تمہاری ہلاکت کے لیے اس طرح نہ کرتے کہ فرشتے بھیجیں۔ ہاں احد میں جو ہم نے بھیجے تھے وہ ان کے گمان کے مطابق آسان اور ان کی عظمت کے لیے تھا۔ "وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِهِ" حبیب نجار کو قتل کرنے کے بعد جو فرشتوں کی فوج بھیجی۔ اس طرح پہلے قوم پر نہیں بھیجی یعنی جو عذاب ماقبل امتوں پر فرشتوں کے ذریعے کیے گئے جیسے طوفان، کڑک آندھی نازل کی۔ پھر ان کی سزا کو بیان کیا۔

29 "إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً" ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو "صَيْحَةً وَاحِدَةً" یہاں "کون"

بمعنی وقوع کے ہے۔ مفسرین نے بیان کیا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے شہر کے دروازے کی چوکھٹ پکڑ کر ایک چیخ ماری۔ ”فاذا هم خامدون“ وہ سب مر گئے۔

⑩ ”یا حسرة علی العباد“ انہوں نے اپنے اوپر افسوس کیا۔ حسرت شدت ندامت کو کہا جاتا ہے۔ اس میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ چونکہ لوگ پیغمبروں پر ایمان نہیں لائے اس لیے قیامت کے دن اللہ فرمائے گا کہ آج بندوں کے لیے حسرت ندامت اور غم ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ ہلاک ہونے والوں کا کلام ہے۔ ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے عذاب کا معائنہ کر لیا تو کہنے لگے اے حسرة! ہائے افسوس! ان تین بندوں پر کہ ہم نے ان تینوں بھیجوں ہوؤں پر ایمان نہیں لائے۔ انہوں نے اس وقت ایمان کی تمنا کی جب ان کو ایمان نے نفع نہیں پہنچایا۔ زہری فرماتے ہیں حسرت والا شخص کسی کو پکارتا نہیں، اگر پکارے تو یہ پکارنا مخاطبین کے لیے تشبیہ ہوتی ہے۔ کہا گیا کہ عرب والے کہتے ہیں ”یا حسرتی، یا عجبا“ بطور مبالغہ کے ہے اور نداء بطور تشبیہ کے ہے۔ ”فکانه يقول“ جیسا کہ کہا جاتا ہے ہائے تعجب یہ وقت آ گیا، ہائے حسرت یہ اس کے برتن۔ معنی یہ ہے کہ یہ حسرت اور تعجب کا زمانہ ہے۔ پھر اس کا سبب بیان کر دیا حسرت اور ندامت کا۔ ”ما یاتیہم من رسول الا کانوا به یستہزؤن“

⑪ ”الم یروا“ کیا مکہ والوں کو خبر نہیں۔ ”کم اهلکنا قبلہم من القرون“ قرن ایک زمانے پر بولا جاتا ہے کیوں کہ یہ زمانہ اس کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے۔ ”انہم الیہم لا یرجعون“ یعنی ان کو نہیں لوٹایا جائے گا دنیا کی طرف۔ کیا وہ اس کی امید لگائے ہوئے ہیں؟

⑫ ”وان کل لما جمیع“ عام اور حمزہ نے ”لما“ تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور سورۃ زخرف اور طارق میں بھی تشدید کے ساتھ ہے۔ ابن عامر نے ان کی پیروی کی زخرف کے علاوہ اور ابو جعفر نے ان کی موافقت اختیار کی مگر سورۃ طارق میں نہیں کی۔ جن حضرات نے ”لما“ تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ انہوں نے ان کو حمد مانا ہے اور ”لما“ بمعنی ”الا“ کے ہے۔ تقدیری عبارت یوں ہوگی ”وما کل الا جمیع“ اور جو حضرات لما کو بغیر تشدید کے ساتھ پڑھتے ہیں وہ ان کو تھقیقہ اور ما کو صلہ ”لدینا محضرون“

وَآیَةٌ لَهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ. اَحْيَيْنَهَا وَاخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَا کُلُّونَ ⑬ وَجَعَلْنَا فِیْهَا جَنَّتٍ مِّنْ نَّخِیْلِ وَاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِیْهَا مِنَ الْعُیُونِ ⑭ لِیَا کُلُّوا مِنْ ثَمَرِهِ وَمَا عَمِلْتُمْ اَیْدِیْهِمْ. اَلَا یَشْکُرُونَ ⑮ سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنْبِثُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُونَ ⑯ وَآیَةٌ لَهُمُ الْیَلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ ⑰ وَالشَّمْسُ تَجْرِی لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ⑱ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُونِ الْقَدِیْمِ ⑲

⑱ اور ایک نشانی ان لوگوں کے لئے مردہ زمین ہے ہم نے اس کو (بارش سے) زندہ کیا اور ہم نے اس سے غلے نکالے سوان میں سے لوگ کھاتے ہیں اور (نیز) ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ لگائے اور (نیز)

اس میں چشمے جاری کئے تاکہ لوگ باغ کے پھلوں میں سے کھائیں اور اس (پھل اور غلہ) کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا) سو کیا شکر نہیں کرتے وہ پاک ذات ہے جس نے تمام مقابل قسموں کو پیدا کیا نباتات زمین کے قبیل سے بھی اور (خود) ان آدمیوں میں سے بھی اور ان چیزوں میں سے بھی جن کو (عام لوگ) نہیں جانتے اور ایک نشانی ان لوگوں کے لئے رات ہے کہ ہم اس (رات) پرے دن کو اتار لیتے ہیں سو یکا یک (وہ لوگ) اندھیرے میں رہ جاتے ہیں اور (ایک نشانی) آفتاب (ہے کہ وہ) اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے یہ اندازہ باندھا ہوا ہے (اس خدا) کا جو بر دست علم والا ہے اور چاند کے لئے منزلیں مقرر ہیں یہاں تک کہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی

﴿۳۳﴾ "وَايَةٌ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيِّتَةُ أَحْيَيْنَاهَا" یہاں آیت سے مراد بارش ہے۔ "وَاخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا" حبا سے مراد گندم اور جو ہیں اور اس کے مشابہ اشیاء ہیں۔ "فَمِنْهُ يُكَلِّمُونَ" اسی سے تم کھاتے ہو یعنی گندم سے۔

﴿۳۴﴾ "وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ" جنات سے مراد باغات ہیں۔ "مِنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجْرْنَا فِيهَا" اس سے مراد زمین ہے۔ "مِنَ الْعَيْونِ"

﴿۳۵﴾ "لِيَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ" یعنی مذکورہ باغوں کے پھل جو اس پانی سے حاصل ہوتا ہے۔ "وَمَا عَمَلَتْهُ" حمزہ، کسائی، ابو بکر نے "عملت" پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے ہاء کے ساتھ پڑھا ہے تاکہ کھائیں وہ چیزیں جو وہ اپنے ہاتھوں سے بناتے ہیں۔ "اَيَّدِيهِمْ" یعنی کھیتی اور درختوں کو لگانے میں اور ہاء کا مرجع "ما" کی طرف لوٹ رہی ہے۔ "الَّتِي" بمعنی الذی کے ہے۔ بعض نے کہا کہ "ما" نفی کے لیے ہے۔ "مَا عَمَلَتْهُ اَيَّدِيهِمْ" مطلب یہ ہے کہ سب پھل اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہیں، انسان کی صنعت کو اس میں کوئی دخل نہیں یہ معنی ضحاک اور مقاتل کا ہے۔ بعض حضرات نے کہا چشموں اور نہروں سے مراد وہ ہیں جو تم نے جاری نہیں کیں یعنی دجلہ، فرات، نیل اور ان جیسے دریا۔ "اَفَلَا يَشْكُرُونَ" کیا تم اللہ کی اس نعمت کا شکر یہ ادا نہیں کرو گے۔

﴿۳۶﴾ "سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا" یہ سب اشیاء جس نے پیدا کیں۔ وہ پاک ذات ہے۔ "مِمَّا تَنْبِتُ الْأَرْضُ" زمین سے اُگنے والی اشیاء پھلوں میں سے یا ترکاریوں میں سے۔ "وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ" اس سے مراد مرد و عورت ہیں۔ "وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ" بحر و بر کی مخلوق جس کا علم تمہارے پاس نہیں۔

﴿۳۷﴾ "وَايَةٌ لَهُمْ" یہ سب نشانیاں اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ "اللَّيْلُ نَسْلَخُ" کہ ہم اس سے اتار دیتے ہیں۔ "مِنْهُ النَّهَارُ" فاذا هم مظلومون" وہ داخل ہو گئے اندھیروں میں یا اس کا معنی ہوگا کہ دن چلا گیا اور رات آ گئی، ظلمت اور نہار دونوں اس میں داخل ہیں۔ جب سورج ڈوب جاتا ہے گویا رات کے اوپر سے (روشنی کی) کھال اتر جاتی ہے اور تاریکی سامنے آ جاتی ہے۔

﴿۳۸﴾ "وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا" اس کے ٹھکانے کی طرف۔ بعض نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ یعنی دُنیا کی آخری مدت ختم ہونے پر اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتا ہے اور وہ وقت قیامت کا ہے اور بعض نے کہا کہ وہ چلتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ غروب ہونے کی جگہ پہنچ جاتا ہے۔ پھر وہ لوٹتا ہے۔ یہ جگہ اس کا مستقر ہے کیوں کہ وہ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور بعض نے

کہا کہ مستقر سے مراد ہے گرمی کے موسم میں انتہائی بلندی پر پہنچ جانے کا اور سردی کے موسم میں آخری ہبوط پر آ جانے کا مقام ہے اور یہ روایت اصح ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کا ٹھکانہ عرش کے نیچے ہے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس وقت سورج غروب ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کیا تم جانتے ہو کہ یہ کہاں چلا جاتا ہے؟ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی کو بخوبی علم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ جا کر عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور قریب ہے کہ سورج سجدہ کرے گا اور اجازت طلب کرے گا، اس کو اجازت نہیں ملے گی، اس کو کہا جائے گا کہ واپس لوٹ جا، پھر وہ مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا اس لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان ”والشمس تجری لمستقر لہا ذلک تقدیر العزیز العلیم“ عمرو بن دینار ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ان کے نزدیک ”والشمس تجری لمستقر لہا“ ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہاں اس کا معنی ہے ”لا قرار لہا ولا وقوف“ اس کے لیے نہ قرار ہے اور نہ ہی رکنا ہے، ہمیشہ چلتا رہے گا۔ ”ذلک تقدیر العزیز العلیم“

④ ”والقمر قدرناہ“ ہم نے ان کے لیے مقدر کر دی ہیں۔ ابن کثیر نافع اہل بصرہ کے نزدیک القمر میں رفع کے ساتھ ہے۔ ”وآیة لہم الیل والشمس والقمر“ دوسرے حضرات نے نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ ”قدرناہ“ چاند کی منازل مقرر کر دی ہے۔ ”منازل“ سورۃ یونس میں ان منازل کے نام مذکور ہیں۔ جب سورج تمام منزلیں طے کر لیتا ہے تو ایک ٹکئیہ بن جاتی ہے۔ ”حتی عاد کالعرجون القدیم“

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الْيَلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ④

وَآيَةٌ لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفَلَكِ الْمَشْحُونِ ④ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ ④

④ نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور دونوں ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں اور ایک نشانی ان کے لئے یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا اور ہم نے ان کے لئے کشتی ہی جیسی ایسی چیزیں پیدا کیں جن پر یہ لوگ سوار ہوتے ہیں۔

④ ”لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ“ دن رات میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب اس کی مدت پوری نہ ہو جائے اور نہ ہی رات دن پر آجائے۔ اس کے وقت پورا ہونے سے ”وَالْيَلُ سَابِقُ النَّهَارِ“ یہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے چلتے رہتے ہیں، اپنے وقت سے پہلے یہ نہیں آسکتے۔ بعض نے کہا کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کی سلطنت میں نہیں آسکتا یا اس کا مطلب ہے کہ سورج رات کو طلوع نہیں ہو سکتا اور نہ ہی چاند دن کو۔ جب دونوں جمع ہو جائیں گے یا ایک دوسرے کو پالے گا تو قیامت آجائے گا۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے کہ ایک آسمان میں دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ ”وَالْيَلُ سَابِقُ النَّهَارِ“ کا مطلب ہے کہ ایک رات دوسری رات کے ساتھ متصل نہیں ہو سکتی کہ ان دونوں کے درمیان فاصلہ نہ ہو۔ ”وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ“ کا معنی ہے جاری رہنا، تیرنا۔

① "و آية لهم انا حملنا ذريتهم" اہل مدینہ اور اہل شام اور یعقوب کے نزدیک "ذریاتہم" جمع کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرے قراء نے "ذریتہم" واحد پڑھا ہے جن کے نزدیک جمع ہے وہ تاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھتے ہیں اور جن کے نزدیک جمع نہیں وہ نصب کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ "ذریۃ" سے مراد آباء و اجداد ہیں۔ "ذریۃ" کا اطلاق جس طرح اولاد پر ہوتا ہے اسی طرح باپ دادا پر بھی ہوتا ہے۔ "فی الفلک المشحون" بھرا ہوا ہوتا۔ سفینہ سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہے اور یہ انہی کی نسل سے ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے اور وہ انہی کی اصلا ب (نسل) میں سے تھے۔

② "و خلقنا لهم من مثله ما یرکبون" اس سے مراد کشتی ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے بعد کشتیوں پر تجارت وغیرہ کے لیے سمندروں پر سفر کیا جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد وہ کشتیاں ہیں جو نہروں پر چلتی ہیں جیسے بڑی کشتیاں سمندروں پر چلتی ہیں۔ یہ قول قنادہ اور ضحاک رحمہما اللہ کا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا "وما خلقنا لهم من مثله ما یرکبون" اس سے مراد اونٹ ہیں خشکی میں اونٹ اس طرح چلتے ہیں گویا سمندر میں کشتیاں۔

وَانْ نَّشَأْنُفَرِّقَهُمْ فَلَا صَرِيخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَلُونَ ⑬ إِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ⑭ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ⑮ وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ⑯ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اطَّعِمُوا مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ اطَّعَمَهُ. إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ⑰ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ⑱ مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ⑲

اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں پھر نہ تو کوئی ان کا فریاد رس ہو اور نہ یہ خلاصی دیے جاویں مگر یہ ہماری ہی مہربانی ہے اور ان کو ایک وقت معین تک فائدہ دینا (منظور) ہے اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم لوگ اس عذاب سے ڈرو جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے (مرے) پیچھے ہے تاکہ تم پر رحمت کی جاوے تو وہ اصلاً پرواہ نہیں کرتے اور ان کے رب کی آیتوں میں سے کوئی آیت بھی ان کے پاس نہیں آتی جس سے وہ سرتابی نہ کرتے ہوں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو تو یہ کفار (ان) مسلمانوں سے یوں کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسے لوگوں کو کھانے کو دیں جن کو اگر خدا چاہے تو (بہتیرا کچھ) کھانے کو دے دے تم نری صریح غلطی میں (پڑے) ہو اور یہ لوگ (بطور انکار) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو یہ لوگ بس ایک سخت آواز کے منتظر ہیں جو ان کو آ پکڑے گی اور وہ سب باہم لڑ جھگڑ رہے ہوں گے۔

⑬ "و ان نشاء نغرقهم فلا صریخ" ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ "لہم ولاہم ینقلون" جو ان کو غرق

ہونے سے بچالے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کوئی بھی ان کو میرے عذاب سے نہ بچا سکے گا۔

44 "الا رحمة منا ومتاعا الی حین" ان کی مدت زندگی مکمل ہونے تک۔ یعنی ہماری رحمت سے جو ان پر کی اور ایک مقررہ مدت تک فائدہ اٹھانے کے لیے۔

45 "واذا قيل لهم اتقوا ما بين ايديكم وما خلفكم" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ "ما بین ایديکم" سے مراد آخرت ہے اور "ما خلفکم" سے مراد ہے دنیا یعنی آخرت کے لیے عمل کرو اور دنیا سے احتیاط کرو اور اس پر فریفتہ نہ ہو اور بعض نے کہا کہ "ما بین ایديکم" سے مراد ہیں وہ بربادی اور تباہی کے واقعات جو گزشتہ اُمتوں کو پیش آئے اور "ما خلفکم" سے مراد ہے آخرت کا عذاب۔ یہ قول قتادہ اور مقاتل رحمہما اللہ کا ہے۔ "لعلکم ترحمون" اس کا جواب محذوف ہے۔ تقدیری عبارت یوں ہوگی "اذا قيل لهم هذا اعرضوا عنه" یعنی ان سے جب یہ بات کہی جاتی ہے تو وہ منہ پھیر لیتے ہیں، پرواہ نہیں کرتے اس کی دلیل اگلی حدیث ہے۔

46 "وما تأتئهم من آية من آيات ربهم" یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر دلالت کرتی ہے۔ "الا كانوا معرضين"

47 "واذا قيل لهم انفقوا مما رزقكم الله" اللہ نے تمہیں عطا کیا ہے۔ "قال الذين كفروا للذين امنوا انطعم" اس سے مراد رزق ہے۔ "من لو يشاء الله اطعمه" مسلمانوں نے کفار مکہ سے کہا کہ مسکینوں پر خرچ کرو، جن کے متعلق تم گمان کرتے ہو کہ ان کے پاس تمہارے اموال میں سے ہیں جو اللہ کی طرف سے دیئے ہیں اور وہ اللہ کے لیے نہیں دیتے خواہ کھیتوں میں سے ہوں یا جانوروں میں سے۔ تو وہ کہنے لگے کہ کیا ہم ان کو رزق دیں جس کو اللہ چاہے کہ وہ اس کو رزق دے، یعنی اللہ نے باوجود قدرت رکھنے کے ان کو کھانا نہیں دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کی مشیت ہی نہیں ہے کہ ان کو کھانے کو دیا جائے۔ اس لیے اللہ کی مشیت کے موافق ہم بھی ان کو کچھ نہیں دیتے۔ اسی سے بخلاء استدلال کرتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ عطا نہ کرے اس کو ہم نہیں دیتے اور وہ یہ گمان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض مخلوقات میں سے کچھ کو مال دار بنایا ہے اور بعض کو فقیر، ان کی آزمائش کے لیے۔ دنیا میں فقیر کو مال اس وجہ سے نہیں دیا کہ (نعوذ باللہ) اللہ بخیل ہے اور غنی کو خرچ کرنے کا حکم اس وجہ سے نہیں دیا کہ اللہ کو اس کے مال کی حاجت ہے بلکہ غنی کا امتحان مقصود تھا اس کے مال کی کوئی حاجت نہیں تھی لیکن اس نے بطور آزمائش مال داروں کو حکم دیا ہے کہ وہ کچھ مال غریبوں کو دیں، اللہ کی مشیت کو بہانہ بنانا اور اس پر اعتراض کرنا درست نہیں بلکہ اس کی مخلوق میں یہ ایک حکمت ہے جس کی طرف کوئی رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ "ان انتم الا في ضلال مبين" یعنی کفار مؤمنین سے کہتے ہیں۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ یعنی تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کر کے غلطی پر ہو اور جس پر تم ہو اس کو ترک کر دو۔

(48) "ويقولون متى هذا الوعد" یعنی قیامت اور بعثت کا وقت کب ہوگا۔ "ان كنتم صادقين".....

49 "ما ينظرون" کہ وہ انتظار نہیں کر رہے۔

”الا صيحة واحدة“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک پہلی بار صور پھونکا جانا مراد ہے۔

”تأخذهم وهم يخصمون“ یعنی وہ دنیا کے امور میں جھگڑتے ہیں خواہ ان کا تعلق بیع و شراء سے متعلق ہو یا کسی اور چیز کے متعلق، وہ مجالس اور بازاروں میں بحث و مباحثہ کرتے تھے۔ حمزہ نے ”يخصمون“ خاء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے اور صاد بغیر تشدید کے، یعنی بعض، بعض کے ساتھ بحث و مباحثہ میں، جھگڑے میں غالب آتے تھے اور دوسرے قراء نے صاد کی تشدید کے ساتھ ”يخصمون“ پڑھا ہے۔ اصل میں ”يخصمون“ تھاتاء کو صاد میں مدغم کر دیا۔ پھر ابن کثیر، یعقوب وورش خاء کو فتحہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ تاء کی حرکت کو نقل کر کے ماقبل خاء کو دیتے ہیں اور ابو جعفر اس کو مجزوم پڑھتے ہیں اور بعض حضرات خاء کو فتحہ دیتے ہیں۔ ان میں سے ابو عمرو بھی ہیں اور باقی نے کسرہ پڑھا ہے۔

روایت کیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت ایسی حالت میں آجائے گی کہ دو آدمی باہم (بیع شراء) کپڑا پھیلائے ہوئے ہوں گے، خرید و فروخت میں مشغول ہوں گے، نہ عقد کو ختم کر چکے ہوں گے اور نہ کپڑے کو پیٹ چکے ہوں گے کہ قیامت آجائے گی اور ایک شخص نے کھانے کے لیے نوالہ اٹھایا ہوگا کہ اس کو کھا نہیں سکے گا کہ قیامت آجائے گی۔

فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿٥٠﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ

رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ﴿٥١﴾ قَالُوا يَوْمَئِذٍ لَّ مَا بَعَثْنَا مِن مَّرْقَدِنَا سَاءَ هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ

الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٢﴾ إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿٥٣﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظَلَّمُ

نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٥٤﴾ إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغْلٍ فَاكِهِونَ ﴿٥٥﴾

سونا تو وصیت کرنے کی فرصت ہوگی اور نہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جا سکیں گے اور (پھر دوبارہ صور) پھونکا جاوے گا سو وہ سب یکا یک قبروں سے (نکل نکل) اپنے رب کی طرف جلدی جلدی چلنے لگیں گے کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی ہم کو قبروں سے کس نے اٹھا دیا یہ وہی (قیامت) ہے جس کا رحمن نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبر سچ کہتے تھے وہ بس ایک زور کی آواز ہوگی جس سے یکا یک سب جمع ہو کر ہمارے پاس حاضر کر دیئے جاویں گے پھر اس دن کسی شخص پر ذرا ظلم نہ ہوگا اور تم کو بس انہیں کاموں کا بدلہ ملے گا جو تم کیا کرتے تھے اہل جنت بے شک اس روز اپنے مشغلوں میں خوش دل ہوں گے۔

تفسیر ﴿٥٠﴾ ”فلا يستطيعون توعية“ وہ وصیت کرنے پر بھی قادر نہیں ہوں گے۔ مقاتل کا قول ہے کہ وصیت کرنے سے

جلدی کریں کہ موت نہ پہنچ جائے۔ ”ولا الى اهلهم يرجعون“ کہ وہ قیامت اتنی جلدی آجائے گی کہ کسی چیز کی مہلت نہیں ملے گی۔

﴿٥١﴾ ”ونفخ في الصور“ اس سے مراد نوحہ ثانیہ ہے۔ نوحہ اولیٰ اور نوحہ ثانیہ کے درمیان چالیس سال کا عرصہ ہوگا۔ ”فاذا هم

من الاجداث“ اس سے مراد قبروں سے اٹھنا ہے۔ اجداث جمع ہے جدث کی۔ ”الى ربهم ينسلون“ ان کو قبروں سے زندہ

کر کے اٹھایا جائے گا۔ اسی وجہ سے لڑکے کے لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتی ہے۔

52 "قالوا يا ويلنا من بعثنا من مرقدنا" ابی بن کعب و ابن عباس اور قتادہ کا قول ہے کہ کافروں کا یہ قول اس وجہ سے ہوگا کہ دونوں ٹخوں کی درمیانی مدت ان پر سے عذاب اٹھایا جائے گا اور وہ سو جائیں گے۔ دوسری مرتبہ جب نوحہ صور کے بعد ان کو اٹھایا جائے گا تو یہ کہیں گے اور قیامت کا معائنہ اپنی آنکھوں سے کر لیں گے، پھر وہ اپنے آپ کی ہلاکت کو پکاریں گے۔ بعض اہل معانی کا بیان ہے کہ جب کفار عذاب جہنم کا معائنہ کریں گے تو ان کو قبر کا عذاب خواب کی طرح محسوس ہوگا۔ اس وقت یہ کہیں گے کہ ہم کو خواب سے کس نے اٹھایا۔ پھر ان کو کہا جائے گا۔

"هذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون" یہ اس وقت اقرار کریں گے جب ان کو اقرار سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوگا اور بعض نے کہا کہ فرشتے ان سے کہیں گے "هذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون" مجاہد کا قول ہے کہ جب کفار کہیں گے "من بعثنا من مرقدنا" تو اس وقت مؤمنین ان کو جواب دیں گے۔ "هذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون" 53 "ان كانت" ان بمعنی ما كانت کے ہے۔ "الا صيحة واحدة" اس سے دوسرا نوحہ مراد ہے۔ "فاذا هم جميع لدينا محضرون"

54 "فاليوم لا تظلم نفس شيئا ولا تجزون الا ما كنتم تعملون"

55 "ان اصحاب الجنة اليوم في شغل" ابن کثیر نافع اور ابو عمرو نے "في شغل" غین کے سکون کے ساتھ اور دوسرے قراء نے غین کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اس میں دو لغتیں ہیں۔ یہ "سُحُتٌ اور سُحُتٌ" کی طرح ہے۔ "شُغْلٌ" کے معنی میں مفسرین کرام کا آپس میں اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے کہ وہ خوشی سے پھولے نہ سائیں گے یا دوشیزاؤں سے محبت مراد ہے۔

وکیج بن جراح کا قول ہے کہ اس سے سماع مراد ہے۔ کلبی کا بیان ہے کہ دوزخیوں کے اور ان کے احوال کی ان کو پرواہ نہیں ہوگی، وہ دوزخیوں کو بھی یاد نہیں کریں گے۔ حسن کا قول ہے کہ وہ جنت کی نعمتوں میں ایسے مشغول ہوں گے کہ دوزخیوں کے عذاب کا ان کو خیال بھی نہ ہوگا۔ ابن کیسان کا قول ہے کہ جنتی ایک دوسرے کی زیارت کریں گے اور بعض نے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مہمانی میں مشغول ہوں گے۔

"فاكهون" ابو جعفر نے اس کو "فكهون" پڑھا ہے۔ امام حفص رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ مطففین میں ان کی متابعت میں "فكهون" پڑھا ہے۔ اس میں دو لغتیں ہیں جیسے حاذ اور حذر میں دو لغتیں ہیں۔ یعنی وہ نعمتوں میں ہوں گے۔ مجاہد اور ضحاک رحمہما اللہ کا قول ہے کہ جن نعمتوں میں وہ ہوں گے اترانے کی حد تک خوش ہوں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ خوش ہوں گے۔

هُمُ وَاَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلِّ عَلَى الْاَرَائِكِ مُتَكِنُونَ 56 لَّهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَا يَدْعُونَ 57
 سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ 58 وَامْتَاذُوا الْيَوْمَ اِيَّهَا الْمُجْرِمُونَ 59 اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِي
 اٰدَمَ اَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ . اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ 60

وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے ان کے لئے وہاں ہر طرح کے میوے ہوں گے اور جو کچھ مانگیں گے ان کو ملے گا ان کو پروردگار مہربان کی طرف سے سلام فرمایا جاوے گا اور اے مجرمو آج (اہل ایمان سے) الگ ہو جاؤ اے اولاد آدم کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کر دی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

56 ”ہم وازواجہم“ ان کی بیویاں ”فی ظلال“ حمزہ اور کسائی نے طاء کے ضمہ اور بغیر الف کے پڑھا ہے، ”ظلال“ کی جمع ہے۔ دوسرے قراء نے ”ظلال“ پڑھا ہے۔ طاء کے کسرہ اور الف کے ساتھ اس صورت میں یہ ظل کی جمع ہے۔ ”علی الارائک“ ارائک اریکہ کی جمع ہے پردے دار مسہریاں۔ ثعلب کا قول ہے کہ اریکہ بغیر پردہ کے مسہری کو نہیں کہتے۔ ”متکون“ تکیوں والی مسہریوں والے۔

57 ”لہم فیہا فاکہۃ ولہم ما یدعون“ وہ تمنا اور اس کو چاہتے ہیں۔

58 ”سلام قولاً من رب رحیم“ یعنی اللہ تعالیٰ ان سے کلام فرمائے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اہل جنت اپنے عیش میں ہوں گے۔ اسی اثناء میں ایک نور ان پر جلوہ افروز ہوگا۔ اہل جنت سر اٹھا کر دیکھیں گے تو اوپر سے اللہ عزوجل جلوہ افروز نظر آئیں گے اور فرمائے گا اے اہل جنت! تم پر سلام ہو۔ یہی اس آیت میں ”سلم قولاً من رب رحیم“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اہل جنت اس کی طرف دیکھیں گے اور وہ اہل جنت کا نظارہ کرے گا۔ ایسی حالت میں جنت والے کسی اور چیز کی طرف گوشہ چشم سے بھی نہیں دیکھیں گے اس کی طرف دیکھتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ وہ خود اوٹ کرے گا لیکن اس کا نور و برکت ان کے گھروں میں باقی رہے گا۔ بعض نے کہا کہ ان کو ان کے گھروں میں سلامتی بھیجی جائے گی اور بعض نے کہا ہے کہ فرشتے ان کو رب کی طرف سے ملائکہ کے ساتھ سلام بھیجیں گے۔ مقاتل کا قول ہے کہ جنت کے ہر دروازے سے ملائکہ یہ کہتے ہوئے داخل ہوں گے۔ اے اہل جنت! تم پر تمہارے رب رحیم کی طرف سے سلامتی ہے دوامی سلامتی ہے۔

59 ”وامتازوا الیوم ایہا المجرمون“ مقاتل کا قول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صالحین سے الگ ہو جاؤ۔ اہل

العالیہ فرماتے ہیں کہ ان کو ممیز کر دیں گے اور سدی کا قول ہے وہ سب سے اعلیٰ ہو جائیں گے۔ زجاج کا قول ہے۔ آج و مؤمنین سے جدا ہو جائیں گے۔ ضحاک نے کہا ہر کافر کا دوزخ میں ایک گھر ہوگا جس میں وہ داخل ہو جائے گا اور داخلہ کے بعد

آگ کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گا، نہ اس کو دیکھ سکے گا اور نہ اس کو دیکھا جاسکے گا۔

60 "الم اعهد اليكم يا بنى آدم" کیا ہم نے آپ کو حکم نہیں دیا اے بنی آدم! "ان لا تعبدوا الشيطان" کہ تم اللہ کی نافرمانی کر کے شیطان کی اطاعت نہیں کرو گے۔ "انہ لکم عدو مبین" دشمنی میں واضح اور ظاہر ہے۔

وَأَنْ اعْبُدُونِي هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ 61 وَلَقَدْ أَضَلُّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا

تَعْقِلُونَ 62 هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ 63 إِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ 64

الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ 65

اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے اور وہ (شیطان) تم میں ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کر چکا ہے سو کیا تم نہیں سمجھتے یہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جایا کرتا تھا آج اپنے کفر کے بدلہ میں اس میں داخل ہو آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے جو کچھ یہ لوگ کیا کرتے تھے۔

61 "وان اعبدونی" میری اطاعت اور میری وحدانیت کو قبول کرو۔ "هذا صراط مستقیم"

62 "ولقد اضل منكم جبلا كثيرا" اہل مدینہ اور عاصم کے نزدیک جیم اور باء کے کسرہ کے ساتھ اور لام کی تشدید

کے ساتھ اور یعقوب نے "جبلا" پڑھا ہے۔ عامر اور ابو عمرو نے جیم کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے باء ساکنہ کے ساتھ اور دوسرے قراء جیم اور باء کے ضمہ کے ساتھ اور لام بغیر تشدید کے۔ یہ تمام لغات درست ہیں۔ اس کا معنی ہے مخلوق یا جماعت جن کو پوری سمجھ اور کامل دانش حاصل ہے۔ "افلّم تکلونوا تعقلون" کہ تمہارے پاس اُمم سابقہ شیاطین کی اطاعت کی بناء پر وہ ہلاک نہیں ہوئی اور ان کے لیے کہا گیا کہ وہ آگ کے کتنے ہی قریب ہو گئے۔

63 "هذه جهنم التي كنتم توعدون" دُنیا کے اندر جو تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

64 "اصلوها" داخل ہو جاؤ۔ "اليوم بما كنتم تكفرون"

الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ كِتَابٌ

65 "اليوم نختم على افواههم وتكلمنا ايديهم وتشهد ارجلهم بما كانوا يكسبون" جب کفار اپنے کفر اور رسولوں کی تکذیب کے بارے میں منکر ہو جائیں گے۔ اس قول سے "ما كنا مشركين" تو ان کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی۔ اس پر ان کے اعضاء و جوارح بولیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، لوگوں نے سوال کیا اے اللہ کے رسول! کیا ہم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھیں گے؟ فرمایا کہ کیا تم ظہر کے وقت سورج کو دیکھتے ہو، جب کوئی بادل وغیرہ نہ ہوں تو تم کو سورج دیکھنے میں کوئی رکاوٹ آتی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، نہیں، فرمایا چودھویں رات کو

جب کوئی بادل نہ ہو۔ وہ کہنے لگے نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تم کو اپنے رب کے دیکھنے پر بھی کوئی رُکاوٹ نہیں ہوگی مگر اتنی جتنی سورج اور چاند کو دیکھنے میں ہوتی ہے۔ پھر اللہ بندے سے فرمائے گا اے فلاں شخص! کیا میں نے تجھے عزت نہیں دی تھی؟ کیا تجھے سردار نہیں بنایا تھا؟ کیا تجھے تیرا جوڑا نہیں دیا تھا؟ کیا گھوڑوں اور اونٹوں کو تیرا فرمانبردار نہیں بنایا تھا؟ کیا تجھے سیادت نہیں دی تھی؟ کیا تجھے مال غنیمت کا چوتھائی کا مستحق نہیں بنایا تھا؟ بندہ عرض کرے گا کیوں نہیں اے میرے رب! اللہ فرمائے گا کیا تیرا یہ گمان تھا کہ مجھ سے آکر ملے گا؟ بندہ عرض کرے گا نہیں، اللہ فرمائے گا جس طرح تو مجھے بھولا رہا اسی طرح میں بھی تجھے آج بھول جاؤں گا۔

پھر دوسرے بندے سے ملاقات فرمائیں گے اور اس سے بھی یہی کہیں گے (وہ یہی جواب دے گا) کہ کیا میں نے تجھے عزت نہیں دی تھی، کیا تجھے سردار نہیں بنایا تھا، کیا تجھے تیرا جوڑا نہیں دیا تھا؟ کیا گھوڑوں اور اونٹوں کو تیرے حکم کا تابع نہیں بنایا تھا؟ کیا تجھے سرداری نہیں دی تھی؟ ان کے علاوہ سفیان وغیرہ نے ترأس اور ترلع ذکر کیا ہے دونوں جگہوں پر۔ وہ کہے گا کیوں نہیں، اس سے کہا جائے گا کہ کیا تو گمان کرتا تھا کہ تو مجھ سے آکر ملے گا؟ تو وہ کہے گا نہیں۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ جس طرح تو مجھے بھولا رہا، آج میں بھی تجھے بھلا دوں گا۔

پھر تیسرے شخص سے ملاقات کرے گا۔ اس کو اسی طرح کہے گا۔ وہ عرض کرے گا میں تجھ پر تیری کتاب پر اور تیرے رسول پر ایمان لایا تھا اور نمازیں پڑھی تھیں، روزے رکھے تھے، زکوٰۃ دی تھی، غرض جس قدر کر سکے گا کرے گا، اس سے کہا جائے گا کیا ہم تیرے خلاف گواہ کھڑا کر دیں؟ وہ شخص اپنے دل میں سوچے گا کہ میرے خلاف کس کو گواہ بنایا جائے گا؟ پھر اللہ تعالیٰ اس کے منہ پر مہر لگا دے گا اور اس کی ران سے فرمائے گا تو بات کر۔ حسب الحکم اس کی ران، گوشت اور ہڈی اس کے اعمال جو کچھ ہوں گے بتائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ شخص منافق ہوگا جو اپنی طرف سے عذر پیش کرے گا اور اسی پر اللہ کا غضب ہوگا۔ بہز بن حکیم بن معاویہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن تم اس حالت میں آؤ گے کہ تمہارے منہ پر کپڑا بندھا ہوا ہوگا اور سب سے پہلے آدمی کی ران اور ہتھیلی بات کرے گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں کس وجہ سے مسکرا رہا ہوں؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا، مجھے اس بات پر مسکراہٹ آئی کہ ایک بندہ اپنے رب سے کہے گا، اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم کرنے سے پناہ نہیں دے رکھی ہے؟ اللہ فرمائے گا کیوں نہیں۔ بندہ عرض کرے گا تو میں اپنے خلاف کسی کی شہادت نہیں مانوں گا، سوائے اس گواہ کے جو میرے ہی بدن کا حصہ ہو۔ اللہ فرمائے گا، آج تیرا نفس اور کراما کا تبین تیرے خلاف شہادت دینے کے لیے کافی ہیں۔ پھر اللہ اس کے منہ پر مہر لگا دے گا اور اعضاء کو حکم دے گا، تم بولو حسب الحکم اعضاء بندہ کے اعمال کے متعلق بولیں گے، اس کے بعد بندے کو گویائی کی اجازت دے دی جائے گی اور وہ اپنے اعضاء سے کہے گا تم مر جاؤ، مٹ جاؤ، تمہاری طرف سے ہی تو میں دفاع کر رہا تھا۔

وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنَّى يُبْصِرُونَ ﴿٦٦﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ. أَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٨﴾ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ. إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ ﴿٦٩﴾ لِيُنذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٧٠﴾

﴿توجیہ﴾ اور اگر ہم چاہتے تو (دنیا ہی میں) ان کی آنکھوں کو ملیا میٹ کر دیتے پھر یہ رستہ کی طرف دوڑتے پھرتے سو ان کو کہاں نظر آتا اور اگر ہم چاہتے تو ان کی صورتیں بدل ڈالتے اس حالت سے کہ یہ جہاں ہیں وہیں رہ جاتے جس سے یہ لوگ نہ آگے چل سکتے اور نہ پیچھے کی طرف لوٹ سکتے اور ہم جس کی عمر زیادہ کر دیتے ہیں تو اس کو طبعی حالت میں الٹا کر دیتے ہیں سو کیا وہ نہیں سمجھتے اور ہم نے آپ کو شاعری کا علم نہیں دیا اور وہ آپ کے لئے شایان بھی نہیں وہ تو محض نصیحت (کا مضمون) اور ایک آسمانی کتاب سے جو احکام کی ظاہر کرنے والی ہے تاکہ ایسے شخص کو ڈراوے جو زندہ ہے اور تاکہ کافروں پر (عذاب کی) حجت ثابت ہو جاوے۔

﴿تفسیر﴾ ﴿٦٦﴾ ”ولو نشاء لطمسنا علی اعینہم“ یعنی ان ظاہری آنکھوں کو ایسا مٹا دیتے نہ پیوٹہ کا نشان رہتا نہ آنکھوں کا، شگاف طمس کا یہی معنی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ”ولو شاء اللہ لذهب بسمعہم و ابصارہم“ وہ کہتے ہیں کہ جیسے ان کے دلوں کو اندھا کیا گیا۔ اسی طرح ان کی ظاہری بصارت کو اندھا کر دیں گے۔ ”فاستبقوا الصراط“ چلے اسی راستے پر ”فانی یبصرون“ وہ کیسے دیکھ سکتے ہیں جبکہ ان کو آنکھوں سے اندھا کیا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ چاہتا تو ان کو ہدایت سے گمراہی کی طرف کر دیتے۔ یعنی اگر ہم چاہتے تو ان کی گمراہی کی آنکھوں کو نکال باہر کر دیتے اور گمراہی کی طرف سے ان کو نابینا کر دیتے اور ضلالت سے ہدایت کی طرف ان کی نگاہوں کو پھیر دیتے۔ یہ قول حسن اور سدی رحمہما اللہ کے نزدیک ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ، مقاتل اور عطاء کا قول ہے کہ ان کے نزدیک اعین سے مراد ہیں گمراہی کی آنکھیں اور طمس اعین سے مراد ہے ان آنکھوں کا نکال دینا اور گمراہی کی آنکھوں کو ہدایت کی طرف پھیر دینا۔ ”فانی یبصرون“

﴿٦٧﴾ ”ولو نشاء لمسحناہم علی مکانتہم“ اگر ہم چاہتے تو ان کے گھروں کے اندر ہی ان کو سوروں اور بندروں کی شکل پر کر دیتے۔ بعض نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ہم ان کو بے جان پتھر کر دیتے کہ گھروں کے اندر پڑے رہتے جن میں کوئی روح نہیں۔ ”فما استطاعوا مضیا ولا یرجعون“ نہ تو وہ واپس لوٹنے پر قادر ہوتے اور نہ رجوع کرنے کے۔

﴿٦٨﴾ ”ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق“ عاصم اور حمزہ نے اس کو تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے پہلے نون کے فتح کے ساتھ اور کاف کے ضمہ کے ساتھ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی ہم ان کو بڑھا پے کی طرف لوٹائیں گے ان کو تشبیہ دی ہے بچے کے ساتھ اور بعض نے کہا کہ ان کے اعضاء کو کمزور کر دیتے ہیں ان کے اعضاء کو مضبوط کرنے کے بعد اور ان کو زیادتی

سے نقصان کی طرف کر دیتے ہیں۔ ”افلا يعقلون“ یعنی ان کو اتنا جاننا اور سمجھنا چاہیے کہ خدا اتنے عظیم الشان تغیر پر قادر ہے۔ جب انسان کے احوال کو پھیرنے پر قادر ہے تو بعث بعد الموت پر بھی قادر ہے۔

69 ”وما علمناه الشعر وما ينبغي لها“ کفار مکہ کہتے تھے کہ نعوذ باللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شاعر ہیں اور کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کلام بناتے ہیں وہ شعر ہیں۔ اللہ نے ان کی تکذیب پر یہ آیت نازل کی۔

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ كِتَابًا

”وما علمناه الشعر وما ينبغي له“ وہ قرآن نہ تو مقفی ہے اور نہ ہی موزوں ہے۔ یہاں تک کہ شعر کی مثال خود ان کی زبان پر بغیر تکلف کے جاری ہو جاتا ہے۔

حسن کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر بطور مثل پڑھا۔ ”کفی بالاسلام والشيب للمرء ناهياً“ اسلام اور بالوں کی سفیدی آدمی کو گناہوں سے روکنے کیلئے کافی ہے۔

حضرت ابو بکر نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! شاعر نے تو اس طرح کہا ہے ”کفی الشيب والاسلام للمرء ناهياً“ حضرت ابو بکر عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”وما علمناه الشعر وما ينبغي له“ مقدم بن شرح کے والد کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطور مثل کبھی کوئی شعر پڑھتے تھے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے جواب دیا، ہاں۔ عبد اللہ بن رواحہ کا شعر اس طرح بطور مثل پڑھا کرتے تھے:

”ويأتيك الاخبار من لم تزودي“ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر پڑھا:

”ويأتيك من تزود بالاخبار“ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کبھی کبھار آپ اس طرح فرمایا کرتے تھے ”ويأتيك بالاخبار من لم تزود“ اور عمر نے قنادہ سے روایت کیا ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی شخص نے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی شعر بطور مثل پڑھتے تھے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا شعر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر کلام سے زیادہ نفرت تھی، آپ کوئی شعر بطور مثل نہیں کہتے مگر قیس بن طرف کے شاعر کا یہ شعر بطور مثل پڑھتے تھے۔

ستبدى لك الايام ما كنت جاهلاً ويأتيك بالاخبار من لم تزودي

لیکن اس شعر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح پڑھتے تھے ”ويأتيك من لم تزود بالاخبار“ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ شعر اس طرح نہیں ہے، فرمایا میں شاعر نہیں ہوں اور نہ شاعری میرے لیے مناسب ہے۔ ”ان هو“ جو کچھ اس قرآن میں ہے ”الذکر“ نصیحت ہے۔ ”وقرآن مبین“ اس میں فرائض حدود اور احکام مراد ہیں۔

70 ”لينذر“ قراء اہل مدینہ اور شام اور یعقوب نے اس کو ”لتنذر“ پڑھا ہے۔ اسی طرح سورۃ احقاف میں بھی پڑھا ہے اور ابن کثیر نے سورۃ احقاف میں ان کی متابعت کی ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ڈراؤ ان کو اور

دوسرے قراء نے "لتندر" پڑھا ہے چاہیے کہ وہ قرآن کو دیکھیں۔ "من كان حياً" یعنی مؤمن دل کے اعتبار سے زندہ ہے اور کافر کی مثال مردے جیسی ہے کیونکہ وہ غور و فکر نہیں کرتا۔ "ويحق القول" القول سے مراد کلمہ عذاب ہے۔ "على الكافرين"

أَوْلَم يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ﴿٧١﴾ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ﴿٧٢﴾ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبٌ. أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾ وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهَةً لَعَلَّهُمْ يُنصَرُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحَضَّرُونَ ﴿٧٥﴾ فَلَا يَخْزِنَكَ قَوْلُهُمْ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٦﴾ أَوْلَم يَرَ الْإِنْسَانَ إِذَا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ﴿٧٧﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿٧٨﴾

﴿٧١﴾ کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کیا کہ ہم نے ان کے (نفع کے لئے) اپنے ہاتھ کی ساختہ چیزوں میں سے مواشی پیدا کئے پھر یہ لوگ ان کے مالک بن رہے اور ہم نے ان مواشی کو ان کا تابع بنا دیا سو ان میں بعض تو ان کی سواریاں ہیں اور بعض کو وہ کھاتے ہیں اور ان میں ان لوگوں کے لئے اور بھی نفع ہے اور پینے کی چیزیں بھی ہیں (یعنی دودھ) سو کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے اور انہوں نے خدا کے سوا اور معبود قرار دے رکھے ہیں اس امید پر کہ ان کو مدد ملے (لیکن) وہ ان کی کچھ مدد کر ہی نہیں سکتے اور وہ ان لوگوں کے حق میں ایک فریق (مخالف) ہو جاویں گے جو حاضر کئے جاویں گے تو ان لوگوں کی باتیں آپ کے لئے آزر دگی کا باعث نہ ہونا چاہئے بیشک ہم سب جانتے ہیں جو کچھ وہ دل میں رکھتے ہیں اور جو کچھ یہ ظاہر کرتے ہیں کیا آدمی کو یہ معلوم نہیں کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا سو وہ علانیہ اعتراض کرنے لگا اور اس نے ہماری شان میں ایک عجیب مضمون بیان کیا اور اپنی اصل کو بھول گیا کہتا ہے کہ ہڈیوں کو (خصوصاً) جبکہ وہ بوسیدہ ہو گئی ہوں۔

﴿٧١﴾ "أَوْلَم يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا" ان کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا اور اس بنانے میں کوئی دوسرا ہمارا شریک نہیں۔ "أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ" وہ ان کو اپنے قبضے میں لے رہے ہیں اور ان پر تصرف کرتے ہیں اور اگر ہم ان جانوروں کو وحشی بنا لیتے اور بنی آدم سے دور بھاگتے تو ان کو کیسے اپنے قبضے میں لاتے بلکہ ان سب جانوروں کو ان کیلئے مسخر کر دیا۔ ﴿٧٢﴾ "وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ" ان جانوروں کو ان کے لئے مسخر کر دیا۔ "فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ" ان میں سے بعض تو وہ جانور ہیں جن پر سواری کرتے ہیں۔ مثلاً اونٹ وغیرہ۔ "وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ" ان کے گوشت کھاتے ہیں۔

﴿٧٣﴾ "وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ" ان کی کھالیں اور ان کے بال سے ان کی اون سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ "وَمَشَارِبٌ" اور ان کے دودھ پیتے ہیں۔ "أَفَلَا يَشْكُرُونَ" کیا وہ ان نعمتوں پر شکر ادا نہیں کرتے۔

﴿٧٤﴾ "وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهَةً لَعَلَّهُمْ يُنصَرُونَ" وہ تمہیں اللہ کے عذاب سے بچا سکیں اور ایسا کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔

﴿٧٥﴾ "لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ" ان کے بت ان کی مدد کرنے پر قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ ان کو عذاب سے بچا سکتے ہیں۔

”وہم لہم جند محضرون“ یعنی کفار اپنے معبودوں کے لیے فریق بنے ہوئے ہیں اور دنیا میں ان کی حفاظت کر رہے ہیں اور ہمیشہ ان کی نگرانی کے لیے تیار رہتے ہیں۔ باوجودیکہ وہ معبودان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے اور نہ کسی شر سے ان کو بچاتے ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ قیامت کے دن کافروں کے معبودوں کو طلب کیا جائے گا۔ ان کے ساتھ ان کے پرستاروں کو بھی لایا جائے گا۔ گویا وہ سب ایک فوج ہوں گے جن کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

76 ”فلا يحزنك قولهم“ کفار کے قول تکذیب سن لی۔ ”انا نعلم ما يسرون“ وہ اپنے دلوں میں جو آپ سے عداوت اور غلط عقائد چھپائے ہوئے ہیں، ان سے ہم واقف ہیں۔ ”وما يعلنون“ ہم ان کی باتوں کے پوجا کرنے کو جانتے ہیں یا ہم جانتے ہیں جو آپ کو زبانی کلامی اذیت دیتے ہیں۔

77 ”اولم يرالانسان انا خلقناه من نطفة فاذا هو خصيم“ واضح طور پر باطل پر جھگڑا کرنے لگ جاتا ہے۔ ”مبین“ جھگڑے کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتا۔ وہ اس بات کو جانتا بھی ہے کہ اس کو ایک بے جان نطفے سے پیدا کیا گیا پھر بھی وہ جھگڑتا ہے تو کیوں وہ اپنی ابتداء تخلیق پر غور و فکر نہیں کرتا تا کہ اس جھگڑے کو چھوڑ دے۔

اس آیت کا نزول ابی بن خلف جمحی کے حق میں ہوا۔ یہی ایک بوسیدہ کہنہ ہڈی لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور انکار بعث و حشر کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا کر رہا تھا اس نے کہا تھا کہ اس ہڈی کے بوسیدہ ہو جانے کے بعد اس کو کون زندہ کرے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تجھے زندہ کر کے اٹھائے گا اور جہنم میں داخل کر دے گا۔ اس پر ان آیات کا نزول ہوا۔

78 ”وضرب لنا مثلاً و نسی خلقه“ جس امر کو ہم پیدا کر چکے، پھر فرمایا ”قال من يحي العظام وهي رميم“ فرسودہ ہڈیاں ان کو ریمہ سے منسوب نہیں کیا اس لیے کہ یہ فاعل سے معدول ہو کر آئے ہیں جو بھی کسی چیز کے وزن وغیرہ سے معدول ہو کر آئے تو اس کا حکم بھی وہی ہوتا ہے جو اصل کا ہوتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ”وما كانت امك بغياً“ یہاں ”بغياًھا“ ہونا چاہیے تھا، ہا ضمیر کو حذف کر دیا کیوں کہ یہ ”باغیة“ سے معدول ہو کر آیا ہے۔

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ. وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ 79 الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقِدُونَ 80 أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَدِيرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ 81 إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ 82 فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ 83

تجلیہ کون زندہ کرے گا آپ جو اب دے دیجئے کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے اول بار میں ان کو پیدا کیا ہے اور وہ سب طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے وہ ایسا قادر ہے کہ بعض ہرے درخت سے تمہارے لئے آگ پیدا کر دیتا ہے

پھر تم اس سے اور آگ سلگالیتے ہو اور جس نے آسمان اور زمین پیدا کیے کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے آدمیوں کو دوبارہ پیدا کر دے ضرور قادر ہے اور وہ بڑا پیدا کرنے والا خوب جاننے والا ہے جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس اس کا تو یہ معمول ہے کہ اس چیز کو کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے تو اس کی پاک ذات ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

﴿۷۹﴾ "قل یحییہا الذی أنشأہا" ان کو پیدا کیا۔ "اول مرۃ وهو بكل خلق علیم"

﴿۸۰﴾ "الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ دو قسم کے درخت ہیں ایک کو مرخ کہا جاتا ہے اور دوسرے کو عفار، دونوں درختوں کی مسواک کی دوہری شاخیں اتنی ہری کہ ان سے پانی ٹپکتا ہو، کاٹ لی جائیں۔ پھر مرخ کو عفار سے رگڑا جائے تو ان سے آگ نکلتی ہے اللہ عزوجل کے حکم سے۔ عرب کہتے ہیں کہ ہر درخت میں آگ ہے اور مرخ، عفار میں گھس جاتی ہے۔ حکماء کا قول ہے کہ ہر درخت میں آگ ہے سوائے عناب کے۔ "فاذا انتم منه توقدون" اس سے تم آگ سلگاتے ہو اور تمہیں اس بات میں شک نہیں رہتا کہ ہرے درخت سے آگ نکلتی ہے۔ پھر وہ تو اپنی عظیم قدرت والی ذات ہے جو انسان کو پیدا کرنے پر قادر ہے۔

﴿۸۱﴾ "اولیس الذی خلق السموت والارض بقادر" یعقوب نے بقدر کے ساتھ پڑھا ہے۔ "علی ان یخلق مثلہم بلی" کہہ دیجئے وہ اس سے بھی زیادہ قدرت والا ہے۔ "وهو الخلاق" ایک مخلوق کے بعد دوسری کو پیدا کرتا ہے۔ "العلیم" تمام مخلوقات کو جاننے والا ہے۔

﴿۸۲﴾ "انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون"

﴿۸۳﴾ "فسبحان الذی بیدہ ملکوت" اسی کی بادشاہت ہے۔ "کل شیء والیہ ترجعون" حضرت معقل بن یسار کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اپنے مُردوں پر یسین پڑھا کرو۔ یہی روایت محمد بن العلاء ابن المبارک سے ہے۔



سُورَةُ الصَّافَاتِ

یہ نکی سورت ہے اس میں ۱۸۲ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالصَّفَاتِ صَفًا ① فَالزَّجْرَاتِ زَجْرًا ② فَالتَّالِيَاتِ ذِكْرًا ③ اِنَّ الْهَكْمَ لَوَاحِدٌ ④ رَبُّ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ⑤ اِنَّا زَيْنًا السَّمَاۗءِ الدُّنْيَا بِزَيْنَةٍ ۙ الْكَوَاكِبِ ⑥

① قسم ہے ان فرشتوں کی جو صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں پھر ان فرشتوں کی جو بندش کرنے والے ہیں پھر ان فرشتوں کی جو ذکر کی تلاوت کرنے والے ہیں تمہارا معبود برحق ایک ہے وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اور پروردگار ہے طلوع کرنے کے مواقع کا ہم ہی نے رونق دی ہے اس طرف والے آسمان کو ایک عجیب آرائش یعنی ستاروں کے ساتھ۔

① "والصافات صفا" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حسن، قتادہ فرماتے ہیں کہ ملائکہ آسمان میں اس طرح صف بندی کرتے ہیں جیسے تم نماز میں صف بندی کرتے ہو۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح ملائکہ اپنے رب کے سامنے صف بستہ ہوتے ہیں کیا تم اس طرح صف بندی نہیں کرو گے۔ ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! ملائکہ کس طرح صف بستہ ہوتے ہیں؟ فرمایا صفوں کو پورا کرتے ہیں اور صف میں ڈٹ جاتے ہیں۔ بعض علماء کا قول ہے کہ ملائکہ فضاء میں اپنے پر پھیلائے رکھتے ہیں اور اس وقت تک رُکے رہتے ہیں کہ اللہ اپنی مشیت کے مطابق ان کو کسی کام پر مامور کرتا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک الصافات سے مراد پرندے ہیں۔ اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد "والطير صافات"

② "فالزجرات زجراً" یعنی بادلوں کو روکتے اور چلاتے ہیں۔ قتادہ کا قول ہے کہ الزجرات سے مراد قرآن ہے جو بری باتوں سے منع کرتا ہے اور اس کی مخالفت کرتا ہے۔

③ "فالتاليات ذكراً" اس سے مراد فرشتے ہیں جو اللہ عزوجل کا ذکر کرتے ہیں اور بعض علماء کا قول ہے کہ اس سے مراد قرآن پڑھنے والوں کی جماعت ہے۔ یہ سب قسموں کی قبیل سے ہیں جن پر اللہ نے قسمیں کھائی ہیں۔ ان سب کا جواب قسم آگے آیات میں مذکور ہے۔

④ "اِنَّ الْهٰكِمَ لَوٰ اٰحَدٌ" یہاں پر تفسیر ہے۔ اصل عبارت یوں ہے "وَرَبِّ الصّٰفٰتِ، وَالزّٰجِرٰتِ، وَالتّٰلِيٰتِ" یہ اس وجہ سے کہ کفار مکہ کیا کرتے تھے "اجعل الٰهة الّٰهًا وَاٰحَدًا، اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجَابٌ" کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمام معبودوں کو ایک معبود بنا دیا۔ یہ عجیب بات ہے۔ اللہ نے ان سب کی قسم کھائی۔

⑤ "رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبِّ الْمَشَارِقِ" سورج کے طلوع ہونے کی جگہ۔

وَرَبِّ الْمَشَارِقِ اور اس کی ہم مثل آیات کی تفسیر

اگر سوال کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا "رَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ" اور ایک جگہ ارشاد فرمایا "رَبِّ الْمَشْرِقِيْنَ وَرَبِّ الْمَغْرِبِيْنَ" ایک اور جگہ ارشاد فرمایا "رَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ" ان آیات کے درمیان کیا تطبیق ہے۔ اس کا جواب یہ دیا کہ "رَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ" سے مراد مشرق اور مغرب کی جہت ہے اور "رَبِّ الْمَشْرِقِيْنَ وَرَبِّ الْمَغْرِبِيْنَ" اس سے سردیوں کے دن طلوع ہونے اور گرمیوں کے طلوع ہونے کی جگہ اور "مَغْرِبِيْنَ" سے مراد گرمیوں اور سردیوں کے غروب ہونے کی جگہ اور "رَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ" سے مراد اللہ تعالیٰ نے سورج کے لیے تین سو ساٹھ جگہ طلوع ہونے کی بنائی ہے اور مغرب میں غروب ہونے کے لیے ۳۶۰ تین سو ساٹھ جگہیں بنائی ہیں۔ ان جگہوں میں سے روزانہ ایک جگہ سے طلوع ہوتا ہے اور ایک جگہ سے غروب ہوتا ہے جس جگہ سے وہ ایک مرتبہ طلوع ہوتا ہے اس سال وہاں دوبارہ طلوع نہیں ہوتا اور نہ ہی غروب ہونے کی جگہ دوبارہ غروب ہوتا ہے۔ یہی مشارق و مغارب ہیں اور بعض نے کہا کہ ہر وہ جگہ جس سے سورج طلوع ہوتا ہے وہ مشرق ہے اور ہر وہ جگہ جس سے سورج غروب ہوتا ہے اس کو مغرب کہا جاتا ہے۔ گویا اس سے تمام وہ جگہیں جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے اور جہاں سے غروب ہوتا ہے وہ سب جگہیں اللہ نے پیدا کی ہیں۔

⑥ "اَنَا زِيْنَةُ السَّمٰوٰتِ الدُّنْيَا زِيْنَةُ الْكَوٰكِبِ" عاصم کی قرأت بروایت ابی بکر "بزيْنَةُ" تنوین کے ساتھ پڑھا ہے۔ "الکواکب" منصوب ہے۔ ہم نے ستاروں کو مزین کیا حمزہ اور حفص نے "بزيْنَةُ" تنوین کے ساتھ اور "الکواکب" بدل ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ہم نے ستاروں کے ساتھ زینت بخشی اور دوسرے قراء کا قول ہے "بزيْنَةُ الْكَوٰكِبِ" بغیر تنوین کے اضافت کے ساتھ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ستاروں کی روشنی۔

وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ⑦ لَا يَسْمَعُوْنَ اِلٰى الْمَلٰٓئِئِطِ الْاَعْلٰى وَيُقَدِّفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ

⑧ دُخُوْرًا وَّلَهُمْ عَذٰبٌ وَّاصِبٌ ⑨ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاتَّبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ⑩

فَاسْتَفْتِيْهِمْ اَمْ اَشِدُّ خَلْقًا اَمْ مِّنْ خَلْقِنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّا زِبٍ ⑪

⑪ اور حفاظت بھی کی ہے ہر شریر شیطان سے وہ شیاطین عالم بالا کی طرف کان بھی نہیں لگا سکتے اور وہ ہر طرف سے مار کر دھکے دے دیئے جاتے ہیں اور ان کے لئے دائمی عذاب ہوگا مگر جو شیاطین کچھ خبر لے ہی بھاگے تو ایک

دبکتا ہوا شعلہ اس کے پیچھے لگ لیتا ہے تو آپ ان سے پوچھیے کہ یہ لوگ بناوٹ میں زیادہ سخت ہیں یا ہماری پیدا کی ہوئی یہ چیزیں کیونکہ ہم نے ان لوگوں کو چپکتی مٹی سے پیدا کیا ہے۔

7 ﴿وَحَفَظًا﴾ یعنی ہم نے ستاروں کو ان کی حفاظت کے لیے پیدا کیا۔ ”من کل شیطان مارد“ شیطان سرکش کی حفاظت کے لیے ہم ان پر ستارے پھینکتے ہیں۔

8 ﴿لَا يَسْمَعُونَ﴾ حمزہ، کسائی، حفص نے سین اور میم کی تشدید کے ساتھ ”يُسْمَعُونَ“ پڑھا ہے۔ عبارت یہی ہوئی ”ای لا یسمعون“ تاء کو سین کے ساتھ مدغم کیا اور دوسرے قراء نے سین کے سکون کے ساتھ اور میم کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ ”الی الملاء الاعلیٰ“ اس سے مراد فرشتے ہیں چونکہ یہ آسمان میں ہوتے ہیں۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ سننے کی طاقت نہیں رکھتے ملا اعلیٰ میں ”ویقذفون“ اور وہ پھینکتے ہیں ”من کل جانب“ یعنی آسمان دُنیا کے تمام اطراف سے دھکتے ہوئے شعلے ان پر مارے جاتے ہیں۔

9 ﴿دَحُورًا﴾ وہ فرشتوں کی جماعت سے بہت دور ہوتے ہیں۔ کہا جاتا ہے ”دحورہ دحورًا و دحورًا“ جب اس کو دھتکارا اور دور کیا جائے۔ ”ولہم عذاب و اصب“ اس کا معنی ہے ہمیشہ رہنے والا عذاب۔ مقاتل کا قول ہے کہ اس سے مراد دُنیاوی عذاب ہے جو فتحِ اولیٰ تک قائم رہے گا اور اس شعلے کی آگ میں جلتے رہیں گے۔

10 ﴿الامن خطف الخطفة﴾ مگر جو فرشتوں کے کلام میں سے کوئی کلمہ سن لیتا ہے اُچک لیتا ہے۔ ”فاتبعہ“ اس کے ملحق کر دیا جاتا ہے۔ ”شہاب ثاقب“ مضبوط ستارہ جو اس کے قتل میں خطا نہیں جاتا یا اس کو جلا دیتا ہے یا حواس باختہ کر دیتا ہے لیکن پھر بھی وہ چوری چھپے سننے کے لیے لوٹتے ہیں باوجود ان کو اس بات کے معلوم ہونے کے کہ وہ سلامتی کے ساتھ کچھ نہ سن پائیں گے اور اپنی مراد کو نہیں پہنچیں گے۔ عطاء کا قول ہے کہ جس ستارے کو شیطان پر مارا جائے اس کو ثاقب اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا نشان خطا نہیں جاتا۔

11 ﴿فاستفتہم﴾ آپ اہل مکہ سے پوچھیے ”اہم اشد خلقا ام من خلقنا“ اس سے مراد آسمان وزمین اور پہاڑ ہیں۔ یہ استفہام تقریری ہے یعنی یہ اشیاء زیادہ سخت ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ”لخلق السموات والارض اکبر من خلق الناس“ اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا

”ء انتم اشد خلقا ام السماء“ اور بعض نے کہا ”ام من خلقنا“

اس سے مراد گزشتہ امتیں ہیں۔ مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ گزشتہ اقوام مکہ والوں سے زیادہ قوی تھیں لیکن جرائم کی پاداشت میں ہم نے ان کو تباہ کر دیا۔ پھر یہ لوگ عذاب سے کس طرح محفوظ رہ سکتے ہیں۔ پھر انسان کی تخلیق کا ذکر کیا۔ ”انا خلقناہم من طین لازب“ چپکنے والی جو ہاتھ کے ساتھ چپک جائے۔ مجاہد اور ضحاک کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے سڑی ہوئی۔

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ۱۲ وَإِذَا ذُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ ۱۳ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ۱۴
وَقَالُوا إِن هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۱۵ إِذْ أَدَامْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ۱۶ إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۱۷ أَوْ
أَبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۱۸ قُلْ نَعَمْ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ ۱۹

﴿تفسیر﴾ بلکہ آپ تو تعجب کرتے ہیں اور یہ لوگ تمسخر کرتے ہیں اور جب ان کو سمجھایا جاتا ہے تو یہ نہیں سمجھتے اور جب یہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو (خود) اس کی ہنسی اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے (کیونکہ) بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا ہم (پھر) زندہ کئے جاویں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی۔ آپ کہہ دیجئے کہ ہاں (ضرور زندہ ہو گے) اور تم ذلیل بھی ہو گے۔

﴿تفسیر﴾ ۱۲ ”بل عجبت“ حمزہ، کسائی نے تاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور یہی قرأت ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تعجب آدمیوں کے تعجب کی طرح نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”فیسخرون منهم سخروا للہ منہم“ دوسری جگہ ارشاد فرمایا ”نسوا اللہ ففسیہم“ آدمیوں سے تعجب انکار اور تعظیم پر دلالت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف عجب کی نسبت کبھی کبھار انکار و مذمت کے معنی کے لیے مستعمل ہوتا ہے اور کبھی بمعنی استحسان اور رضا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔

جنید رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز پر تعجب نہیں کرتا لیکن اللہ پاک نے اپنے پیارے محبوب کے ساتھ موافقت کی ہے (یعنی جہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب کیا وہاں پر اللہ تعالیٰ نے بھی کیا) جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ”وان تعجب فعجب قولہم“ اور دوسرے قراء نے ”عجبت“ تاء کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کو اس بات پر تعجب ہے کہ یہ لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں۔ ”ویسخرون“ وہ آپ کے تعجب کا مذاق اڑاتے ہیں۔

قائدہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب تھا کہ نزول قرآن کے بعد بھی بنی آدم کس طرح گمراہ رہ سکتے ہیں اور یہ اس وجہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گمان تھا کہ جو بھی اس قرآن کو سنے گا وہ اس پر ایمان لے آئے گا لیکن مشرکین اس کو سن کر بھی ایمان نہیں لائے بلکہ مذاق اڑانے لگے اور اس پر ایمان نہیں لائے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب ہوا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ رب العزت نے فرمایا ”بل عجبت ویسخرون“

۱۳ ”وإذا ذکروا لا یذکرون“ جب ان کو قرآن کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتے۔
۱۴ ”وإذا رأوا آیة“ ابن عباس اور مقاتل کے نزدیک اس سے مراد انشقاق قمر ہے۔ ”یستسخرون“ وہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ ایک دوسرے کو مذاق اڑانے کیلئے بلاتا ہے۔

15 "وقالوا ان هذا الا سحر مبين" اس کا جادو ہونا کھلا ہوا ہے۔

16 "ء اذا متنا و كنا ترابا و عظاما ء انا لمبعوثون"

17 "او آباؤنا الاولون" ہمارے باپ دادا کتنے ہی پہلے مر چکے ہیں۔

18 قل نعم تم بھی ان کے ساتھ اٹھائے جاؤ گے۔ "وانتم داخرون" اور تم ذلیل ہو گے۔ خور کہتے ہیں سخت ترین ذلت و حقارت کو۔

فَانَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ 19 وَقَالُوا يَوْمَ الدِّينِ 20 هَذَا يَوْمٌ

الفصل الذي كنتم به تكذبون 21 احشروا الذين ظلموا وازواجهم وما كانوا يعبدون

22 من دون الله فاهدوهم الى صراط الجحيم 23 وقفوهم انهم مسئولون 24 مالكم

لا تناصرون 25 بل هم اليوم مستسلمون 26

پس قیامت تو بس ایک لاکار ہوگی (یعنی فتح ثانیہ) سوسب یا یک دیکھنے بھاگنے لگیں گے اور کہیں گے ہائے

ہماری کم بختی یہ تو وہی روز جزا (معلوم ہوتا) ہے (ارشاد ہوگا کہ ہاں یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے

جمع کر لو ظالموں کو اور ان کے ہم مشربوں کو اور ان معبودوں کو جن کی وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے پھر

ان سب کو دوزخ کا راستہ بتلاؤ اور (اچھا) ان کو (ذرا) ٹھہراؤ ان سے کچھ پوچھا جائے گا تو اب تم کو کیا ہوا ایک

دوسرے کی مدد نہیں کرتے بلکہ وہ سب کے سب اسی روز سراغ بندہ (کھڑے) ہوں گے۔

19 "فانما هي" یہ بعثت اور قیامت کا قصہ "زجرة" ایک سخت آواز "واحدة" اٹھنے والا فتح دوسری مرتبہ جب

مردے اٹھ کر میدان محشر کی طرف چل پڑیں گے "فاذا هم ينظرون" سب دیکھیں گے کہ وہ زندہ ہو کر لوٹ آئے۔

20 "وقالوا يا ويلنا هذا يوم الدين" اس سے حساب کا دن اور بدلہ کا دن مراد ہے۔

21 "هذا يوم الفصل" یہی فیصلہ کا دن ہوگا۔ بعض کا قول ہے کہ یہ فیصلے کا دن ہے نیکی کرنے والے اور برائی کرنے

والے کے درمیان۔ "الذي كنتم به تكذبون"

22 "احشروا الذين ظلموا" جن کے ساتھ یہ شرک کیا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ بھی ان کو جمع کر دیا کہ ان سے حساب

و کتاب لیا جائے۔ "وازواجهم" ان جیسے لوگوں کو ان کے چیلوں اور پیروی کرنے والوں کو۔ قتادہ اور کلبی رحمہما اللہ کا بیان ہے کہ

جو شخص جیسا عمل کرتا ہے اس کو اسی کے ساتھ جمع کرو (جن کے اعمال ان کے اعمال کی طرح ہوں گے) شراب خوروں کو شراب

خوروں کے ساتھ، زنا کرنے والوں کو زنا کرنے والوں کے ساتھ۔

ضحاک اور مقاتل کا بیان ہے۔ یعنی ان کے جوڑے شیاطین کو ان کے ساتھ جمع کرو، ہر کافر کو اس کے شیطان کے ساتھ

ایک زنجیر میں باندھ دو۔ حسن کا قول ہے کہ اس سے مراد شرک بیویاں ہیں۔ "وما كانوا يعبدون"

23 من دون اللہ“ دنیا میں اللہ کے سوا جن کو پوجا کرتے تھے اس سے مراد بت پرستی ہے۔ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس سے مراد ابلیس اور اس کا لشکر ہے اور اللہ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے۔ ”ان لا تعبدوا الشیطان“..... ”فاهدوہم الی صراط الجحیم“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، ان کو دوزخ کا راستہ بتاؤ۔ ابن کیسان کا بیان ہے کہ ان کو دوزخ کی طرف بڑھا دو۔ اسی طرح عرب والے پیچھے سے ہنکانے والے کو با دی کہتے ہیں۔

24 ”وقھوہم“ اور ان کو تم اپنے پاس روک رکھو۔ مفسرین نے کہا کہ جب کافروں کو دوزخ کی طرف ہنکا کر لے جایا جائے گا تو پل صراط کے پاس ان کو روک دینے کا حکم ہوگا اور اللہ فرمائے گا ان کو ہمیں روک دو۔ ”انہم مسئولون“ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کافروں سے ان کے تمام اقوال و افعال کے بارے میں باز پرس کی جائے گی اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کی باز پرس ہوگی۔ اور ایک حدیث میں آیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن کسی شخص کے قدم اپنی جگہ سے نہ ہل سکیں گے جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال نہ کیا جائے۔ 1 عمر کس کام میں گزاری 2 جسم کو کس کام میں لگا کر کمزور کیا۔ 3 علم کے بعد کیا عمل کیا۔ 4 مال کہاں سے کمایا اور کس جگہ خرچ کیا۔

”مالکم لاتناصرون“ تم کیوں ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ یہ ان کو توبیح کے طور پر کہا جائے گا کہ تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ ان سب سے جہنم کا داروغہ سوال کرے گا کہ تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ جیسے ان کو بدر کے دن کہا گیا ”نحن جمیع منتصر“

”ہل ہم الیوم مستسلمون“ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ وہ عاجز ہوں گے اور حسن نے اس کا ترجمہ کیا ہے یعنی تابع اور فرمانبردار ہوں گے۔ جیسے کہا جاتا ہے ”استسلم لشیء“ کسی چیز کا تابع دار ہو گیا، حکم کا تابع دار ہو گیا۔ اس کا معنی یہ ہوگا کہ آج کے دن ہم ذلیل و رسوا ہوئے اور ہم تمہاری پیروی کرتے ہیں جس کے بغیر ان کے لیے کوئی حیلہ نہیں تھا۔

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ 27 قَالُوا إِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ 28 قَالُوا بَلْ لَمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ 29 وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طَافِينَ 30 فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا إِنَّا لَذَائِقُونَ 31 فَأَعْوَيْنَكُمْ إِذَا كُنَّا غَوِينَ 32 فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ 33 إِنَّا كَذَلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ 34 إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ 35 وَيَقُولُونَ إِنَّا لَنَارِكُوا إِلَهَتَنَا لَشَاعِرٍ مَجْنُونٍ 36 بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ 37

36 اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر جواب سوال (یعنی اختلاف) کرنے لگیں گے (چنانچہ) تابعین کہیں گے کہ ہم پر تمہاری آمد بڑے زور کی ہو کر تھی متبوعین کہیں گے کہ نہیں بلکہ تم خود ہی ایمان نہیں لائے تھے اور ہمارا تم پر کوئی زور تو تھا ہی نہیں بلکہ تم خود ہی سرکشی کیا کرتے تھے۔ سو ہم سب ہی پر ہمارے رب کی یہ (ازلی) بات محقق ہو چکی

تھی کہ ہم سب کو مزہ چکھنا ہے تو ہم نے تم کو بہکایا ہم خود بھی گمراہ تھے وہ تو سب کے سب اس روز عذاب میں (بھی) شریک ہوں گے (اور) ہم ایسے مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں وہ لوگ ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں تو تکبر کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانہ کی وجہ سے چھوڑ دیں گے بلکہ یہ تو ایک سچا دین لے کر آئے ہیں اور دوسرے پیغمبروں کی تصدیق کرتے ہیں۔

﴿تفسیر﴾ 27 "واقبل بعضهم علی بعض" اس سے مراد سردار اور چیلے ہیں یا کافر اور ان کے ساتھی شیطان ہیں۔ "یتساء لون" باہم وہ ایک دوسرے سے جھگڑیں گے۔

﴿28﴾ "قالوا" وہ سردار اور چیلے کہیں گے۔ "انکم کنتم تاتوننا عن الیمین" اس سے مراد دین ہے جس سے انہوں نے گمراہی برتی کہ تم لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا اور ہم تمہیں دیکھتے تھے کہ تمہارا دین ہمیں گمراہی سے بچائے گا۔ ضحاک اور مجاہد رحمہما اللہ کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے راہِ حق سے ہٹا دینا۔ یمین یہاں عبارت ہے دین اور حق سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے بارے میں خبر دی "ثم لاتینہم من بین ایدیہم ومن خلفہم وعن ایمانہم وعن شمائلہم" جن کے پاس شیطان دائیں جانب سے آتا ہے وہ دین کے متعلق وسوسے ڈالتا ہے تو اس پر حق ملتہس ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ قریش کے بڑے سردار جھوٹی قسمیں اٹھاتے تھے کہ جن کی طرف یہ دعوت دیتے ہیں وہ حق ہے۔ اس صورت میں "تاتوننا عن الیمین" کا معنی ہوگا کہ وہ قسمیں اٹھاتے تھے اور انہی قسموں کے ذریعے اپنی باتوں کو پختہ کرتے تھے۔ بعض نے کہا کہ یمین سے مراد قوت اور جبر ہے۔ "لاخذنا منہ بالیمین" مفسرین نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔

﴿29﴾ "قالوا" اس سے مراد بڑے بڑے سردار ہیں جن کی اتباع کی جاتی ہے۔ "بل لم نکونوا مؤمنین" وہ کہیں گے کہ ہم تو خود حق پر نہیں تھے۔ لہذا تم نے اپنی مرضی سے گمراہی کو پسند کیا۔ یعنی تم پہلے سے کافر تھے نہ کہ ہماری دعوت دینے سے تم کافر ہوئے ہو۔ ﴿30﴾ "وما کان لنا علیکم من سلطان" اور ہمارے پاس اتنی قوت و قدرت نہیں تھی کہ ہم آپ کی متابعت اور پیروی کرتے۔ "بل کنتم قومًا طاغین" اس سے مراد گمراہی ہے۔

﴿31﴾ "فحق" پس واجب ہے۔ "علینا" ہم سب پر "قول ربنا" اپنے رب کا قول یعنی عذاب کی دھمکی اور وہ قول یہ ہے "لا ملئن جہنم من الجنة والناس اجمعین"..... "انا لذائقون" اس سے عذاب مراد ہے۔ گمراہ کرنے والے اور گمراہ ہونے والے سب جہنم میں جائیں گے۔

﴿32﴾ "فاغویناکم" ہم تمہیں ہدایت سے گمراہی کی طرف لے جا رہے ہیں اور ہم نے تم کو اس کی دعوت دی جس پر ہم خیر تھے۔ "انا کنا غاویین" گمراہ کرنے والے تھے۔

﴿33﴾ "فانہم یومئذ فی العذاب مشترکون" اس سے مراد سردار اور ان کے تابعدار لوگ ہیں۔

﴿34﴾ "انا کذلک نفعل بالمجرمین" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جنہوں نے اللہ کے لیے شریک بنا رکھے تھے۔

35 "انہم كانوا اذا قيل لهم لا اله الا الله يستكبرون" وہ کلمہ توحید سے تکبر کرتے اور اسی سے لوگوں کو روکتے تھے۔

36 "ويقولون ائنا لتاركو آلہتنا لشاعر مجنون" اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

37 "بل جاء" وہ محمد سچا دین لائے تھے۔ "بالحق وصدق المرسلین" یہ وہ دین لائے جو پہلے انبیاء علیہم السلام لائے۔ ان کا دعویٰ دوسرے انبیاء کے دعوؤں کے موافق تھا۔

انکم لذائقوا العذاب الالیم 38 وما تجزون الا ما كنتم تعملون 39 الا عباد الله

المخلصین 40 اولئک لهم رزق معلوم 41 فواکھ وہم مکرمون 42 فی جنت النعیم 43

علی سرر متقابلین 44 یطاف علیہم بکاس من معین 45 بیضاء لذة للشاربین 46 لا فیہا

غول ولا هم عنها ینزفون 47 وعندهم قصرات الطرف عین 48 کانهن بیض مکنون 49

تفسیر: تم سب کو عذاب چکھنا پڑے گا اور تم سب کو اسی کا بدلہ ملے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ ہاں مگر جو اللہ کے خاص کئے ہوئے بندے ہیں ان کے واسطے ایسی غذائیں ہیں جن کا حال (دوسری صورتوں میں) معلوم ہو چکا ہے یعنی میوے اور وہ لوگ بڑی عزت سے آرام کے باغوں میں تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے پاس ایسا جام لایا جاوے گا جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جاوے گا سفید ہوگی پینے والوں کو لذیذ معلوم ہوگی اور نہ اس میں دوسرہ ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آوے گا اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی بڑی بڑی آنکھوں والی (حوریں) ہوں گی گویا وہ بیٹھے ہیں جو چھپے ہوئے رکھے ہیں۔

تفسیر 38 "انکم لذائقوا العذاب الالیم".....

39 "وما تجزون الا ما كنتم تعملون" دنیا میں شرک سے.....

40 "الا عباد الله المخلصین" اس سے مراد موحّدین ہیں۔

41 "اولئک لهم رزق معلوم" اس سے صبح و شام ہے۔ "ولهم رزقهم فیہا بکرة و عشا".....

42 "فواکھ" فاکھ کی جمع ہے۔ وہ پھل ہے جس کا مقصد محض لذت اندوزی ہو، غذا یا بی نہ ہو اس سے تر اور خشک میوہ

جات سب شامل ہیں۔ "وہم مکرمون" اللہ تعالیٰ کے ثواب کا۔

(43 . 44) "فی جنت النعیم، علی سرر متقابلین" وہ ایک دوسرے کی پیٹھے پیچھے نہ ہوں گے۔

45 "یطاف علیہم بکاس" اس سے مراد شراب ہے نہ کہ پیالہ کیونکہ پیالہ کو کوئی نہیں پیتا۔ "من معین" شراب نہروں

کی صورت میں جاری ہوگا اور وہ سب کو دکھائی دے گا۔

46 "بیضاء" حسن کا قول ہے کہ جنت کی شراب دودھ سے زیادہ سفید ہوگی۔ "لذة" اور وہ بہت لذیذ ہوگا۔

"للشاربین" پینے والوں کے لیے ان کے پیٹ کے لیے۔

۴۷ (لافیہا غول) امام شعیبی فرماتے ہیں کہ اس کے پینے سے ان کی عقل پر پردہ نہیں پڑے گا۔ کلبی کا قول ہے کہ جنت کی شراب پی کر کوئی گناہ نہیں کر سکے گا۔ قتادہ نے اس کا معنی کیا ہے کہ اس کو پیٹ کی بیماری نہیں لگے گی۔ حسن کا قول ہے کہ اس سے مراد کہ سر میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی۔

اہل معانی نے قول کا ترجمہ کیا ہے جو پوشیدہ بیماری کا لگ جانا ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے ”اغتالہ اغتیا لا“ جس کے کام میں خفیہ طور پر فساد برپا کیا جائے اور دنیا کے شراب میں مختلف قسم کی انواع میں فساد ہوتا ہے۔ ان میں سے نشہ، عقل کا زائل ہو جانا، بطن کا جاری ہونا، قے کا آنا، بار بار پیشاب کا آنا، جب کہ جنت کی شراب سے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

”ولاہم عنہا ینزفون“ حمزہ اور کسائی نے ”ینزفون“ زاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اور سورۃ واقعہ میں عاصم نے ان کی متابعت کی ہے اور دوسرے قراء نے زاء کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔ جن کے نزدیک زاء کے فتح کے ساتھ ہے۔ ان کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ نہ تو وہ شراب ان کی عقلوں کو زائل کرے گی اور نہ ہی ان کو اس سے نشہ آئے گا۔ زلف الرجل کہا جاتا ہے جس کی عقل پر پردہ پڑ جائے اور زلیف کہا جاتا ہے جب اس کو نشہ آ جائے اور جن حضرات کے نزدیک زاء کے کسرہ کے ساتھ ہے، ان کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ ان کا پینا ان کی عقل کو زائل نہیں کرے گا۔ جیسے انزف الرجل اس شخص کی عقل ختم ہوگی یا شراب ختم ہوگی جب کہ وہ شراب کو پی لے۔

۴۸ ”وعندہم قاصرات الطرف“ یعنی ان حوروں کی نظریں صرف اپنے شوہروں پر مقصور ہوں گی وہ کسی اور کی طرف نہیں دیکھیں گی۔ وہ اپنی آنکھوں کو محبوس کرنے والی ہوں گی جیسے چھپے ہوئے انڈے ہیں۔ ”عین“ وہ حسین آنکھوں والیاں ہوں گی، مرد کے لیے عین اور لڑکی کے لیے عیناء بولا جاتا ہے اور عورت کے لیے ”عین“ بولا جاتا ہے۔

۴۹ ”کانھن بیض“ بیضہ کی جمع ہے۔ ”مکنون“ چھپایا ہوا، مکنون اور بیض کو جمع لائے ہیں کیونکہ وہ لفظ کی طرف لوٹا رہے ہیں۔ حسن کا قول ہے ان کو شتر مرغ کے ساتھ تشبیہ دی کیونکہ شتر مرغ بھی اپنے انڈوں کو اپنے پروں میں چھپا لیتا ہے، ہوا کے بچاؤ سے اور گردوغبار سے، اسی وجہ سے وہ انتہائی سفید ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ سب رنگوں میں خوبصورت رنگ سفید ہوتا ہے اور جس عورت کا رنگ سفید ہو وہ بہت خوبصورت ہوتی ہے۔ ”بیضاء“ ان کے پینے کے پیالے سفید ہوتے ہیں اور عرب کے نزدیک سفیدی کو شتر مرغ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔

فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝۵۰ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ۝۵۱ يَقُولُ إِنَّكَ

لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ ۝۵۲ إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ۖ إِنَّا لَمَدِينُونَ ۝۵۳ قَالَ هَلْ أَنْتُمْ مُطَّلِعُونَ ۝۵۴

فَاطَّلَعَ فَرَأَاهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ ۝۵۵ قَالَ تَاللَّهِ إِنْ كِدَتْ لَتُرْدِينَ ۝۵۶ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنْتُ مِنَ

الْمُحْضَرِينَ ۝۵۷ أَفَمَا نَحْنُ بِمَبْتَلِينَ ۝۵۸ إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُعَدَّبِينَ ۝۵۹ إِنَّ هَذَا لَهُوَ

الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝۶۰ لِمِثْلِ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ ۝۶۱ أَذَلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزُّقُومِ ۝۶۲

پھر ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ (دنیا میں) میرا ایک ملاقاتی تھا وہ کہا کرتا تھا کہ کیا تو بعثت کے معتقدین میں سے ہے کیا جب ہم مر جاویں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاویں گے تو کیا ہم جزا سزا دیئے جاویں گے ارشاد ہوگا کہ کیا تم جھانک کر (اس کو) دیکھنا چاہتے ہو سو وہ شخص جھانکے گا تو اس کو وسط جہنم میں دیکھے گا کہ خدا کی قسم تو تو مجھ کو تباہ ہی کرنے کو تھا اور اگر میرے رب کا مجھ پر فضل نہ ہوتا تو میں بھی ماخوذ لوگوں میں ہوتا کیا تم بجز پہلی بار کے مر چکنے کے اب نہیں مرے اور نہ ہم کو عذاب ہوگا یہ بیشک بڑی کامیابی ہے ایسی ہی کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے بھلا یہ دعوت بہتر ہے یا قوم کا درخت۔

تفسیر 50 "فا قبل بعضهم علی بعض يتساءلون" اہل جنت جنتیوں سے سوال کریں گے یا بعض کو بعض کے حالات جو دنیا میں گزرے۔

51 "قال قائل منهم" یعنی اہل جنت ان میں سے کہیں گے۔ "انی کان لی قرین" کہ دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا جو قیامت کا منکر تھا۔

قرین سے کیا مراد ہے

مجاہد کا قول ہے قرین سے مراد ہے شیطان یعنی شیطان میرا ساتھی تھا۔ دوسرے مفسرین کے نزدیک قرین سے مراد انسان ہی ہے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ قرین سے مراد ہے بھائی اور بعض علماء کا قول ہے وہ دونوں دنیا میں شریک تھے۔ ایک کافر تھا جس کا نام مطروس تھا۔ دوسرا مؤمن تھا جس کا نام یہودا تھا، انہی دونوں کے بارے میں سورۃ کہف کی آیت "واضرب لهم مثلاً رجلین" 52 "يقول ائتك لمن المصدقین" قیامت کے دن اٹھنے کے بعد۔

53 "اذا متنا و كنا ترابا و عظاما انا لمدینون" ان کو بدلہ دیں گے اور ان کا محاسبہ کریں گے۔ یہ استفہام انکاری ہے۔

54 "قال" اہل جنتیوں کو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ "هل انتم مطلعون" دوزخ والوں سے مطلع ہو اور بعض نے کہا مؤمن اپنے جنتی بھائی سے کہے گا کہ کیا تم دوزخ والوں سے آگاہ ہو اور کیا تم میرے دوزخی ساتھی کی جگہ دیکھو گے۔ اس سے جنتی کہے گا تم تو اس کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔

55 "فاطلع" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جنت میں کچھ درتچے ہوں گے جن میں اہل جنت دوزخیوں کو دیکھ سکیں گے۔ "فراہ فی سواء الجحیم" وہ اپنے ساتھی کو دوزخ کے درمیان میں دیکھے گا۔ وسط اشی کو سواء اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے تمام اطراف کا فاصلہ برابر ہوتا ہے۔

56 "قال" اس کو دیکھ کر کہے گا۔ "تالله ان کدت لتردین" خدا کی قسم تو تو مجھے تباہ ہی کرنے کو تھا۔ مقاتل رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم قریب تھا کہ تو مجھے بہکا کر ہلاک کر دیتا۔

57 "وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي" میرے رب کی طرف سے رحمت اور انعام نہ ہوتا تو میں گمراہی سے نہ بچ سکتا۔ "لَكنت من المحضرين" تو تیرے ساتھ دوزخ میں ڈال دیا جاتا۔

58 "افما نحن بميتين"

59 "الا موتنا الا ولى" اس موت کے جو دنیا میں ہو چکی۔ "وما نحن بمعذبين" بعض نے کہا یہ اہل جنتی فرشتوں کو اس وقت کہیں گے جب موت کو ذبح کر دیا جائے گا کہ کیا ہم اب نہیں مریں گے، فرشتے ان سے کہیں گے نہیں۔

60 "ان هذا لهو الفوز العظيم" وہ کہیں گے کہ ان پر اللہ کی نعمت ہے کہ نہ ان کو موت آئے گی اور نہ ہی ان کو عذاب دیا جائے گا۔ بعض نے کہا کہ یہ مؤمن کا قول ہے کہ یہ بطور تو بخ کے کلمہ کہے گا۔

61 "لمثل هذا فليعمل العاملون" اس مقام کے مثل یا ان نعمتوں کے مقابلے میں جو ہم نے ذکر کی ہیں کہ ان کیلئے رزق معلوم ہوگا۔ "فليعمل العاملون"

62 "اذالك" جو ہم نے اہل جنت کے لیے ذکر کیا۔ "خير نزل" أم شجرة الزقوم "وہ جو اہل دوزخ پر نازل ہوئی۔

زَقُومٌ كَيْسے کہتے ہیں؟

زقوم ایک برادرخت ہے، کھانے میں بہت ہی کڑوا دوزخ والے اس کو کھاتے وقت بہت ناپسندیدہ سمجھیں گے۔ دوزخیوں کو مجبور کر کے کھلایا جائے گا، انتہائی کراہت کے باوجود وہ زقوم کھانے پر مجبور ہوں گے۔ عربی محاورہ بولا جاتا ہے تزقم الطعام بڑی ناگواری اور دُشواری کے ساتھ اس نے کھانا کھایا۔ "نزل" ایسی چیز جو مہمان کے آتے ہی اس کے سامنے لائی جاتی ہے۔

إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِلظَّالِمِينَ 63 إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ 64 طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيْطَانِ 65 فَإِنَّهُمْ لَا يَكُلُونَ مِنْهَا فَمَا لَيُّونَ مِنْهَا الْبُطُونَ 66 ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيمٍ 67 ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ 68 إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ 69 فَهُمْ عَلَىٰ آثَرِهِمْ يُهْرَعُونَ 70 وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ 71 وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُنذِرِينَ 72 فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنذَرِينَ 73 إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلِصِينَ 74

تجلی ہم نے اس درخت کو ظالموں کے لئے موجب امتحان بنایا ہے وہ ایک درخت ہے جو قدر دوزخ میں سے نکلتا ہے اس کے پھل ایسے ہیں جیسے سانپ کے پھن تو وہ لوگ اس سے کھاویں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے پھر ان کو کھولتا ہوا پانی (پیپ میں) ملا کر دیا جاوے گا پھر اخیر ٹھکانا ان کا دوزخ ہی طرف ہوگا کیونکہ انہوں نے اپنے بڑوں کو گمراہی میں پایا تھا پھر یہ بھی انہیں کے قدم بقدم تیزی کے ساتھ چلتے تھے اور ان سے پہلے بھی اگلے لوگوں میں اکثر

گمراہ ہو چکے ہیں اور ہم نے ان میں بھی ڈرانے والے (پیغمبر) بھیجے تھے۔ سو دیکھ لیجئے کہ ان لوگوں کا کیسا برا انجام ہوا جن کو ڈرایا گیا تھا ہاں مگر جو خدا کے خاص کئے ہوئے بندے تھے۔

فِتْنَةٌ لِلظَّالِمِينَ کی تفسیر

تفسیر 63 "انا جعلناها فتنة للظالمين" ظالمین سے مراد کافر لوگ ہیں۔ کافر کہا کرتے تھے آگ درخت کو جلا ڈالتی ہے، پھر درخت میں آگ کہاں سے ہوگی۔ ابن الزبیری کا بیان ہے کہ انہوں نے سرداران قریش سے کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کو زقوم سے ڈراتے ہیں حالانکہ بربری زبان میں زقوم کا معنی ہے مکھن اور کھجور۔ ابو جہل ان زبیری کو اپنے گھر میں لایا اور باندی سے کہا جاریہ ہمارے لیے زقوم لا، باندی مکھن اور کھجوریں لے آئیں۔ ابو جہل نے کہا کہ زقوم کھاؤ یہی وہ زقوم ہے جس سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو ڈراتے ہیں۔

64 "انها شجرة تخرج في اصل الجحيم" قعر جہنم مراد ہے۔ حسن کا قول ہے کہ اس کی جڑ قعر جہنم اور اس کی ٹہنیاں دوزخ کے مختلف طبقات میں پھیلی ہوئی ہوں گی۔

65 "طلعها" اس کے پھل، پھل کو طلع اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کا طلوع یعنی خروج درخت سے ہوتا ہے۔

رُءُوسُ الشَّيْطَانِ سے کیا مراد ہے

"كانه رؤس الشياطين" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ شیاطین سے مراد شیاطین (جن) ہی مراد ہیں کیونکہ لوگ کسی چیز کی انتہائی برائی ظاہر کرنے کے لیے اس کو شیطان کہا جاتا ہے۔ گویا کہ وہ شیطان ہیں۔ اگرچہ شیاطین نظر نہیں آتے لیکن اس کی قبیح شکل و صورت تو ذہن میں متصور ہوتی ہے۔ یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کا معنی ہے اور بعض کا قول ہے کہ شیاطین سے مراد سانپ ہیں اور عرب لوگ قبیح شکل و صورت کو کریمہ المنظر سانپ جن کے سروں پر بال ہوتے ہیں شاید اسی کراہت شکل اور ہیبت ناک صورت کی وجہ سے ان کو شیاطین کہا جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ بد صورت اور بہت کڑوا بدبودار آبادی میں پایا جاتا ہے جس کو عرب شیاطین کا سردار کہتے ہیں۔

66 "فانهم لا كلون منها فمالثون منها البطون" ملن برتن کو اتنا بھرنا کہ اس سے زیادہ ممکن نہ ہو۔ یعنی بھوک کے غلبہ کی وجہ سے یا کسی جابر کے جبر کی وجہ سے وہ پیٹ بھر کر زقوم کھائیں گے۔

67 "ثم ان لهم عليها لشوبًا" شوب آمیزش ملاوٹ والا۔ "من حميم" گرم پانی جس کی حرارت بہت زیادہ تیز ہو۔ پیٹ بھر کر کھانے کے بعد ان کو بہت سخت پیاس جب لگے گی تو پانی طلب کریں گے۔ جب وہ کھولتا ہو پانی پینیں گے اور پیٹ میں پہنچ کر وہ زقومی غذا سے خلط ملط ہو جائیگا۔

68 "ثم ان مرجعهم" گرم پانی پینے کے بعد "لالی الجحیم" پانی پلانے کے لیے ان کو گرم پانی کے قریب لے جایا جائے گا، پھر لوٹا کر جحیم میں لیجایا جائے گا، گرم پانی کا مقام جحیم سے باہر ہوگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلالت کر رہا ہے۔ "یطوفون بينها وبين حميم ان" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس طرح پڑھا ہے "ثم ان منقلبهم لالی الجحیم" 69 "انهم الفوا" جب وہ پائیں گے۔ "آباء هم ضالین" 70 "فهم علی آثارهم یهرعون" وہ تیزی کے ساتھ دوڑے جا رہے ہیں۔ کلمی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ وہ ان کے اعمال کی طرح عمل کرتے ہیں۔

71 "ولقد ضلّ قبلهم اکثر الاولین" اس سے مراد گزشتہ امتیں ہیں۔

72 "ولقد ارسلنا فيهم منذرين".....

73 "فانظر كيف كان عاقبة المنذرين" اس سے مراد کافر ہیں۔ ان کا انجام دردناک عذاب ہے۔

74 "الا عباد الله المخلصين" موحّدین جو عذاب سے نجات یافتہ ہوں گے۔

وَلَقَدْ نَادَانَا نُوحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ 75 وَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ 76 وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ 77 وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ 78 سَلَّمَ عَلَيَّ نُوْحٌ فِي الْعَلَمِينَ 79 اِنَّا كَذَلِكْ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ 80 اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ 81 ثُمَّ اغْرَقْنَا الْآخِرِينَ 82 وَاِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَابْرَاهِيمَ 83 اِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ 84 اِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَ قَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ 85 اِنْفُكَا الْهَةَ ذُونَ اللّٰهِ تَرِيدُونَ 86 فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَلَمِينَ 87 فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ 88 فَقَالَ اِنِّي سَقِيمٌ 89

اور ہم کو نوح نے پکارا سو ہم خوب فریاد سننے والے ہیں اور ہم نے ان کو اور ان کے تابعین کو بڑے بھاری غم سے نجات دی اور ہم نے باقی ان ہی کی اولاد کو رہنے دیا اور ہم نے ان کے لئے پیچھے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی کہ نوح پر سلام ہو عالم والوں میں ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو (یعنی کافروں کو) غرق کر دیا اور نوح کے طریقہ والوں میں سے ابراہیم بھی تھے جبکہ وہ اپنے رب کی طرف صاف دل سے متوجہ ہوئے جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس واہیات چیز کی عبادت کیا کرتے ہو کیا جھوٹ موٹ کے معبودوں کو اللہ کے سوا چاہتے ہو تو تمہارا رب العالمین کے ساتھ کیا خیال ہے سو ابراہیم نے ستاروں کو ایک نگاہ بھر کر دیکھا اور کہہ دیا کہ میں بیمار ہونے کو ہوں۔

75 "ولقد نادانا نوح" حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا، اپنی قوم کے بارے میں۔ "انی مغلوب فانتصر" (فلنعم المجیبون) "ہم نے ان کی دعا کو سنا اور ان کی قوم کو ہلاک کر دیا۔....."

76 "ونجیناه و اہلہ من الکرب العظیم" بڑے غم سے نجات دلائی، غم سے مراد ہے قوم والوں کی طرف سے پہنچنے والا دکھ اور تکلیفیں۔

77 "وجعلنا ذریئہ ہم الباقین" قوم نوح کی نسل کے علاوہ اور کوئی نسل باقی نہیں رہی۔ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ کشتی سے اترنے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کے لڑکوں اور ان کی بیٹیوں کے علاوہ سب لوگ مر گئے۔ سعید بن مسیب کا قول ہے کہ نوح علیہ السلام کے تین بیٹے تھے۔ سام، حام، یافث۔ سام سے عرب، فارس، روم کے جد اعلیٰ ہوئے۔ حام کی نسل میں سارے افریقن ہیں اور یافث کی اولاد میں ترک، خرزیا، یاجوج ماجوج اور بلاد شرقیہ کے رہنے والے۔

78 "وتروکنا علیہ فی الاخرین" ان کے اچھے تذکرے اور ان کی تعریف کو باقی رکھیں گے، آنے والے انبیاء اور امتوں میں ان کا تذکرہ باقی رکھیں گے قیامت تک۔

79 "سلام علی نوح فی العالمین" ان پر ہماری طرف سے دونوں جہانوں میں سلامتی ہو۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم ان کا تذکرہ بعد والوں میں چھوڑ دیں گے کہ وہ ان پر قیامت تک درود بھیجیں گے۔

80 "انا کذلک نجزی المحسنین" مقاتل کا بیان ہے کہ اللہ ان کو احسان کے ساتھ بدلہ دیں گے اور وہ احسان دونوں جہانوں میں ان کا بہترین تذکرہ ہے۔

81 "انہ من عبادنا المؤمنین"

82 "ثم اغرقنا الاخرین" اس سے کفار مراد ہیں۔

83 "وان من شیعتہ" اس سے مراد اہل دین و ملت اور طریقہ ہے۔ "لابراہیم"

84 "اذ جاء ربہ بقلب سلیم" جو خالص ہوں شرک و شک و شبہ سے۔

85 "اذ قال لابیہ وقومہ ماذا تعبدون" یہ استفہام تو بیخ ہے۔

86 "انفکا آلهة دون اللہ تریدون" یہ جھوٹ موٹ بہت ہی بڑا کذب ہے اور اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔

87 "فما ظنکم برب العالمین" جب تم غیر اللہ کی پوجا کرتے ہو تو اس وقت تمہارا اللہ رب العالمین کے متعلق کیا گمان ہے۔

88 "فنظر نظرة فی النجوم" 89 "فقال انی سقیم" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ان کی قوم ستاروں کا علم سیکھتی تھی۔ ایسا معاملہ اس لیے اختیار کیا تا کہ وہ آپ کے انکار پر کچھ نہ کہیں۔ دوسرے دن ان کا عید کا دن تھا اور ان کے جمع ہونے کا دن تھا، وہ تہوار کے دن جانے سے پہلے اپنے بتوں کے پاس جاتے اور ان کے لیے بچھونا بچھاتے اور ان کے لیے طرح طرح کے کھانے ان کے سامنے بنا کر رکھتے۔

اور ان کا یہ گمان تھا کہ کھانا وہ متبرک کرتے ہیں۔ پھر میلے سے واپس آ کر کھاتے ہیں تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگے کہ کیا کل آپ ہمارے ساتھ میلے میں چلیں گے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آسمان کی طرف دیکھا اور

کہا کہ میں بیمار ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اس کا معنی ہے کہ میں طاعون زدہ ہوں۔ چونکہ وہ لوگ طاعون زدہ سے بھاگتے تھے۔ حسن نے کہا کہ اس کا معنی ہے میں مریض ہوں۔ مقاتل نے بیان کیا کہ مجھے تکلیف ہے۔ ضحاک کا بیان ہے کہ میں عنقریب بیمار ہونے والا ہوں۔

فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ۹۰ فَرَاغَ إِلَىٰ إِلَهِهِمْ فَقَالَ لَا تَأْكُلُونَ ۹۱ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ ۹۲
فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ۹۳ فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزْفُونَ ۹۴ قَالَ اتَّعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ ۹۵ وَاللَّهُ
خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ۹۶ قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ ۹۷ فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا
فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ۹۸ وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَّهْدِينِ ۹۹

﴿تفصیلاً﴾ غرض وہ لوگ ان کو چھوڑ کر چلے گئے تو یہ ان کے بتوں میں جا گھسے اور کہنے لگے کیا تم کھاتے نہیں ہو تم کو کیا ہوا تم تو بولتے بھی نہیں ہو پھر ان قوت کے ساتھ جا پڑے اور مارنے لگے سو وہ لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے ابراہیم نے فرمایا کہ کیا تم ان چیزوں کو پوجتے ہو جن کو خود تراشتے ہو حالانکہ تم کو اور تمہاری ان بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے وہ لوگ کہنے لگے کہ ابراہیم کے لئے آتش خانہ تعمیر کرو اور ان کو دکھتی ہوئی آگ میں ڈال دو غرض ان لوگوں نے ابراہیم کے ساتھ برائی کرنی چاہی سو ہم نے ان ہی کو نیچا دکھایا اور ابراہیم کہنے لگے کہ میں تو اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہوں وہ مجھ کو (اچھی جگہ) پہنچا ہی دے گا۔

﴿تفسیر﴾ ۹۰ ”فتولوا عنہ مدبرین“ جب وہ اپنے میلے پر چلے گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے بت خانے میں داخل ہوئے اور بتوں کو توڑ دیا۔

۹۱ ”فراغ الی آلہتم“ پھر ان کی طرف سے خفیہ طور پر واپس آئے۔ راغ نہیں فرمایا۔ راغ کہتے ہیں چالاکی سے مڑ جانا۔ ”فقال“ بطور استہزاء کے بتوں سے کہا۔ ”الا تاکلون“ اس کھانے کو کیوں نہیں کھاتے جو تمہارے سامنے ہے۔

۹۲ ”مالکم لاتنطقون“.....

۹۳ ”فراغ علیہم ضرباً بالیمین“ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دائیں ہاتھ کے ساتھ ان کو شدید ضرب لگائی کیونکہ کام کاج میں دایاں ہاتھ بائیں سے زیادہ اقویٰ ہے۔ بعض نے کہا کہ بالیمین سے مراد ہے مضبوطی کے ساتھ اور بعض نے کہا کہ یمن سے مراد قسم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قسم کھائی تھی اور کہا تھا ”تاللہ لا کیدن اصنامکم بعد ان تولوا مدبرین“

۹۴ ”فاقبلوا الیہ“ ابراہیم علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے۔ ”یزفون“ بھاگتے ہوئے جلدی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تاکہ ان کو گرفتار کریں۔ اعمش اور حمزہ نے یا کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے فتح کے ساتھ پڑھا ہے، دونوں لغات ہیں۔ بعض نے کہا کہ یاء کے ضمہ کے ساتھ کہ وہ جلدی سے بتوں کو جانوروں پر سوار کرنے والے ہیں۔

95 "قال" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے دلیل بیان کرتے ہوئے کہا "اتعبدون ماتنحتون" کیا تم انہی کی پوجا کرتے ہو جن کو تم اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو۔

96 "والله خلقكم وما تعملون" تمہارے ہاتھوں کا بتوں کو تراشنے والا عمل۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بندوں کے افعال بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے۔

97 "قالوا ابنا لہ بنیانا فالقوہ فی الجحیم" وہ کہنے لگے کہ ابراہیم کے لیے ایک آتش خانہ تعمیر کرو۔ اس میں اس کو ڈال دو۔ مقاتل نے کہا کہ قوم ابراہیم نے پتھروں کا ایک احاطہ قائم کیا، دیواروں کی بلندی تیس ہاتھ اور چوڑائی دس ہاتھ رکھی۔ پھر اس احاطہ میں لکڑیاں بھر دیں اور لکڑیوں میں آگ لگا دی۔

98 "فاردوا بہ کیداً" کیداً سے مراد شر ہے۔ وہ شر یہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلا دیں۔ "فجعلناہم الاسفلین" ان کو ذلیل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو صحیح سالم کر دیا اور ان کے مکر کو رد کر دیا۔

99 "وقال" ابراہیم علیہ السلام نے کہا "انی ذاہب الی ربی" میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ میں اس دارالکفر سے ہجرت کرنے والا ہوں اور جہاں میرے رب کی رضا ہوگی وہیں رہوں گا۔ پھر آگ سے نکلنے کے بعد کہنے لگے۔ جیسا کہ رب العزت نے ارشاد فرمایا "انی مهاجر الی ربی"..... (سیہدین) جس طرف مجھے میرے رب نے جانے کا حکم دیا ہے اور وہ شام کا ملک ہے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ جب ارض مقدسہ میں پہنچے تو اپنے رب سے ولد کے متعلق دعا کی۔

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ 100 فَبَشِّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ 101 فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَئِي
إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَى ط قَالَ يَا بَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي
إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ 102 فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ 103

تجلیہ اے میرے رب مجھ کو ایک نیک فرزند دے سو ہم نے ان کو ایک نیک فرزند کی بشارت دی سو جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم کے ساتھ چلنے لگا تو ابراہیم نے فرمایا کہ برخوردار میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو باصر الہی ذبح کر رہا ہوں سو تم بھی سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے وہ بولے کہ ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ (بلا تائل) کیجئے ان شاء اللہ تعالیٰ آپ مجھ کو سہار کرنے والوں میں سے دیکھیں گے۔ غرض جب دونوں نے (خدا کے حکم کو) تسلیم کر لیا اور باپ نے بیٹے کو (ذبح کرنے کیلئے) کروٹ پر لٹایا اور چاہتے تھے کہ گلا کاٹ ڈالیں۔

تفسیر 100 "رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ" یعنی مجھے لڑکا دیجئے جو نیک صالح ہو۔

101 "فَبَشِّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ" وہ بچپن میں غلام اور بڑے ہونے کے وقت حلیم ہے۔ اس میں خوشخبری ہے کہ وہ نبی ہی ہوں گے اور وہ زندہ رہیں گے اور وہ بڑھاپے تک پہنچیں گے۔ یہاں تک کہ حکم تک پہنچ جائیں۔

⑩ ”فلما بلغ معه السعی“ ابن عباس رضی اللہ عنہما و قتادہ کا بیان ہے کہ مطلب یہ ہے کہ میرے ساتھ پہاڑ کی طرف چلے۔ مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہوئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چلنے کے قابل ہو گئے۔ جب وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہاتھ بٹانے لگے اور ان کے کاموں میں مددگار ہونے لگے۔ کلبی کا بیان ہے کہ وہ عمل خالص اللہ تعالیٰ کے لیے تھا۔ یہی قول حسن، مقاتل بن حیان اور ابن زید کا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگے۔ اس وقت ان کی عمر میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ اس وقت آپ کی عمر تیرہ سال تھی اور بعض نے کہا کہ سات سال کی عمر تھی۔ ”قال یا بنی انی اری فی المنام انی اذبحک“

ذبح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے یا اسحاق علیہ السلام

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ذبح کرنے کا حکم دیا وہ کون تھے۔ اہل کتاب کے اتفاق رائے میں ہے کہ اسحاق ذبح اللہ ہیں اور ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے کہ اسحاق ذبح اللہ ہیں۔ صحابہ میں سے حضرت عمر، حضرت علی، ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے اور تابعین میں سے کعب احبار، سعید بن جبیر، قتادہ اور مسروق، عکرمہ، عطاء، مقاتل، زہری اور سدی رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے اور یہی روایت عکرمہ کی سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ شام میں وقوع پذیر ہوا۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ملک شام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام کو ذبح کرنے کا خواب دکھایا گیا تھا۔ آپ اسحاق علیہ السلام کو ساتھ لے کر مکہ کی طرف چل دیئے اور ایک مہینے کی مسافت صبح سے دوپہر تک طے کر کے قربان گاہ منیٰ میں پہنچ گئے۔ پھر جب اللہ نے آپ کو (بجائے اسحاق علیہ السلام کے) مینڈھا ذبح کرنے کا حکم دے دیا اور آپ علیہ السلام نے مینڈھا ذبح کر دیا تو دوپہر سے شام تک ایک ماہ کی راہ آدھے دن میں چل کر شام میں پہنچ گئے۔ آپ کے لیے اللہ نے وادیوں اور پہاڑوں کو لپیٹ دیا۔ جن لوگوں نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبح اللہ مانا ہے وہاں دوسرے لوگوں کا قول ہے کہ ذبح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور اسی طرف عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم گئے ہیں۔ یہی قول سعید بن مسیب، شععی، حسن بصری، مجاہد، ربیع بن انس، محمد بن کعب القرظی کا بیان ہے۔ کلبی کا بیان ہے کہ یہ روایت عطاء بن ابی رباح یوسف بن ماہک ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ مقدی کا قول ہے کہ ذبح اللہ سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

یہ دونوں قول آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ جن حضرات کے نزدیک حضرت اسحاق علیہ السلام ذبح اللہ ہیں وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں ”فبشرناہ بغلام حلیم“..... ”فلما بلغ معه السعی“ ذبح کرنے کا حکم دیا جس کے بارے میں خوشخبری دی ہے اور قرآن میں حضرت اسحاق علیہ السلام کے سوا کسی کی خوشخبری نہیں دی گئی۔ جیسا کہ سورۃ ہود میں ہے۔ ”فبشرناہ باسحاق“

جن حضرات کے نزدیک حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واقعہ کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کو بشارت دی اور فرمایا ”فبشرناہ باسحاق نبیا من الصالحین“ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مذبوح اور ہیں۔ اسی طرح سورۃ ہود میں ارشاد فرمایا ”فبشرناہا باسحاق ومن وراء اسحاق یعقوب“ جب حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی تو ان کے ساتھ ان کے بیٹے یعقوب علیہ السلام کی بشارت دی، کیسے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح اللہ کہا جاسکتا ہے؟ حالانکہ ان کو بیٹے کی خوش خبری دی گئی۔

قرظی کا قول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک یہودی عالم سے دریافت کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے کس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہودی عالم نے کہا اسماعیل علیہ السلام کو، پھر کہا امیر المؤمنین یہودی اس بات کو جانتے ہیں لیکن اے قوم عرب! یہودیوں کو اس بات میں حسد ہوتا ہے کہ وہ تمہارے باپ کو ذبیح اللہ مانیں۔ اسی لیے وہ کہتے ہیں کہ جس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ اسحاق علیہ السلام تھے۔ اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح اللہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ مینڈھا جس کی قربانی کی گئی تھی اس کے دونوں سینگ کعبہ کے اندر آویختہ تھے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قبضہ میں تھے۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیر اور حجاج کی لڑائی میں کعبہ کو آگ لگی تو وہ سینگ بھی جل گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ شروع اسلام میں مینڈھے کا سر مع سینگوں کے معلق تھا اور میزاب کعبہ خشک تھا۔ اصمعی کا بیان ہے کہ میں نے ابو عمرو بن علاء سے پوچھا، ذبیح اللہ اسماعیل علیہ السلام تھے یا اسحاق علیہ السلام؟

ابو عمرو نے کہا اصمعی تمہاری عقل کہاں چلی گئی، اسحاق علیہ السلام مکہ میں کب تھے، اسماعیل علیہ السلام نے ہی تو اپنے باپ کے ساتھ مل کر کعبہ بنایا تھا۔ باقی رہی بات ذبح والے قصہ کی۔ سدی کا قول ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا اور فرمایا ”رب ہب لی من الصالحین“ اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا فرما اور اس کی خوشخبری دی۔ فرمایا بشارت آتے ہی آپ نے نذرمانی، فرمایا اللہ کے لیے قربان کیا جائے گا۔ جب بچہ پیدا ہوا اور وہ چلنے کے قابل ہوا تو حکم ہوا کہ اپنی نذر کو پورا کیجئے، یہی وہ سبب تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے کو ذبح کر نیک حکم دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہا چلو اللہ کے لیے قربانی کریں گے، حضرت اسماعیل علیہ السلام رسی اور چھری لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چل دیئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو پہاڑوں میں لے گئے۔ پہاڑوں میں پہنچ کر بیٹے نے پوچھا، ابا جان! آپ کی قربانی کا جانور کہاں ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا میرے پیارے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے قربان کر رہا ہوں۔

”قال یا بنی انی ارى فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تری قال یا ابت افعل ما تؤمر“

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب کب آیا

محمد بن اسحاق نے بیان کیا جب حضرت ابراہیم، حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کے پاس جانا چاہتے تھے تو براق پر سوار ہو کر صبح کو شام سے روانہ ہوتے اور دوپہر کو مکہ میں پہنچ کر قیلولہ کرتے۔ پھر جب مکہ سے واپس آتے تو دوپہر کے بعد چل کر شام کو شام میں پہنچ جاتے اور یہیں رات گزارتے تھے۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑے ہو گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جو آرزو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے وابستہ تھی کہ اپنے رب کی عبادت اور حرمت الہیہ کی تعظیم کریں گے۔ اس کے پورا ہونے کی اُمید ہو گئی تو خواب میں آپ کو حکم دیا گیا کہ اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر دو۔ اس حکم کی صورت یہ ہوئی کہ ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کی شب میں آپ نے خواب میں دیکھا کہ اللہ نے اسماعیل کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ صبح کو اٹھے تو سوچ میں پڑ گئے (کہ کیا یہ حکم خداوندی تھا) صبح سے شام تک اسی سوچ میں رہے کہ یہ خواب رحمانی ہے یا شیطانی، اسی لیے ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو یوم الترویہ (سوچ کا دن) کہا جاتا ہے۔ جب شام ہو گئی اور آپ سو گئے تو دوسری بار بھی آپ نے وہی پہلا خواب دیکھا۔ جب صبح کو اٹھے تو پہچان گئے کہ یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے۔ اسی لیے اس (نویں) تاریخ کو عرفہ (پہچاننے کا دن) کہا جاتا ہے۔ ”کذا اخرج البيهقي في شعب الايمان من طريق الكلبي عن ابى صالح عن ابن عباس“ محمد بن اسحاق وغیرہ کا بیان ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تو آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا: رسی اور چھری لے لو، ہم اس گھاٹی میں لکڑیاں جمع کرنے جا رہے ہیں۔ جب کوہ شہیر کی گھاٹی میں پہنچے تو تنہا ہوئی تو آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس حکم کی اطلاع دی جو آپ علیہ السلام کو ملا تھا۔

مقاتل کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین رات یہی خواب دیکھے۔ آخر جب آپ کو یقین آ گیا کہ یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے۔

(ماذاتوی) حمزہ اور کسائی نے تری تاء کے ضمہ اور راء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا یعنی کس طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا تا کہ اللہ ان کے صبر کو جان لیں اور اس نیکی پر آپ کی عزیمت حاصل ہو جائے۔ باقی واقعہ گزر گیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا (ستجدنی ان شاء الله من الصابرين)

(۱۰۳) ”فلما اسلما“ جب دونوں نے اللہ کے حکم کو مان لیا اور امر خداوندی کے سامنے جھک گئے۔ قنادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی جان کو اللہ کے سپرد کر دیا۔

وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ كِتَابُ

”وتله للجبین“ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو زمین پر لٹا دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما

یاں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کروٹ کے بل لٹا دیا۔ اسماعیل علیہ السلام نے باپ سے کہا: ابا! میرے بندھن کس کر باندھنا تا کہ میں تڑپ نہ سکوں اور اپنے کپڑے میری طرف سے سمیٹے رکھنا تا کہ میرا خون اُچھل کر آپ کے کپڑوں پر نہ پڑ جائے اور میرے اجر میں کمی آجائے اور ان کے خون کو دیکھ کر میری ماں رنجیدہ ہو جائے اور چھری کو تیز کر لینا اور میرے حلق پر تیزی سے چلا دینا تا کہ میرے لیے دشواری نہ ہو کیوں کہ موت سخت چیز ہے اور آپ جب میری ماں کے پاس جائیں تو ان کو میرا سلام کہنا اور اگر آپ میرا کرتہ میری ماں کے پاس لے جانا چاہتے ہوں تو لے جائیں، اس سے ان کو بڑی تسلی ہوگی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: میرے پیارے بیٹے! اللہ کے حکم کی تعمیل کے لیے تو میرا بہت اچھا مددگار ہے۔ پھر بیٹے نے جو کچھ کہا تھا، باپ نے ویسا ہی کیا۔ اول بیٹے کو پیار کیا، پھر باندھ دیا اور رونے لگے، پھر اسماعیل علیہ السلام کے حلق پر چھری رکھ دی لیکن چھری سے حلق پر نشان بھی نہ پڑا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حلق پر چھری تیزی سے چلانے لگے لیکن چھری کچھ نہ کاٹ سکی۔ آپ علیہ السلام نے چھری کو دو تین بار پتھر سے تیز کیا لیکن چھری (کچھ بھی) نہ کاٹ سکی۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سدی کے حوالہ سے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوت کے ساتھ کئی بار اسماعیل علیہ السلام کے حلق پر چھری چلائی لیکن چھری نے (کچھ بھی) نہیں کاٹا۔ اسماعیل علیہ السلام کے حلق پر اللہ نے تانبے کی تختی لگا دی جس پر چھری کا کوئی اثر ہی نہیں ہوا) اہل روایت نے بیان کیا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس وقت کہا: ابا! مجھے چت کر دو۔ آپ کی نظر میرے چہرہ پر پڑے گی تو آپ کو پیار آ جائے گا اور آپ کے دل میں رقت پیدا ہو جائے گی جو حکم کی تعمیل میں رُکاوٹ پیدا کر دے گی اور چھری پر میری نظر پڑے گی تو بیتابی بے قراری میرے اندر پیدا ہو جائے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور جب گردن پر چھری رکھی تو چھری (کی دھار) لوٹ گئی۔

عبد بن حمید، ابن المذہب اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف بھی اس قول کی نسبت کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منہ کے بل لٹایا تھا۔

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

محمد بن اسحاق نے اپنے رواۃ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا تو شیطان نے کہا: اگر میں اس وقت ابراہیم علیہ السلام کے گھر والوں کو نہ بہکا سکا تو پھر کبھی ان کی اولاد میں سے کسی کو نہ بہکا سکوں گا۔ یہ ارادہ کر کے وہ لڑکے کی ماں (حضرت ہاجرہ) کے پاس پہنچا اور کہنے لگا: کیا تم کو معلوم ہے کہ ابراہیم علیہ السلام تمہارے بیٹے کو کہاں لے گئے ہیں؟ ماں نے کہا: دونوں اس گھاٹی سے لکڑیاں لینے گئے ہیں۔ شیطان نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! ایسا نہیں ہے بلکہ ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے لے گئے ہیں۔ ماں نے کہا: ایسا نہیں ہو سکتا، وہ تو بیٹے سے بہت پیار کرتے ہیں اور ان کے دل میں بیٹے کی بڑی محبت ہے۔ شیطان نے کہا وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ان کو اسماعیل علیہ السلام کو

ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ ماں نے کہا: اگر ان کے رب نے یہ حکم دیا ہے تو حکم رب کی اطاعت کرنی ہی بہتر ہے۔ شیطان یہاں سے (مایوس ہو کر) بیٹے کے پاس پہنچا۔ بیٹا اس وقت باپ کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ شیطان نے اس سے کہا: لڑکے! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ تم کو کہاں لے جا رہا ہے؟ لڑکے نے کہا: ہم گھر کے لیے ایندھن کی لکڑیاں اس گھائی سے لینے جا رہے ہیں۔ شیطان نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! اس کا مقصد یہ نہیں بلکہ وہ تم کو ذبح کرنا چاہتا ہے۔ لڑکے نے کہا: کیوں؟ شیطان نے کہا: اس کا خیال ہے کہ اس کے رب نے اس کو اس بات کا حکم دیا ہے۔ لڑکے نے کہا: ایسا ہے تو اس کو اپنے رب کے حکم کی اطاعت بسر و چشم کرنی ضروری ہے (میں بھی اس پر راضی ہوں)۔

جب لڑکے نے شیطان کا مشورہ نہ مانا تو شیطان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا: شیخ! کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: میں ایک کام سے اس گھائی میں جانا چاہتا ہوں۔ شیطان بولا: خدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ شیطان نے خواب میں آ کر تم کو اپنے لڑکے کے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت پہچانے کہ یہ شیطان ہے، بولے، دشمن خدا! میرے پاس سے ہٹ جا، میں ضرور ضرور اپنے رب کے حکم پر عمل کروں گا۔ شیطان غضبناک ہو کر لوٹ گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کے معاملے میں کچھ بھی کامیاب نہ ہو سکا، اللہ نے ان سب کو شیطان سے محفوظ رکھا۔ ابوالطفیل نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کے ذبح کر دینے کا حکم دیا گیا (تو) اس مشعر پر شیطان (روکنے کیلئے) آپ کے سامنے آ گیا لیکن آپ آگے نکل چکے تھے۔ پھر آپ جمرہ عقبہ پر پہنچے وہاں بھی شیطان سامنے آ گیا۔ آپ نے اس کے سات پتھریاں ماریں، شیطان چلا گیا۔ پھر آپ جمرہ وسطیٰ پر پہنچے وہاں بھی شیطان آگے آ گیا۔ آپ نے اس کے سات کنکریاں ماریں، شیطان چلا گیا اور پھر جمرہ کبریٰ کے پاس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیطان کو پایا، یہاں بھی آپ نے اس کے سات سنگ ریزے مارے اور شیطان چلا گیا۔ اس کے بعد آپ اللہ کے حکم کی تعمیل کے لیے چل دیئے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کا حکم بجلائے۔ ”فلما اسلما وتلاه للجبین“

وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا بُرْهِيمُ ﴿١٠٤﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا يَا آدَمُ! إِنَّكَ نَجَوْتَ مِنَ الْمَحْسِنِينَ ﴿١٠٥﴾ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ﴿١٠٦﴾

﴿١٠٤﴾ اس وقت ہم نے ان کو آواز دی کہ اے ابراہیم (شباباش ہے) تم نے خواب کو خوب سچ کر دکھایا (وہ وقت بھی عجیب تھا) ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں حقیقت میں یہ تھا بڑا امتحان۔

﴿١٠٥﴾ ”ونادیناہ ان یا ابراہیم“ اس میں واؤ زائد ہے۔

﴿١٠٦﴾ ”قد صدقت الرؤیا“ یہاں پر کلام تام ہو گیا۔ پھر آگے ارشاد فرمایا:

”انا كذلك نجزي المحسنين“ جس طرح ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو جزادی ثواب عظیم ذبح کا عطا کیا اور ذبح

اسماعیل علیہ السلام سے درگزر کی اور سارے جہاں پر ان کو برتری عنایت کی۔ اسی طرح ہم تمام نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے

ہیں۔ مقاتل رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان کیا اور ان کے بیٹے کو ذبح کرنے سے معاف کر دیا۔
 ﴿۱۱۶﴾ ”ان هذا لهو البلاء المبین“ ظاہر کو اختیار کیا چونکہ اس کے ذریعے سے ظاہر ہو جاتا ہے انسان کا مخلص و غیر مخلص ہونا۔
 مقاتل رحمہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ بلاء سے مراد نعمت ہے۔ اللہ نے بیٹے کی جگہ مینڈھے کو ذبح کرنے کا حکم اللہ کا بڑا انعام ہے۔

شبہ اور اس کا ازالہ

سوال: صدقت الرویا کیسے فرمادیا حالانکہ انہوں نے اس کو ذبح نہیں کیا؟

جواب: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب کو بایں طور سچا کر دکھایا کہ ان کے نزدیک جس کا اختیار تھا وہ پورا کر لیا اور مطلوب یہاں ان دونوں کا تسلیم ہو جانا ہے اور وہ ان دونوں سے متحقق ہو گیا۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب صرف یہ دیکھا تھا کہ میں بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں، خون بہاتے نہیں دیکھا تھا۔ بیداری میں اس کو پورا کر دیا۔ اس مطلب پر تصدیق رویا کا حقیقی مفہوم مراد ہوگا اور اول مطلب پر مجازی معنی مراد ہوگا۔

وَفَدَيْنَهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ ﴿۱۱۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿۱۱۸﴾ سَلَّمَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴿۱۱۹﴾ كَذٰلِكَ

نَجَّيْنَا الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۲۱﴾ وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِينَ ﴿۱۲۲﴾

وَبَرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ إِسْحٰقَ وَمَنْ ذُرِّيَّتَهُمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ مُبِينٌ ﴿۱۲۳﴾ وَلَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ

وَ هَارُونَ ﴿۱۲۴﴾ وَنَجَّيْنَاهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكُرْبِ الْعَظِيمِ ﴿۱۲۵﴾ وَنَصَرْنَاهُمْ فَكَانُوا هُمُ الْغٰلِبِينَ ﴿۱۲۶﴾

اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ ان کے عوض میں دیا اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات ان کے لئے رہنے دی

کہ ابراہیم پر سلام ہو ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے اور ہم

نے (ایک انعام ان پر یہ کیا) کہ ان کو اسحاق کی بشارت دی کہ نبی اور نیک بختوں میں سے ہوں گے اور ہم نے

ابراہیم پر اور اسحاق پر برکتیں نازل کیں اور (پھر آگے) ان دونوں کی نسل میں بعضے اچھے بھی ہیں اور بعضے ایسے بھی جو

(بدیاں کر کے صریح) اپنا نقصان کر رہے ہیں اور ہم نے موسیٰ اور ہارون پر بھی احسان کیا اور ہم نے ان دونوں کو اور

ان کی قوم کو بڑے غم سے نجات دی اور ہم نے ان سب کی (فرعون کے مقابلہ میں) مدد کی سو یہی لوگ غالب آئے۔

تفسیر ﴿۱۱۷﴾ ”وفدیناہ بذبح عظیم“ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اوپر آسمان کی طرف دیکھا کہ حضرت جبرئیل علیہ

السلام نظر آئے جن کے ساتھ ایک سینگوں والا مینڈھا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کے بیٹے کا فدیہ ہے اس کی قربانی

کر دیجئے۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے تکبیر کہی اور مینڈھے نے بھی تکبیر کہی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے

نے بھی تکبیر کہی۔ پھر منیٰ کی قربان گاہ میں جا کر مینڈھے کو ذبح کر دیا۔ بجائے بیٹے کے فدیہ پیش کرنے والے تو حقیقت میں حضرت

ابراہیم علیہ السلام تھے لیکن قربانی کا جانور اللہ کا عطا کردہ تھا اور اللہ ہی نے جانور کے بجائے اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا اس لیے ”فدینہ“ میں فعل فدیہ کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی۔

اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا بیان ہے کہ وہ مینڈھا جنت کے اندر چالیس خریف رہا تھا۔ سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ نے کہا کہ جس مینڈھے کی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی پیش کی تھی۔ یہ وہی مینڈھا تھا جس کی آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل نے قربانی پیش کی تھی۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کو عظیم ہونے کا حق تھا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اس کا نام عظیم تھا کیونکہ وہ مقبول تھا۔ حسین بن فضل کا بیان ہے اس کے عظیم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے تھا۔ بعض نے کہا کہ وہ عظیم تھا باعتبار ثواب کے۔

108 ”وترکنا علیہ فی الاخرین“ یعنی ان کا ذکر خیر آنے والوں میں رکھیں گے۔

109 ”سلام علی ابراہیم“.....

110 ”کذلک نجزی المحسنین“.....

111 ”انہ من عبادنا المؤمنین“

112 ”وبشرناہ باسحاق نبیا من الصالحین“ جنہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح اللہ قرار دیا۔ وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے اس قصہ کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کو نبی ہونے کی بشارت دی اور جو حضرات حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبح اللہ مانتے ہیں کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی نبوت کی خوشخبری سنائی۔ عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ فرماتے ہیں کہ ان کو دو مرتبہ خوش خبری دی گئی۔ ایک مرتبہ ان کی پیدائش اور دوسری مرتبہ ان کو نبوت ملنے کے وقت۔

113 ”وبارکنا علیہ“ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں ”وعلی اسحاق“ ان کی نسل سے بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام پیدا ہوئے۔ ”ومن ذریتہما محسن“ اس سے مؤمن ہونا مراد ہے۔ ”وظالم لنفسہ“ اور وہ ناشکرے ہیں۔ ”مبین“ اور ان کا کفر ظاہر ہے۔

114 ”ولقد مننا علی موسیٰ و ہارون“ اور ہم نے آپ کو نبوت جیسی نعمت عطا فرمائی۔

115 ”ونجینا ہما وقومہما“ اس سے بنی اسرائیل مراد ہیں۔ ”من الکرب العظیم“ بڑا غم تھا اور وہ بڑا غم فرعون سے بچنے کا تھا کہ اللہ ان کو فرعون سے دور کر دے اور بعض نے کہا کہ غرق ہونے والا غم۔

116 ”ونصرناہم“ اس سے مراد موسیٰ و ہارون علیہما السلام اور ان دونوں کی قوم ہے۔ ”فکانوا ہم الغالبین“ قبیلوں پر غالب ہو جائیں گے۔

وَاتَيْنَهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ ۝۱۷ وَهَدَيْنَهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝۱۸ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي
الْآخِرِينَ ۝۱۹ سَلَّمَ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَ هَارُونَ ۝۲۰ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝۲۱ إِنَّهُمَا مِنْ
عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝۲۲ وَإِنَّ الْيَأْسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝۲۳ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ آلَا تَتَّقُونَ ۝۲۴

اور ہم نے ان دونوں کو واضح کتاب دی اور ہم نے ان دونوں کو سیدھے راستہ پر قائم رکھا اور ہم نے ان
دونوں کے لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا
کرتے ہیں بے شک وہ دونوں ہمارے (کامل) ایماندار بندوں میں سے تھے اور الیاس بھی (بنی اسرائیل کے)
پیغمبروں میں سے تھے جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے۔

تفسیر ۱۱ "واتینہما الكتاب المستبين".....

۱۱ "وهدیناہما الصراط المستقیم".....

۱۱۸ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ سَلَّمَ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَ هَارُونَ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ إِنَّهُمَا مِنْ
عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ وَإِنَّ الْيَأْسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ

۱۱۹ "واتینہما الكتاب المستبين" یعنی ایسی کتاب دی جس میں اللہ کے احکام کھول کر بیان کیے گئے۔

"وهدیناہما الصراط المستقیم"..... "وترکنا علیہما الآخرین".....

۱۲۰ "سلام علی موسیٰ و ہارون".....

۱۲۱ "اننا کذلک نجزی المحسنین،

۱۲۲ انہما من عبادنا المؤمنین"

۱۲۳ (وان الیاس لمن المرسلین)

حضرت الیاس کا ذکر

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الیاس، ادریس ہی تھے (دونوں نام ایک ہی پیغمبر کے تھے) مصحف ابن
مسعود میں "وان ادريس لمن المرسلین" لکھا ہوا تھا۔ عکرمہ کا قول بھی یہی ہے۔ باقی دوسرے علماء قائل ہیں کہ الیاس،
ادریس کے علاوہ ایک اسرائیلی پیغمبر تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الیاس، حضرت الیسع کے چچا کے بیٹے تھے۔
محمد بن اسحاق نے حضرت الیاس کا نسب اس طرح بیان کیا ہے: الیاس بن بشیر بن فنحاص بن عیراز بن ہارون بن عمران۔
محمد بن اسحاق کا بیان ہے: اصحاب روایت کہتے ہیں کہ جب الیاس سے پہلے جو پیغمبر تھے، ان کی وفات ہو گئی تو بنی اسرائیل میں نئی

نئی بدعتیں بڑھ گئیں، شرک پھیل گیا، بت نصب کر دیئے گئے، بتوں کی پوجا ہونے لگی۔ اللہ نے ان کی ہدایت کے لیے الیاس کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد انبیاء علیہم السلام کی بعثت اس غرض سے ہوتی تھی کہ تورات کے بھولے ہوئے احکام کو از سر نو تازہ کر دیا جائے۔ بنی اسرائیل شام میں پھیلے ہوئے تھے، اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت یوشع بن نون نے جو ملک شام فتح کیا تھا تو وہاں بنی اسرائیل کو بسا دیا تھا اور ان میں سے ایک سبط (خاندان) کو بعلبک اور اس کے اطراف میں آباد کر دیا تھا، انہی میں سے الیاس پیغمبر ہوئے۔ اللہ نے ان کی ہدایت کے لیے الیاس علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ اس زمانہ میں بعلبک کا بادشاہ اجب تھا۔ اجب نے بنی اسرائیل کو بت پرستی پر مجبور کیا کیونکہ وہ خود بت پرست تھا، بعل نامی بت کی پوجا کرتا تھا۔ یہ بت دس ہاتھ لمبا تھا اور اس کے چار منہ تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے تنہا اللہ کی عبادت کی، ان کو دعوت دیتے تھے لیکن آپ کی بات کوئی نہیں سنتا تھا، صرف بادشاہ کے حکم کو مانتے تھے اور بادشاہ بت کو مانتا اور اس کی پوجا کو صحیح قرار دیتا تھا۔ الیاس علیہ السلام بادشاہ کو بھی راہ راست دکھاتے اور اس کے احکام کی درستی کرتے رہتے تھے۔ بادشاہ کی ایک بیوی تھی جس کا نام ازبیل تھا۔ بادشاہ کا قاعدہ تھا کہ جب کسی لڑائی پر یا اور کسی غرض سے ملک سے باہر جاتا تھا تو ازبیل کو اپنا جانشین بنا جاتا تھا۔ عورت باہر نکل کر حکومت کرتی تھی اور انبیاء کی (بڑی دشمن اور) زبردست قاتل تھی۔

کہا جاتا ہے کہ یحییٰ بن زکریا پیغمبر کو بھی اسی نے قتل کرایا تھا۔ اس کا ایک پیشکار تھا جو دانش مند مرد مومن تھا، اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔ اس نے تین سو انبیاء علیہم السلام کو جن کو قتل کرنے کا ازبیل نے ارادہ کر لیا تھا۔ اس قاتل کے پنجے سے رہائی دلائی تھی اور جن انبیاء علیہم السلام کو یہ قاتل کر چکی تھی، ان کو تو قتل کر چکی تھی (ان کا تو ذکر ہی نہیں) یہ عورت بجائے خود با عصمت بھی نہیں تھی۔ سات اسرائیلی پیغمبروں سے ہجرت کر چکی تھی اور ہر ایک کو دھوکے سے اس نے قتل کر دیا تھا۔ اس کی عمر بہت تھی، روایت میں آیا ہے کہ اس کی ستر اولادیں ہوئیں۔

بادشاہ اجب کا ایک ہمسایہ بڑا مرد صالح تھا جس کا نام مزدکی تھا۔ اس کا ایک چھوٹا سا باغیچہ تھا جس پر اس کا گزر بسر تھا۔ اسی کی درستی اور اصلاح میں وہ مشغول رہتا تھا۔ یہ باغیچہ شاہی قصر کے برابر تھا، بادشاہ اور اس کی بیگم دونوں اس باغیچہ میں سیر و تفریح کرتے، وہاں کھاتے پیتے اور غسل کرتے تھے۔ اجب اپنے ہمسایہ سے اچھا سلوک کرتا تھا لیکن اس کی بیوی ازبیل ہمسایہ سے جلتی تھی اور کسی حیلے بہانے سے اس کو قتل کر دینا چاہتی تھی تاکہ باغیچہ چھین لے کیونکہ لوگوں میں باغیچہ کی بڑی شہرت تھی اور لوگ اس کی خوبصورتی کی بہت تعریف کرتے تھے۔ اجب اپنی بیوی کو روکتا رہتا تھا۔ اس لیے بی بی کو مقصد براری کا کوئی راستہ نہیں ملتا تھا ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ بادشاہ دور کے سفر پر چلا گیا اور طویل مدت تک اپنے ملک سے غیر حاضر رہا۔ ازبیل نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور کچھ لوگوں کو حکماً اس امر پر آمادہ کر لیا کہ وہ مزدکی کے خلاف شہادت دیں اور یہ کہیں کہ مزدکی نے بادشاہ کو ہمارے سامنے گالی دی ہے۔ اس زمانہ کا یہ قانون تھا کہ بادشاہ کو گالی دینے والے کی سزا قتل تھی۔ ملکہ نے شہادت مرتب کر لی تو مزدکی کو طلب کیا اور اس سے کہا: تو نے بادشاہ کو گالی دی ہے، مجھے یہ اطلاع ملی ہے۔ مزدکی نے انکار کیا تو ملکہ نے گواہوں کو بلوایا، گواہوں

نے مزدکی کے خلاف جھوٹی شہادت دی۔ ملکہ نے مزدکی کو قتل کرنے کا حکم دے دیا اور اس کے باغیچے پر خود قبضہ کر لیا۔ اس بندہ صالح کے (ناحق، ظلماً) قتل کیے جانے پر وہ لوگ غضب خداوندی میں مبتلا ہو گئے۔ بادشاہ سفر سے واپس آیا تو ملکہ نے اس کو یہ خبر سنائی۔ بادشاہ نے کہا: تو نے اچھا نہیں کیا۔ میرا خیال ہے کہ ہم آئندہ فلاح نہیں پائیں گے۔ ایک مدت سے وہ ہمارے پڑوس میں رہتا تھا اور ہم نے بھی اس کا پڑوس اچھی طرح نبھایا تھا اور ہر طرح کی ایذا رسانی کو اس سے دور رکھا تھا کیوں کہ اس کا حق ہم پر واجب تھا لیکن تو نے بدترین سلوک کے ساتھ اس کا کام تمام کر دیا۔ عورت بولی: مجھے تو آپ کی وجہ سے غصہ آیا اور آپ ہی کے فیصلہ کے موافق میں نے فیصلہ کیا۔ بادشاہ نے کہا: کیا تیرے لیے برداشت کی گنجائش نہ تھی کہ اس کے حق ہمسائیگی کا لحاظ کرتی؟ عورت نے کہا: اب تو جو کچھ ہو گیا، سو ہو گیا۔ اللہ نے حضرت الیاس علیہ السلام کو شاہِ اجب اور اس کی قوم کے پاس یہ اطلاع دینے کے لیے بھیجا کہ اللہ کے ولی کو جب لوگوں نے ظلم سے قتل کر دیا تو اس حرکت سے اللہ سخت ناراض ہو گیا اور اس نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اگر بادشاہ اور اس کی ملکہ اپنی حرکت سے توبہ نہیں کریں گے اور باغیچہ مزدکی کے وارثوں کو لوٹا کر نہیں دیں گے تو اللہ ان کو تباہ کر دے گا اور باغیچہ کے اندر ہی دونوں کی مُردار لاشیں پھینک دے گا کہ ان کی ہڈیاں گوشت سے ننگی ہو جائیں گی۔

الیاس علیہ السلام نے حسبِ الحکم یہ پیام پہنچا دیا۔ بادشاہ یہ بات سن کر سخت غضبناک ہو گیا اور کہنے لگا: الیاس! تو جس بات کی مجھے دعوت دے رہا ہے، وہ غلط ہے۔ فلاں فلاں بادشاہوں نے ہماری طرح بتوں کی پوجا کی، اس کے باوجود وہ کھاتے رہے، مزے اڑاتے رہے، حکومت کرتے رہے اور جس بات کو تو باطل (غلط اور بے حقیقت) قرار دے رہا ہے، ان کو اس باطل پرستی سے کوئی دنیوی نقصان نہیں پہنچا اور ہم اپنے خیال میں ان سے برتر نہیں ہیں۔ غرض بادشاہ نے حضرت الیاس علیہ السلام کو قتل کرنے اور دُکھ پہنچانے کا ارادہ کر لیا۔ حضرت الیاس علیہ السلام کو جب بادشاہ کی شرارت کا احساس ہو گیا تو آپ اس کو چھوڑ کر چل دیئے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر کہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ بادشاہ دوبارہ بعل کی پوجا کرنے لگا۔ الیاس علیہ السلام کسی بڑے اونچے دُشوار گزار پہاڑ پر چڑھ گئے اور وہاں ایک غار میں داخل ہو گئے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ سات برس آپ خوف (اور خانہ بدوشی) کی حالت میں چھپتے پھرتے، زمین کی گھاس اور درختوں کے پھل کھا کھا کر گزار دیئے۔ بادشاہ کے آدمی آپ کی تلاش میں رہے، آپ کے پیچھے جاسوس بھی لگا دیئے لیکن اللہ نے آپ کو پوشیدہ رکھا۔

سات سال پورے ہو گئے تو اللہ نے آپ کو برآمد ہونے اور قوم سے انتقام لینے کی اجازت عطا فرمائی۔ چنانچہ جب کا سب سے پیارا بیٹا جو باپ کا بہت زیادہ ہم شکل تھا، بحکمِ خدا اتنا سخت بیمار ہو گیا کہ باپ کو اس کی طرف سے ناامیدی ہو گئی۔ جب نے اپنے معبود بعل سے دُعا کی (لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا) جب اور اس کی رعایا، سب بعل کی پرستش میں مبتلا تھے، اس کی تعظیم اس حد تک کرتے تھے کہ اس کی نگرانی اور خدمت کے لیے چار سو مجاور مقرر کر رکھے تھے جن کو وہ انبیاء کہتے تھے۔ شیطان بعل کے پیٹ میں گھس کر بولتا تھا اور یہ خدام کان لگا کر اس کا کلام سنتے تھے۔ شیطان کوئی گمراہ کن قانون مجاوروں کے دلوں میں ڈال دیتا تھا اور مجاور وہ حکم لوگوں کو بتا دیتے تھے، اسی لیے ان مجاوروں کو انبیاء کہا جاتا تھا۔

شہزادے کی بیماری جب شدت پکڑ گئی تو اس نے مجاوروں سے درخواست کی کہ بعل سے اس کے بیٹے کی صحت کے لیے سفارش کریں۔ مجاوروں نے بعل سے دُعا کی لیکن بعل نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اللہ نے شیطان کو بت کے اندر گھسنے سے روک دیا، اس لیے بت بول نہ سکا اور مجاور اس کے سامنے گڑ گڑاتے رہے۔ جب مجاوروں کو زاری کرتے زیادہ وقت ہو گیا (اور کوئی نتیجہ نہ نکلا، یہاں تک کہ بت نے کوئی بات بھی نہ کی) تو لوگوں نے اجب سے کہا: اطرافِ شام میں کچھ معبود اور ہیں، آپ ان انبیاء کو ان کے پاس بھیجئے تاکہ وہ بعل سے سفارش کر دیں۔ بعل آپ سے سخت ناراض معلوم ہوتا ہے، اگر ناراض نہ ہوتا تو جواب ضرور دیتا اور آپ کی دُعا قبول کر لیتا۔ اجب نے کہا: بعل مجھ سے ناراض کیوں ہے؟ میں تو اس کی پوجا کرتا اور اس کے حکم کو مانتا ہوں۔ لوگوں نے کہا: بعل کی ناراضی کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے اب تک الیاس کو قتل نہیں کیا۔ اس کے قتل کرنے میں آپ سے کوتاہی ہوئی کہ وہ صحیح سالم بچ کر چلا گیا اور وہ آپ کے معبود کا منکر ہے۔ اجب نے کہا: میں الیاس کو کیسے قتل کر سکتا ہوں؟ میں تو اپنے بیٹے کی بیماری میں لگا ہوا ہوں۔ میری یہی مشغولیت الیاس کی تلاش سے روک رہی ہے اور الیاس کا مقام بھی مجھے معلوم نہیں کہ وہاں سے اس کو گرفتار کر لیا جائے۔ میرا بیٹا اچھا ہو جائے تو الیاس کو ڈھونڈنے کی مجھے فراغت مل جائے گی۔ پھر میں اس کو کہیں پا کر قتل کر دوں گا اور اپنے معبود کو راضی کر لوں گا۔ اس کے بعد اجب نے چار سو انبیاء کو ملکِ شام کے بتوں کے پاس یہ درخواست کرنے کے لیے بھیجا کہ وہ اجب کے معبود سے بیٹے کو تندرست کر دینے کی سفارش کر دیں۔ حسبِ الحکم انبیاء روانہ ہو گئے۔ جب یہ لوگ پہاڑ کے سامنے پہنچے جس میں الیاس سکونت پذیر تھے تو اللہ نے الیاس علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ اب تم نیچے اتر کر ان کے سامنے جاؤ اور ان سے گفتگو کرو، ان سے کوئی خوف نہ کرو۔ میں ان کی شرارت کو تمہاری طرف پھیر دوں گا (یہ تمہارا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے) اور ان کے دلوں میں تمہارا رُعب ڈال دوں گا۔

حسبِ الحکم الیاس علیہ السلام پہاڑ سے اتر آئے۔ جب ان کے سامنے پہنچے تو ان کو ٹھہر جانے کا حکم دیا، سب رُک گئے۔ الیاس علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے مجھے تمہارے پاس اور ان لوگوں کے پاس جن کو تم اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہو، ایک پیام دے کر بھیجا ہے کہ لوگو! اپنے رب کا پیام خوب سن لو اور واپس جا کر اپنے آقا کو بھی پہنچا دو اور اس سے کہہ دو کہ اللہ فرماتا ہے: اے اجب! کیا تو نہیں جانتا کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں؟ میں ہی بنی اسرائیل کا خدا ہوں جس نے ان کو پیدا کیا اور رزق دیا ہے اور وہی ان کو زندگی عطا کرتا اور موت دیتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ تو دوسروں کو میرا شریک قرار دیتا اور میرے سوا ان سے اپنے بیٹے کی شفا مانگتا ہے جن کے قبضے میں اگر میں نہ چاہوں تو کچھ بھی نہیں۔ میں اپنے نام کی قسم کھاتا ہوں کہ بیٹے کے سلسلے میں تجھے ضرور غضب میں مبتلا کروں گا اور ضرور ضرور اس پر موت کو مسلط کر دوں گا تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ میرے سوا کوئی بھی اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔

حضرت الیاس علیہ السلام کا یہ کلام سن کر مجاور خوف زدہ ہو گئے اور لوٹ پڑے اور بادشاہ کے پاس پہنچ کر اس کو بتایا کہ الیاس علیہ السلام ہمارے پاس اتر کر آیا تھا اور اس نے ہمیں ٹھہر جانے کا حکم دیا، ہم ٹھہر گئے۔ ہمارے دلوں میں اس کا رُعب بیٹھ گیا اور بہت چھاگئی، ہماری زبانیں بزر ہو گئیں۔ ہم اتنی کثیر تعداد میں تھے لیکن اس سے بات بھی نہ کر سکے، نہ اس کی بات کا جواب دے

سکے۔ وہ ایک دراز قامت، ڈبلا پتلا آدمی تھا، سر کے بال جھڑ گئے تھے، بدن کی کھال کھر دری ہو گئی تھی، بالوں کا بنا ہوا ایک کرتہ اور چغہ پہنے ہوئے تھا، کانٹوں سے اس نے کرتے کا گریبان سی لیا تھا۔ آخر ہم آپ کے پاس لوٹ آئے۔ غرض حضرت الیاس علیہ السلام کی بات انہوں نے بادشاہ کو پہنچا دی۔

اس کے بعد الیاس علیہ السلام کے زندہ رہتے ہوئے جب کو اپنی زندگی بے سود معلوم ہونے لگی لیکن بغیر دھوکے اور فریب کے الیاس علیہ السلام تک اس کی دسترس بھی ممکن نہ تھی، اس لیے (اس نے ایک چال چلی) اپنی قوم کے سچاس طاقتور، قوی آدمی مقرر کیے اور ان کو ذمہ دار بنا دیا اور حکم دے دیا کہ فریب سے کام لیں اور دھوکے میں ڈال کر الیاس علیہ السلام کو قتل کر دیں اور الیاس علیہ السلام کو جا کر لالچ دیں کہ ہم اور وہ لوگ جن کو ہم اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہیں، سب کے سب آپ پر ایمان لے آئے ہیں۔ ایسی باتیں سن کر الیاس علیہ السلام کو اطمینان ہو جائے گا اور وہ دھوکا کھا جائیں گے اور اپنے آپ پر تم لوگوں کو قابو دے دیں گے، تم ان کو لے کر بادشاہ کے پاس آ جانا۔ حسب الحکم یہ لوگ روانہ ہو گئے اور جس پہاڑ میں الیاس علیہ السلام سکونت گزیرے تھے جب اس پر چڑھے تو منتشر ہو گئے اور انتہائی اونچی آواز سے الیاس علیہ السلام کو پکارنے لگے اور کہنے لگے: اے اللہ کے نبی! آپ ہم پر کرم کیجئے اور ہمارے سامنے آجائیے، ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں اور آپ کو سچا مانتے ہیں اور ہمارا بادشاہ جب اور سارے لوگ بھی آپ پر ایمان لالچکے ہیں۔ تمام بنی اسرائیل آپ کو سلام کہتے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ آپ کا پیام ہم کو پہنچ گیا اور جو کچھ آپ نے فرمایا، ہم نے اس کو جان لیا اور آپ پر ایمان لے آئے اور آپ کی دعوت کو قبول کر لیا۔ اب آپ ہمارے پاس آجائیے اور ہمارے ساتھ قیام فرمائیے۔ جو کچھ آپ ہم کو حکم دیں گے ہم اس کی اطاعت کریں گے اور جس بات سے روکیں گے، اس سے باز رہیں گے اب جبکہ ہم آپ پر ایمان لالچکے ہیں اور آپ کے فرمانبردار ہو گئے ہیں تو آپ کے لیے ہم سے الگ رہنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، ہمارے پاس واپس آجائیے۔

ان لوگوں کی باتیں ایک دھوکا تھیں، ایک فریب تھا۔ حضرت الیاس علیہ السلام کے دل میں ان کا کلام بیٹھ گیا۔ آپ کو ان کے مومن ہونے کا خیال بھی ہوا اور (ایسی حالت میں) برآمد نہ ہونے سے اللہ کی ناراضگی کا اندیشہ بھی ہوا لیکن اللہ کی طرف سے ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ ابھی توقف کرنا چاہیے اور اللہ سے دعا کرنی چاہیے۔ چنانچہ آپ نے (دعا کی اور) کہا: اے اللہ! اگر یہ لوگ اپنے قول میں سچے ہیں تو مجھے برآمد ہونے کی اجازت عطا فرما دے اور اگر یہ جھوٹے ہیں تو ان کو مجھ سے باز رکھ اور ان پر ایسی آگ برساجوان کو سوختہ کر دے۔ ابھی یہ لفظ پورے نہ ہونے پائے تھے کہ اوپر سے آگ برسنے لگی اور سب جل کر رہ گئے۔

اجب اور اس کی قوم کو جب یہ اطلاع ملی، تب بھی جب اپنے ارادہ شہر سے باز نہیں آیا اور دوبارہ فریب سے کام لیا اور پہلی جماعت کے برابر ایک اور جماعت مقرر کی جو پہلی جماعت سے زیادہ طاقتور، بڑی حیلہ ساز اور چالاک تھی۔ حسب ہدایت یہ لوگ چل دیئے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھیل گئے اور پکارنے لگے: اے اللہ کے نبی! ہم اللہ کے غضب اور گرفت سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں، وہ لوگ جو آپ کے پاس پہلے آئے تھے، ہم ان کی طرح نہیں ہیں۔ وہ تو منافق تھے، ہمارے مشورے کے بغیر وہ

آپ کو فریب دینے کے لیے آئے تھے۔ اگر ہم کو ان کی حرکت کا علم ہو جاتا تو ہم ان کو قتل کر دیتے اور آپ کو تکلیف نہ اٹھانی پڑتی۔ اب اللہ نے ان کا کام تمام کر دیا، ان کو ہلاک کر دیا اور ہمارا اور آپ کا ان سے انتقام لے لیا۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے ان کی باتیں سن کر سابق کی طرح اللہ سے دُعا کی، اللہ نے فوراً ان پر آگ کی بارش کر دی جس سے سب سوختے ہو گئے۔

اس تمام کارروائی کے دوران شہزادہ کی بیماری کی مصیبت شدید ہوتی رہی۔ بادشاہ نے جب دوسرے گروہ کے ہلاک ہو جانے کی خبر سنی تو اس کا غضب بالائے غضب ہو گیا اور خود الیاس علیہ السلام کی تلاش میں جانا چاہا لیکن بیٹے کی بیماری آڑے آئی اور خود نہ جاسکا۔ ایک شخص اجب کی بیوی کا میرنٹھی یا سیکرٹری تھا اور (درپردہ) مؤمن تھا (لیکن بادشاہ کو اس کا مؤمن ہونا معلوم تھا) بادشاہ نے اس کو بھیجنے کی تجویز اس خیال سے کی کہ الیاس علیہ السلام اس سے مانوس ہے اس کے ساتھ پہاڑ سے اتر کر آجائے گا اور چونکہ سیکرٹری کا مؤمن ہونا بادشاہ کو معلوم تھا اور یہ جاننے کے باوجود اس نے سیکرٹری کی طرف سے چشم پوشی محض اس کی کارگزاری، امانت داری اور درستی رائے کی وجہ سے کر رکھی تھی، اس لیے اس نے سیکرٹری پر یہی ظاہر کیا کہ میں الیاس علیہ السلام سے کوئی بدسلوکی کرنا نہیں چاہتا۔ سیکرٹری کے ساتھ اس نے کچھ آدمیوں کی ایک جماعت اور بھی کر دی تھی اور اس بات پر آمادہ کر دیا تھا کہ اگر الیاس علیہ السلام ساتھ آنا نہ چاہے تو گرفتار کر کے، باندھ کے لے آئے اور اگر سیکرٹری پر اعتماد کر کے ساتھ آجائے تو پھر خوفزدہ کرنے اور ڈرانے کی ضرورت نہیں۔ سیکرٹری پر اس نے اپنی توبہ کا اظہار بھی کر دیا تھا۔

اور کہہ دیا تھا کہ اب جبکہ میرے آدمی جل چکے اور میرا بیٹا سخت بیمار ہے اور یہ سب مصیبتیں مجھ پر آ پڑی ہیں تو میں سمجھ گیا کہ یہ سب کچھ الیاس علیہ السلام کی بددعا کا نتیجہ ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ الیاس علیہ السلام ہم سب لوگوں کے لیے جو باقی رہ گئے ہیں، بددعا کرے گا تو ہم سب ہلاک ہو جائیں گے، اس لیے تم الیاس علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ ہم نے توبہ کر لی ہے اور (اللہ کی طرف) رجوع کر چکے ہیں اور ہماری یہ توبہ اور رضاء رب کی طلب اور ترک اصنام کا عمل اسی وقت صحیح ہو گا جب الیاس علیہ السلام ہمارے پاس موجود ہوں، اوامر و نواہی صادر کریں اور رب کی خوشنودی حاصل کرنے کا راستہ بتائیں۔ بادشاہ نے اپنے ساتھیوں کو بھی ہدایت کر دی تھی اور اس کے حکم کے مطابق علیحدگی میں انہوں نے بھی سیکرٹری کے سامنے اعتراف کر لیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ جن بتوں کی ہم پہلے پوجا کرتے تھے، ان کی پوجا ہم نے چھوڑ دی ہے اور الیاس علیہ السلام کے اتر کر آنے تک ہم نے اس معاملہ کو ملتوی کر رکھا ہے تاکہ وہی آکر ان کو جلا دیں اور برباد کر دیں (ان باتوں میں سے کسی بات میں خلوص نہ تھا، بلکہ یہ سب کچھ بادشاہ کا فریب تھا)۔

غرض سیکرٹری اور اس کے ساتھ ایک جماعت سب روانہ ہو گئے اور حضرت الیاس علیہ السلام والے پہاڑ پر سیکرٹری چڑھ گیا اور حضرت الیاس علیہ السلام کو پکارا، آپ نے اس کی آواز پہچان لی، دل میں اس سے ملنے کا شوق پہلے ہی تھا، آواز سن کر ملاقات کی ایک ہوک اٹھی، فوراً اللہ کی طرف سے وحی بھی آگئی کہ باہر نکل آؤ اور اپنے صالح بھائی سے ملو اور اس سے (دوستی کے) عہد کی تجدید کرو۔ وحی آتے ہی حضرت الیاس علیہ السلام سیکرٹری کے سامنے آ گئے، سلام علیک کہا اور مصافحہ کیا اور خبر دریافت کی۔ مرد مؤمن نے کہا: مجھے اس ظالم اور سرکش قوم نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ اس کے بعد پوری سرگذشت بیان کر دی اور یہ بھی کہا کہ

اگر آپ میرے ساتھ نہ ہوں گے اور میں تنہا واپس جاؤں گا تو مجھے خوف ہے کہ بادشاہ مجھے قتل کر دے گا۔ اب جیسا چاہیں آپ مجھے حکم دیں، میں اس کی تعمیل کروں گا۔ اگر آپ چاہیں تو میں بادشاہ سے کٹ کر آپ کے پاس ہی رہنے لگوں اور اس کو بالکل چھوڑ دوں اور اگر آپ چاہیں تو آپ کے ہمراہ رہ کر میں اس سے مقابلہ کروں اور اگر آپ کا ارادہ کچھ پیام دے کر مجھے اس کے پاس بھیجنے کا ہو تو میں آپ کا پیام بھی پہنچا دوں گا اور اگر آپ چاہیں تو اپنے رب سے دُعا کریں کہ وہ ہمارے اس (مجھے ہوئے) معاملہ میں کشائش کا کوئی راستہ نکال دے۔

اللہ نے الیاس علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ جتنی حرکتیں کی ہیں، سب فریب اور دھوکا ہیں، وہ تمہارے اوپر قابو پانا چاہتے ہیں۔ بادشاہ اجب کو اگر اس کے بھیجے ہوئے نمائندے واپس جا کر خبر دے دین گے کہ اس مرد (مؤمن) کی تم سے ملاقات ہو گئی ہے اور وہ تم کو اپنے ساتھ نہ لے جاسکا ہے تو وہ اس شخص پر (تم سے مل جانے کی) تہمت لگائے گا اور سمجھ لے گا کہ مرد مؤمن نے تمہارے معاملہ میں سستی سے کام لیا، اس لیے اس کے قتل ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ تم اس کے ساتھ چلے جاؤ، میں تم دونوں کی طرف سے اجب کو روک دوں گا، اس کے بیٹے کی مصیبت دُگنی کر دوں گا تاکہ بیٹے کے سوا کسی اور چیز کی اہمیت ہی اس کی نظر میں نہ رہے، پھر اسی بری حالت میں اس کے بیٹے پر موت کو مسلط کر دوں، جب وہ مرجائے گا تو اس وقت تو اس کے پاس سے لوٹ آنا۔

حضرت الیاس علیہ السلام یہ حکم ملنے کے بعد ان لوگوں کے ساتھ روانہ ہو گئے اور سب لوگ اجب کے پاس پہنچ گئے۔ جونہی یہ لوگ پہنچے، اللہ نے اجب کے بیٹے کی بیماری شدید کر دی یہاں تک کہ موت اس کے گلو گیر ہو گئی۔ اس طرح اللہ نے اجب اور اس کے ساتھیوں کو الیاس علیہ السلام کی طرف توجہ کرنے کا موقع ہی نہیں دیا اور الیاس علیہ السلام بخیریت واپس آ گئے۔ جب اجب کا بیٹا مر گیا اور لوگ اس کے مسئلہ سے فارغ ہو گئے اور غم میں بھی کچھ کمی آ گئی تو اس وقت الیاس علیہ السلام کے سلسلے میں ان کی آنکھیں کھلیں اور سیکرٹری جو حضرت الیاس علیہ السلام کو لایا تھا، اس سے الیاس علیہ السلام کے متعلق دریافت کیا۔ سیکرٹری نے کہا: مجھے الیاس علیہ السلام کا کوئی علم نہیں۔ مجھے شہزادے کی موت اور اس کے غم نے فرصت ہی نہیں دی اور میرا خیال تھا کہ آپ نے الیاس علیہ السلام کے متعلق کچھ اعتماد کر لیا ہوگا۔ اس جواب پر سیکرٹری کی طرف سے اجب نے پہلو تہی کر لی کیوں کہ (گفتگو سے معلوم ہو گیا کہ سیکرٹری کو شہزادے کے مرنے کا) سخت غم تھا۔ جب حضرت الیاس علیہ السلام کو پہاڑوں میں رہتے ہوئے ایک طویل مدت گزر گئی اور ان کو دوسرے آدمیوں کے ساتھ رہنے کا شوق پیدا ہو گیا تو پہاڑ سے اتر کر چل دیئے اور ایک اسرائیلی عورت کے گھر جا کر ٹھہرے، یہ عورت مچھلی والے حضرت یونس بن متی کی ماں تھی۔ اس عورت کے گھر آپ چھ ماہ چھپے رہے، یونس اس وقت شیر خوار بچہ تھا۔ یونس کی ماں حضرت الیاس علیہ السلام کی خدمت خود کیا کرتی تھی اور اپنے مال سے ان کی مدد کرتی تھی۔ حضرت الیاس علیہ السلام تو پہاڑوں کی سکونت کے عادی ہو چکے تھے، یہاں گھروں کی تنگی میں رہنے سے اکتا گئے اور پہاڑ پر ہی چلا جانا آپ نے پسند کیا۔ آخر گھر سے نکل کر اپنی (کوہستانی) جگہ پر لوٹ آئے۔

حضرت الیاس علیہ السلام کی جدائی سے یونس کی ماں بیتاب ہو گئی اور آپ کے نہ ہونے سے وحشت زدہ ہو گئی۔ پھر کچھ ہی مدت کے بعد جب اس نے اپنے یونس کا دودھ چھڑایا تو یونس کا انتقال ہو گیا۔ اب تو یونس کی ماں پر مصیبت عظیم آ پڑی اور الیاس کو تلاش کرنے کے لیے گھر سے نکل کھڑی ہوئی اور برابر پہاڑیوں پر چڑھتی اور گھومتی پھری۔ آخر آپ کو اس نے پایا اور عرض کیا: آپ کے جانے کے بعد میرے بچہ کے مرنے کی مجھ پر بیتابی بڑھ گئی جس کی وجہ سے میری مصیبت میں بڑا اضافہ ہو گیا اور اس کے نہ ہونے سے میں بڑی دکھی ہو گئی، میرا اس کے سوا کوئی اور بچہ بھی نہیں ہے۔ آپ مجھ پر رحم کیجئے اور اللہ سے دُعا کر دیجئے کہ میرا بیٹا زندہ ہو جائے۔ میں نے اس کو دفن نہیں کیا ہے اور یونہی (کپڑے سے) ڈھانک دیا ہے اور اس کی موجودگی کو چھپا رکھا ہے۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے فرمایا، مجھے تو اس کا حکم نہیں دیا گیا ہے (یعنی مُردے کو زندہ کرنے کی دُعا کا حکم نہیں دیا گیا ہے) اور میں تو بندہ ہوں، وہی کرتا ہوں جس کا مجھے حکم دیا جاتا ہے۔ عورت یہ جواب سن کر بے قرار ہو گئی اور گڑ گڑانے لگی۔ اللہ نے حضرت الیاس علیہ السلام کے دل کو عورت کی (درخواست کی) جانب مائل کر دیا۔ پوچھا: تیرا بیٹا کب مرا ہے؟ عورت نے کہا: سات روز ہوئے۔ حضرت الیاس علیہ السلام اس کے ساتھ چل کھڑے ہوئے اور سات روز چلنے کے بعد اس کے گھر پہنچے اور اس کے بیٹے کو ۴ روز کا مُردہ پایا۔ آپ نے وضو کیا، نماز پڑھی اور دُعا کی۔ اللہ نے یونس بن متی کو زندہ کر دیا۔ یونس زندہ ہو کر اُٹھ بیٹھے، جو نبی یونس اُٹھ کر بیٹھے فوراً حضرت الیاس علیہ السلام اُچھل کر اُٹھے اور یونس کو چھوڑ کر چل دیئے اور اپنے مقام پر لوٹ گئے۔

جب قوم کی نافرمانی بہت طویل ہو گئی تو حضرت الیاس علیہ السلام ان کی نافرمانی سے بڑے تنگ دل ہو گئے۔ اللہ نے سات سال کے بعد ان کے پاس وحی بھیجی، آپ نزول وحی سے پہلے بڑے خوفزدہ تھے۔ اللہ نے الیاس علیہ السلام کو ندا دی اور فرمایا: الیاس! یہ غم اور بیتابی جس میں تو مبتلا ہے کیا ہے؟ کیا تو میری وحی کا امین اور زمین پر میری برہان اور (ساری) مخلوق میں میرا منتخب کردہ نہیں ہے؟ (جو کچھ چاہے) مجھ سے مانگ لے، میں تجھے عطا کر دوں گا۔ میں وسیع رحمت اور بڑے فضل والا ہوں۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے عرض کیا: تو مجھے موت دے دے اور میرے اسلاف کے ساتھ مجھے ملا دے۔ میں بنی اسرائیل سے تنگ آ گیا ہوں اور بنی اسرائیل مجھ سے تنگ دل ہو گئے ہیں۔ اللہ نے الیاس علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی اور فرمایا: یہ وہ دن نہیں کہ میں زمین اور اہل زمین کو تجھ سے خالی کر دوں۔ زمین کا قیام اور بہودی تو تیری اور تجھ جیسے دوسرے لوگوں کی (برکت کی) وجہ سے ہے، اگرچہ تم لوگ تھوڑے ہو، مجھ سے کچھ اور سوال کر، تیرا سوال پورا کر دوں گا۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے عرض کیا: اگر تو موت نہیں دیتا تو بنی اسرائیل سے مجھے انتقام لینے کی قدرت عطا فرما دے۔ اللہ نے فرمایا: تو کیا چاہتا ہے؟ الیاس علیہ السلام نے عرض کیا: سات سال تک بارش کے خزانے میرے قبضہ میں دے دے کہ میری دُعاء کے بغیر کوئی بدلی ان پر نہ پھیلے اور میری سفارش کے بغیر ایک بوند بارش کی ان پر نہ ہو، اس کے بغیر یہ فرمانبردار نہ ہوں گے۔ اللہ نے فرمایا: الیاس! میں اپنی مخلوق پر بڑا رحیم ہوں، اگرچہ وہ ظلم کرتے ہیں (مگر میں ان پر مہربانی کرتا ہوں) الیاس علیہ السلام نے عرض کیا: تو چھ سال (بارش روک

دے) اللہ نے فرمایا: میں اپنی مخلوق پر اس سے زیادہ مہربان ہوں۔ الیاس علیہ السلام نے عرض کیا: اچھا تو پانچ سال۔ اللہ نے فرمایا: یہ (مدت) بھی میرے تقاضائے رحم سے زائد ہے، البتہ تین سال میں (بارش روک کر ان کی نافرمانی کا) بدلہ میں تجھے دے دوں گا، بارش کے خزانے تیرے قبضہ میں دے دوں گا۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے کہا: پھر میں کس طرح زندہ رہوں گا؟ اللہ نے فرمایا: میں پرندوں کی ایک جماعت تیری خدمت پر لگا دوں گا، سبزہ زار اور شاداب زمین سے وہ تیرا کھانا پینا لاکر تجھے پہنچا دے گی۔ اس کے بعد اللہ نے بارش روک دی، نتیجہ میں جانور، چوپائے اور زمین کے کیڑے مکوڑے مر گئے، درخت سوکھ گئے اور انسان سخت ترین مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ الیاس اس مدت میں حسب سابق اپنی قوم سے بچے رہے۔ جہاں بھی ہوتے، ان کا رزق وہاں رکھ دیا جاتا تھا۔ قوم والوں کو بھی اس کا احساس ہو گیا۔ اگر کسی گھر کے اندر سے روٹی کی خوشبو محسوس ہوتی تو سمجھ جاتے کہ یہاں الیاس علیہ السلام آیا تھا۔ چنانچہ وہاں الیاس علیہ السلام کو تلاش کرتے (اور الیاس علیہ السلام نہ ملتے تو) گھر والوں کو ان کے ہاتھوں سے بڑا دکھ پہنچتا۔

حضرت الیاس علیہ السلام نے فرمایا: تین سال تک بنی اسرائیل قحط کی مصیبت میں مبتلا رہیں گے۔ ایک روز کسی بڑھیا کی طرف سے آپ کا گزر ہوا، آپ نے اس سے فرمایا: کیا تیرے پاس کچھ کھانا ہے؟ بڑھیا نے کہا: ہاں، کچھ آٹا اور تھوڑا سا روغن زیتون ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام نے دونوں چیزیں منگوائیں اور موجودہ چیزوں میں برکت کی دعا کی اور ان پر ہاتھ پھیر دیا۔ فوراً بڑھیا کا بورا آٹے سے اور مکئیے روغن زیتون سے بھر گئے (اور خود چل دیئے) لوگوں نے جب بڑھیا کے پاس یہ چیزیں دیکھیں تو پوچھا: یہ چیزیں تیرے پاس کہاں سے آئیں؟ بڑھیا نے حضرت الیاس علیہ السلام کا پورا حلیہ بیان کیا اور کہا: اس حلیہ کا ایک آدمی یہاں آیا تھا (اس کی دعاء سے ایسا ہوا) لوگ پہچان گئے کہ وہ الیاس ہی تھے۔ آخر آپ کو تلاش کر کے ایک جگہ پالیا لیکن آپ بھاگ گئے اور کسی اسرائیلی عورت کے گھر میں جا کر مقیم ہو گئے۔ اس عورت کا ایک لڑکا سخت بیمار تھا جس کا نام الیسع بن اخطوب تھا۔ عورت نے حضرت الیاس علیہ السلام کو مکان میں جگہ دی اور چھپا لیا۔ آپ نے اس لڑکے کے لیے دعا کی، لڑکا تندرست ہو گیا اور حضرت الیاس علیہ السلام پر ایمان لے آیا اور آپ کے ساتھ ہولیا، پیچھے لگ گیا۔ جہاں الیاس علیہ السلام جاتے وہ لڑکا بھی ساتھ جاتا۔ حضرت الیاس علیہ السلام اس وقت عمر رسیدہ اور کبیر السن ہو چکے تھے، الیسع نوجوان تھا۔ اللہ نے الیاس علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ تو نے بہت مخلوق کو بارش کو روک دینے کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔

وہ مویشی اور چوپائے اور پرندے اور کیڑے مکوڑے جو بے قصور تھے، بارش بند ہو جانے کی وجہ سے مر گئے (بقول اہل روایت) الیاس علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! اب مجھے ہی تو اجازت دے دے کہ میں ہی ان کے لیے دعا کروں اور جس دکھ میں یہ پھنسے ہوئے ہیں اس سے رہائی میری ہی دعا سے ان کو مل جائے۔ اس طرح شاید یہ باز آ جائیں اور جس شرک میں مبتلا ہیں، اس سے نکل آئیں۔ جواب ملا: اچھا، یہ جواب پانے کے بعد حضرت الیاس علیہ السلام بنی اسرائیل کے پاس گئے اور فرمایا: کوئی شک نہیں کہ تم لوگ بھوک اور دکھ سے ہلاک ہو گئے اور تمہارے گناہوں کی وجہ سے مویشی اور چوپائے اور پرندے اور کیڑے مکوڑے بھی مر گئے اور درخت بھی مردہ ہو گئے۔ تم سب بلاشبہ باطل پرست ہو، اگر تم کو اس کا ثبوت درکار ہے تو اپنے

بتوں کو میرے سامنے نکال کر لاؤ۔ اگر وہ تمہاری دعائیں قبول کر لیں (اور بارش ہو جائے) تو بیشک تمہاری بات سچی ہوگی اور اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو خود تم کو معلوم ہو جائے گا کہ تم باطل پرست ہو، اس وقت تم اپنے خود ساختہ شرک سے نکل آنا۔ پھر میں اللہ سے دعاء کروں گا اور وہ تمہاری یہ مصیبت جس میں تم پھنسے ہوئے ہو، دور کر دے گا۔ قوم والوں نے کہا: آپ نے انصاف کی بات کی۔ چنانچہ وہ اپنے بتوں کو باہر نکال کر لے آئے اور ان سے دعائیں کیں لیکن جس مصیبت میں گرفتار تھے وہ دور نہ ہوئی۔ پھر حضرت الیاس علیہ السلام نے دعاء کی، الیسع بھی آپ کے ساتھ شریک تھے، فوراً سطح سمندر سے ایک ڈھال کے برابر بدلی اٹھی اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کی طرف بڑھی اور آفاق پر چھا گئی۔ پھر بحکم خدا اس سے اتنی بارش ہوئی کہ مردہ بستیوں میں جان پڑ گئی اور اللہ نے ان کی فریادری کی۔ جب اللہ نے ان کا دکھ دور کر دیا، تب بھی انہوں نے وعدہ پورا نہیں کیا اور کفر کو نہ چھوڑا اور اپنی بدترین حالت پر قائم رہے۔

الیاس علیہ السلام نے جب یہ حالت دیکھی تو (مایوس ہو کر) اللہ سے دعاء کی کہ اب مجھے ان لوگوں سے نجات دے (بقول اہل روایت) جواب ملا: فلاں تاریخ کا انتظار کرو، مقرر دن آجائے تو فلاں مقام پر چلے جانا اور جو سواری تمہارے پاس آجائے، بے دھڑک اس پر سوار ہو جانا۔

حسب الحکم الیاس علیہ السلام اور ان کے ساتھ الیسع نکل کر اس مقام پر پہنچے جہاں پہنچنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ایک آتشیں گھوڑا (اور بقول بعض) آگ کے رنگ کا گھوڑا پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ الیاس علیہ السلام کو دیکھ کر اس پر سوار ہو گئے اور گھوڑا آپ کو لے کر روانہ ہو گیا۔ الیسع نے پکار کر کہا: حضرت! میرے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟ حضرت الیاس علیہ السلام نے فضاء اعلیٰ کی بلندی سے اپنی ایک تحریر پھینک دی۔ یہ علامت تھی کہ الیسع کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے حضرت کا خلیفہ بنا دیا گیا۔ حضرت الیسع کی حضرت الیاس علیہ السلام سے یہ آخری ملاقات تھی۔ اللہ نے الیاس علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے اندر سے نکال کر اوپر اٹھالیا، الیاس کو کھانے پینے سے بے نیاز کر دیا اور (فرشتوں جیسے) پر اور بازو عنایت کر دیئے اور ان کو ملکی انسان بنا دیا جو ارضی (انسان) بھی تھے اور سماوی (فرشتہ) بھی۔

شاہِ اجب اور اس کی قوم پر اللہ نے ایک غیبی دشمن کو مسلط کر دیا کہ لوگوں کی بے خبری میں اس نے ان پر حملہ کر دیا اور اجب اور اس کی بیوی کو مزدکی کے باغ میں قتل کر دیا اور اسی باغچے میں ان کی لاشیں پڑی رہیں کہ گوشت پارہ پارہ ہو گیا اور ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں۔ اللہ نے وحی کے ذریعے سے اس واقعہ کی اطلاع الیسع کو دے دی اور رسول بنا کر بنی اسرائیل کے پاس بھیجا۔ بنی اسرائیل الیسع پر ایمان لائے، آپ کی عزت کی اور وفات تک آپ کی حکومت بنی اسرائیل پر قائم رہی۔

سری بن یحییٰ نے عبدالعزیز بن ابی الدرداء کے حوالے سے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام دونوں بیت المقدس میں ماہِ رمضان المبارک کے روزے رکھتے ہیں اور حج کے موقع پر ہر سال دونوں ملتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ الیاس بیابانوں اور خضر سمندروں (کی ڈیوٹی) پر مقرر ہیں۔ (الیاس علیہ السلام جنگوں میں بھولے بھٹکے کی رہنمائی کرتے ہیں اور خضر علیہ السلام بحری مسافروں کی مدد کرتے ہیں) "کذا ذکر البغوی فی تفسیر قولہ تعالیٰ: وان الیاس لمن المرسلین"

﴿۱۲۴﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اَلَا تَتَّقُونَ.....

﴿۱۲۵﴾ اَتَدْعُونَ بَعْلًا وَ تَذَرُونَ اَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهُ رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اَبَائِكُمُ الْاَوَّلِينَ ﴿۱۲۶﴾
فَكَذَّبُوهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلِصِينَ ﴿۱۲۸﴾ وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِينَ
﴿۱۲۹﴾ سَلَّمَ عَلٰى اِلٰى يٰسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾

﴿تجوید﴾ کیا تم بعل کو پوجتے ہو اور اس کو چھوڑے بیٹھے ہو جو سب سے بڑھ کر بنانے والا ہے (اور وہ) معبود حق ہے تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی رب ہے سو ان لوگوں نے ان کو جھٹلایا سو وہ لوگ پکڑے جاویں گے مگر جو اللہ کے خاص بندے تھے اور ہم نے الیاس کے لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ الیاسین پر سلام ہو۔

﴿تفسیر﴾ ﴿۱۲۵﴾ ”ادعون“ کیا تم عبادت کرتے ہو ”بعلا“ بت کا نام ہے جس کی وہ پوجا کرتے تھے۔ اس کی مناسبت سے ان کے شہر کو بعلبک کہا جاتا تھا۔ مجاہد، عکرمہ اور قتادہ کا قول ہے کہ بعل اہل یمن کی لغت میں رب کو کہتے ہیں۔ ”وتذرون احسن الخالقین“ وہ اس کی عبادت نہیں کرتے تھے۔

﴿۱۲۶﴾ ”اللہ ربکم و رب آبائکم الاولین“ حمزہ، کسائی و حفص و یعقوب کے نزدیک ”اللہ ربکم و رب“ نصب کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ دونوں بدل ہیں۔ بعض حضرات کے نزدیک مرفوع ہے جملہ مستانفہ ہونے کی وجہ سے۔

﴿۱۲۷﴾ ”فکذبوه فانهم لمحضرون“ ان کو دوزخ میں حاضر کریں گے۔

﴿۱۲۸﴾ ”الا عباد اللہ المخلصین“ ان کی قوم سے یا ان کے ساتھیوں کو عذاب سے بچالیں گے۔

﴿۱۲۹﴾ ”وترکنا علیہ فی الاخرین“.....

﴿۱۳۰﴾ ”سلام علی الیاسین“ نافع ابن عامر نے آل یاسین پڑھا ہے۔ حمزہ کے فتح کے ساتھ اور لام کے کسرہ کے ساتھ کیوں کہ مصحف میں مفعولاً ہی نقل کیا گیا ہے اور دوسرے قراء نے حمزہ کے کسرہ کے ساتھ اور لام کے سکون کے ساتھ موصولاً نقل کیا۔ جن حضرات نے آل یاسین پڑھا ہے (جداجدا) انہوں نے اس سے مراد آل محمد لیا ہے لیکن یہ قول بعید ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد حضرت الیاس علیہ السلام ہیں۔ معروف قرآۃ وصل کے ساتھ ہے اور اس کی لغت میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا کہ الیاسین لغت میں الیاس ہے۔ مثل اسماعیل کی طرح، اسماعین اور میکائیل سے میکائین۔ قراء کا قول ہے کہ الیاس کی جمع ہے۔ اس سے ان کے اصحاب و اتباع مؤمنین مراد ہیں۔ یہ بمنزلہ اشعریین، انجمیین کی طرح ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سلام علی ادرا سین اس سے، ادریس علیہ السلام اور ان کے تابعدار مراد ہیں۔ وہ یہی پڑھتے ہیں۔

”وان ادریس لمن المرسلین“

إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳۱﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۲﴾ وَإِنَّ لُوطًا لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۳۳﴾
 إِذْ نَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿۱۳۴﴾ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَرْنَا الْأَخْرِينَ ﴿۱۳۶﴾ وَإِنَّا لَمُرْسَلُونَ
 لَكُمْ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِينَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِاللَّيْلِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۳۸﴾ وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۳۹﴾ إِذْ
 أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ﴿۱۴۱﴾

﴿ترجمہ﴾ ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بے شک وہ ہمارے (کامل) ایماندار بندوں میں سے تھے اور بے شک لوط (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے تھے۔ جبکہ ہم نے ان کو اور ان کے متعلقین سب کو نجات دی۔ بجز اس بڑھیا (یعنی ان کی زوجہ کے کہ وہ رہ جانے والوں میں رہ گئی پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا اور تم تو ان (کے دیار و مسکن) پر صبح ہوتے اور رات میں گزرا کرتے ہو تو کیا پھر بھی نہیں سمجھتے ہو اور بے شک یونس (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے تھے جب کہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے سو یونس بھی شریک قرعہ ہوئے۔ اور یہی ملزم ٹھہرے۔

﴿ترجمہ﴾ ﴿۱۳۱﴾ ”انا کذلک نجزی المحسنین،

﴿۱۳۲﴾ انه من عبادنا المؤمنین،

﴿۱۳۳﴾ وان لوطاً لمن المرسلین،

﴿۱۳۴﴾ اذ نجیناه واهله اجمعین،

﴿۱۳۵﴾ الا عجوزاً فی الغابریں“ ان کے لیے عذاب باقی رہنے والا ہے۔

﴿۱۳۶﴾ ”ثم دمرنا الاخرین“ تدمیر کا معنی ہے ہلاکت۔

﴿۱۳۷﴾ ”وانکم لتمرون علیہم“ ان کے نقش و قدم اور ان کے ٹھکانوں پر سے گزرو۔ ”مصبحین“ صبح کے وقت

﴿۱۳۸﴾ ”وباللیل“ وہ ارادہ کرتے ہیں کہ وہ دن پر سے گزرتے ہیں اور رات ان پر سے گزرتی ہے جب وہ کسی سفر پر جاتے

اور واپس آتے۔ ”افلا تعقلون“ کیا تم اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

﴿۱۳۹﴾ ”وان یونس لمن المرسلین“ حضرت یونس علیہ السلام بھی انبیاء کرام میں سے تھے۔

﴿۱۴۰﴾ ”اذ ابق الی الفلک المشحون“ جب وہ کشتی سے بھاگنے لگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور وہب کا بیان

ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام جب اپنی قوم سے عذاب کا وعدہ کر آئے تو ان پر وقت مقررہ پر عذاب نہیں آیا تو وہ اپنی قوم

سے چھپ کر بھاگنے لگے، سمندر کا رخ کیا اور کشتی پر سوار ہو گئے۔ جب کشتی سمندر کے درمیان پہنچی تو رُک گئی۔ کشتی کے ملاح

نے کہا کہ اس میں کوئی بھاگا ہوا غلام موجود ہے جس کی وجہ سے کشتی نہیں چلتی۔ انہوں نے قرعہ ڈالا تو حضرت یونس علیہ السلام

کا نام نکل آیا۔ تین بار قرعہ ڈالا، تینوں بار حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکلا۔ پھر حضرت یونس علیہ السلام کہنے لگے کہ میں ہی

اپنے مالک سے بھاگا ہوا ہوں۔ پھر حضرت یونس علیہ السلام نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔

ایک روایت میں اس طرح قصہ مذکور ہے کہ جب وہ سمندر کے کنارے پہنچے تو آپ کے ساتھ زوجہ اور دو بیٹے تھے، کشتی آئی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان کو اپنے ساتھ بٹھانے کا ارادہ کیا کہ کشتی اور ان کی بیوی کے درمیان موج حائل ہوگئی اور وہ موجوں کی نذر ہوگئی۔ پھر ایک اور موج آئی، وہ حضرت یونس علیہ السلام کے بڑے بیٹے کو لے گئی۔ ادھر سے ایک بھیڑیا آیا وہ ان کے چھوٹے بیٹے کو لے گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام اکیلے رہ گئے۔ پھر ایک اور کشتی آئی۔ اس میں آپ کی قوم کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے کنارے پر جا کر بیٹھ گئے۔ جب کشتی سمندر میں چلنے لگی تو رُک گئی، قرعہ ڈالا گیا، اس کا نتیجہ تفصیلی واقعہ سورۃ یونس میں گزر چکا ہے۔

﴿فَسَاهُمْ﴾ انہوں نے اس میں قرعہ ڈالا تاکہ جس کے حصے میں قرعہ نکلے وہ سمندر میں پھینک دیا جائے۔ ”فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ“ وہ ہو گئے قرعہ ڈالنے والوں میں سے۔

فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ﴿۴۳﴾ لَلْبَثُ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۴۴﴾ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ﴿۴۵﴾ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَقْطِينٍ ﴿۴۶﴾ وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَى مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ﴿۴۷﴾

﴿۴۲﴾ پھر ان کو مچھلی نے (ثابت) نگل لیا اور یہ اپنے کو ملامت کر رہے تھے سو اگر وہ (اس وقت) تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے۔ تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے سو ہم نے ان کو ایک میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت مضمحل تھے اور ہم نے ان پر ایک بیلدار درخت بھی اگا دیا تھا اور ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔

﴿۴۲﴾ ”فالتقمه الحوت“ ان کو مچھلی نے نگل لیا۔ ”وهو ملیم“ اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے۔

﴿۴۳﴾ ”فلولا انه كان من المسبحين“ اگر وہ اس سے پہلے اللہ کی یاد نہ کرتے رہتے اور وہ بہت زیادہ اللہ کو یاد کرنے والے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ کیا کہ وہ بہت زیادہ نماز پڑھنے والے تھے۔ وہب نے کہا کہ وہ بہت زیادہ عابد تھے۔ حسن کا قول ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں نماز نہیں پڑھ رہے تھے بلکہ اس سے پہلے وہ پڑھتے تھے اور بعض نے کہا کہ اگر مچھلی کے پیٹ میں وہ اللہ کی تسبیح نہ کرتے، سعید بن جبیر نے کہا کہ تسبیح سے مراد ہے ”لا اله الا انت سبحانک انی اعنت من الظالمین“

﴿۴۴﴾ ”للث في بطنه الى يوم يبعثون“ اگر تسبیح نہ کرتے تو قیامت تک آپ مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتے۔

﴿۴۵﴾ ”فنبدناه“ پس ہم نے ان کو ڈال دیا۔ ”بالعراء“ زمین پر۔ امام سدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ساحل پر ڈال دیا۔ عراء اس زمین کو کہتے ہیں جو درخت اور نباتات سے خالی ہو۔ ”وهو سقیم“ چڑیا کے بچہ کی مانند۔ بعض اقوال میں آیا ہے کہ آپ کا

گوشت بسک گیا تھا۔ ہڈیاں کمزور ہو گئیں، بدن میں قوت باقی نہیں رہی تھی۔ اس بات میں اختلاف ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنے عرصے رہے۔ مقاتل بن حیان کا قول ہے کہ تین روز وہ مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ عطاء کا قول ہے کہ سات روز۔ ضحاک کا قول ہے بیس دن۔ سدی، کلبی و مقاتل بن سلیمان نے کہا کہ چالیس روز رہے۔ شععی کا قول ہے کہ چاشت کے وقت مچھلی نے نگلا تھا اور شام کو اُگل دیا۔

④۶ ”وانبتنا علیہ“ اس کے لیے اور بعض نے کہا اس کے پاس ”شجرة من یقطین“ کدو کی بیل تمام مفسرین کے نزدیک ہے۔ حسن اور مقاتل کا بیان ہے کہ جس درخت کا تاناہ ہو اور اس کی بیل زمین پر پھیلتی ہو اور سردی کے زمانہ میں باقی نہ رہتا ہو، وہ یقطین ہے۔

مقاتل بن حیان کا قول ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام درخت کے سائے میں رہنے لگے۔ ایک پہاڑی بکری آپ کے پاس آ جاتی تھی۔ آپ صبح و شام اس کا دودھ پیتے تھے۔ آخر جب گوشت میں کچھ سختی آ گئی، بال اُگ آئے اور قوت بھی آ گئے تو آپ سو گئے لیکن جب بیدار ہوئے تو درخت سوکھ چکا تھا، دھوپ کی تپش بدن پر لگی تو آپ کو درخت کے سوکھ جانے کا بڑا غم ہوا اور رونے لگے۔ اللہ نے جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے یہ پیغام بھیجا کہ تم کو ایک درخت کا تو اتنا غم ہے اور اپنی امت کے ایک لاکھ آدمیوں کا غم نہیں جو مسلمان بھی ہو گئے اور توبہ بھی کر چکے ہیں۔

④۷ ”وارسلناہ الی مائة الف“ قنادہ کا قول ہے کہ مذکورہ بالا مصیبت سے پہلے حضرت یونس علیہ السلام کو نینو علاقہ موصل کے باشندوں کے پاس پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔ بعض حضرات نے کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نمودار ہونے کے بعد پیغمبر بنا کر بھیجا۔ بعض نے کہا کہ مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے بعد دوسری قوم کی طرف ان کو بھیجا گیا۔ ”او یزیدون“ مقاتل اور کلبی رحمہما اللہ کا بیان ہے کہ او بمعنی بل کے ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ ایک لاکھ کی طرف بلکہ اس سے زیادہ کی طرف ہم نے یونس علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔ زجاج کا قول ہے کہ ”او“ اس جگہ اپنے اصلی معنی میں مستعمل ہے مگر مطلب یہ ہے کہ تم لوگ اگر ان کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ ایک لاکھ ہیں یا زیادہ ہیں جیسے کوئی شخص کسی گروہ کو دیکھ کر کہتا ہے۔ یہ ایک لاکھ ہیں یا اس سے بھی زیادہ ہیں۔ یہ سب کچھ مخلوق کے تخمینے اور اندازے کے بغیر یقینی ہونے پر ہے۔ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے اور اس سے بھی زیادہ۔ مفسرین رحمہم اللہ کا اس بات میں اختلاف ہے کہ ایک لاکھ سے زیادہ تعداد کتنی تھی۔ اس سلسلہ میں آئمہ مفسرین رحمہم اللہ کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مقاتل کے نزدیک ایک لاکھ کے اوپر اور بیس ہزار تک ان کی تعداد تھی۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ بیس ہزار سے زیادہ تھے۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ وہ تیس ہزار سے کچھ زیادہ تھے اور سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ نے ستر ہزار تعداد بیان کی ہے۔

فَأَمَّنُوا فَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴿۱۴۸﴾ فَاسْتَفْتِهِمَ الرِّبَّكَ الْبَنَاتِ وَلَهُمُ الْبُنُونَ ﴿۱۴۹﴾ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ ﴿۱۵۰﴾ أَلَا إِنَّهُمْ مِّنْ أَفْكَهَمَ لَيَقُولُونَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللَّهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۱۵۲﴾ أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿۱۵۴﴾ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۱۵۵﴾ أَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِينٌ ﴿۱۵۶﴾ فَآتُوا بِكُتُبِكُمْ إِن كُنتُمْ صٰدِقِينَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نَسَبًا ۗ وَلَقَدْ عَلِمْتِ الْجِنَّةَ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿۱۵۸﴾

﴿تذکرہ﴾ پھر وہ لوگ ایمان لے آئے تھے تو ہم نے ان کو ایک زمانہ تک عیش دیا سو ان لوگوں سے پوچھیے کہ خدا کے لئے تو بیٹیاں اور ان کے لئے بیٹے ہاں کیا ہم نے فرشتوں کو عورت بنایا ہے اور وہ ان کے (بننے کے وقت) دیکھ رہے تھے خوب سن لو کہ وہ لوگ اپنی سخن تراشی سے کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ صاحب اولاد ہے اور وہ یقیناً (بالکل) جھوٹے ہیں کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیاں زیادہ پسند کیں تم کو کیا ہو گیا تم کیسا (بیہودہ) حکم لگاتے ہو پھر کیا تم (عقل اور) سوچ سے کام نہیں لیتے ہو ہاں کیا تمہارے پاس (اس پر) کوئی واضح دلیل موجود ہے تم اگر اس میں سچے ہو تو اپنی وہ کتاب پیش کرو ان لوگوں نے اللہ میں اور جنات میں (بھی) رشتہ داری قرار دی ہے اور (جس) جس کو یہ لوگ خدا کا شریک ٹھہرا رہے تھے ان کی تو یہ کیفیت ہے کہ ان میں جو جنات ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ (ان میں جو کافر ہیں) وہ (عذاب میں) گرفتار ہوں گے۔

﴿تفسیر﴾ ﴿۱۴۸﴾ ”فامنوا“ عذاب کے معائنہ کے بعد یونس علیہ السلام کی قوم ایمان لے آئی۔ ”فامتعنناہم الی حین“ جب اس کی اجل پوری ہو گئی۔

﴿۱۴۹﴾ ”فاستفتہم“ اے محمد! آپ اہل مکہ سے پوچھیے، یہ سوال بطور توہین کے ہے۔ ”الربک البنات ولہم البنون“ یہ اس وجہ سے کہ قبیلہ جہینہ اور قبیلہ بنو سلمہ دونوں کا یہ عقیدہ تھا کہ (نعوذ باللہ) فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ پر ایسا بڑا الزام ڈالتے ہیں، یہ الزام ظالم لوگ ہی کر سکتے ہیں، وہ کہتے تھے ”جعلوا اللہ البنات ولا نفسہم البنین“

﴿۱۵۰﴾ ”ام خلقنا الملائکة اناثا“ یہ سوال بطور استہزاء کے ہے کہ کیا تمہاری نظروں میں ہم نے فرشتوں کو لڑکیاں پیدا کیا ہے۔ ”وہم شاہدون“ کہ جب ہم ان کو پیدا کر رہے تھے کیا اس وقت یہ لوگ حاضر تھے؟ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ”اشہدوا خلقہم“ ہے۔

﴿۱۵۱﴾ ”الا انہم من افکہم“ ایسے جھوٹ کی وجہ سے جس کا غلط ہونا ظاہر ہے۔ ”لیقولون

﴿۱۵۲﴾ ولد اللہ وانہم لکاذبون“.....

﴿۱۵۳﴾ ”اصطفیٰ“ ابو جعفر نے اس کو ما قبل والی آیت کے ساتھ ملا کر پڑھا ہے مشرکین کے قول کی خبر ہونے کی وجہ سے اور اگر وصل

- پڑھیں تو اس صورت میں یہ ابتداء ہوگا۔ ”اصطفیٰ“ الف کے کسرہ کے ساتھ اور بعض قراء نے الف کے بغیر پڑھا ہے کیوں کہ الف استفہام وصل پر داخل ہوا ہے۔ لہذا وصل والا الف کو حذف کر کے استفہام والے الف کو باقی رکھا۔ ”البنات علی البنین“
- 154 ”مالکم کیف تحکمون“ یہ کیسا حکم لگا رہے ہو، اللہ کے لیے تو بیٹیاں پسند کرتے ہو اور اپنے لیے بیٹے۔
- 155 ”أفلا تذکرون“ کیا تم اس پر غور نہیں کرتے۔
- 156 ”ام لکم سلطان مبین“ کھلی ہوئی دلیل جو اللہ کی طرف سے اتاری گئی ہو۔
- 157 ”فاتوا بکتابکم“ ایسی دلیل لے آؤ جس میں تمہارے لیے حجت ہو۔ ”ان کنتم صادقین“ اگر تم اپنے قول میں سچے ہو۔

بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ كِتَابٌ

- 158 ”وجعلوا بينه وبين الجنة نسبا“ مجاہد اور قتادہ نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اگر ”الجنة“ سے مراد ملائکہ ہیں ان کو جن سے اس لیے موسوم کیا کیونکہ جن کا معنی ہے پوشیدہ ہونا فرشتے چونکہ نظروں سے پوشیدہ ہوتے ہیں اس لیے ان کو ”الجنة“ کہا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ آیت قریش کے تین قبائل سلیم، خزاعہ اور جہینہ کے متعلق نازل ہوئی۔
- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ملائکہ کا ایک خاص گروہ ہے جن میں سے ابلیس بھی ہے ان کو جن کہا جاتا ہے انہی کو وہ لوگ اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ کلبی کا بیان ہے کہ ان لوگوں کا یہ خیال تھا کہ خدا نے کسی جنی عورت سے اپنا جوڑ لگا لیا اور اس سے ملائکہ پیدا ہو گئے۔ بعض قریشیوں نے جب ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کہا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا، ان کی مائیں کون ہیں؟ بولے جنات کی شریف ترین اعلیٰ عورتیں (پریاں) ان کی مائیں ہیں۔
- حسن کا قول ہے کہ یہاں ”نسبا“ سے مراد شیاطین کو اللہ کی عبادت میں شریک کرنا۔ ”ولقد علمت الجنة انهم“ یہ بات کہنے والے خود جنات جانتے ہیں۔ ”لمحضرون“ ان کو دوزخ میں حاضر کیا جائے گا۔ پھر آگے اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنی برأت کی اور اپنی پاکی بیان کی۔

سُبْحَنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُونَ 159 اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلِصِينَ 160 فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ 161 مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ
بِفِتْنَيْنِ 162 اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ 163 وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ 164 وَاِنَّا لَنَحْنُ الصّٰفُّوْنَ 165 وَاِنَّا
لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ 166 وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ 167 لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ 168 لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ
الْمُخْلِصِيْنَ 169 فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ 170 وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ 171

تفسیر اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں مگر جو اللہ کے خاص (ایمان والے) بندے ہیں سو تم اور تمہارے سارے معبود خدا سے کسی کو نہیں پھیر سکتے مگر اسی کو جو کہ (علم الہی میں) جہنم رسید ہونے والا ہے اور ہم میں ہر ایک

کا ایک معین درجہ ہے اور (خدا کے حضور میں حکم سننے کے وقت) ہم صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور ہم (خدا کی) پاکی بیان کرنے میں بھی لگے رہتے ہیں اور یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت (کی کتاب) پہلے لوگوں (کی کتابوں کے) طور پر آتی تو ہم اللہ کے خاص بندے ہوتے پھر یہ لوگ اس کا انکار کرنے لگے سو (خیر) اب ان کو (اس کا انجام) معلوم ہوا جاتا ہے اور ہمارے خاص بندوں یعنی پیغمبروں کے لئے ہمارا یہ قول پہلے سے ہی مقرر ہو چکا ہے۔

تفسیر 159 "سبحان الله عما يصفون".....

160 "الا عباد الله المخلصين" استثناء متصل ہے۔ یعنی وہ لوگ اس وقت ان کو حاضر نہیں کر سکیں گے۔

161 "فانکم" وہ اہل مکہ کو کہتے ہیں۔

162 "وما تعبدون" بتوں کی پوجا۔ "ما انتم علیہ" سو تم اور تمہارے سارے معبودین "بفتنین" اللہ کے معاملہ میں کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے۔

163 "الا من هو صال الجحیم" مگر اس شخص کو جس کے لیے جہنم میں جانا مقدر ہو چکا ہے جس پر اللہ کی بدبختی غالب آگئی۔

164 "وما منا الا له مقام معلوم" یعنی ہم میں سے ہر ایک کا مقام معلوم ہے، آسمانوں میں ایک معین مقام ہے جہاں وہ اللہ کی عبادت میں مشغول ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آسمان میں ایک بالشت جگہ بھی خالی نہیں کہ جس پر فرشتے نے نماز نہ پڑھی ہو اور تسبیح نہ کی ہو۔

حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آسمان چڑھا اور اس کو چڑھا چاہیے۔ قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، چار انگل کی کوئی جگہ آسمان میں ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے ہوئے سجدہ نہ کر رہا ہو۔ سدی نے اس آیت کی تشریح میں کہا کہ قرب اور مشاہدہ کا درجہ ہر فرشتے کا مقرر ہے۔ ابو بکر و راق نے کہا مقام عبودیت مراد ہے جیسے خوف، امید، محبت، رضا

165 "وانا لنحن الصافون" قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ فرشتے اپنے قدموں پر صف بستہ ہوتے ہیں۔ کلبی کا بیان ہے کہ آسمان پر عبادت کے فرشتوں کی صفیں ایسی ہی ہوتی ہیں جیسے زمین پر آدمیوں کی صفیں۔

166 "وانا لنحن المسبحون" ہم اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں وہ تمام عیوب اور نقائص سے پاک ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ صلوٰۃ اور تسبیح کے ساتھ۔ ان کے اور معبودین نہیں جیسے کفار کے کئی کئی معبود ہوتے ہیں۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم کافروں کی طرح نہیں ہیں کیوں کہ عبادت اور تسبیح میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک بنائیں۔

167 "وان كانوا" اور یہ کفار مکہ "لیقولون" اس میں لام تاکید کے لیے ہے۔

168 "لو ان عندنا ذکر من الاولین" پہلے لوگوں کی طرح کتابیں لے کر آئیں۔

169 "لكننا عباد الله المخلصين".....

170 "فكفروا به" جب ان کے پاس کتاب آگئی تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا۔ "فسوف يعلمون" یہ بطور تہدید کے ارشاد فرمایا۔

171 "ولقد سبقت كلمتنا لعبادنا المرسلين" یہ اس قول کی طرح ہے "كتب الله لاغلبين انا ورسلي"

انهم لهم المنصورون 172 وان جندنا لهم الغلبون 173 فتول عنهم حتى حين 174 و ابصرهم

فسوف يبصرون 175 ابعذابنا يستعجلون 176 فاذا نزل بساحتهم فساء صباح

المنذرين 177 وتول عنهم حتى حين 178 و ابصر فسوف يبصرون 179 سبحن ربك رب

العزة عما يصفون 180 وسلم على المرسلين 181 والحمد لله رب العالمين 182

170 کہ بے شک وہی غالب کئے جاویں گے اور (ہمارا تو قاعدہ عام ہے) کہ ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے تو آپ

(تسلی رکھیے) اور تھوڑے زمانہ تک (صبر کیجئے اور) ان (کی مخالفت اور ایذا رسانی) کا خیال نہ کیجئے اور (ذرا) ان کو

دیکھتے رہیے سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے کیا ہمارے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں سو وہ (عذاب) جب ان کے

رو درو نازل ہوگا سو وہ دن ان لوگوں کا جن کو ڈرایا جا چکا تھا بہت ہی برا ہوگا اور آپ تھوڑے زمانہ تک ان کا خیال نہ

کیجئے اور دیکھتے رہیے سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو

یہ (کافر) بیان کرتے ہیں۔ اور سلام ہو پیغمبروں پر اور تمام تر خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے

172 "انهم لهم المنصورون".....

173 وان جندنا لهم الغالبون "اللہ تعالیٰ کے گروہ ان پر غلبہ پالیں گے اور آخرت میں ان کی مدد کی جائے گی۔

174 "فتول" آپ ان سے اعراض کر لیجئے۔ "عنهم حتى حين" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا

حين سے مراد ہے موت کا وقت۔ مجاہد کے نزدیک بدر کا دن مراد ہے۔ سدی کا قول ہے کہ جس روز اللہ کافروں سے

جہاد کرنے کا حکم دے گا۔ بعض نے کہا کہ جب تک ان پر عذاب نہ آجائے۔ مقاتل بن حیان کا قول ہے کہ اس آیت

سے قتال کی آیت منسوخ ہوتی ہے۔

175 "وابصرهم" جب ان پر عذاب نازل ہوگا۔ "فسوف يبصرون" اس وجہ سے وہ کہیں گے کہ عذاب کب آئے گا۔

176 "ابعذابنا يستعجلون".....

177 "فاذا نزل" جب ان پر عذاب نازل ہوگا۔ "بساحتهم" مقاتل رحمہ اللہ کا بیان ہے جب عذاب ان کے سامنے حاضر ہو

جائے گا۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد سخن ہے۔ فراء کے نزدیک یہ ہے کہ عرب قوم کی جگہ ساحت کا ذکر کافی سمجھتے ہیں۔

"فساء صباح المنذرين" یعنی صبح کے وقت کافروں کے لیے برا ہوگا۔ اس لیے عذاب سے ان کو ڈرائیں۔ حضرت

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف نکل چلے اور رات کو وہاں پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ رات کو اگر (دشمن) قوم پر پہنچ جاتے تھے تو صبح تک حملہ نہیں کرتے تھے۔ جب صبح ہوتی تو خیبر کے یہودی اپنے پھاوڑے اور ٹوکڑے لے کر (باہر) نکلے اور جو نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہنے لگے، خدا کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور پورا لشکر بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ اکبر خیبر ویران ہو گیا۔ ہم جب ان کے صحن میں اتر گئے تو ان لوگوں کا دن بہت برا ہو گیا جن کو پہلے سے ڈرایا گیا۔

178 "وتولى عنهم حتى حين"

179 "وابصر" دیکھو اس عذاب کو جب ان پر نازل ہو رہا تھا۔ "فسوف يبصرون"

180 "سبحان ربك رب العزة" غلبہ اور قوت "عما يصفون" جو مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد مقرر کر رکھی تھی۔

181 "وسلام على المرسلين" انہوں نے اللہ کی توحید اور شریعتوں کو پہنچایا۔

182 "والحمد لله رب العالمين" دشمنوں کی ہلاکت پر اور انبیاء کرام علیہم السلام کی نصرت پر۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص چاہتا ہو کہ قیامت کے دن پورے ناپ سے اس کو اجر ناپ کر دیا جائے اس کا مجلس سے اٹھنے کے وقت آخری کلام "سبحن ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين" ہونا چاہیے۔



سُورَةُ ص

مکی سورۃ ہے اس میں اٹھاسی آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ص وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ ① بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي عِزَّةٍ وَشِقَاقٍ ② كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ
مِنْ قَرْنٍ فَنَادُوا وَاِلٰتٍ حِينَ مَنَاصٍ ③ وَعَجِبُوا اَنْ جَاءَهُمْ مُنذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُونَ
هٰذَا سِحْرٌ كَذٰبٌ ④ اَجْعَلِ الْاِلٰهَةَ الْهٰا وَاِحْدًا اِنْ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجَابٌ ⑤ وَاَنْطَلَقَ الْمَلَا
مِنْهُمْ اَنْ اَمْشُوا وَاَصْبِرُوا عَلٰى الْهَيْتِكُمْ. اِنْ هٰذَا لَشَيْءٌ يُرَادُ ⑥ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ
الْاٰخِرَةِ اِنْ هٰذَا اِلَّا اِخْتِلَافٌ ⑦ اَوْنَزَلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ مِّمِّنَّا ؕ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّنْ
ذِكْرِيْ بَلْ لَمَّا يَدُوْقُوْا عَذَابٌ ⑧

① ص قسم ہے قرآن کی جو نصیحت سے پر ہے بلکہ (خود) یہ کفار (ہی) تعصب اور (حق کی) مخالفت میں ہیں
ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہم (عذاب سے) ہلاک کر چکے ہیں سو انہوں نے (ہلاکت کے وقت) بڑی ہائے پکار
کی اور وہ وقت خلاصی کا نہ تھا اور ان کفار (قریش) نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس ان (ہی) میں سے ایک
پیغمبر ڈرانے والا آ گیا اور کہنے لگے کہ یہ شخص (خوارق میں) ساحر (اور دعویٰ نبوت میں) جھوٹا ہے (اور) کیا (یہ
شخص سچا ہو سکتا ہے کہ) اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے اور
(توحید کا مضمون سن کر) ان کفار میں کے رئیس یہ کہتے ہوئے چلے کہ (یہاں سے) چلو اور اپنے معبودوں (کی
عبادت) پر قائم رہو یہ کوئی مطلب کی بات ہے ہم نے تو یہ بات (اپنے) پچھلے مذہب میں سنی نہیں ہو نہ ہو یہ (اس
شخص کی) گھڑت ہے کیا ہم سب میں سے اسی شخص پر کلام الہی نازل کیا گیا بلکہ یہ لوگ خود) میری وحی کی طرف سے
شک (یعنی انکار) میں ہیں بلکہ (اصل وجہ یہ ہے) انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔

① "ص" بعض نے کہا کہ یہ قسم ہے بعض نے کہا کہ یہ سورۃ کا نام ہے جیسا کہ ہم نے ہر سورۃ کی ابتداء میں

حروف تہجی کے متعلق بیان کیا۔ محمد بن کعب القرظی کا بیان ہے کہ اللہ کے نام یعنی صد اور صادق الودع کی کنجی ہے۔ ضحاک کا قول ہے کہ ص کا معنی ہے صدق اللہ، اللہ نے سچ فرمایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ایک روایت میں آیا ہے کہ ص کا معنی ہے صدق محمد رسول اللہ ”والقرآن ذی الذکر“ یہ بیان ہے عقل مند لوگوں کے لیے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما، مقاتل، ضحاک نے اس کا ترجمہ شرف سے کیا ہے۔ اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ”والله لذكر لك ولقومك“ واؤ قسمیہ ہے۔ اس کے جواب قسم میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا جواب قسم ما قبل میں گزر چکا ہے اور وہ (ص) ہے۔ عبارت اس طرح ہوگی ”اقسم بالله بالقرآن ان محمداً قد صدق“ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی قسم کھائی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سچ کہا ہے۔ فراء کا قول ہے کہ ص کا معنی ہے کہ ”وجب وحق“ کے معنی میں ہے۔ ”والقرآن“ جیسا کہ تو نے کہا۔ بعض نے کہا کہ جواب قسم محذوف ہے تقدیری عبارت یہ ہوگی۔ ”والقرآن ذی الذکر ما الامر“ جیسا کہ کفار کہتے ہیں اور یہ محذوف پر دلالت کرتا ہے۔

② ”بل الذین کفروا“ قوادہ کا قول ہے کہ بل اس جگہ اعراض کے لیے نہیں ہے بلکہ ابتدائیہ ہے اور یہ جملہ قسم کا جواب ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ آیا ہے ”ق والقرآن المجید بل عجبا“ بعض نے کہا کہ یہاں تقدیم و تاخیر ہے تقدیری عبارت یہ ہوگی۔ ”بل الذین کفروا“..... ”فی عزة وشقاق“ قرآن ذکر والا ہے اور نصیحت والا ہے۔

انفخ کا قول ہے جس مضمون کے لیے قسم کے ساتھ کلام کیا گیا ہے ”ان کل الا کذب الرسل فحق عقاب“ اور دوسری جگہ ذکر کیا گیا۔ ”تالله ان کنا“ اور ایک اور جگہ فرمایا ”والسما والطارق ان کل نفس“ بعض نے کہا کہ جواب قسم یہ ”ان هذا لوزننا“ ہے۔ کسائی کا قول ہے کہ جواب قسم یہ ہے کہ ”ان ذلک لحق تخصم اهل النار“ یہ بعید ہے کیوں کہ اس قسم کے درمیان خلل پیدا ہو جائے گا۔ یہ جواب بہت سارے قصص اور اخبار کثیرہ پر مبنی ہے۔

تیسری کا قول ہے بل ایک کلام کے تدارک اور دوسرے کلام کی نفی کے لیے ہے کیوں کہ اللہ نے ”ص والقرآن ذی الذکر“ کی قسم کھا کر فرمایا کہ جو کافر ہیں وہ غرور اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں اور حق سے روگردانی محض تکبر کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ مجاہد کا قول ہے کہ یہ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔

③ ”کم اهلکنا من قبلهم من قرن“ جو ما قبل میں اُمّتیں گزر چکی ہیں۔ ”فنادوا“ نزول عذاب کے وقت فریادری کے لیے بہت چیختے چلاتے ہیں۔ ”ولات حین مناص“ نزول عذاب کے وقت ان کے لیے فرار ممکن نہیں تھا۔ مناص مصدر ہے ناص ینوص سے، نوص پیچھے رہ جانے کو کہا جاتا ہے اور مناص جائے پناہ کو کہتے ہیں۔ لات اہل یمین کی لغت نہیں ہے۔

نحویین کے نزدیک یہ ہی اور لا سے مرکب ہے اور آخر میں تاء بڑھادی گئی۔ جیسا کہ ان کا قول ”رُب و ربث وتم وتمت“ اس کا اصل ہا تھا اور اس کے ساتھ لا کو ملا لیا۔ اور ”لاء“ کہنے لگے۔ جیسا کہ انہوں نے کہا کہ لاء اور حالت وصل میں انہیں تاء اور وقف کی صورت میں لات ہے۔ کسائی کے نزدیک حالت وقف میں لاء پڑھا جائے گا۔ بعض کا خیال ہے کہ لاء پر

وقف ہے اور تاء کا تعلق حین سے ہے۔ یعنی ”لاتحین“ ابو عبیدہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ میں نے مصحف عثمانی میں اسی طرح لکھا پایا ہے۔ جیسا کہ ابی وجزہ ساعدی کا قول ہے۔

والمطعمون زمان ما من مطعم

العاطفون تحین ما من عاطف

(وہ ایسے وقت مہربانی کرتے ہیں جب کوئی مہربان موجود نہیں ہوتا اور ایسے وقت کھانا کھلاتے ہیں جب کوئی شخص کھانا کھلانے والا نہیں ہوتا)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کفار مکہ جب جنگ کرتے تھے تو لڑائی میں سرمست ہو جاتے تھے اور ایک دوسرے سے کہتا تھا مناص، اس پر اللہ نے فرمایا ”ولات حین مناص“ یعنی مناص کہنے کا وہ وقت نہ تھا یعنی نہ کوئی جائے پناہ تھی اور نہ بھاگ جانے کا مقام۔ جب اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن ان پر عذاب نازل کیا تو وہ کہنے لگے مناص اس پر یہ آیت نازل ہوئی ”ولات حین مناص“ ④ ”وعجبوا“ اس سے مراد کفار مکہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ”بل الدین کفروا“..... ”ان جاء هم منذر منهم“ رسول وہ بھی ان ہی میں سے تھا جو ان کو ڈرا رہا تھا۔ ”وقال الکافرون هذا سحر کذاب“

⑤ ”اجعل الالهة الہا واحدا“ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تو قریش کو آپ کا مسلمان ہو جانا بڑا شاق گزرا لیکن مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ ولید بن مغیرہ نے سرداران قریش کی ایک جماعت کو جو تعداد میں پچیس تھے جمع کر کے کہا، چلو ابوطالب کے پاس چلیں۔ ولید بن مغیرہ کی عمر سب سے زیادہ تھی۔ حسب مشورہ سب لوگ ابوطالب کے پاس گئے اور ان سے کہا آپ ہمارے بزرگ اور سردار ہیں اور ان بے وقوف لوگوں کی حرکتوں سے آپ واقف ہیں، ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپ ہمارا اپنے بھتیجے سے تصفیہ کر دیجئے۔ ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو ابوطالب نے کہا میرے بھتیجے، یہ تمہاری قوم والے تم سے کچھ درخواست کرنا چاہتے ہیں تم اپنی رائے بالکل ہی ان کے خلاف نہ کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ قریش نے کہا تم ہمارے معبودوں کا ذکر چھوڑ دو اور ہم تم کو تمہارے معبود سے نہیں روکیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم لوگ مجھ سے ایک بات کا وعدہ کرتے ہو جس کی وجہ سے تم عرب کے حاکم بن جاؤ گے اور عجمی بھی تمہارے فرمانبردار ہو جائیں گے۔ ابو جہل بولا اگر ایسی بات ہے تو ہم ایک نہیں اس جیسی دس باتیں مان لیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو لا الہ الا اللہ کہہ دو۔ یہ سنتے ہی سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور منتشر ہو گئے اور کہنے لگے ”اجعل الالهة الہا واحدا“ ساری مخلوق ایک خدا کا کلام کیسے سن سکتی ہے؟ ”ان هذا لشیء عجائب“

عجیب اور عجیب کا فرق بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ انوکھی بات جس کی نظیر ہو، عجیب کہلاتی ہے اور بینظیر ہو تو اس کو عجیب کہتے ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے ”رجل، کریم و کرام“ اور کبیر، کبار، طویل طوال اور عریض عراض کی طرح ہے۔

6 "وانطلق الملاء منهم ان امشوا واضبروا على آهتكم" قریش کے سردار ابوطالب کی مجلس سے اٹھ کر چل دیئے۔ بعض بعض کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ چلو اور اپنے معبودوں کے ساتھ جمع رہو۔ یعنی اپنے معبودوں پر ثابت قدم رہو۔ "ان هذا لشيء يراد" جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے مسلمانوں کو ایک خاص قوت حاصل ہو گئی اس پر کافروں نے کہا "ان هذا لشيء يراد" بعض نے کہا کہ اس سے مراد اہل الارض ہیں۔

7 "ما سمعنا بهذا" جو کچھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ رہے ہیں یہ اس سے پہلے ہم نے کسی سے نہیں سنا۔ "فی الملة الاخرة" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، کلبی، مقاتل نے کہا کہ "الملة الاخرة" سے مراد عیسائیت ہے۔ آخری مذہب یہی تھا۔ عیسائی بھی توحید کے قائل نہیں تھے بلکہ خدا کو تین "اقانیم" میں تیسرا کہتے تھے۔ مجاہد اور قتادہ سے مراد ہے "الملة الاخرة" سے قریش کا مذہب جس پر وہ چلتے تھے۔ "ان هذا الا اختلاق" جھوٹی اور من گھڑت ہیں۔

8 "انزل عليه الذكر" اس سے مراد قرآن ہے۔ "من بيننا" یعنی یہ نہ ہمارا بزرگ ہے اور نہ ہی مال و عزت والا یہ اہل مکہ کہتے تھے۔ "بل هم في شك من ذكرى" وہی اور جو چیز میرے اوپر اتری ہے اس میں یہ لوگ شک کرتے ہیں۔ "بل لما يذوقوا عذاب" انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا، اگر عذاب کا مزہ چکھ لیتے تو اس طرح نہ کہتے۔

ام عندهم خزائن رحمة ربك العزيز الوهاب 9 ام لهم ملك السموات والارض وما بينهما
فليرتقوا في الاسباب 10 جند ما هنالك مهزوم من الاخزاب 11 كذبت قبلهم قوم نوح وعاد
وفرعون ذوالاوتاد 12 واثمود وقوم لوط واصحاب لسيكة اولئك الاخزاب 13

تفصیلاً کیا ان لوگوں کے پاس آپ کے پروردگار زبردست فیاض کی رحمت کے خزانے ہیں (جن میں نبوت بھی داخل ہے) یا کیا ان کو آسمان اور زمین اور جو چیزیں ان کے درمیان میں ہیں ان کا اختیار حاصل ہے (اگر اختیار ہے) تو ان کو چاہیے کہ بیٹھیاں لگا کر (آسمان پر) چڑھ جائیں اس مقام پر ان لوگوں کی یونہی ایک بھیڑ ہے منجملہ (مخالفین رسل کے) گرد ہوں گے جو شکست دیے جائیں گے ان سے پہلے بھی قوم نوح نے اور عاد نے اور فرعون نے جس (کی سلطنت) کے کھونٹے گڑ گئے تھے اور ثمود نے اور قوم لوط نے اور اصحاب لسیکہ نے اولئک الاخزاب 13۔

تفسیر 9 "ام عندهم" کیا تمہارے پاس "خزائن رحمة ربك" تمہارے رب کی طرف سے نعمت، اس سے مراد نبوت کے خزانے ہیں کہ جس کو چاہیں نبوت دے دیں۔ "العزيز الوهاب" سب پر غالب جس پر کوئی غالب نہیں۔ وہاب وہ بڑا داتا جس کو جو کچھ دینا چاہتا ہے دیتا ہے۔

10 "ام لهم ملك السموات والارض وما بينهما" یہ ان کے اختیار نہیں ہے۔ "فليرتقوا في الاسباب" یعنی عالم سماوی اور ارض کے نظم میں اس کو کچھ دخل نہیں تو بیٹھیاں لگا کر آسمان پر چڑھ کر عرش تک پہنچ کر اس پر متمکن ہوں اور وہاں

سے اس کائنات کا انتظام چلائیں اور جس پر چاہیں وحی نازل کی۔ مجاہد اور قتادہ کا قول ہے اسباب سے مراد ہیں آسمان کے دروازے اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پہنچنے کا راستہ؛ کہیں تک پہنچنے کا ذریعہ اور سبب ہو خواہ راستہ ہو، دروازہ ہو یا کچھ اور ہو اس کو سبب کہا جاتا ہے۔ یہ امر بطور توخیخ اور عاجز کرنے کے لیے ہے۔

⑩ ”جند ماہنالك“ یعنی یہ جو کچھ کہتے ہیں یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ایک شکست خوردہ حقیر بھیڑ ہے۔ ماصلہ ہے ”مہزوم“ مغلوب ہیں۔ ”من الاحزاب“ اس سے مراد قریش کے لشکر ہیں۔ قتادہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فرما دیا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے ”انه سيهزم جند المشركين“ کہ عنقریب کافروں کی جماعت کو شکست ہو جائے گی اور یہ پیٹھ موڑ کر بھاگ جائیں گے۔ چنانچہ اس کا ظہور بدر کے دن ہو گیا۔ ”هنالك“ سے اشارہ بدر کی لڑائی میں کافروں کی قتل گاہوں کی طرف ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا

اوتاد کی تفسیریں

⑪ ”كذبت قبلهم قوم نوح و عاد و فرعون ذوالاوتاد“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن کعب نے ذوالاوتاد کا ترجمہ کیا مضبوط عمارتوں والا۔ بعض نے کہا کہ قوی پائیدار حکومت والا۔ قمیسی نے کہا کہ عرب بولتے ہیں وہ لوگ گڑھی ہوئی میخوں والی عزت کے مالک ہیں۔ یعنی لازوال قوی عزت ان کو حاصل ہے۔

ضحاک کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے مضبوط قوت گرفت والا۔ عطیہ نے کہا کثیر لشکروں والا اور بڑے جتھوں والا جس طرح کسی چیز کو مضبوط بنانے کے لیے اس میں کیلیں یا میخیں ٹھونک دی جاتی ہیں اسی طرح فرعون کی قوم نے اپنی حکومت اور اقتدار کو مضبوط اور طاقت ور بنا رکھا تھا۔ فوجوں کی میخیں (اوتاد) اس لیے کہا جاتا ہے کہ سفر کی حالت میں پڑاؤ پر وہ بہت سے ڈیرے، خیمے لگاتے اور میخوں سے ان کو باندھتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول عطیہ سے یہی آیا ہے۔ کلبی اور مقاتل رحمہما اللہ نے کہا کہ اوتاد وتد کی جمع ہے۔ فرعون جب کسی پر عتاب کرتا تھا تو اس کو چت کر کے زمین سے کچھ اوپر ہر ہاتھ اور ٹانگ ایک ایک ستون میں ٹھونک دیتا تھا۔ اسی طرح وہ چت معلق رہتا تھا، نہ اوپر جاسکتا تھا اور نہ نیچے زمین پر گر سکتا تھا۔ اسی طرح مرجاتا تھا۔

مجاہد اور مقاتل رحمہما اللہ کا بیان ہے کہ جس شخص کو سزا دینی ہوتی فرعون اس کو زمین پر چت لٹاتا، پھر اس کے ہاتھ پاؤں علیحدہ علیحدہ پھیلا کر چومینا کر دیتا تھا۔ سدی کا قول ہے کہ چومینا مضبوط کر کے بچھو اور سانپ اس پر چھوڑ دیتا تھا۔ قتادہ اور عطاء رحمہ اللہ نے کہا کہ فرعون کے پاس کچھ پارٹیاں تھیں، کھیل کے میدان تھے، میخیں تھیں، اس کے سامنے کھلاڑی میخوں پر کھیلتے تھے اور کرتب دکھاتے تھے۔

⑫ ”و ثمود و قوم لوط و اصحاب الايكة اولئك الاحزاب“ وہ لوگ جنہوں نے انبیاء کی تکذیب کی اور مکہ کے مشرکین بھی انہی جماعتوں میں سے ایک جماعت تھی۔

اِنْ كُلِّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابٌ ﴿۱۴﴾ وَمَا يَنْظُرُ هَؤُلَاءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا قِطْنَآ قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾

﴿۱۴﴾ (اور) وہ گروہ یہی لوگ ہیں ان سب نے صرف رسولوں کو جھٹلایا تھا میرا عذاب (ان پر) واقع ہو گیا اور یہ لوگ بس ایک روز کی چیخ کے منتظر ہیں جس میں دم لینے کی گنجائش نہ تھی (مراد اس سے قیامت ہے) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمارا حصہ ہم کو روز حساب سے پہلے دے دے۔

﴿۱۵﴾ ”ان کل“ ان میں سے تمام جماعتوں نے ”الا کذب الرسل فحق عقاب“ ان پر عذاب واجب ہے اور ہم نے ان پر اپنا عذاب نازل کیا۔

﴿۱۶﴾ ”وما ينظر“ یہ لوگ انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ”هؤلاء“ کفار مکہ ”الا صيحة واحدة“ اور وہ فتحی صورت ہے۔ ”مالها من فواق“ حمزہ اور کسائی نے ”فواق“ فاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء کے نزدیک فاء کے فتح کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں لغات درست ہیں۔ قریش کی لغت میں فتح ہے اور تمیم کی لغت میں ضمہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ نے کہا کہ فواق کا معنی ہے واپس ہونا۔ مجاہد نے اس کا ترجمہ کیا مہلت۔ ضحاک کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے پھیرنا، موڑنا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ چیخ جو اپنے مقررہ وقت پر آئے گی جو عذاب کی صورت میں ہوگی تو اس کو نہ کوئی لوٹا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اس کو پھیر سکتا ہے۔ بعض نے ضمہ اور فتح کی صورت میں فرق بیان کیا ہے۔ ابو عبیدہ اور فراء نے کہا کہ فواق کا معنی ہے آرام، افاقہ اور فواق اس وقفہ کو کہتے ہیں جو اونٹنی کو دوہنے اور پھر دودھ اُتارنے کے لیے چھوڑ دینے اور پھر دوہنے کے درمیان ہوتا ہے۔ فواق: اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دیتے وقت اس مقدار کی بھی مہلت نہیں دیں گے۔ بعض نے کہا کہ یہ دونوں رجوع سے مستعار لیے گئے کیونکہ دودھ دوبارہ تھنوں میں لوٹ آتا ہے۔ جب اس کے بچے کو اس کے تھنوں کے قریب چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اسی سے ہے مریض کا افاقہ پانا صحت کی طرف۔

﴿۱۶﴾ ”وقالوا ربنا عجل لنا قطننا قبل يوم الحساب“ سعید بن جبیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں ہمارا لکھا ہوا حساب۔ قط اس صحیفہ کو کہا جاتا ہے جس میں سب کچھ شمار کر دیا گیا ہو۔ کلبی کا بیان ہے کہ جب سورۃ الحاقہ نازل ہوئی ”فاما من اوتی کتابہ بيمينه“..... ”واما من اوتی کتابہ بشماله“ تو مکہ کے کافروں نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا، اے ہمارے رب! ہمارا لکھا ہوا تو ابھی دے دے۔ سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ نے کہا کہ کافروں کی مراد یہ تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس جنت کا ذکر فرماتے ہیں، اس کے اندر ہمارا جو نصیب اور حصہ ہو وہ ہم کو یہیں دیدے۔

حسن، قتادہ، مجاہد اور سدی رحمہم اللہ کا قول ہے کہ ان کا مطلب یہ تھا کہ جس عذاب آخرت کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو دھمکی دیتے ہیں اس کا ہمارا مقررہ حصہ یہیں دنیا میں ہم کو دے دے۔ عطاء کا قول ہے کہ یہ نصر بن حارث کا قول تھا۔ اس نے کہا تھا

”اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَامْطِرْ عَلَيْنَا حَجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ“ اے اللہ! اگر یہی حق ہے اور تیری طرف سے نازل ہوا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں سے بارش کر دے۔ مجاہد کا قول ہے کہ ”قطناً“ سے مراد حساب ہے۔ جیسا کہ کتاب کے حساب کو قطن کہا جاتا ہے۔ ابو عبیدہ اور کسائی نے کہا کہ ”القط“ سے مراد جواز ہے۔

اصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗ اَوَّابٌ ﴿١٧﴾ اِنَّا سَخَرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعِشِيِّ وَالْاَشْرَاقِ ﴿١٨﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً ۗ كُلٌّ لَّهٗ اَوَّابٌ ﴿١٩﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَاَتَيْنَهُ الْحِكْمَةَ وَفَضَّلْنَا الْخِطَابَ ﴿٢٠﴾

آپ لوگوں کے اقوال پر صبر کیجئے اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کیجئے جو بڑی قوت (اور ہمت) والے تھے وہ (خدا کی طرف) رجوع ہونے والے تھے۔ ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ان کے ساتھ شام اور صبح تسبیح کیا کریں اور (اسی طرح) پرندوں کو بھی جو (تسبیح کے وقت) ان کے پاس جمع ہو جاتے تھے سب ان کی (تسبیح کی) وجہ سے مشغول ذکر رہتے اور ہم نے ان کی سلطنت کو بڑی قوت دی اور ہم نے ان کو حکمت اور فیصلہ کر دینے والی تقریر عطا فرمائی تھی۔

﴿١٧﴾ ”اصبر علی ما یقولون“ کفار جو کچھ آپ کی تکذیب کرنے کے متعلق کہتے ہیں۔ ”واذکر عبدنا داؤد ذالایید“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ عبادت میں بڑے قوت دار تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے زیادہ اللہ کو پسند حضرت داؤد علیہ السلام کا نفل روزہ رکھنے کا طریقہ ہے۔ داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے، ایک دن ناغہ کرتے تھے اور سب سے زیادہ پسندیدہ نماز اللہ کے نزدیک حضرت داؤد علیہ السلام کی ہے۔ داؤد علیہ السلام آدھی رات سوتے تھے، ایک تہائی رات نماز پڑھتے تھے۔ پھر آخرت میں پوری رات کا چٹا حصہ سو جاتے تھے۔ بعض نے کہا کہ اپنی بادشاہت کی ملک میں بہت مضبوط تھے۔ ”انہ اوّاب“ ہر ناپسندیدہ کام پر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کے ذریعے رجوع کرتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ یعنی اللہ کے بڑے اطاعت گزار تھے۔ سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ کی بہت پاکی بیان کرنے والے تھے۔ حبشی زبان میں ”اوّاب“ کا معنی ہے تسبیح کرنے والا۔

﴿١٨﴾ ”انا سخرنا الجبال معہ“ جیسا کہ ارشاد باری ہے ”وسخرنا مع داؤد الجبال“..... ”یسبحن“ تسبیح کرتے تھے۔ ”بالعشی والاشراق“ کلبی کا بیان ہے کہ اس سے مراد صبح و شام ہے۔ اشراق کا مطلب ہے روشنی کی چمک کا انتہاء کو پہنچ جانا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس سے صلوة اشراق مراد ہے۔ عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا اس آیت کے متعلق کہ اس آیت پر میرا ایمان تو تھا لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ اس کا معنی کیا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور وضو کا پانی طلب فرمایا، پھر وضو کیا اور چاشت کی نماز پڑھی اور نماز کے بعد فرمایا، ام ہانی! یہ اشراق کی نماز ہے۔

19 "والطير" اور ہم نے پرندوں کو ان کے لیے مسخر کر دیا۔ "مَحْشُورَةٌ" جو جمع ہو کر حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔ "کل له اواب" یہ سب حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح پڑھنے میں مطیع تھے۔ بعض نے کہا کہ "له اواب" کا معنی ہے کہ تسبیح میں برابر مشغول رہتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی حکومت

20 "و شد لنا ملکہ" یعنی ہم نے ان کی حکومت کو مضبوط اور مستحکم بنا دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اللہ نے تمام بادشاہوں سے بڑھ کر حضرت داؤد علیہ السلام کو اقتدار عطا فرمایا تھا، ان کے قلعہ کی نگرانی ہر رات ۳۶ ہزار سپاہی کرتے تھے۔ بروایت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں سے کسی آدمی نے کسی بڑے آدمی پر حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے میری گائیں چھین لی ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے مدعی علیہ سے پوچھا اس نے انکار کر دیا۔ آپ نے مدعی سے گواہ طلب کیے، اس کے پاس گواہ نہ تھے۔ آپ نے فرمایا، چلے جاؤ، میں تمہارے معاملے میں غور کر کے فیصلہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے خواب میں حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ مدعی علیہ کو قتل کر دیا جائے۔ بیدار ہونے کے بعد آپ نے خیال کیا کہ یہ ایک خواب ہے، میں فیصلہ میں جلدی نہیں کروں گا۔ دوسرے روز پھر یہی خواب آیا لیکن آپ نے خواب کی تعمیل نہیں کی۔ تیسرے روز خواب میں وحی آئی کہ مدعی علیہ کو قتل کر دو، سخت سزا دو۔ بیدار ہونے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے مدعی علیہ کو طلب کیا اور فرمایا، اللہ نے میرے پاس وحی بھیجی ہے کہ میں تجھے قتل کر دوں۔ اس نے کہا کیا آپ بغیر ثبوت کے مجھے قتل کرادیں گے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا، ہاں اللہ کی قسم! میں تیرے معاملہ میں اللہ کا حکم نافذ کر کے رہوں گا۔ جب اس شخص نے دیکھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام مجھے قتل کرادیں گے تو بولا آپ عجلت سے کام نہ لیں، میں آپ کو اصل واقعہ بتائے دیتا ہوں، میرے لیے اس جرم کی یہ سزا تجویز نہیں کی گئی ہے بلکہ یہ میری پکڑ ایک اور جرم میں ہوئی ہے، میں نے اس مدعی کے باپ کو دھوکا دے کر اچانک قتل کر دیا تھا، اس کی مجھے یہ سزا دی گئی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو قتل کرنے کا حکم دے دیا اور قتل کرادیا۔ اس واقعہ سے بنی اسرائیل کے دلوں پر حضرت داؤد علیہ السلام کی ہیبت چھا گئی اور آپ کی حکومت بڑی مستحکم ہو گئی۔

"واتیناہ الحکمة" اس سے مراد نبوت اور تمام امور میں پہنچ جانا۔ "وفصل الخطاب" اس سے مراد کلام کو واضح بیان کرنا۔

فصل الخطاب کی تفسیر

ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حسن، کلبی، مقاتل کے نزدیک "فصل الخطاب" سے مراد ہے بصیرت فیصلہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا واضح کلام مراد ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا کہ "فصل الخطاب البینة علی المدعی والیمین علی من انکر" ہے۔ مدعی پر لازم ہے کہ گواہ پیش کرے اور گواہ نہ ہوں تو مدعی علیہ سے حلف لیا جائے۔ یہ ضابطہ تمام

جھگڑوں کو طے کر دیتا ہے۔ فریقین کی بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔ حضرت ابی بن کعب کے قول کی بھی یہی روایت آتی ہے۔ حضرت ابی نے فرمایا ”فصل الخطاب“ گواہ اور قسم ہے۔ مجاہد، عطاء بن رباح کا یہی قول ہے۔
شعسی کا قول ہے کہ حمد و ثناء کے بعد جب آدمی مقصد بیان کرنا چاہتا ہے اور بیان مقصد سے پہلے اما بعد کہتا ہے تو یہ فصل الخطاب ہے۔ سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ کہا تھا۔

وَهَلْ أَتَاكَ نَبُؤُا الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۚ إِذْ دَخَلُوا عَلَىٰ دَاوُدَ ففَرَغَ مِنْهُمْ
قَالُوا لَا تَتَّخِذْ خَصْمِينَ بَنِي بَعْضُنَا عَلَىٰ بَعْضٍ فَاِحْكُم بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا
إِلَىٰ سَوَاءِ الصِّرَاطِ ۝ ۲۱

اور بھلا آپ کو ان اہل مقدمہ کی خبر پہنچی ہے جبکہ وہ لوگ (داؤد کے) عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر داؤد کے پاس آئے تو وہ (ان کے اس طرح آنے سے) گھبرا گئے وہ لوگ کہنے لگے کہ ڈریں نہیں ہم دو اہل معاملہ ہیں کہ ایک نے دوسرے پر (کچھ) زیادتی کی ہے سو آپ ہم میں انصاف کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے اور ہم کو (معاملہ کی) سیدھی راہ بتا دیجئے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا امتحان

”وہل اٹاک نبا الخصم اذ تسوروا المحراب“ اس آیت میں حضرت داؤد علیہ السلام کا امتحان تھا۔ اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک روز تمنا کی کہ ان کو بھی ان کے اسلاف ابراہیم، اسحاق اور اسرائیل کا ہم مرتبہ بنا دیا جائے اور اللہ سے دُعا کی کہ جس طرح تو نے میرے بزرگوں کا امتحان لیا اور امتحان کے بعد ان کو مراتب عنایت کیے اسی طرح مجھے بھی ان کی طرح مرتبہ میرا امتحان لینے کے بعد عطا فرما دیا جائے۔

سدی، کلبی اور مقاتل رحمہم اللہ نے الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ اپنی اپنی اسناد کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے وقت کے تین حصے کر رکھے تھے۔ ایک روز تو لوگوں کے فیصلوں کے لیے مخصوص کر دیا تھا۔ ایک دن اللہ کی عبادت کے لیے مخصوص تھا اور ایک روز اپنی عورتوں اور دوسرے مشاغل کے لیے۔ حضرت داؤد علیہ السلام جو آسمانی کتابیں پڑھتے تھے ان میں حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب علیہم السلام کی فضیلت کا تذکرہ تھا۔

ایک روز انہوں نے دُعا کی اے رب! میں سمجھتا ہوں کہ ساری خوبیاں میرے آباؤ اجداد لے گئے جو مجھ سے پہلے گزر چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ ان کو تو مختلف آزمائشوں میں مبتلا کیا گیا۔ ویسی آزمائشوں میں آپ کو مبتلا نہیں کیا گیا۔ ابراہیم علیہ السلام کا امتحان تو نمرود کی طرف سے ایذاؤں کی شکل میں اور بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دے کر لیا گیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام

کا امتحان یوسف علیہ السلام کی جدائی کے غم کی شکل میں لیا گیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! اگر ان کی طرح تو میرا بھی امتحان لے گا تو میں بھی ثابت قدم رہوں گا۔ اللہ نے وحی بھیجی اچھا تمہارا امتحان فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو لیا جائے گا، چوکنے رہنا۔ جب اللہ کی مقرر کردہ امتحانی تاریخ آئی تو حضرت داؤد علیہ السلام اپنے عبادت خانے کے اندر جا کر زبور پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ دوران قرأت شیطان کبوتر کی شکل میں سامنے آیا، وہ کبوتر سونے کا بنا ہوا تھا، ہر خوبصورت رنگ اسی میں موجود تھا۔ بعض نے کہا کہ اس کے پر موتیوں اور زبرجد کے تھے، وہ آپ کے دونوں پاؤں کے درمیان آ کر بیٹھ گیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اس کی خوبصورتی اچھی لگی۔ انہوں نے ہاتھ آگے بڑھایا تاکہ اس کو پکڑ لیں اور اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کو بنی اسرائیل کو دکھلائیں۔ جب انہوں نے اس کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو وہ تھوڑا سا دور جا کر بیٹھ گیا۔ پھر وہ وہاں اس کو پکڑنے کے لیے چلے اور اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تاکہ اس کو پکڑ لیں۔ پھر وہ وہاں سے اڑ کر روشن دان میں جا کر بیٹھا، وہاں گئے تاکہ اس کو پکڑیں وہ وہاں سے اڑ کر دور جا کر بیٹھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام اس کو دیکھتے رہے تاکہ اس کے شکار کے لیے کسی کو بھیجیں تو اس وقت ان کی نظر باغ میں ایک خوبصورت عورت پر پڑی۔ اس کے حسن پر حضرت داؤد علیہ السلام کو تعجب ہوا۔ اتفاقاً عورت کی نظر بھی پڑ گئی اور اس نے کسی مرد کی پر چھائی دیکھ لی تو فوراً اپنے بال بکھیر کر جسم کو چھپا لیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اس پر اور تعجب ہوا۔ آپ نے لوگوں سے اس عورت کے متعلق پوچھا تو ان کے پوچھنے پر بتلایا کہ یہ عورت تشالیح بنت شالیح ہے، اور یاء بن حنانا کی بیوی ہے۔ اس کا شوہر حضرت داؤد علیہ السلام کے بھانجے ایوب بن صوریہ کے ساتھ

غزوہ میں گیا ہوا ہے جو بقاء کے نام سے مشہور ہے اور بعض نے اس کے بارے میں یہ نقل کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے دل میں یہ خیال آیا کہ اور یاء جہاد میں شہید ہو جائے تو میں اس کی بیوی سے نکاح کروں اور بعض نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایوب کی بہن کے بیٹے کو لکھا کہ اور یاء کو دوسری جگہ جہاد کے لیے بھیج دو اور اس کے لیے تابوت بھیج دیا اور اس زمانے میں یہ اصول تھا کہ جس کمانڈر کے لیے تابوت بھیج دیا جاتا تو اس کے لیے واپسی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ وہ اس شہر کو فتح نہ کر لے یا جام شہادت نوش نہ کر لے۔ اس کو دوسری جگہ جہاد کے لیے بھیجا، اس کو وہاں سے بھی فتح حاصل ہو گئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو لکھا گیا کہ اس نے شہر کو فتح کر لیا۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے لکھا کہ اس کو فلاں فلاں کے مقابلے میں بھیج دو۔ اس کو اس جگہ کی طرف بھیجا گیا حتیٰ کہ وہاں سے بھی اس کو فتح حاصل ہو گئی۔ پھر دوبارہ حضرت داؤد علیہ السلام کو لکھا گیا کہ اس کو وہاں سے بھی فتح حاصل ہو گئی۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے تیسری بار لکھا کہ اس کو فلاں فلاں دشمن کے مقابلے میں بھیج دو۔ اس کو بھیجا گیا تو وہ تیسری مرتبہ ہلاک ہو گیا۔ پھر جب عورت کی عدت مکمل ہو گئی تو حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کے ساتھ شادی کر لی۔ یہ حضرت ام سلیمان علیہا السلام تھیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ گناہ تھا کہ انہوں نے ایک عورت کے بدلے میں ایک شخص کو شہید کروا دیا۔ بعض اہل مفسرین کا قول ہے کہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے مباح تھا۔ اگرچہ اللہ

تعالیٰ اس بات سے راضی نہیں تھے کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام نے دنیا کی طرف رغبت کی جبکہ ان کے پاس اپنی بیویوں میں کثرت تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو سب چیزوں سے مستغنی کر دیا تھا جو چیزیں اللہ نے دوسروں کو دی تھیں ان سے بھی غنی کر دیا تھا۔ حسن رحمہ اللہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے وقت کو چار حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ ایک دن بیویوں کے لیے اور ایک دن عبادت کے لیے اور ایک دن بنی اسرائیلیوں کے فیصلے کے لیے اور ایک دن بنی اسرائیل کے ساتھ مذاکرہ کرنے اور ذکر و اذکار کرنے، ایک روز بنی اسرائیل کو وعظ کہنے کا آپ نے مقرر کر دیا تھا۔ بنی اسرائیل کے ساتھ مل کر آپ ذکر خدا کرتے، خود بھی روتے اور ان کو بھی رلاتے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے امتحان کا ایک اور واقعہ

ایک روز بنی اسرائیل نے کہا کہ کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہے جس کا کوئی دن ایسا بھی گزرتا تھا جس میں کوئی گناہ نہ کرتا ہو؟ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے دل میں کہا کہ ہاں میں ایسا کر سکتا ہوں۔ بعض اہل روایت نے بیان کیا کہ ایک روز آپ کے سامنے عورتوں کا تذکرہ لوگوں نے کیا کہ ان کے جال سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے دل میں کہا اگر میرا امتحان لیا گیا تو میں محفوظ رہوں گا۔ چنانچہ جب آپ کی عبادت کا دن آیا تو آپ نے عبادت گاہ میں داخل ہو کر دروازے بند کروادئے اور حکم دے دیا کہ کسی کو میرے پاس آنے کی اجازت نہ دی جائے۔ پھر آپ توریت کی تلاوت میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ اسی حالت میں سونے کا ایک بنا ہوا کبوتر آپ کے سامنے آ گیا۔ آگے واقعہ اسی طرح ہے جس طرح ہم نے پہلے ذکر فرمایا۔ اور یاء کے شہید ہو جانے کے بعد جب اس کی بیوہ سے آپ نے نکاح کر لیا تو کچھ ہی مدت گزری تھی کہ اللہ نے دو فرشتے دو آدمیوں کی شکل میں خاص عبادت کے دن بھیج دیئے اور انہوں نے عبادت خانے میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ پہریداروں کے انکار پر دونوں شخص دیوار پھانڈ کر اندر حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے۔ آپ علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے، آپ کو اس وقت علم ہوا جب وہ آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گئے۔ یہ دونوں فرشتے حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام تھے۔ اسی وجہ سے اللہ رب العزت نے فرمایا ”وہل اتاک نبا الخصم“ یہ خبر ہے خصم کی۔ ”اذ تسودوا المحراب“ جب وہ محراب پر چلے اور بلند ہوئے۔ تسودوا دیوار پر چڑھنا یہ لفظ سورہ سے ماخوذ ہے۔ یہاں پر فعل کو جمع کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا حالانکہ وہ تو دو فرشتے تھے، کہتے تھے کہ خصم اسم ہے جو واحد تثنیہ جمع مذکر مؤنث کی صلاحیت رکھتا ہے اور جمع کا معنی دو میں صلاحیت رکھتا ہے کیونکہ جمع کا معنی ہے ایک شئی کو دوسری شئی کے ساتھ ملانا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”فقد صفت قلوبکمما“ اصل میں یہاں ”قلبا کما“ ہونا چاہیے تھا۔

② ”اذ دخلوا علی داود ففزع منهم“ حضرت داؤد علیہ السلام ان دونوں سے خوفزدہ ہو گئے کیونکہ وہ اصل راستہ دروازہ کا چھوڑ کر محراب کی جانب سے آئے اور بغیر اجازت کے اندر داخل ہو گئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ

دونوں) میرے گھر کیوں داخل ہوئے؟ ”قالوا لا تخف خصمان“ ہم دونوں فریقوں میں جھگڑا ہو گیا، یعنی ہمارے درمیان ایک مناملہ ہے ”بغی بعضنا علی بعض“ ہم آپ کے پاس آئے ہیں تاکہ آپ سے ہم اس بارے میں فیصلہ کروائیں۔
سوال یہ ہوتا کہ یہ کیسے کہا کہ ”بغی بعضنا علی بعض“ حالانکہ وہ دونوں فرشتے تھے۔ ان میں ایک دوسرے کے ساتھ زیادتی نہیں ہو سکتی تھی؟

اس کا بعض حضرات نے یہ جواب دیا کہ ہم نے دو جھگڑنے والوں کو دیکھا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کے ساتھ زیادتی کی۔ یہ کلام بطور تعریض کے تھا نہ کہ ایک دوسرے کے ساتھ بغاوت۔

”فاحکم بیننا بالحق ولا تشطط“ فیصلہ جو اور والا نہ کریں۔ جیسے کہا جاتا ہے ”شط الرجل شطط واشط اشطاطاً“ جب وہ فیصلہ میں ظلم و جور کرے۔ اس کا معنی ہے فیصلے سے تجاوز کرنا۔ یہ اصل کلمہ ”شطت الدار واشطت اذا بعدت“ جب وہ دور ہو جائے۔ ”واهدنا الی سواء الصراط“ یعنی وسط راہ جو ادھر ادھر نہ ہو، جو خوب انصاف والا ہو، حضرت داؤد علیہ السلام نے ان سے کہا بیان کیجئے۔

إِنَّ هَذَا أَخِي. لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَوَلِي نَعْجَةً وَاحِدَةً. فَقَالَ أَكْفَلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي
الْخِطَابِ 23 قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعَجِكَ إِلَى نَعَاجِهِ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ
لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ۖ وَظَنَّ دَاوُدُ
أَنَّمَا فَتْنَهُ فَاستَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ (آیت سجدہ) 24 فَغَفَرْنَا لَهُ ذَلِكَ ۖ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا
لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَّآبٍ 25

(پھر ایک شخص بولا کہ صورت مقدمہ کی یہ ہے کہ) یہ شخص میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے سو وہ کہتا ہے کہ وہ بھی مجھ کو دے ڈال اور بات چیت میں مجھ کو دباتا ہے داؤد نے کہا یہ فتیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست کرتا ہے تو واقعی تجھ پر ظلم کرتا ہے اور اکثر شرکاء (کی عادت ہے کہ) ایک دوسرے پر (یوں ہی) زیادتی کیا کرتے ہیں۔ مگر ہاں جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں داؤد کو خیال آیا کہ ہم نے ان کا امتحان کیا ہے سو انہوں نے اپنے رب کے سامنے توبہ کی اور بندے میں گر پڑے اور رجوع ہوئے سو ہم نے ان کو وہ (امر) معاف کر دیا اور ہمارے یہاں ان کے لئے (خاس) قرب اور (اعلیٰ درجہ کی) نیک انجامی ہے۔

23 ان دونوں میں سے ایک نے کہا ”ان هذا اخي“ میرا دینی بھائی ہے۔ ”له تسع و تسعون نعجة“ یعنی میری ایک بیوی ہے۔ ”ولی نعجة واحدة“ اور میری ایک بیوی ہے۔ عرب لوگ ”نعجة“ کو بیوی سے کنایہ استعمال کرتے

تھے۔ حسن بن فضل نے کہا کہ یہ لفظ تشبیہ کرنے اور بطور سمجھانے کے کہا تھا حالانکہ وہاں کوئی ”نعجة“ نہیں تھی۔ ”فقال اکفلیہا“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنی مجھے دے دے۔ مجاہد کا قول ہے کہ اس کو میرے لیے چھوڑ دے۔ یعنی اس کو طلاق دے دے یا اس سے نکاح نہ کر۔ ”وعزّنی“ اور میرے اوپر غالب آتا ہے۔ ”فی الخطاب“ بات کرنے میں میرے سے آگے ہے۔ بعض نے کہا کہ اپنی بادشاہت کی وجہ سے مجھ پر غالب آتا ہے۔ ضحاک کا قول ہے کہ یہ مجھ سے زیادہ زبان آور اور زور آور ہے۔ بات چیت میں مجھے دبا لیتا ہے۔ اگر میں اس سے لڑوں تو میری کمزوری کی وجہ سے مجھ پر غالب آ جاتا ہے لیکن میں حق پر ہوں۔

یہ پوری مثال ہے حضرت داؤد علیہ السلام اور اوریاء کی بیوی کے درمیان حضرت داؤد علیہ السلام نے اوریاء کی بیوی کے ساتھ نکاح کیا حالانکہ ان کے پاس ننانوے بیویاں تھیں اور اوریاء کی ایک ہی بیوی تھی تو انہوں نے اس کو اپنی عورتوں کے ساتھ ملا دیا۔
 24 ”قال“ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا ”لقد ظلمک بسؤال نعجتک الی نعاجہ“ یعنی تمہاری نجھ کو اپنے ساتھ ملا کر اس نے ظلم کیا۔

شبہ اور اس کا ازالہ

سوال حضرت داؤد علیہ السلام نے کیسے کہہ دیا کہ اس نے ظلم کیا حالانکہ دوسرے شخص سے اس کے بارے میں پوچھا ہی نہیں؟
 جواب اگر واقعہ اسی طرح ہے جس طرح یہ کہہ رہے ہیں تو یہ ظلم ہے۔ بعض نے کہا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ اس کے ساتھی کے اعتراف کے بعد فرمایا۔ ”وانّ کثیراً من الخلطاء“ اس سے مراد شرکاء ہیں۔ ”لیبغی بعضهم علی بعض“ یعنی بعض، بعض پر ظلم کرتے ہیں۔ ”الا الدین آمنوا و عملوا الصالحات“ ان صفات والے لوگ ایک دوسرے پر ظلم نہیں کرتے۔ ”وقلیل ماہم“ ان میں بہت تھوڑے ہیں۔ ماصلہ ہے۔ صالحین میں سے بہت ہی کم لوگ ہیں جو ظلم کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا جب حضرت داؤد علیہ السلام نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیا تو انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور ہنس پڑے اور آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام پہچان گئے کہ ان کو آزما گیا ہے۔ ”وظن داؤد“ ان کو یقین ہو گیا اور جان گئے۔ ”انما فتناہ“ ان کو آزمائش میں مبتلا کیا گیا۔ سدی نے اپنی سند میں بیان کیا کہ جب ایک نے ”ان هذا اخی“ فرمایا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے دوسرے سے پوچھا تو کیا کہتا ہے اس نے جواب دیا، بے شک میرے پاس ننانوے دنییاں ہیں اور اس کی ایک دنی ہے، میں اس کی دُنبی لے کر اپنی سو دنییاں پوری کرنا چاہتا ہوں مگر اس کو یہ بات ناگوار ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا تو میں تجھ کو اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ اگر تو نے اس کا ارادہ بھی کیا تو میں اس پر (ناک اور اس کی جڑ پر) ماروں گا۔ اس نے کہا داؤد آپ اس سزا کے زیادہ مستحق ہیں، اور اوریاء کی تو ایک ہی عورت تھی اور آپ کی ننانوے تھیں، آپ برابر اس کے مارے جانے پر درپے رہے آخر وہ قتل ہو گیا اور آپ نے اس کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ اس کے بعد حضرت داؤد

علیہ السلام نے دیکھا تو کوئی بھی نظر نہ آیا۔ اس وقت حضرت داؤد علیہ السلام سمجھ گئے کہ میں کیسی مصیبت میں مبتلا ہو گیا۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ جو لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کو عیوب سے پاک مانتے ہیں وہ اس قصہ کے متعلق کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا قصور صرف اتنا تھا کہ انہوں نے اوریاہ کی بیوی کو اپنے لیے بنائے جانے کی دل میں تمنا کی تھی۔ اتفاقاً اوریاہ کسی جہاد پر گیا اور لڑائی میں آگے بڑھ کر شہید ہو گیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اس کے قتل ہو جانے کی خبر ملی تو آپ اس کے مارے جانے پر ایسے رنجیدہ نہیں ہوئے جیسے آپ کی عادت تھی کہ فوج کا کوئی سپاہی مارا جاتا تو آپ کو اس پر سخت رنج ہوتا اور آپ غمگین ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام نے اوریاہ کی بیوہ سے نکاح کر لیا۔

اتنے ہی قصور پر آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہوا کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ اللہ کے نزدیک چونکہ بہت اونچا ہے اس لیے انبیاء علیہم السلام کے چھوٹے گناہ بھی خدا کی نظر میں بڑے ہوتے ہیں۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا قصور صرف یہ تھا کہ اوریاہ نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھجوایا، پھر کسی جہاد پر چلا گیا اور غائب ہو گیا۔ اس کے غائب ہو جانے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے اس عورت کو اپنے نکاح کا پیغام بھیجا اور اس سے نکاح کر لیا۔ اوریاہ بہت رنجیدہ ہوا اور حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ کا عتاب نازل ہوا کہ اس ایک عورت کو بھی انہوں نے پیغام نکاح بھیجنے والے کیلئے نہیں چھوڑا۔ باوجودیکہ ان کے پاس ننانوے عورتیں موجود تھیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ داؤد نبی علیہ السلام نے جو اس عورت کی طرف نظر کی تو دل میں ایک ارادہ کیا اور سپہ سالار کو حکم بھجوادیا کہ جب دشمن کا مقابلہ ہو تو اس شخص کے آگے تابوت بھیج دینا۔ اس زمانے میں تابوت کی برکت سے ہی اللہ کی نصرت طلب کی جاتی تھی جو شخص تابوت سے آگے ہوتا وہ واپس لوٹ نہیں سکتا تھا یا مارا جاتا یا فتح یاب ہوتا اور دشمن کو شکست ہو جاتی۔ چنانچہ اس عورت کا شوہر شہید ہو گیا اور دو فرشتے نازل ہوئے اور انہوں نے قصہ بیان کیا، اس وقت حضرت داؤد علیہ السلام حقیقت کو سمجھ گئے۔ فوراً سجدہ میں گر پڑے اور چالیس روز تک سجدہ میں پڑے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں سے گھاس اُگ کر سر کے اوپر آگئی اور مٹی نے پیشانی کو کھالیا، سجدہ کی حالت میں وہ برابر کہہ رہے تھے اے میرے رب! داؤد سے وہ عظیم ترین لغزش ہوگئی جو مشرق و مغرب کے درمیان فاصلہ سے بھی بڑی ہے۔ اے میرے رب! اگر تو داؤد کی کمزوری پر رحم نہیں کرے گا اور اس کے گناہ کو معاف نہیں کرے گا اور آنے والی مخلوق کے لیے داؤد کے قصور کو کہانی بنا دے گا۔ چالیس روز کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا داؤد! اللہ تعالیٰ نے تمہارا وہ ارادہ معاف کر دیا جو تم کر چکے تھے۔ داؤد علیہ السلام نے کہا بے شک میرا رب! میرے گناہ کے ارادے کو معاف کر دینے کی قدرت رکھتا ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ اللہ منصف ہے کسی کی طرف اس کا جھکاؤ نہیں ہوتا۔ پھر قیامت کے دن جب فلاں شخص کہے گا اے میرے رب! میرا خون جو داؤد کے ذمہ ہے، جبرئیل نے کہا اس کے متعلق تو میں نے آپ کے رب سے کچھ دریافت نہیں کیا۔ اگر آپ علیہ السلام کی خواہش ہے تو میں ایسا ضرور کروں گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا کہ ہاں میری یہی خواہش ہے۔ جبرئیل علیہ السلام اوپر چڑھ گئے اور داؤد علیہ السلام سجدہ میں پڑ گئے اور حسب مشیت خدا وقت گزرتا رہا۔ جب جبرئیل علیہ السلام اترے اور کہا داؤد! میں نے اللہ سے اس بات کے متعلق جس کے لیے آپ نے مجھے بھیجا تھا دریافت کیا تھا، اللہ نے فرمایا داؤد سے کہہ دے کہ قیامت کے دن تم کو اور اس کو جمع کرے گا اور اس سے فرمائے گا کہ جو خون تیرا داؤد کے ذمہ ہے وہ مجھے بخش دے، وہ جواب دے گا، اے میرے رب! میں نے تجھے اختیار دیا۔ اللہ فرمائے گا اس کے عوض جنت کے اندر تو جو کچھ چاہے اور جس چیز کی تجھے خواہش ہو لے۔

کعب بن احبار اور وہب بن منبہ کا بالاتفاق بیان ہے کہ جب دونوں فرشتے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئے اور حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے ہی خلاف مقدمہ کا فیصلہ کر دیا تو دونوں اپنی اصلی صورتوں میں آ گئے اور یہ کہتے ہوئے اوپر چڑھ گئے کہ اس شخص نے اپنے ہی خلاف فیصلہ کر دیا اور حضرت داؤد علیہ السلام بھی یہ سمجھ گئے کہ وہ مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ فوراً سجدہ میں گر پڑے اور چالیس روز سجدہ میں پڑے رہے، نہ کچھ کھاتے تھے نہ کچھ پیتے تھے، روتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ گھاس ان کے سر کے ارد گرد آگ آئی، برابر اللہ کو پکارتے اور قبول توبہ کی درخواست کرتے رہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام سجدہ کی حالت میں یہ دُعا کرتے تھے، پاک ہے وہ بادشاہ جو سب سے بڑی عظمت والا ہے۔ مخلوق کی جس طرح چاہتا ہے آزمائش کرتا ہے پاک ہے نور کا خالق، پاک ہے جو دلوں کے درمیان حائل ہو جاتا ہے، پاک ہے نور کا خالق، اے میرے معبود! تو نے مجھے اور میرے دشمن ابلیس کو خالی چھوڑ دیا۔ پھر جب فتنہ مجھ پر آ پڑا تو اس میں کھڑا نہ رہ سکا۔ پاک ہے نور کا خالق داؤد کے لیے ہلاکت ہوگی، اس روز جب اس کا پردہ فاش ہو جائے گا اور فرشتہ کہے گا یہ ہے خطا کار داؤد، پاک ہے نور کا پیدا کرنے والا، اے میرے معبود! میں کس آنکھ سے تیری طرف دیکھوں گا، ظالم تو پوشیدہ نظروں سے اس روز دیکھیں گے۔ پاک ہے نور کو پیدا کرنے والا، اے میرے معبود! میں کن قدموں سے اس روز تیرے سامنے چلوں گا جب کہ گناہ گاروں کے قدم ڈگمگازے ہوں گے پاک ہے نور کو پیدا کرنے والا اے میرے معبود! مجھ میں تیرے سورج کی گرمی، برداشت کرنے کی طاقت نہیں، تیری دوزخ کی گرمی کیسے برداشت کروں گا؟ اے میرے معبود! میں تیرے رعد کی آواز (کوسنے) کی طاقت نہیں رکھتا تو جہنم کی آواز (کوسنے) کی طاقت میرے اندر کیسے ہوگی؟ پاک ہے نور کو پیدا کرنے والا، ہلاکت ہے داؤد کی اس گناہ کی وجہ سے جس کا اس نے ارتکاب کیا، پاک ہے نور کا پیدا کرنے والا۔ اے میرے معبود! تو میری اندرونی اور بیرونی باتوں کو جانتا ہے میری معذرت کو قبول فرما۔ پاک ہے نور کا خالق اے میرے معبود! اپنی رحمت سے میرے گناہ بخش دے اور مجھے ذلیل کرنے کے لیے اپنی رحمت سے مجھے دور نہ کر (یعنی اگر تو نے مجھے اپنی رحمت سے دور کر دیا تو میں ذلیل ہو جاؤں گا) پاک ہے نور کا خالق۔ اے میرے رب! میں تیری ذات کریم کے نور کی ان گناہوں سے پناہ چاہتا ہوں جنہوں نے مجھے ہلاک کر دیا، پاک ہے نور کو پیدا کرنے والا۔ اے میرے معبود! میں تیرے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار اور اپنی خطا کا اعتراف کرتا ہوں، مجھے نا امید نہ کر اور قیامت کے دن مجھے رسوا نہ کر، پاک ہے نور کا خالق۔

مجاہد کا بیان ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام چالیس روز تک یونہی سجدہ میں پڑے رہے، سر اوپر نہ اٹھایا اور روتے رہے یہاں

تک کہ آپ کے آنسوؤں سے گھاس اُگ آئی جس نے آپ کے سر کو چھپالیا۔ چالیس روز کے بعد ندا آئی، داؤد! کیا تو بھوکا ہے کہ تجھے کھانا دے دیا جائے یا پیاسا ہے کہ تجھے پانی پلا دیا جائے، یا ننگا ہے کہ تجھے لباس دے دیا جائے؟ میں تو بلا مانگے یہ چیزیں تجھے دیتا ہوں۔ حضرت داؤد علیہ السلام اتاروئے کہ آپ کے سینہ کی گرمی سے لکڑی بھڑکنے لگی اور جل گئی۔ اس کے بعد اللہ نے قبول توبہ اور مغفرت کا حکم نازل فرمایا۔

وہب کا بیان ہے حضرت داؤد علیہ السلام کو ندا آئی کہ میں نے تجھے بخش دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: یہ کیسے ہوگا تو کسی پر ظلم نہیں کرتا (پھر اوریاء کے حق کا کیا ہوگا؟ حکم ہوا، اوریاء کی قبر پر جاؤ اور اس کو پکارو، میں تمہاری آواز اس کو سنا دوں گا، اس کے حق سے تم سبکدوش ہو جاؤ گے۔ حسب الحکم حضرت داؤد علیہ السلام روانہ ہو گئے۔ کبل کا لباس پہن لیا اور اوریاء کی قبر کے پاس بیٹھ کر اس کو آواز دی، اوریاء نے کہا، کون ہے؟ جس نے میرے مزے میں خلل ڈالا اور مجھے بیدار کر دیا؟ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا، میں داؤد ہوں۔ اوریاء نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ کو کیا چیز یہاں لائی؟ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا، میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ میری طرف سے جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا، اس سے تم مجھے سبکدوش کر دو۔ اوریاء نے کہا، آپ کی طرف سے میرے ساتھ کیا برا سلوک ہو گیا؟ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا، میں نے تم کو قتل ہونے کی پیشکش کی۔ اوریاء نے کہا، آپ تو میرے سامنے جنت لے آئے، آپ میری طرف سے سبکدوش ہیں۔ اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی اور فرمایا، داؤد! کیا تم نہیں جانتے کہ میں عادل حاکم ہوں، کسی کی جانبداری میں فیصلہ نہیں کرتا۔ تم نے اس کو یہ کیوں نہیں بتایا کہ تم نے اس کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام پھر اوریاء کی قبر کی طرف لوٹے اور اس کو آواز دی، اوریاء نے جواب میں کہا، کون ہے جس نے میرے مزے میں خلل ڈالا؟ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا، میں داؤد ہوں۔ اوریاء نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا میں نے آپ کو معاف نہیں کر دیا؟ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: ہاں (یہ تو کیا تھا) لیکن میں نے تیرے ساتھ تیری بیوی کے لیے ایسا کیا تھا چنانچہ میں نے اس سے نکاح کر لیا، اوریاء خاموش ہو گیا، پھر کوئی جواب نہیں دیا۔ بار بار حضرت داؤد علیہ السلام نے پکارا، مگر اوریاء نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام اس کی قبر کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے سر پر خاک ڈالنے لگے اور پکارنے لگے، داؤد کی ہلاکت ہوگی، اس روز جب کہ انصاف کی ترازو میں قائم کی جائیں گی، پاک ہے نور کا خالق، ہلاکت ہوگی، پھر بڑی ہلاکت ہوگی داؤد کی جبکہ اس کو ٹھوڑی پکڑ کر مظلوم کے حوالے کر دیا جائے گا۔ پاک ہے نور کا پیدا کرنے والا۔ ہلاکت ہوگی، پھر بڑی ہلاکت ہوگی داؤد کی جبکہ منہ کے بل اس کو کھینچ کر دوزخ میں گنہگاروں کیساتھ ڈال دیا جائے گا، پاک ہے نور کو پیدا کرنے والا۔

آسمان سے ندا آئی: داؤد! میں نے تیری خطا معاف کر دی، مجھے تیرے رونے پر رحم آ گیا اور میں نے تیری دُعا قبول کر لی اور تیری لغزش سے درگزر کی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! یہ کیسے ہوگا؟ صاحب حق نے تو مجھے معاف نہیں کیا۔ اللہ نے فرمایا: داؤد! میں قیامت کے دن اتنا ثواب دوں گا کہ اس کی آنکھوں نے دیکھا ہوگا نہ اس کے کانوں نے سنا ہوگا، پھر میں اس سے کہوں گا تو میرے بندے داؤد سے راضی ہو گیا؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے یہ ثواب

کہاں سے مل گیا، میرے اعمال تو یہاں تک پہنچانے کے قابل نہیں تھے۔ میں کہوں گا، یہ میرے بندے داؤد کے (جرم کے) بدلے میں تجھے دیا گیا ہے، اب میں تجھ سے اس کے جرم معاف کر دینے کا خواستگار ہوں۔ آخر وہ میری وجہ سے تجھے معاف کر دے گا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: اب میں نے جان لیا کہ تو نے مجھے معاف کر دیا۔

”فاستغفر ربہ وخرّ راكعًا“ اس سے مراد سجدہ کرنا ہے۔ رکوع کو سجود کے ساتھ تعبیر کیا کیوں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک میں جھکنا ہوتا ہے۔ حسین بن فضل کا بیان ہے کہ میں نے عبد اللہ بن طاہر سے سوال کیا ”وخرّ راكعًا“ کے بارے میں کہ کیا رکوع کو خر کہا جاسکتا ہے، میں نے کہا نہیں، اس کا معنی ہے کہ رکوع سے اٹھنے کے بعد سجدہ میں جانا۔ ”واناب“ وہ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور توبہ کی۔
 25 ”فغفرنا له ذلک“ ہم نے ان کا یہ گناہ بخش دیا۔ ”وان له“ مغفرت کے بعد۔ ”عندنا“ قیامت کے دن ہمارے پاس ”لزلفی“ قرب مکان ہوگا۔ ”وحسن مآب“ اچھا ٹھکانا اور اسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔

بغوی نے لکھا ہے کہ وہب بن منبہ نے بیان کیا جب اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول کر لی، تب بھی آپ برابر اپنے قصور پر روتے رہے، رات دن کسی وقت آپ کے آنسو نہ رکتے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر ستر سال کی تھی۔ اس قصور کے بعد آپ نے اپنی عمر کے چار حصے کر دیئے۔ ایک دن بنی اسرائیل کے معاملات کے فیصلہ کرنے کے لیے مقرر کیا، ایک دن عورتوں کے لیے، ایک دن جنگلوں اور پہاڑوں میں جا کر اللہ کی پاکی بیان کرنے (اور حمد و ثناء کرنے) کا اور ایک روز اپنے گھر کے اندر رہ کر نوحہ کرنے کا۔ آپ کے گھر کے اندر چار ہزار عبادت کے مقام تھے۔ جب آپ گھر میں خلوت گزریں ہو جاتے تو (چار ہزار) تارک الدنیا درویش آپ کے پاس آ کر جمع ہو جاتے، پھر آپ ان درویشوں کے ساتھ نوحہ کرتے اور درویش بھی اس رونے میں آپ کے مددگار ہوتے۔ پھر جب جنگل میں پھرنے کا دن ہوتا تو آپ صحراء میں نکل جاتے اور (زیروم یعنی) نئے کے ساتھ اونچی آواز سے روتے، پہاڑ اور پتھر اور چوپائے اور پرندے بھی آپ کے ساتھ روتے، یہاں تک کہ ان سب کے رونے سے نالے بہہ نکلتے۔ پھر آپ دریا کے کنارے پر پہنچتے اور نئے کے ساتھ اونچی آواز سے نوحہ کرتے اور مچھلیاں اور دریائی چوپائے اور دریائی پرندے اور درندے، سب ہی آپ کے ساتھ رونے میں شریک ہوتے۔ پھر آپ شام کے وقت وہاں سے لوٹتے تھے۔

گھر کے اندر نوحہ کا دن ہوتا تو ایک منادی ندا کرتا، آج داؤد کے گریہ و بکا کا دن ہے جو شخص اس رونے میں ان کی موافقت کرنا چاہے وہ آجائے۔ پھر عبادت گاہوں کے احاطے کے اندر آپ تین فرش بچھو دیتے تھے جن کے اندر کھجور کی چھال کے ریشے بھرے ہوتے تھے۔ آپ فرش پر جا کر بیٹھ جاتے، پھر چار ہزار درویش اپنی لمبی لمبی ٹوپیاں پہنے، لٹھیاں ہاتھوں میں لیے اندر آ کر فرش پر بیٹھ جاتے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے گناہ پر اونچی آواز سے رونا شروع کرتے اور درویش بھی آپ کے ساتھ اونچی آوازوں سے نوحہ کرتے۔ روتے روتے یہ حالت ہو جاتی کہ فرش آپ کے آنسوؤں میں ڈوب جاتا اور آپ اس میں گر کر چوزہ مرغ کی طرح تڑپنے لگتے۔ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام آ کر آپ کو (اپنے ہاتھوں میں) اٹھاتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام دونوں ہاتھوں کا چلو بنا کر آنسوؤں کا پانی اس میں بھر کر اپنے چہرے پر مل لیتے اور کہتے: اے میرے رب! میرا قصور معاف فرما دے۔

اگر حضرت داؤد علیہ السلام کے رونے کا ساری دنیا کے رونے والوں سے موازنہ کیا جائے تو برابر ہی ہوگا۔ وہب کا بیان ہے حضرت داؤد علیہ السلام اوپر سر نہیں اٹھاتے تھے۔ جب فرشتے نے آپ سے کہا: داؤد! تمہارا آغاز گناہ اور انجام مغفرت ہے، اپنا سر اٹھاؤ، اس وقت آپ نے سر اٹھایا۔ اس کے بعد زندگی بھر جب تک پانی میں آپ نے اپنے آنسوؤں کو شامل نہ کر لیا، پانی نہ پیا اور جب تک کھانے کو اشکوں سے تر نہ کر لیا، نہ کھایا۔

اوزاعی نے حدیث مرفوع بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: داؤد کی دونوں آنکھیں دو مشکیزوں کی طرح (ہر وقت) پانی پڑکتی ہی رہتی تھیں۔ چہرے پر آنسو بہنے سے ایسے گڑھے پڑ گئے تھے جیسے زمین میں پانی (جاری ہونے) سے گڑھے پڑ جاتے ہیں۔

وہب نے بیان کیا جب اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول کر لی تو حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے رب! تو نے میرا قصور معاف کر دیا لیکن یہ کیسے ہو کہ اپنے گناہ کو (کبھی) نہ بھولوں اور ہمیشہ معافی مانگتا رہوں، اپنے لیے بھی اور دوسرے گنہگاروں کے لیے بھی۔ اس درخواست پر اللہ نے ان کے دائیں ہاتھ پر ان کا گناہ لکھ دیا (جس کا مٹنا ناممکن تھا) جب آپ ہاتھ سے کھانا یا پانی لیتے تو گناہ نظر کے سامنے آ جاتا اور جب لوگوں کو خطاب کرنے کھڑے ہوتے اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے تو لوگ گناہ کی تحریر دیکھنے آگے آ جاتے اور جب دعا کرتے تو اس گناہ کو سامنے رکھ کر اپنے لیے استغفار سے پہلے دوسرے گنہگاروں کے لیے استغفار کرتے۔

قنادہ نے حسن کا بیان نقل کیا ہے کہ اس گناہ کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام ہمیشہ گنہگاروں کے ساتھ ہی بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے: آؤ داؤد! گنہگاروں کے پاس آؤ اور جب تک پانی میں اپنے آنسو شامل نہ کر لیتے، کبھی پانی نہ پیتے تھے اور خشک روٹی کے ٹکڑے کو رو رو کر اشکوں سے بھگو لیتے، پھر اس پر کچھ نمک اور خاک چھڑک کر کھاتے اور فرماتے: گنہگاروں کا یہی کھانا ہے۔ اس گناہ سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام آدھی رات سوتے اور نصف ایام (یعنی ایک روز بیچ میں ناغہ کر کے) روزے رکھتے تھے لیکن اس گناہ کے بعد ہمیشہ ہی دن میں روزے رکھتے اور رات بھر نماز پڑھتے تھے۔

ثابت کا بیان ہے جب حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کے عذاب کو یاد کرتے تو آپ کا جوڑ جوڑ ڈھیلا پڑ جاتا کہ بغیر بندھن سے باندھنے کے ان میں قوت نہ آتی تھی اور جب اللہ کی رحمت کو یاد کرتے تو جوڑ اپنے اصلی ٹھکانوں پر آ جاتے۔

اس قصہ میں یہ بھی (بعض روایات میں) آیا ہے کہ پہلے آپ کی تلاوت سننے کے لیے جنگلی جانور اور پرندے جمع ہو جاتے تھے لیکن جب آپ سے قصور سرزد ہو گیا تو چوپائے اور پرندے آپ کی آواز کو نہیں سنتے تھے اور کہتے تھے آپ کا گناہ آپ کی آواز کی مٹھاس کو لے گیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ انہوں نے فرمایا اے داؤد! آپ کی غلطی آپ کی آواز کی حلاوت کی وجہ سے معاف کر دی گئی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ سورۃ (ص) میں سجدہ کیا اور یہ سجود میں سے نہیں ہے لیکن میں نے تحقیق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ سجدہ کر رہے ہیں۔ عوام سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مجاہد سے سورۃ

ص کے سجدے کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ میں نے اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت فرمایا کہ کہاں سجدہ کیا۔ فرمایا کہ آپ یہ آیت نہیں پڑھتے۔ ”ومن ذریتہ داؤد و سلیمان“ سے لے کر ”اولئک الذین ہدی اللہ فبہداهم اقتدہ“ حضرت داؤد علیہ السلام وہ نبی ہیں جن کی اقتداء کے متعلق ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس جگہ سجدہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس جگہ سجدہ کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کہ میں ایک رات دیکھ رہا تھا کہ میں سورہا ہوں اور میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں، جب میں سجدہ کرتا ہوں تو وہ درخت بھی میرے ساتھ سجدہ کرتا ہے اور میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا ”اللہم کتب لی بہا عندک اجرا و حط عنی بہا و زرا و اجعلہا لی عندک ذخرا و تقبلہا منی کما تقبلتہا من عبدک داؤد“ حسن نے کہا کہ ابن جریج نے کہا کہ اسی طرح تمہارے دادا نے کہا تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ ص میں سجدہ کیا۔ پھر میں نے ان سے سنا جس طرح کہ اس شخص نے درخت کے متعلق خبر دی تھی۔

يٰۤاٰدٰوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۗ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝۲۶ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۗ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَوَيْلٌ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ۗ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفَجَّارِ ۝۲۷

تجوید اے داؤد ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے سو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا اور آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا (اگر ایسا کرو گے تو) وہ خدا کے راستے سے تم کو بھٹکا دے گی جو لوگ خدا کے راستے سے بھٹکے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہوگا اس وجہ سے کہ وہ روز حساب سے بھولے رہے اور ہم نے زمین و آسمان کو اور جو چیزیں ان کے درمیان موجود ہیں خالی از حکمت پیدا نہیں کیا یہ (یعنی ان کا خالی از حکمت ہونا) ان لوگوں کا خیال ہے جو کافر ہیں سو کافروں کے لئے (آخرت میں) بڑی خرابی ہے یعنی دوزخ ہاں تو کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ان کے برابر کر دیں گے۔ جو (کفر وغیرہ کر کے) دنیا میں فساد کرتے پھرتے ہیں یا ہم پر ہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کر دیں گے۔

تفسیر ۲۶ ”یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض“ اپنے حکم سے بندوں کے امور کی تدبیر کے لیے بھیجا۔

”فاحکم بین الناس بالحق“ انصاف کے ساتھ۔ ”ولا تتبع الهواء فیضلک عن سبیل اللہ ان الدین یضلون عن سبیل اللہ لهم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب“ تم لوگوں نے ایمان کو حساب کے دن ترک کر دیا۔ زجاج کا قول ہے کہ تم لوگوں نے اعمال کو ترک کر دیا۔ اس وجہ سے تمہیں یہ سزا ملی۔ عکرمہ اور سدی کا قول ہے کہ اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہوئی ہے۔ حساب کے دن تمہیں سخت عذاب ہوگا بسبب اس دن کے بھول جانے کی وجہ سے۔

27 ”وما خلقنا السماء والارض وما بینہما باطلا“ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ نہ اس میں کوئی ثواب ہوگا اور نہ ہی کوئی عقاب۔ ”ذلک ظن الدین کفروا“ اس سے مراد اہل مکہ ہیں۔ وہ لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ ان کو کسی اور مقصد کے لیے پیدا کیا گیا۔ ان کو نہ قیامت کے دن اٹھایا جائے گا اور نہ ہی کوئی حساب لیا جائے گا۔ ”فویل للذین کفروا من النار“

28 ”ام نجعل الذین آمنوا و عملوا الصالحات کالمفسدین فی الارض“ مقاتل کا بیان ہے کہ کفار قریش کہا کرتے تھے کہ آخرت میں جو بھلائی تم کو ملے گی وہ ہم کو بھی ملے گی۔ اس قول کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ”ام نجعل المتقین کالفجار“ کیا یہ مؤمنین کافروں کی طرح ہو سکتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ متقین سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔

کِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبْرَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ 29 وَوَهَبْنَا لِداوُدَ سُلَيْمَانَ ۗ نِعْمَ الْعَبْدُ ۗ إِنَّهُ أَوَّابٌ 30 إِذْ عَرَّضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّفِيْنَ الْجِيَادَ 31 فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ 32

30 یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اس واسطے نازل کیا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل فہم نصیحت حاصل کریں اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا وہ بہت اچھے بندے تھے کہ (خدا کی طرف) بہت رجوع ہونے والے تھے (چنانچہ وہ قصہ انکا یاد کرنے کے قابل ہے) جبکہ شام کے وقت ان کے روبرو اخیل (اور) عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے تو کہنے لگے کہ (افسوس) میں اس مال کی محبت میں (لگ کر) اپنے رب کی یاد سے غافل ہو گیا یہاں تک کہ آفتاب پر وہ (مغرب) میں چھپ گیا۔

تفسیر 29 ”کتاب انزلناہ الیک“ یہ کتاب جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی۔ ”مبارک“ اس میں بہت ساری خیر اور نفع ہیں۔ ”لیدبروا“ تاکہ اس میں غور و فکر کرو۔ ”آیاتہ“ اور اس میں تفکر کرو۔ ابو جعفر نے ”لیدبروا“ پڑھا ہے ایک تاء کے ساتھ اور دال کی تخفیف کے ساتھ۔ حسن کا قول ہے کہ اس کی آیت میں اور اس کی اتباع کرنے والوں میں غور و فکر کرو۔

”ولیتذکر“ اور چاہیے کہ نصیحت کریں۔ ”اولوا الالباب“

30 ”ووهبنا لداؤد سلیمان نعم العبد انه اواب“.....

آیت ”الصَّفِيْنَةُ الْجِيَادُ“ کی تفسیر

① ”اذ عرض عليه بالعشى الصافنات الجياد“ کلبی کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دمشق اور نصیبین والوں سے جہاد کیا اور وہاں سے ایک ہزار گھوڑے آپ کے ہاتھ لگے۔

مقاتل کا بیان ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی میراث میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہزار گھوڑے ملے تھے۔ عوف نے حسن رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ ان کے پاس گھوڑے جو سمندر سے نکلے ہیں ان کے پر تھے اور وہ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پہلی نماز پڑھی اور کرسی پر بیٹھے اور ان پر گھوڑے پیش کیے گئے اور انہی میں مشغولیت کی وجہ سے عصر کی نماز چلی گئی اور سورج غروب ہو گیا اور عصر فوت ہو گئی اور اس طرح ان پر اللہ کا خوف طاری ہوا اور ان کو لوٹا دیا تو پھر حضرت سلیمان علیہ السلام تلوار کے ساتھ گھوڑوں کو ذبح کرنے لگے تاکہ اللہ کا تقرب حاصل ہو، انہی کی وجہ سے وہ نماز سے مشغول ہو گئے۔ اس وقت گھوڑے ان کے لیے مباح تھے۔ اگرچہ ہمارے اوپر یہ حرام ہے جیسا کہ ہم چوپایوں کو ذبح کرتے تھے، پھر ان کے پاس سو گھوڑے رہ گئے۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب انہوں نے گھوڑوں کو ذبح کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے بہتر چیز ہوا کو ان کے تابع بنا دیا تھا۔ پھر وہ جہاں چاہتے ہیں چلتی ہے۔

ابراہیم تیمی کا قول ہے کہ وہ بیس گھوڑے تھے۔ عکرمہ کا قول ہے کہ اس سے مراد ایک سو بیس گھوڑے ہیں۔ ان کے پر بھی تھے۔ ”اذ عرض عليه بالعشى الصافنات الجياد“ صافن اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو تین ٹانگوں پر کھڑا ہوتا ہے اور چوتھی ٹانگ کے سم کی فقط ایک نوک زمین پر لگی ہوتی۔

یہ اچھی صفت مانی جاتی ہے۔ بعض نے کہا کہ صافن کا معنی ہے کھڑا ہونا۔ حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص اس بات پر خوش ہو کہ لوگ صف بنا کر اس کے سامنے کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے، جیاد کی واحد جواد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا سب سے آگے بڑھ جانے والے گھوڑے مراد ہیں۔

② ”فقال انى احببت حب الخير“ کثیر مال مراد وہ گھوڑے جن کے معائنہ میں مشغول رہنے کی وجہ سے عصر کی نماز فوت ہو گئی تھی۔ عرب لوگ راء کی جگہ لام بول دیتے ہیں۔

جیسے ”اختلت“ کی جگہ ”اخترت“ کہہ دیتے تھے۔ خیل کو خیر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان کی پیشانی میں خیر ہوتی ہے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ وہ مال یا گھوڑے ان پر پیش کیے گئے۔

”عن ذکر دبی“ نماز سے۔ اس سے مراد عصر کی نماز ہے۔ ”حتی توارت بالحجاب“ جب سورج چھپ جائے اور آنکھوں سے اوجھل ہو جائیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ حجاب ایک پہاڑ ہے جو کوہ قاف سے پرے ایک سال کی مسافت پر ہے۔ سورج اس کی آڑ میں غروب ہوتا ہے۔

رُدُّوْهَا عَلٰی ۛ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْاَعْنَاقِ ۝۳۳ وَ لَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاٰلِقِيْنَا عَلٰی
كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۝۳۴

﴿تجوید﴾ (پھر حشم و خدم کو حکم دیا کہ) ان گھوڑوں کو ذرا پھرتو میرے سامنے لاؤ سوانہوں نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر (تلوار سے) ہاتھ صاف کرنا شروع کیا اور ہم نے سلیمان کو (ایک اور طرح بھی) امتحان میں ڈالا اور ہم نے ان کے تحت پر (ایک ادھورا) دھڑلا ڈالا پھر انہوں نے (خدا کی طرف) رجوع کیا۔

مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْاَعْنَاقِ کی تفسیر

﴿تفسیر﴾ ۳۳ ”رُدُّوْهَا عَلٰی فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْاَعْنَاقِ“ ابو عبیدہ کا قول ہے مسح سے مراد کاٹنا ہے۔ پھر وہ گھوڑوں کی پنڈلیاں اور گردنیں کاٹنے لگے۔ یہ قول ابن عباس، حسن، قتادہ، مقاتل اور اکثر اہل تفسیر نے یہی معنی بیان کیا ہے۔ محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ انہوں نے کبھی گھوڑوں کو نہیں کاٹا جب ان کو کسی ہیز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔ بعض نے کہا کہ انہوں نے ان کو ذبح کیا اور ان کے گوشت کو صدقہ کر دیا۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت سلیمان نے ان گھوڑوں کو جہاد کے لیے وقف کر دیا تھا اور ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر وقف کی علامت کے طور پر داغ لگا دیا تھا۔ زہری اور کیسان نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان گھوڑوں کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ان پر پڑا ہوا غبار صاف کرنے کے لیے محبت اور پیار سے ہاتھ پھیرتے تھے لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ مشہور قول پہلا ہے۔ زہری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو ”رُدُّوْهَا عَلٰی“ کہا تھا وہ نرشتوں سے کہا تھا یعنی آفتاب پر موکل جو ملائکہ تھے۔ بحکم خدا ان سے کہا تھا کہ سورج کو واپس لوٹا لاؤ، پھر آپ نے عصر کی نماز بروقت پڑھ لی۔

۳۴ ”وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ“ ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی جانچ کی اور امتحان لیا اور اس واقعہ کا سبب اللہ ہے جس کو محمد بن اسحاق نے وہب کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتحان

بغوی نے لکھا ہے کہ محمد بن اسحاق نے وہب بن منبہ کی روایت سے بیان کیا، وہب نے کہا: حضرت سلیمان نے سنا کہ سمندر میں کوئی جزیرہ ہے جس کا نام صیدون ہے، وہاں کا ایک بڑا بادشاہ ہے۔ جزیرہ کا محل وقوع چونکہ سمندر میں ہے اس لیے کوئی شخص صیدون تک نہیں پہنچتا (اور بادشاہ آزاد ہے، کسی کا تابع نہیں) اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ حکومت عطا کی تھی کہ ان کی حکومت سے بحر و بر میں کوئی چیز باہر نہیں تھی۔ آپ ہوا پر سوار ہو کر ہر جگہ پہنچ جاتے تھے۔ یہ اطلاع ملنے کے بعد آپ ہوا پر سوار ہو کر اس شہر کی طرف روانہ ہو گئے اور جن و انس کے لشکر سمیت وہاں پہنچ کر اتر گئے، بادشاہ کو قتل کیا اور جزیرہ میں جو کچھ تھا،

اس پر بطور مال غنیمت قبضہ کر لیا۔ من جملہ دیگر اشیاء کے آپ کو وہاں بادشاہ کی ایک لڑکی بھی ملی جس کو جرادہ کہا جاتا تھا، ایسی حسین و جمیل لڑکی کسی نے نہیں دیکھی۔ آپ نے اپنے لیے اس کا انتخاب کر لیا۔ اول اس کو دعوت اسلام دی، وہ ناگواری خاطر کے ساتھ مسلمان ہو گئی، آپ نے اس سے نکاح کر لیا۔ آپ کو اس سے اتنی محبت ہو گئی کہ اور کسی بیوی سے نہیں تھی۔ وہ لڑکی حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس اتنے مرتبہ پر پہنچنے کے بعد بھی ہمیشہ غمگین رہتی، اس کا آنسو نہیں رکتا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے یہ بات تکلیف دہ تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا: اس کی کیا وجہ کہ تیرا غم دور نہیں ہوتا اور آنسو نہیں تھمتے؟ کہنے لگی: مجھے اپنے باپ کی، اس کی حکومت کی اور اس پر جو مصیبت پڑی اس کی یاد آتی ہے جو مجھے غمگین بنائے رکھتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا، اس کے عوض تو اللہ نے تجھے وہ ملک عطا کر دیا جو اس کے ملک سے بڑا ہے اور ایسی حکومت عنایت کر دی جو اس کی حکومت سے عظیم ہے اور مسلمان ہو جانے کی تجھے توفیق دی جو سب سے بہتر (نعمت) ہے۔

وہ کہنے لگی: ہاں! یہ تو سب کچھ ہے، پھر بھی مجھے جب باپ کی یاد آتی ہے تو وہ غم چھا جاتا ہے جو آپ دیکھتے ہی ہیں۔ اگر آپ حکم دے کر جنات سے اس مکان کے اندر جس میں میں رہتی ہوں، میرے باپ کی مورتی بنوادیں اور میں صبح و شام اس کو دیکھتی رہوں تو امید ہے کہ میرا غم دور ہو جائے گا اور میرے دل کو کچھ تسلی ہوگی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دیا کہ اس کے باپ کی ایک مورتی اس کے گھر کے اندر بنا دو، کوئی فرق نہ ہو، جنات نے ایسی مورتی بنا دی۔ اس عورت نے دیکھ لیا کہ بعینہ یہ اس کا باپ ہے، فقط اتنی بات ہے کہ اس میں جان نہیں ہے۔ پھر اس کو کرتہ پہنایا، صاف باندھا اور چادر اوڑھادی اور ویسے ہی کپڑے پہنا دیئے جو وہ (اپنی زندگی میں) پہنا کرتا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب اس کے گھر سے باہر نکل جاتے تو وہ صبح و شام اپنی لونڈیوں اور باندیوں کو ساتھ لے کر مورتی کے پاس جاتی اور جیسا باپ کی زندگی میں اس کا دستور تھا، اسی کے مطابق مورتی کو خود بھی سجدہ کرتی اور باندیاں بھی اس کے ساتھ سجدہ کرتیں۔ چالیس روز تک حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کا کوئی علم نہ ہوا۔

آصف بن برخیا کو اس کی اطلاع مل گئی، آپ حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے گھرے دوست تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے دروازے آپ کے لیے ہر وقت کھلے رہتے تھے، جس وقت چاہتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے جس گھر میں چاہتے داخل ہو جاتے، کوئی آپ کو لوٹا نہیں سکتا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام گھر میں موجود ہوں یا نہ ہوں۔

آصف بن برخیا کی آخری تقریر کی تفصیل

ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام سے انہوں نے کہا، اے اللہ کے نبی! میں بوڑھا ہو گیا ہوں، ہڈیاں ضعیف ہو گئیں، عمر ختم ہونے کے قریب آ گئی، جانے کا وقت آ گیا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ مرنے سے پہلے کسی ایک جگہ کھڑا ہو کر اللہ کے پیغمبروں کا تذکرہ کروں اور اپنی معلومات کے مطابق ان کے اوصاف بیان کروں اور انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو بعض باتیں لوگ نہیں جانتے ہیں ان کو بتاؤں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: (جیسا چاہو) کرو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے آصف کی تقریر

سننے کے لیے لوگوں کو جمع کر دیا۔ آصف تقریر کرنے کھڑے ہو گئے۔ گزشتہ انبیاء کا ذکر کیا، ہر نبی کے خصوصی اوصاف جو اس میں تھے بیان کیے اور جو فضیلت اللہ نے اس کو (خاص طور پر) دی تھی، وہ ظاہر کی۔ تقریر کرتے کرتے حضرت سلیمان علیہ السلام کے تذکرے پر آئے تو کہا، آپ بچپن میں بڑے عقل مند، حلیم، بڑے پرہیزگار اور بڑے پُر حکمت حکم دینے والے تھے اور چھوٹی عمر میں ہر امر مکروہ سے بہت دور تھے۔ یہ کہہ کر تقریر ختم کر دی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو آصف بن برخیا کی طرف سے گھر میں ہونیوالے واقعہ کی تفصیل

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: آصف! تم نے گزشتہ انبیاء کا تذکرہ کیا اور ہر عمر کے ان کے اچھے اوصاف بیان کیے لیکن جب میرا تذکرہ کیا تو چھوٹی عمر کے میرے اچھے اوصاف تم نے بیان کیے اور بڑے ہونے کے بعد جو میرے اوصاف تھے، ان کی طرف سے خاموشی اختیار کر لی۔ آخر بڑا ہو کر میں نے کون سی نئی بات کر لی؟ حقیقت میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے آصف کی تقریر کو برا محسوس کیا، اتنا کہ غصہ سے بھر گئے اور گھر جا کر آصف کو بلوا کر یہ بات کہی۔ آصف نے جواب دیا: ایک عورت کی محبت کی وجہ سے آپ کے گھر کے اندر چالیس روز سے صبح کو اللہ کے سوا دوسرے کی پوجا ہو رہی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا، کیا میرے گھر میں؟ آصف نے کہا (ہاں) آپ کے گھر میں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا ”إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ میں تو جاننا ہی نہیں تھا کہ تم نے جو کچھ کہا وہ بے وجہ نہیں کہا، یقیناً تم کو کوئی اطلاع ملی ہے۔ پھر آپ اس عورت کے گھر میں گئے، بت کو توڑا، عورت کو سخت سزا دی اور اپنا لباس اتار کر دوسرے کپڑے پہنے جن کا سوت صرف دو شیزہ (نابالغ، معصوم) لڑکیوں نے کاتا تھا اور دو شیزہ لڑکیوں نے ہی بنا تھا، کسی بالغ نے چھوا بھی نہ تھا۔ یہ لباس پہن کر تنہا جنگل کو نکل گئے، وہاں چولہے کی راکھ کا بستر بچھوایا، پھر توبہ کرنے کے لیے اس خاکی بستر پر بیٹھے اور کپڑوں سمیت اس پر لوٹے، اللہ کے سامنے گڑ گڑائے اور زاری کی، دُعا کرتے رہے، روتے رہے اور جو کچھ گھر میں ہو اس کی معافی مانگتے رہے۔ شام تک اسی میں مشغول رہے، شام ہو گئی تو گھر واپس آ گئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کا شیطان لے جانا

اور چالیس دن تک حکومت پر قابض رہنا

آپ کی ایک ام ولد (وہ باندی جو بچہ کی ماں ہو گئی، آقا کی کوئی اولاد اس کے پیٹ سے ہو گئی) تھی جس کو امینہ کہا جاتا تھا۔ آپ جب بیت الخلاء جاتے یا کسی بی بی سے قربت صنفی کرنے کا ارادہ کرتے تو اپنی مہر امینہ کے پاس رکھ دیتے تھے اور جب تک ضرورت سے فراغت کے بعد بالکل پاک نہ ہو جاتے، مہر کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے تھے۔ اسی مہر سے آپ کی حکومت وابستہ تھی۔ ایک روز امینہ کے پاس مہر رکھ کر بیت الخلاء کو چلے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد سمندری شیطان جس کا نام صحر تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام کی شکل میں امینہ کے پاس آیا اور مہر طلب کی۔ امینہ نے اس شکل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی شکل سے

کوئی غیریت محسوس نہیں کی اور سلیمان علیہ السلام سمجھ کر مہر دے دی۔ صخر نے وہ مہر اپنے ہاتھ میں پہن لی اور باہر جا کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر بیٹھ گیا اور سارے پرندے، جنات اور انسان اس کے پاس آ کر (حسب معمول) جمع ہو گئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بیت الخلاء سے نکل کر امینہ کے پاس پہنچے اور کہا: امینہ! میری انگوٹھی لاؤ، چونکہ ہر دیکھنے والے کو آپ کی حالت اور ہیئت بدلی ہوئی دکھائی دیتی، اس لیے امینہ بھی نہ پہچان سکی اور بولی، تو کون ہے؟ آپ نے فرمایا، میں سلیمان بن داؤد ہوں۔ امینہ نے کہا: تو جھوٹا ہے، ابھی سلیمان علیہ السلام میرے پاس آ کر مہر لے کر گئے ہیں اور تخت حکومت پر اس وقت بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ گناہ کا وبال آ پہنچا۔ آپ بنی اسرائیل کے گھروں پر جاتے اور خانہ بخانہ چکر لگاتے اور کہتے کہ میں سلیمان بن داؤد ہوں لیکن لوگ (دیوانہ سمجھ کر) آپ کے اوپر مٹی ڈالتے اور گالیاں دیتے اور کہتے، اس دیوانہ کو ذرا دیکھو، کیا کہتا ہے؟ اپنے کو سلیمان سمجھتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ حالات دیکھے تو سمندر کی طرف چلے گئے اور دریا کے ٹھیکیداروں کی مچھلیاں اپنے اوپر لاد کر بازار تک پہنچاتے اور صاحب مال آپ کو روزانہ دو مچھلیاں مزدوری میں دے دیتا تھا۔ شام ہوتی تو آپ ایک مچھلی فروخت کر کے روٹیاں لے لیتے اور دوسری مچھلی بھون لیتے۔ چالیس روز اسی حالت میں رہے۔ چالیس ہی دنوں تک آپ کے گھر کے اندر بت کی پوجا ہوئی تھی۔

آصف اور دوسرے علماء بنی اسرائیل نے دشمن خدا کے احکام کو اس چلہ میں پہلے کے مقابلہ میں کچھ بدلا ہوا محسوس کیا۔ اس لیے آصف نے کہا: اے گروہ بنی اسرائیل! کیا تم نے بھی ابن داؤد کے احکام کو کچھ پہلے کے مقابلے میں بدلا ہوا محسوس کیا جیسا میں محسوس کر رہا ہوں؟ علماء نے کہا، جی ہاں۔ آصف نے کہا تو اتنا توقف کرو کہ میں سلیمان علیہ السلام کی بیوی سے جا کر پوچھ لوں کہ کیا انہوں نے بھی اندرونی حالت میں کچھ تغیر محسوس کیا ہے۔ جیسا کہ ہم بیرونی عام حالت میں محسوس کر رہے ہیں؟ چنانچہ آصف عورتوں کے پاس گئے اور کہا: کیا تم نے بھی ابن داؤد کے اندرونی حالات میں کچھ تغیر پایا ہے جیسا کہ ہم نے باہر محسوس کیا ہے؟ عورتوں نے جواب دیا، اس سے بھی زیادہ، وہ تو ہم میں سے کسی عورت کو خون کی حالت میں بھی نہیں چھوڑتا اور غسل جنابت بھی نہیں کرتا۔ آصف نے کہا "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ" بلاشبہ یہ کھلی ہوئی سخت آزمائشی مصیبت ہے۔ آصف نے واپس آ کر بنی اسرائیل سے کہہ دیا کہ خاص احوال تو عام حالات سے بھی بڑھ چڑھ کر ہیں۔ چالیس روز گزر گئے تو شیطان مردود اپنی جگہ سے اٹھ کر دریا پر گیا اور دریا میں مہر پھینک دی جس کو ایک مچھلی نے نگل لیا اور کسی شکاری نے وہ مچھلی پکڑ لی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دن کے ابتدائی حصہ میں (حسب معمول) اپنا کام کیا، شام ہوئی تو شکاری نے آپ کو ایک (معمولی) مچھلی دے دی اور دوسری وہ مچھلی جس کے پیٹ میں مہر تھی، دے دی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام دونوں مچھلیاں لے کر آ گئے۔ معمولی مچھلی کے بدلے تو روٹیاں لے لیں اور جس مچھلی کے پیٹ میں مہر تھی، اس کا بھوننے کے لیے پیٹ چاک کیا۔ پیٹ کے اندر سے مہر نکلی، آپ نے مہر لے کر ہاتھ میں پہن لی اور سجدہ میں گر گئے۔ اس کے بعد پرندے اور جنات آپ کے پاس آ کر جمع ہو گئے اور آدی بھی آپ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے

کہ یہ جو مصیبت ان پر آئی تھی یہ اسی بات کی پاداش میں تھی جو ان کے گھر کے اندر ہوئی تھی۔ غرض آپ کو حکومت واپس مل گئی اور آپ نے اپنے گناہ سے علی الاعلان توبہ کی اور جنات کو حکم دیا کہ صحر کو پکڑ کر لاؤ۔ شیاطین نے اس کو ڈھونڈ نکالا اور پکڑ کر حاضر کر دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پتھر کی ایک چٹان میں شگاف کر کے صحر کو اس میں بند کر کے اوپر سے ایک چٹان اور رکھ کر لوہے اور رانگ سے اس کی مضبوط بندش کر دی۔ پھر سمندر میں پھینک دینے کا حکم دے دیا۔ یہ سارا وہب کا بیان ہے۔

سدی کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سرگذشت کا سبب یہ تھا کہ آپ کی سو (۱۰۰) بیبیاں تھیں، ان میں سے ایک کا نام جرادہ تھا۔ جرادہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نظر میں سب سے زیادہ چہیتی اور سب سے پکی امانت دار تھی۔ آپ جب ضرورت کو جاتے تو اسی کے پاس مہر رکھ دیا کرتے تھے۔ ایک دن جرادہ نے آپ سے کہا: میرے بھائی اور فلاں شخص کے درمیان کچھ جھگڑا ہے، میں چاہتی ہوں کہ میرا بھائی جب آپ کے پاس آئے تو آپ اس کے حق میں ڈگری دے دیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا، اچھا (آپ نے وعدہ کر لیا) لیکن کیا نہیں۔ اس قول پر ہی آپ بتلاء آزمائش کر دیئے گئے۔ غرض ایک روز مہر جرادہ کو دے کر بیت الخلاء کو چلے گئے۔ آپ کے پیچھے شیطان (یعنی کوئی جن) آپ کی صورت بنا کر آیا اور جرادہ سے مہر لے گیا اور جا کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر بیٹھ گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب بیت الخلاء سے آئے اور جرادہ سے مہر طلب کی تو اس نے کہا: کیا آپ نے ابھی نہیں لی تھی؟ آپ نے کہا: نہیں۔ پھر آپ یہاں سے نکل کر کہیں اپنے مقام پر چلے گئے اور چالیس روز تک شیطان لوگوں پر حکومت کرتا رہا۔ لوگوں نے اس کے احکام کو (حضرت سلیمان علیہ السلام کے احکام سے) بدلا ہوا محسوس کیا تو بنی اسرائیل کے علماء اور قراء آپ کی بیویوں کے پاس گئے اور ان سے کہا: ہم کو احکام سلیمانی سے اس کے احکام غیر نظر آتے ہیں۔ اگر یہ سلیمان ہے تو یقیناً اس کی عقل جاتی رہی ہے، عورتیں رونے لگیں۔ علماء اور قراء چلے آئے اور آ کر تورات کھول کر اس کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ شیطان نے جو یہ دیکھا تو ان کے سامنے سے اڑ کر روشن دان میں جا پڑا، مہر اس کے پاس ہی رہی، پھر وہاں سے اڑ کر سمندر کی طرف چلا گیا۔ مہر اس کے ہاتھ سے سمندر میں گر گئی جس کو ایک مچھلی نے نگل لیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی شکاریوں کے پاس پہنچ گئے تھے اور بہت سخت بھوکے تھے۔ اس لیے ایک شکاری سے اس کے شکار کی ایک مچھلی کھانے کے لیے مانگی اور کہا، میں سلیمان ہوں۔ یہ بات سن کر ایک شکاری نے اٹھ کر آپ کے لاٹھی ماری اور سر پھاڑ دیا۔ آپ سمندر کے کنارے بیٹھے خون دھونے لگے۔ دوسرے شکاریوں نے مارنے والے کو ملامت کی اور جو مچھلیاں پکڑی تھیں ان میں سے دو مچھلیاں آپ کو دے دیں۔ آپ نے دونوں کا پیٹ چاک کیا اور دھونے لگے۔ ایک مچھلی کے اندر سے آپ کو اپنی مہر مل گئی اور آپ نے اس کو پہن لیا۔

اس طرح اللہ نے آپ کو حکومت اور شان و شوکت واپس دے دی اور پرندے آپ کے گرد گھومنے لگے۔ اس وقت ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ سلیمان یہ ہیں اور اپنی حرکت کی معذرت کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: نہ میں تمہاری اس معذرت کی تعریف کرتا ہوں نہ تمہارے فعل پر تمہیں ملامت کرتا ہوں، یہ تو ہونا ہی تھا۔ اس کے بعد آپ اپنی حکومت پر آ گئے اور جس شیطان نے مہر اڑائی تھی اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ وہ گرفتار ہو کر آ گیا تو آپ نے لوہے کے ایک صندوق کو بند کر کے صندوق کو مقفل کر کے اس

پر اپنی مہر لگا کر سمندر میں پھینکوا دیا۔ آج تک وہ اسی حالت میں ہے اور زندہ بھی ہے۔

بعض روایات میں آیا ہے جب حضرت سلیمان علیہ السلام فتنہ میں پڑ گئے تو مہران کے ہاتھ سے نکل کر گر گئی۔ آپ نے دوبارہ ہاتھ میں ڈالی، تب بھی نکل کر گر گئی اور چونکہ آپ کی حکومت انگوٹھی سے ہی وابستہ تھی اس لیے آپ کو مصیبت کا یقین ہو گیا۔ اتنے میں آصف آگئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہنے لگے، آپ اپنے قصور کی وجہ سے آزمائش میں پھنس گئے۔ یہ مہر آپ کے ہاتھ میں ۱۴ روز تک نہیں رکے گی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تہہ خانے میں بھاگ کر چلے گئے اور آصف نے انگوٹھی اٹھا کر اپنی انگلی میں پہن لی تو انگوٹھی رُک گئی (انگلی سے نکل کر نیچے نہیں گری) آیت ”وَالْقَيْنَا عَلٰی كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا“ میں جسد سے یہی مراد ہے۔ (یعنی جسد سے مراد ہیں آصف) آصف ۱۴ روز تک حکومت پر قائم رہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کے طریقہ پر حکومت کرتے رہے۔ اس کے بعد اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکومت لوٹا کر عطا فرمادی اور وہ اپنی کرسی پر بیٹھ گئے اور دوبارہ اپنی انگوٹھی ہاتھ میں پہن لی۔

سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تین روز تک لوگوں سے پردے میں رہے (کسی سے ملاقات کو نہیں آئے نہ سامنے آئے) اللہ نے وحی بھیجی اور فرمایا، تم تین روز لوگوں سے پردے میں رہو اور میرے بندوں کے معاملات پر نظر نہیں کی (اس لغزش پر) اللہ نے آپ کو آزمائش میں ڈال دیا۔ اس سے آگے سعید نے مہر کا قصہ اور شیطان کے اس پر قبضہ کر لینے کا ذکر کیا ہے۔ حسن نے کہا: اللہ ایسا نہ تھا کہ سلیمان علیہ السلام کی بیبیوں پر شیطان کو مسلط کر دیتا۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ ایک رات میں اپنی تمام بیویوں سے مجامعت کروں گا۔ ہر ایک عورت بیٹالائے گی تو میں اس کو جہاد کے لیے بھیج دوں گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تمام بیویوں کے ساتھ مجامعت کی تو ان تمام بیویوں میں سے صرف ایک نے نا تمام بچہ جنا اور اس کو کرسی میں ڈال دیا۔ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا ”وَالْقَيْنَا عَلٰی كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا“ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ایک رات تمام بیویوں کے پاس جاؤں گا۔ ہر ایک شاہ سوار لائے گی جو اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھی نے کہا کہ آپ ان شاء اللہ کہہ دیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان شاء اللہ نہیں کہا اور بھول گئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سب بیویوں کے پاس گئے، ان سب میں سے صرف ایک ہی کو حمل ہوا جو نا تمام بچہ تھا، اللہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر وہ ان شاء اللہ کہہ دیتے تو وہ سب اللہ کے راستے میں جہاد کرتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طاؤس روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ میں اپنی سو بیویوں سے مجامعت کروں گا۔ فرشتے نے ان سے کہا کہ آپ ان شاء اللہ کہہ دیں لیکن انہوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا اور بھول گئے۔ مشہور قصوں میں مشہور ہے وہ جسد جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر ڈالا گیا تھا وہ دراصل جن تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”وَالْقَيْنَا عَلٰی كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثم انا ب“ ان کو اپنی بادشاہت چالیس دنوں کے بعد ملی۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ مَّ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿35﴾

﴿ترجمہ﴾ دعا مانگی کہ اے میرے رب میرا (پچھلا) قصور معاف کر اور (آئندہ کے لئے) مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ

میرے سوا (میرے زمانہ میں) کسی کو میسر نہ ہو آپ بڑے دینے والے ہیں۔ ہم نے ان کی دعا قبول کی

﴿تفسیر﴾ ﴿35﴾ "قال رب اغفر لي وهب لي ملكا لا ينبغي لاحد من بعدي" مقاتل اور ابن کيسان نے ترجمہ کیا

ہے میرے زمانے کے بعد۔ عطاء بن رباح کا قول ہے کہ "ينبغي لاحد من بعدي" کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اب تو نے مجھ سے حکومت لے کر دوسرے کو دے دی، اسی طرح آخری عمر میں مجھ سے حکومت لے کر دوسرے کو نہ دے دینا۔

"انك انت الوهاب" بعض حضرات کا قول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ سوال اس وجہ سے کیا تا کہ یہ آپ علیہ السلام کی نبوت کی نشانی اور دلالت رہے اور آپ کا یہ معجزہ ہمیشہ کے لیے رہے اور بعض حضرات کا قول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایسے معجزہ کا سوال اس وجہ سے کیا تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ان کی توبہ قبول ہو چکی ہے۔ مقاتل بن حیان کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ تھے اور "لا ينبغي لاحد من بعدي" کہہ کر ہوا، جنات اور پرندوں پر حکومت کرنا چاہتے تھے بعد والا کلام اسی مفہوم پر دلالت کر رہا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دیو (شریر جن) آج رات تھوک اڑاتا (بدبو پھیلاتا) ہوا میری نماز تڑوانے کے لیے آیا لیکن اللہ نے اس پر مجھے قابو دے دیا اور میں نے اس کو پکڑ کر چاہا کہ مسجد کے ستون سے باندھ دوں تا کہ (صبح کو) تم سب اس کو دیکھ سکو، پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آئی کہ انہوں نے درخواست کی تھی "رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي" تو میں نے اس کو لوٹا دیا۔ (متفق علیہ)

فَسَخَرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ﴿36﴾ وَالشَّيْطَانِ كُلِّ بِنَاءٍ وَغَوَاصٍ

﴿37﴾ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿38﴾ هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿39﴾

وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَّآبٍ ﴿40﴾ وَادْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ م إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسْنِي

الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ ﴿41﴾ أَرْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسَلٌ مَّ بَارِدٌ وَشَرَابٌ ﴿42﴾

﴿ترجمہ﴾ اور (نیز) ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا اور وہ ان کے حکم سے جہاں وہ جانا چاہتے نرمی سے چلتی اور جنات کو بھی

ان کا تابع بنا دیا یعنی تعمیر بنانے والوں کو بھی اور غوطہ خوروں کو بھی اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے ہیں

(اور ہم نے یہ سامان دے کر ارشاد فرمایا کہ) یہ ہمارا عطیہ ہے خواہ (کسی کو) دو یا نہ دو تم سے کچھ دارو گیر نہیں اور (علاوہ اس

کے) ان کے لئے ہمارے یہاں (خاص) قرب اور نیک انجامی ہے اور آپ ہمارے بندے (ایوب کو یاد کیجئے جبکہ

انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھ کو رنج اور آزار پہنچایا ہے اپنا پاؤں مارو یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا۔

﴿۳۶﴾ ”فسخرنا له الريح تجري بأمروه رخاء“ نرم رفتار والی ہوا جو تند نہ ہو۔ ”حيث اصاب“ اصاب کا معنی ہے ارادہ، جہاں کا وہ ارادہ کریں۔ جیسے عرب کہتے ہیں ”اصاب الصواب فاخطاء الجواب“ اس نے صحیح جواب دینا چاہا لیکن جواب میں غلطی کی۔

﴿۳۷﴾ ”والشيطان“ اور ہم نے شیطان کو آپ کے لیے مسخر کر دیا۔ ”كل بناء“ ان سے جو چاہیں تعمیر کروالیں خواہ قلعے ہوں یا محلات ہوں۔ ”وغواص“ اور جو سمندروں میں غوطے لگا کر موتی نکالتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ہی پہلے وہ شخص تھے جن کے لیے سمندروں سے موتی نکالے گئے تھے۔

﴿۳۸﴾ ”وآخرين مقرنين في الاصفاد“ زنجیروں میں قید کیے ہوئے ہیں اور ہم نے شیطان کی ایک اور جماعت کو بھی آپ کے تابع بنا لیا تاکہ آپ ان کو زنجیروں میں جکڑ لیں۔

﴿۳۹﴾ ”هذا عطاءنا“ ہم نے ان کو کہا کہ یہ ہماری طرف سے عطاء کردہ تھا۔ ”فامنن او امسك“ فامنن سے مراد احسان ہے کہ اب یہ ہماری طرف سے آپ کے اوپر احسان ہے۔ آپ جس کو چاہیں دے دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں۔ ”بغير حساب“ اس میں کوئی حرج نہیں کہ آپ جس کو چاہیں عطا کریں اور جس سے چاہیں روک لیں۔ حسن کا قول ہے اللہ نے جس کسی کو نعمت سے سرفراز کیا آخر کار وہ نعمت اس کے لیے انجام بد بن گئی سوائے حضرت سلیمان علیہ السلام کے کیوں کہ ان کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ کسی کو دیں تو ان کو ثواب ملے گا نہ دیں تو انجام میں مواخذہ نہ ہوگا۔ مقاتل نے کہا ”هذا عطاءنا“ کا یہ مطلب ہے کہ یہ یعنی جنات کی تسخیر ہمارا خاص عطیہ ہے جو ہم نے تم کو دیا ہے جس کو تم چاہو چھوڑ دو اور جس کو اپنی بندش میں رکھنا چاہو چھوڑنے اور بند رکھنے کا تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔

﴿۴۰﴾ ”وان له عندنا لزلفى وحسن مآب“

﴿۴۱﴾ ”واذکر عبدنا ایوب اذ نادى ربه انى مسنى الشيطان بنصب“ نصب کا معنی مشقت اور تکلیف۔ ابو جعفر نے نون کے ضمہ اور صاد کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ دونوں صورتوں میں معنی ایک ہی ہیں۔ قنادہ اور مقاتل کا بیان ہے مشقت اور تکلیف جسم میں ہوتی ہے۔ یعنی اس کا تعلق جسم سے ہے۔ ”وعذاب“ مال میں۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ اور ان کا ابتلاء آزمائش انبیاء علیہم السلام کے قصوں میں ذکر کیا گیا۔ جب ان کی مدت آزمائش پوری ہوگئی تو ان سے کہا گیا:

﴿۴۲﴾ ”اركض برجلک“ اپنے پاؤں کو زمین پر ماریں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا پھر اس سے چشمہ جاری ہوا۔ ”هذا مغتسل“ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس پانی سے غسل کریں۔ پھر وہ چالیس قدم چلے۔ حکم ہوا کہ دوسرا پاؤں زمین پر ماریں، اس سے دوسرا چشمہ نکل آیا اس سے انہوں نے پانی پیا ”بارد“ یعنی اس ٹھنڈے پانی سے ”وشراب“ اور اس سے پیئیں۔

وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِنَّا وَذِكْرَى لَأُولَى الْأَلْبَابِ ④ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْتًا
فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنُثْ ⑤ اِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا ⑥ نِعْمَ الْعَبْدُ ⑦ اِنَّهٗ اَوْابٌ ⑧ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا اِبْرٰهِيْمَ
وَاسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولَى الْاَيْدِي وَالْاَبْصَارِ ⑨ اِنَّا اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةِ ذِكْرِي الدَّارِ ⑩ وَاللّٰهُمَّ
عِنْدَنَا لِمَنْ الْمُصْطَفَيْنَ الْاٰخِيَارِ ⑪ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ⑫ وَكُلٌّ مِّنَ
الْاٰخِيَارِ ⑬ هٰذَا ذِكْرٌ ⑭ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لِحُسْنِ مَّآبٍ ⑮ جَنَّتْ عَدْنٍ مُّفْتَحَةٌ لَّهُمْ الْاَبْوَابُ ⑯
مُتَكِيْنٍ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ⑰ وَعِنْدَهُمْ قَصِرٰتُ الطَّرْفِ اَنْرَابٌ ⑱

اور ہم نے ان کو ان کا کنبہ عطا فرمایا اور ان کے ساتھ (گنتی میں) ان کے برابر اور بھی (دیے) اپنی رحمت
خاصہ کے سبب سے اور اہل عقل کے لئے یادگار رہنے کے سبب سے اور تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینگوں کا لو اور اس
سے مارو اور قسم نہ توڑو بیشک ہم نے ان کو صابر پایا اچھے بندے تھے کہ بہت رجوع ہوتے تھے اور ہمارے بندے
ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کیجئے جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے ہم نے ان کو ایک خاص بات کے
ساتھ مخصوص کیا تھا کہ وہ یاد آخرت کی ہے اور وہ (حضرات) ہمارے یہاں منتخب اور سب سے اچھے لوگوں میں سے
ہیں اور اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو بھی یاد کیجئے اور یہ سب بھی سب سے اچھے لوگوں میں سے ہیں ایک نصیحت کا
مضمون تو یہ ہو چکا اور پرہیزگاروں کے لئے (آخرت میں) اچھا ٹھکانہ ہے یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات جن کے
دروازے ان کے واسطے کھلے ہوں گے وہ ان باغوں میں تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے (اور) وہ وہاں (جنت کے
خادموں سے) بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں منگوائیں گے اور ان کے پاس نیچی نگاہ والیاں ہم عمر ہوں گی۔

④ ”ووهبنا له أهله ومثلهم معهم رحمة منا وذكري لأولى الألباب“

④ ”وخذ بيدك ضغثا“ ایک مٹھی بھر درخت کی ٹہنیاں یا گھاس کے تنگوں کو۔ ”فاضرب به ولا تحنث“ اپنے ہاتھ
میں لیں۔ یہ جب ہوا تھا کہ جب انہوں نے اپنی زوجہ کو مارنے کی قسم کھائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ ایک مٹھی بھر گھاس لیں
اور اس سے ایک مرتبہ اس کو ماریں۔ ”انا وجدناه صابرا نعم العبد انه اواب“

⑤ ”واذكر عبادنا“ ابن کثیر نے عبدنا پڑھا ہے۔ واحد کا صیغہ ہے اور دوسرے قراء نے عبادنا پڑھا۔ ”ابراہیم و
اسحاق و یعقوب اولی الایدی“ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے قوت والے ہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں۔
”والابصار“ اس سے مراد معرفت خداوندی کی تعبیر کی کیونکہ آنکھیں ہی خدا شناسی میں قوی ترین ذریعہ ہیں۔ قتادہ اور مجاہد کا
قول ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو عبادت میں قوت دی اور دین میں ان کو بصیرت دی۔

46 "انا اخلصناهم" ہم نے آپ کو ان کے لیے چنا۔ "بخالصة ذکری الدار" قراء اہل مدینہ نے "بخالصة" اضافت کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے تنوین کے ساتھ پڑھا ہے جو حضرات اس کو اضافت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں وہ اس کا یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ ان کے لیے آخرت کے گھر کو خالص کر دیا کہ اسی کے لیے ہم خالص کریں۔ و ذکرہ بمعنی ذکر کے ہے۔ مالک بن دینار کا قول ہے کہ ہم نے ان کے دلوں سے دنیا کی محبت اور یاد نکال دی اور آخرت کی یاد محبت کے لیے ان کو مخصوص کر دیا۔ قتادہ نے ان کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ وہ آخرت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اللہ عزوجل کی طرف تبلیغ دیتے ہیں۔ سدی کا قول ہے کہ آخرت کا ڈر رکھنے کے لیے ان کو مخصوص کر لیا گیا تھا۔ ابن زید نے کہا کہ جس نے تنوین کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے یعنی ہم نے آخرت کی بہترین چیزوں کی یاد کے لیے ان کو مخصوص کر لیا تھا۔ بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کو خالص چن لیا مخلصین میں سے۔ جیسا کہ ہم نے آخرت کے ذکر کے متعلق نقل کیا ہے۔

47 "وانہم عندنا لمن المصطفین الاخیار"

48 "واذکر اسماعیل والیسع وذاکفل وکل من الاخیار"

49 "ہذا ذکر" یہ جو تمہارے اوپر تلاوت کیا جاتا ہے یہ مقدم الذکر واقعات انبیاء کے لیے ایک شرف ہے یا یہ قرآن جو پڑھا

جا رہا ہے ایک حسین یاد دہانی ہے۔ "وان للمتقین لحسن مآب"

50 "جنات عدن مفتحة لهم الابواب" ان کیلئے ابواب کھلے ہوئے ہیں۔

51 "متکین فیہا یدعون فیہا بفاکھة کثیرة و شراب"

52 "وعندہم قاصرات الطرف اتراب" یعنی ہم عمر، اس وقت سب کی عمر ۳۳ سال ہوگی۔ مجاہد کا قول ہے کہ سب

آپس میں بہنوں بہنوں کی طرح ہوں گی۔ یہاں کی سونوں کی طرح ان میں جلن نہیں ہوگی اور نہ حسد ہوگا۔

ہَذَا مَا تُوْعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ 53 اِنَّ هَذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ 54 هَذَا ط وَاِنَّ لِلطَّغِيْنَ

لَشَرَّ مَا بٍ 55 جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادِ 56 هَذَا فَلْيَذُوقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ 57 وَاٰخِرُ

مِنْ شَكْلِهٖ اَزْوَاجٌ 58 هَذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ لَا مَرْحَبًا بِهٖمْ. اِنَّهٗمْ صَالُوا النَّارِ 59 قَالُوْا

بَلْ اَنْتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ط اَنْتُمْ قَدْ مَتُّمُوْهُ لَنَا فَبِئْسَ الْقَرَارُ 60

ترجمہ (اے مسلمانو!) یہ وہ (نعمت) ہے جس کا تم سے روز حساب آنے پر وعدہ کیا جاتا ہے بے شک یہ ہماری عطا

ہے اس کا کہیں ختم بھی نہیں یہ بات تو ہو چکی اور سرکشوں کے لئے برا ٹھکانا ہے یعنی دوزخ اس میں وہ داخل ہوں گے

سو بہت بری جگہ ہے یہ کھولتا ہوا پانی اور پیپ ہے سو یہ لوگ اس کو چکھیں گے اور (اس کے علاوہ) اور بھی اسی قسم کی

(ناگوار) طرح طرح کی چیزیں ہیں یہ ایک جماعت اور آئی جو تمہارے ساتھ (عذاب میں شریک ہونے کے لئے)

دوزخ میں گھس رہے ہیں ان پر خدا کی مار یہ بھی دوزخ ہی میں آ رہے ہیں وہ (اتباع ان متبوعین سے) کہیں گے بلکہ تمہارے ہی اوپر خدا کی مار (کیونکہ) تم ہی تو یہ (مصیبت) ہمارے آگے لائے سو (جہنم) بہت ہی برا ٹھکانا ہے ﴿۵۳﴾ ”ہذا ما توعدون“ ابن کثیر نے یوعدون یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور سورۃ ق میں بھی۔ ابو عمرو نے اس سورت میں ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ دوسرے قراء نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی آپ کہہ دیجئے مؤمنین سے، یہ وہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ”لیوم الحساب“ یعنی حساب کے دن۔

﴿۵۴﴾ ”ان هذا لرزقنا مالہ من نفاق“ کوئی فنایا ختم ہونے والا نہیں ہوگا۔

﴿۵۵﴾ ”هذا“ یہ حکم اسی طرح ہوگا۔ ”وان للطاغین“ کافروں کے لیے ”لشرمآب“ اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

﴿۵۶﴾ ”جہنم یصلونہا“ اس میں وہ داخل ہوں گے۔ ”فبئس المہاد“

﴿۵۷﴾ ”هذا“ یہ عذاب ہے۔ ”فلیدوقوہ حمیم و غساق“ یہ گرم کھولتا ہوا پانی اور پیپ ہے۔ لہذا تم اسی سے مزہ چکھو۔ حمیم گرم پانی کو کہا جاتا ہے جس کو آخری حد تک گرم کیا ہو۔ حمزہ، کسائی اور حفص نے کہا (غساق) تشدید کے معنی میں ہے اور دوسرے قراء نے بغیر تشدید کے پڑھا ہے۔ جن حضرات نے اس کو تشدید کے ساتھ پڑھا ہو تو وہ اس کو اسم فعال کے وزن پر لیتے ہیں جیسے خباز اور طبخ ہے اور جنہوں نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے کہ اس صورت میں فعال کا اسم ہوگا جیسے عذاب، غساق کے معنی میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، ایسی بریلی سخت ٹھنڈک جو اس طرح دوزخیوں کو جلا دے گی جس طرح آگ اپنی گرمی سے جلائے گی۔ مقاتل اور مجاہد رحمہما اللہ کا قول ہے کہ جس کی ٹھنڈک انتہا کو پہنچ جائے۔ بعض نے کہا کہ یہ ترکی زبان کا لفظ ہے اور ترکی زبان میں غساق انتہائی بدبودار چیز کو کہتے ہیں۔ قتادہ نے کہا کہ غساق کا معنی ہے صاب یعنی سیال، یہاں مراد پیپ اور کچا خون جو دوزخیوں کی کھال اور گوشت اور زانیوں کی شرمگا ہوں سے بہے گا۔

﴿۵۸﴾ ”وآخر“ اہل بصرہ میں الف کے ضمہ کے ساتھ آخری کی جمع ہے جیسے کبریٰ اور کبر۔ ابو عبیدہ نے کہا چونکہ یہ جمع کی صفت ہے۔ دوسرے قراء نے ہمزہ کے فتح کے ساتھ واحد کے مشابہ پڑھا ہے۔ ”من شکلہ“ گرم پانی اور پیپ کی طرح ہوں گے۔ ”ازواج“ یہ ان پر عذاب قسم قسم کا ہوگا۔

﴿۵۹﴾ ”هذا فوج مقتحم معکم“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ دوزخ کے کارندوں کا کلام ہوگا جو جہنمی لیڈروں سے وہ کہیں گے۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ کافروں کے پیشوا اور لیڈر جب دوزخ میں چلے جائیں گے تو ان کے بعد ان کے پیروکار بھی آ کر دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔ اس وقت دوزخ کے کارندے ان پیشواؤں سے یہ بات کہیں گے۔ کلبی کا بیان ہے کہ ان کو ہتھوڑوں کے ساتھ ماریں گے۔ اس مار سے بچنے کے لیے وہ اپنے آپ کو آگ میں ڈال دیں گے۔ ”لامرحبا بہم“ ان کی اتباع میں۔ ”انہم صالوا النار“ وہ اس میں داخل ہوں گے۔

﴿۶۰﴾ ”قالوا بل انتم لامرحبا بکم“ مرحب اور رحب کہتے ہیں کشادہ جگہ کو۔ عرب کا قول ہے ”مرحبا و اہلاً و سہلاً“

آئیں خوشی کے ساتھ کشادہ جگہ میں اور اسی طرح کہتے ہیں ”لا مرحبا بک“ یعنی تیرے لیے زمین کشادہ نہ ہو۔ ”انتم قلمتموه لنا“ اس عذاب کو یا داخلہ جہنم کو تم ہی ہمارے گھر آئے۔ بعض حضرات نے کہا کہ تم ہی یہ عذاب ہمارے لیے آگے لائے ہو کہ تم نے ہمیں کفر کی طرف دعوت دی جس کے باعث ہمیں جہنم میں جانا پڑا۔ ”فبئس القوار“ جہنم تمہارے لیے برا ٹھکانہ ہے۔

قَالُوا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هَذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ 61 وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرَى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْأَشْرَارِ 62 اتَّخَذْنَاهُمْ سِخْرِيًّا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمْ الْأَبْصَارُ 63 إِنَّ ذَلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُّمُ أَهْلِ النَّارِ 64 قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ 65 رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ 66 قُلْ هُوَ نَبِيُّ عَظِيمٍ 67

دعا کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار جو شخص اس (مصیبت) کو ہمارے آگے لایا ہو اس کو دوزخ میں دگنا عذاب دیجو اور وہ لوگ کہیں گے کہ کیا بات ہے ہم ان لوگوں کو (دوزخ میں) نہیں دیکھتے جن کو ہم برے لوگوں میں شمار کیا کرتے تھے کیا ہم نے ان لوگوں کی ہنسی کر رکھی تھی یا ان (کے دیکھنے) سے نگاہیں چکرار ہی ہیں یہ بات یعنی دوزخیوں کا آپس میں لڑنا جھگڑنا بالکل سچی بات ہے آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم کو (عذاب خداوندی سے) ڈرانے والا ہوں اور بجز اللہ واحد غالب کے کوئی لائق عبادت کے نہیں ہے وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو ان کے درمیان میں ہیں (اور وہ) زبردست بڑا بخشنے والا ہے آپ کہہ دیجئے کہ یہ ایک عظیم الشان مضمون ہے۔

61 ”قالوا“ ان کے قلمین کہیں گے ”ربنا من قدم لنا هذا“ یہ شریعت اور طریقہ۔ ”فزده عذابا ضعفا فی النار“ ان پر دوزخ میں عذاب دگنا کر دیا جائے گا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر بیان کی کہ ان پر سانپ اور بچھو چھوڑے جائیں گے۔

62 ”وقالوا“ قریش کے بڑے بڑے سردار جو دوزخ میں ہوں گے کہیں گے ”مالنا لا نری رجالا کنا نعدہم“ دنیا میں ”من الاشوار“ اس سے مراد فقراء مؤمنین ہیں۔ حضرت عمار، حضرت خباب، حضرت صہیب، حضرت بلال، حضرت سلمان رضی اللہ عنہم اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم دنیا میں ان کو برا سمجھتے تھے اور ان کی تحقیر کرتے تھے۔ آج وہ یہاں کیوں نظر نہیں آ رہے۔

63 ”اتخذناہم سخریا“ اہل بصرہ اور اہل کوفہ نے اور حمزہ و کسائی نے ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ مبتداء ہونے کی وجہ سے اور دوسرے قراء نے الف کے قطع کے ساتھ فتح کے ساتھ استفہام کی وجہ سے۔ اہل معانی نے کہا کہ قرأت اولیٰ بہتر ہے کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ ہم ان حضرات کے ساتھ مذاق اور ٹھٹھا کرتے ہیں، استفہام نہیں۔ ام بمعنی بل کے ہے اور جو حضرات ہمزہ کے فتح کو پڑھتے ہیں۔ اس صورت میں ام معادلہ ہوگا۔ ”ام زاغت عنہم الابصار“ سے۔

قراء کا قول ہے کہ یہ ہمزہ استفہام کا ہے اس کا معنی تویح اور تعجب کے لیے ہے۔ ”ام زاغت“ ان کی طرف مائل ہونا۔

”عنہم الابصار“ اس کا معنی یہ ہے کہ ہمیں کیا ہو گیا کہ ہم ان لوگوں کو اپنے ساتھ نہیں دیکھ رہے جن کا ہم مذاق اڑا رہے تھے یا وہ اس میں داخل ہو گئے لیکن ہم نے ان کو نہیں دیکھا یا وہ ہماری آنکھوں سے اوٹ میں ہیں۔ ابن کیسان نے کہا کہ کیا وہ ہم سے بہتر ہیں لیکن ہم لوگ نہیں جانتے۔

64 ”ان ذلک“ جو کچھ ہم نے ذکر کیا۔ ”لحق تخاصم اهل النار“ دوزخیوں کا آپس میں لڑنا جھگڑنا ایک سچ اور حقیقت بات ہے۔

65 ”قل“ اے محمد! ان مشرکین مکہ کو کہہ دیجئے۔ ”انما انا منذر“ ڈرانے والا ہوں۔ ”وما من الہ الا اللہ الواحد القہار“

66 ”رب السموات والارض وما بينهما العزيز الغفار“

67 ”قل“ اے محمد! ”ہو“ اس سے مراد قرآن ہے۔ ”نبؤ اعظیم“ ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ، مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد ایک عظیم الشان خبر ہے جس سے تم کترارہ ہو۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ”عم یتساء لون عن النبأ العظيم“

انتم عنه معرضون 68 ما كان لى من علم بالمالا الاعلى اذ يختصمون 69 ان يوحى

الى الا انما انا نذير مبين 70 اذ قال ربك للملائكة انى خالق بشر من طين 71 فاذا

سويته ونفخت فيه من روحي فقعوا له ساجدين 72 فسجد الملائكة كلهم اجمعون 73

الا ابليس استكبر وكان من الكافرين 74 قال يا بليس ما منعك ان تسجد لىما

خلقت بىدى استكبرت ام كنت من العالين 75

76 جس سے تم (بالکل) ہی بے پروا ہو رہے ہو مجھ کو عالم بالا (کی بحث و گفتگو) کی کچھ بھی خبر نہ تھی جبکہ وہ

(تخلیق آدم کے بارے میں) جھگڑا کر رہے تھے میرے پاس (جو وحی آتی ہے تو محض) اس سبب سے آتی ہے کہ

میں (منجانب اللہ) صاف صاف ڈرانے والا (کر کے بھیجا گیا) ہوں جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے ارشاد

فرمایا کہ میں گارے سے ایک انسان (یعنی انسان کے پتلے کو) بنانے والا ہوں سو جب میں اس کو پورا بنا چکوں

اور اس میں (اپنی طرف سے) جان ڈال دوں تو تم سب اس کے روبرو سجدہ میں گر پڑنا۔ سو (جب اللہ نے) اس کو بنا

لیا تو سارے کے سارے فرشتوں نے (آدم کو) سجدہ کیا۔ مگر ابلیس نے کہ وہ غرور میں آ گیا اور کافروں میں سے ہو

گیا حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اس کو سجدہ کرنے سے تجھ کو کون چیز

مانع ہوئی کیا تو غرور میں آ گیا (اور واقع میں بڑا نہیں ہے) یا یہ کہ تو (واقع میں ایسے) بڑے درجہ والوں میں ہے۔

تفسیر 68 ”انتم عنه معرضون“

69 ما کان لی من علم بالملاء الاعلیٰ“ اس سے مراد فرشتے ہیں۔ ”اذ یختصمون“ حضرت آدم علیہ السلام کی شان میں جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”انی جاعل فی الارض خلیفة قالوا اتجعل فیہا من یفسد فیہا“

70 ”ان یوحی الی الا انما انا نذیر مبین“ فراء کا قول ہے اگر تو چاہے تو بنا لے۔ ”انما“ موضع رفع میں واقع ہے۔ میری طرف وحی صرف اسی وجہ سے کی گئی تاکہ اس کے ذریعے سے لوگوں کو ڈراؤں۔ ابو جعفر نے ”انما“ الف کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے کیونکہ وحی بھی ایک قول ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عائش حضرمی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے میں نے اپنے رب کو نہایت ہی حسین شکل میں دیکھا۔ رب نے مجھ سے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم عالم بالا والے کس بات میں بحث کر رہے ہیں، میں نے عرض کیا، اے میرے رب! تو ہی خوب جانتا ہے، یہ بات دو مرتبہ فرمائی۔ میرے رب نے میرے دونوں شانوں کے درمیان اپنی ہتھیلی رکھ دی جس کی خشکی مجھے سینے کے اگلے حصہ میں بھی محسوس ہو گئی اور آسمان وزمین میں جو کچھ ہو رہا تھا مجھے معلوم ہو گیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ”و کذلک نری ابراہیم مذکور السموات والارض ولیکون من المؤمنین“ تلاوت فرمائی اور فرمایا اس کے بعد میرے رب نے پوچھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم عالم بالا والے کس بات میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا، کفارات کے متعلق بحث کر رہے ہیں۔ فرمایا کفارات کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا پاؤں سے چل کر جماعت کی طرف جانا نماز کے بعد، دوسری نماز کا انتظار کرنا اور ناگوار امور کے باوجود ٹھنڈے پانی سے پورا وضو کرنا۔ فرمایا جو ایسا کرے گا وہ بخیریت زندہ رہے گا۔ بخیریت مرے گا اور اس کے گناہ ایسے دور ہو جائیں گے جیسے اس روز تھے جبکہ وہ ماں کے پیٹ میں پیدا ہوا تھا اور درجات میں سے ہے۔ بھوکوں کو کھانا کھلانا اور مسلمانوں کو سلام کرنا اور رات کو جب سب لوگ سوتے ہوں نماز کے لیے کھڑا ہونا، رب نے فرمایا، کہو اے اللہ! میں تجھ سے پاک چیزیں مانگتا ہوں اور بری چیزیں چھوڑ دینے کی توفیق چاہتا ہوں اور مسکینوں کی محبت کا خواستگار ہوں اور اس بات کا طلب گار ہوں کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور جب تو کسی قوم کو آزمائش میں ڈالنا چاہے تو مجھے آزمائش میں ڈالنے سے پہلے ہی وفات دے دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم ہاس کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، بلاشبہ یہ سب باتیں سچی ہیں۔

71 ”اذ قال ربک للملائکة انی خالق بشرًا من طین“ اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

72 ”فاذا سویتہ“ جب ہم نے اس کی خلقت کو پورا کیا۔ ”ونفخت فیہ من روحی فقوا له ساجدین“.....

73 ”فسجد الملائکة کلہم اجمعون“ 74 ”الا ابلیس استکبر و کان من الکافرین“.....

75 ”قال یا ابلیس ما منعک ان لاتسجد لما خلقت بیدی استکبرت“ الف استفہام کا ہے۔ الف وصل کے

ساتھ داخل ہوا ہے۔ ”ام کنت من العالین“ اس سے مراد تکبرین ہیں۔ یہ استفہام توبیخ اور انکار کے طور پر ہے۔ اس نے سجدہ کرنے سے تکبر کیا اور سجدہ سے انکار کیا یا اس نے ایسی قوم کی طرح تکبر کیا جو سجدہ سے تکبر کرنے کی بناء پر سجدہ نہیں کرتے تھے۔

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ ۗ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ﴿٧٦﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيمٌ
 ﴿٧٧﴾ وَاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي اِلَى يَوْمِ الدِّينِ ﴿٧٨﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِي اِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٧٩﴾ قَالَ
 فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿٨٠﴾ اِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٨١﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا اُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِينَ
 ﴿٨٢﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ ﴿٨٣﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ اَقُولُ ﴿٨٤﴾ لَا اَمْلِئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ
 وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِينَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ
 ﴿٨٦﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿٨٧﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهُ بَعْدَ حِينٍ ﴿٨٨﴾

﴿توجہ﴾ کہنے لگا کہ (شق ثانی واقع ہے یعنی) میں آدم سے بہتر ہوں (کیونکہ) آپ نے مجھ کو نار سے پیدا کیا ہے اور اس (آدم) کو مٹی سے پیدا کیا ہے ارشاد ہوا تو (اچھا پھر) آسمان سے نکل کیونکہ بیشک تو (اس حرکت سے) مردود ہو گیا اور بیشک تجھ پر میری لعنت رہے گی قیامت کے دن تک کہنے لگا کہ پھر مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک ارشاد ہوا (کہ جب تو مہلت مانگتا ہے) تو (جا) تجھ کو وقت معین کی تاریخ تک مہلت دی گئی ہے۔ کہنے لگا (جب مجھ کو مہلت مل گئی تو) (مجھ کو بھی) تیری عزت کی قسم کہ میں ان سب کو گمراہ کروں گا بجز آپ کے ان بندوں کے جو ان میں منتخب کئے گئے ہیں ارشاد ہوا کہ میں سچ کہتا ہوں اور میں تو (ہمیشہ) سچ ہی کہا کرتا ہوں کہ میں تجھ سے اور جو ان میں تیرا ساتھ دے ان سے سب سے دوزخ کو بھر دوں گا آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس قرآن (کی تبلیغ) پر نہ کچھ معاوضہ چاہتا ہوں اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں یہ قرآن تو (اللہ کا کلام اور) بس دنیا جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے اور تھوڑے دنوں پیچھے تم کو اس کا حال معلوم ہو جائے گا (یعنی مرنے کے ساتھ ہی) حقیقت کھل جائے گی کہ یہ حق تھا۔

﴿تفسیر﴾ ﴿٧٦﴾ "قال انا خير منه خلقتنى من نار و خلقته من طين"

﴿٧٧﴾ "قال فاخرج منها" اس جنت سے ان کو نکال دو۔ بعض نے کہا کہ ان کو آسمان سے نیچے اتار دو۔ حسن اور ابو العالیہ کا قول ہے کہ اس خوبصورت بناوٹ سے نکل جاؤ جس میں تو بنایا گیا ہے۔ حسن بن فضل نے کہا کہ یہ تشریح اچھی ہے۔ چنانچہ اس حکم کے بعد ابلیس کا رنگ سیاہ ہو گیا اور خوبصورتی بد صورتی سے بدل گئی۔ "فانک رجیم" بے شک تو راندہ درگاہ ہو گیا۔

﴿٧٨﴾ "وان عليك لعنتي الى يوم الدين".....

﴿٧٩﴾ "قال رب فانظرنى الى يوم يبعثون".....

﴿٨٠﴾ "قال فانك من المنظرين".....

﴿٨١﴾ "الى وقت المعلوم" اس سے مراد فتح اولیٰ ہے۔

82 "قال فبعزتك لا غوينهم اجمعين".....

83 "الا عبادك منهم المخلصين".....

84 "قال فالحق والحق اقول" غاصم، حمزہ، یعقوب نے "فالحق" فاء کے رفع کے ساتھ پڑھا ہے مبتداء ہونے کی وجہ سے اور اس کی خبر محذوف ہے تقدیری عبارت یوں ہوگی "الحق منی" اور دوسرا حق منصوب ہے "وانا اقول الحق" مجاہد کا یہی قول ہے۔ دوسرے قراء نے ان دونوں کو منصوب پڑھا ہے۔ ان کے منصوب ہونے میں اختلاف ہے۔ پہلا حق منصوب ہے اغراء کی وجہ سے گویا کہ یوں کہا گیا "الزم الحق" دوسرا حق قول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ بعض نے کہا کہ پہلا (حق) قسم ہے۔ عبارت یوں ہوگی: "بالحق" اور وہ اللہ عزوجل ہے اور یہ منصوب "بنزع الخافض" ہے۔ یہ حرف صفت ہونے کی وجہ سے ہے اور دوسرا حق منصوب ہے قول کا مقولہ ہونے کی وجہ سے۔ بعض نے کہا کہ اس میں تکرار قسم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قسم کھائی۔

88 "لا ملئن جہنم منک و ممن تبعک منهم اجمعين".....

86 "قل ما اسئلكم عليه" رسالت کی تبلیغ پہنچانے پر "من اجر و ما انا من المتكلفين" قرآن کو اپنی طرف سے بنانے والا نہیں ہوں ہر وہ چیز جس کو انسان اپنی طرف سے ایجاد کرے اس کو تکلف کہتے ہیں۔ مسروق کا قول ہے کہ ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص کوئی بات جانتا ہو تو کہہ دے اور معلوم نہ ہو تو (اللہ جانے) کہہ دے کیوں کہ جس بات کو نہ جانتا ہو اس کے متعلق اللہ اعلم کہہ دینا بھی علم ہی کی ایک شاخ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا "قل ما اسئلكم عليه من اجر و ما انا من المتكلفين"

87 "ان هو" پس یہ قرآن۔ "الا ذکر" نصیحت ہے "للعالمين" تمام مخلوق کے لیے۔

88 "ولتعلمن" تم کفار مکہ کو۔ "نبأہ" سچی خبر معلوم ہو جائے گی۔ "بعد حين" حضرت ابن عباس رض اللہ عنہما اور قتادہ کے نزدیک مرنے کے بعد مراد ہے۔ عکرمہ کا قول ہے کہ قیامت کے دن جان لوگے۔ کلبی کا بیان ہے کہ جس چیز کا علم باقی ہے جب وہ ظاہر ہو جائے گا اور اس کا علم معلوم ہونا موت کے بعد ہے۔ حسن کا قول ہے کہ مرنے کے وقت آدمی کے سامنے سچی خبر آ جاتی ہے۔



سُورَةُ الزُّمَرِ

یہ مکمل سورت مکی ہے... سوائے ایک آیت کے.... ”قل یا عبادى الذین اسرفوا علی انفسهم“ یہ مدنی ہے... اس سورت کی پچتر (۷۵) آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَنْزِیْلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ① اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّیْنَ ② اِلَّا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ۚ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِهِ اَوْلِیَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰی ۚ اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ فِیْ مَا هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ کَذِبٌ كَفّٰرٌ ③ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّا صُطْفِیْ مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَاءُ سُبْحٰنَهُ ۚ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④

① یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے ہم نے ٹھیک طور پر اس کتاب کو آپ کی طرف نازل کیا ہے سو آپ (قرآن کی تعلیم کے موافق) خالص اعتقاد کر کے اللہ کی عبادت کرتے رہیے یاد رکھو عبادت جو کہ (شُرک سے) خالص ہو اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے اور جن لوگوں نے خدا کے سوا اور شرکاء تجویز کر رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم تو ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ ہم کو خدا کا مقرب بناویں تو ان کے (اور ان کے مقابل اہل ایمان کے) باہمی اختلافات کا (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے گا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو راہ پر نہیں لاتا جو (قولا) جھوٹا اور (اعتقاداً) کافر ہو اگر (بالفرض) اللہ تعالیٰ کسی کو اولاد بنانے کا ارادہ کرتا تو ضرور اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا منتخب فرماتا وہ پاک ہے وہ ایسا اللہ ہے جو واحد ہے زبردست ہے۔

① ”تنزیل الكتاب“ اصل عبارت یوں ہے ”هذا تنزیل الكتاب“ اور بعض نے کہا ہے کہ ”تنزیل الكتاب بمبتداء“ ہے اور اس کی خبر ”من اللہ العزیز الحکیم“ ہے یہاں اس کتاب کا اتارنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اللہ کے غیر سے نہیں ہے۔

② ”انا انزلنا الیک الكتاب بالحق“ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو باطل بغیر فائدہ کے

نہیں اتارا۔ ”فاعبد اللہ مخلصا له الدين“ یہاں عبادت بمعنی طاعت کے ہے۔

③ ”الا لله الدين الخالص“ قنادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مراد اس بات کی گواہی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ معنی یہ ہے کہ دین خالص کا مستحق اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ایسا دین جو شرک سے خالص ہے وہی اللہ کے لیے ہے۔ ”والدين اتخذوا من دونه“ یعنی اللہ کے سوا ”اولیاء“ یعنی بتوں کو ”ما نعبدهم“ یعنی انہوں نے کہا کہ ہم ان کی عبادت نہیں کرتے۔ ”الا ليقربونا الى الله زلفی“ اور اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پڑھا ہے۔ قنادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے کہا کہ جب ان کو کہا جاتا تھا ہر رب کون ہے؟ اور کس نے تمہیں پیدا کیا ہے؟ اور کس نے آسمانوں وزمین کو پیدا کیا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں اللہ نے۔ تو ان کو کہا جاتا کہ پھر تم بتوں کی عبادت کرتے ہو اس کا کیا مطلب ہے؟ تو وہ کہتے کہ ہم ان کی عبادت کرتے ہیں تاکہ وہ یہ ہمیں اللہ کے ہاں مرتبہ میں قریب کر دیں۔ ”زلفی“ بمعنی قریبی ہے اور یہ اسم ہے جس کو مصدر کی جگہ (مفعول مطلق) لایا گیا ہے۔ گویا کہ یوں کہا ہے کہ ”الا ليقربونا الى الله تقريبا“ اور وہ ہماری سفارش کریں عند اللہ۔ ”ان الله يحكم بينهم“ قیامت کے دن ”فیما هم فیہ یختلفون“ دین کے معاملہ میں ”ان الله لا یهدی من هو کاذب کفار“ اپنے دین کی طرف جھوٹ بولنے والے کی رہنمائی نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے معبود سفارش کریں گے تو اللہ کے سوا معبود بنا لیتا ان کے جھوٹے اور کافر ہونے کے لیے کافی ہے۔

④ ”لو اراد الله ان يتخذ ولدا لاصطفى“ البتہ اختیار کر لیتا۔ ”مما یخلق ما یشاء“ یعنی فرشتے جیسا کہ انہوں نے کہا تھا ”لو اردنا ان نتخذ لہوا لاتخذناہ من لدنا“ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکی بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”سبحانہ“ وہ اس بات سے پاک ہے اور ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کی پاکی کے لائق نہیں ہے۔ ”هو الله الواحد القهار“

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ يُكَوِّرُ اللَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ
وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ أَلَا هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ⑤ خَلَقَكُمْ
مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَانزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ثَمَنِيَةَ أَزْوَاجٍ ۗ وَخَلَقَكُمْ
فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ۗ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۗ
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَآئِنِ تُصْرَفُونَ ⑥ إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۖ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ
الْكُفْرَ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ ۗ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ
فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ⑦

⑤ اس نے آسمان اور زمین کو حکمت سے پیدا کیا وہ رات (کی ظلمت) کو دن (کی روشنی کے محل یعنی ہوا) پر لپیٹتا

ہے اور دن (کی روشنی) کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے ایک سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے کہ (ان میں سے) ہر ایک وقت مقرر تک چلتا رہے گا یا درکھو کہ وہ زبردست بڑا بخشنے والا (مہربانی) ہے اس نے تم لوگوں کو تن واحد (یعنی آدم) سے پیدا کیا پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور (بعد اس حادثہ کے) تمہارے (نفع بقا کے لئے) آٹھ سو مادہ چار پایوں کے پیدا کئے وہ تم کو ماؤں کے پیٹ میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیا نیت پر بناتا ہے تین تاریکیوں میں ہے اللہ تمہارا رب اسی کی سلطنت ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو (ان دلائل کے بعد) تم کہاں (حق سے) پھرے جا رہے ہو اگر تم کفر کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہارا (تمہاری عبادت کا) حاجت مند نہیں اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو گے تو اس کو تمہارے لئے پسند کرتا ہے اور کوئی کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھاتا پھر اپنے پروردگار کے پاس تم کو لوٹ کر جانا ہے سو وہ تم کو تمہارے سب اعمال جملہ کے گاہ دلوں کی باتوں کا جاننے والا ہے۔

تفسیر 5 "خلق السموات والارض بالحق یفور اللیل علی النهار ویکور النهار علی اللیل" قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو اس سے ڈھانپ لیتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے کہ "یفشی اللیل النهار" اور بعض نے کہا ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے پر داخل ہوتا ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے "یولج اللیل فی النهار ویولج النهار فی اللیل" اور حسن اور کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ رات کو کم کر کے دن کو زیادہ کر دیتے ہیں اور دن کو چھوٹا کر کے رات کو بڑا کر دیتے ہیں۔ پس جو وقت رات سے کم ہو وہ دن میں داخل ہو گیا اور جو وقت دن سے کم ہو وہ رات میں داخل ہو گیا اور وقت کم ہونے کی آخری حد نو گھنٹے اور زیادہ ہونے کی آخری حد پندرہ گھنٹے ہے اور تکویر کی اصل لپیٹنا اور جمع کرنا ہے اور اسی سے "کور العمامة" پگڑی کے بل کو کہتے ہیں۔ "وسخر الشمس والقمر کل یجری لاجل مسمی الا هو الہمزیز الففار"

6 "خلقکم من نفس واحدہ" یعنی آدم علیہ السلام سے "ثم جعل منها زوجہا" یعنی حواء علیہا السلام "وانزل لکم من الانعام" اس جگہ انزال کا معنی ابتداء پیدا کرنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "انزلنا علیکم لباسا یواری" میں انزال احداث وانشاء کے معنی میں ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ انزال کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی اتارا جو کپاس کے اگنے کا سبب ہے جس سے لباس بنتا ہے اور ان نباتات کے اگنے کا سبب ہے جس کے ذریعے چوپایوں کی بقاء ہے اور بعض نے کہا ہے کہ "وانزل لکم من الانعام" کا معنی یہ ہے کہ ان کو تمہارے لئے مہمانی اور رزق بنایا ہے۔ "ثمانیۃ ازواج" ہستیں، اس کی تفسیر سورۃ الانعام میں گزر چکی ہے۔ "یخلقکم فی بطون امہاتکم خلقا من بعد خلق" پہلے نطفہ پھر جما ہوا خون پھر گوشت کا توڑا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے "وقد خلقکم اطوارا، فی ظلمات اللیل" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ پیٹ کی تاریکی اور رحم کی تاریکی اور مشیت کی تاریکی مراد ہے۔ "ذلکم اللہ" یعنی جس نے ان اشیاء کو پیدا کیا۔ "ربکم له الملك لا اله الا هو فانی تصرفون" اس بیان کے بعد حق کے راستے سے۔

7 "ان تکفروا فان اللہ غنی عنکم ولا یرضی لعبادہ الکفر" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور سدی رحمہ اللہ فرماتے

ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کے کفر پر راضی نہیں ہوتا اور یہ وہ مؤمن بندے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”ان عبادی لیس لک علیہم سلطان“ تو یہ آیت الفاظ کے اعتبار سے تو عام ہے لیکن معنی کے اعتبار سے خاص ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ”عینا یشرب بہا عباد اللہ“ اس میں بھی عباد سے بعض بندے مراد ہیں اور بعض حضرات نے اس آیت کو عموم پر جاری کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی ایک کے بھی کفر پر راضی نہیں ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ اس بات پر راضی نہیں کہ اس کے بندے اس کا کفر کریں اور یہی بات حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے اور یہی اسلاف کا قول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کافر کا کفر اللہ کو پسندیدہ نہیں ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ہے۔ ”وان تشکروا“ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور اس کی اطاعت کرو۔ ”یوضہ لکم“ پھر تم کو اس پر ثواب دے گا۔ ابو عمر رحمہ اللہ نے ”یوضہ لکم“ کو ہاء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے اور اہل مدینہ اور عاصم اور حمزہ رحمہم اللہ اس ہاء کو اچک لیتے ہیں اور باقی حضرات اشباع کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ ”ولا تذروا ذرۃ وزر اخری ثم الی ربکم مرجعکم فینبئکم بما کتم تعملون انہ علیم بذات الصدور“

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوًّا إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۗ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۗ ۝۸ أَمَّنْ هُوَ قَانِثٌ إِنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۝۹ قُلْ يِعْبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۗ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ ۗ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۱۰

اور مشرک آدمی کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کو اسی کی طرف رجوع ہو کر پکارنے لگتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے پاس سے نعمت (امن و آسائش) عطا فرمادیتا ہے تو جس کے لئے پہلے سے (خدا کو) پکار رہا تھا اس کو بھول جاتا ہے اور خدا کے شریک بنانے لگتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ سے دوسروں کو گمراہ کرتا ہے آپ (ایسے شخص سے) کہہ دیجئے کہ اپنے کفر کی بہار تھوڑے دنوں اور لوٹ لے (پھر آخر کار) تو دوزخیوں سے ہونے والا ہے بھلا جو شخص اوقات شب میں سجدہ و قیام (یعنی نماز) کی حالت میں عبادت کر رہا ہو آخرت سے ڈرتا رہا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید کر رہا ہو آپ کہہ دیجئے کہ کیا علم والے اور جہل والے (کہیں) برابر ہوتے ہیں وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اہل عقل (سلیم) ہیں (آپ) مومنین کو میری طرف سے کہیے کہ اے ایمان والے بندو تم اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو جو لوگ اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لئے نیک صلہ ہے اور اللہ کی زمین فراخ ہے مستقل رہنے والوں کو ان کا صلہ بے شمار ہی ملے گا۔

تفسیر 8 "واذا مس الانسان ضر دعا ربه منيبا اليه" اس کی طرف فریاد کرتے ہوئے لوٹے "ثم اذا حوله نعمة منه" اس کو اپنی طرف سے نعمت دے۔ "نسی" وہ چھوڑ دے۔ "ما كان يدعوا اليه من قبل" یعنی اس تکلیف کو بھول جاتا ہے جس کے دور کرنے کی اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا تھا۔ "وجعل لله اندادا" یعنی بتوں کو "ليضل عن سبيله" تاکہ اللہ کے دین سے پھسل جائے۔ "قل" اس کافر کو "تمتع بكفرك قليلا" دُنیا میں اپنی موت تک "انك من اصحاب النار" بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت عقبہ بن ربیعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ابوحنذیفہ بن مغیرہ مخزومی کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ عام ہے ہر کافر کے بارے میں۔

9 "امن هو قانت" ابن کثیر اور نافع اور حمزہ رحمہم اللہ نے "امن" کو میم کی تخفیف (بغیر شد) کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے میم کی شد کے ساتھ۔ پس جن حضرات نے میم پر شد پڑھی ہے اس کی دو وجہ ہیں۔ (۱) ان میں سے ایک یہ ہے کہ میم "ام" میں صلہ ہے تو کلام کا معنی استفہام ہوگا اور اس سوال کا جواب محذوف ہوگا اس کی عبارت یوں ہوگی "امن هو قانت كمن هو غير قانت؟" جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "افمن شرح الله صدره للاسلام" یعنی "كمن لم يشرح صدره" کی طرح ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کا عطف ہے استفہام پر۔ اس کی عبارت یوں ہے: "الذي جعل لله اندادا اخير ام هو قانت؟" اور جس نے میم کی تخفیف (بغیر شد) کے ساتھ پڑھا ہے تو یہ الف استفہام کا ہے اپنے معنی پر داخل ہوا ہے یعنی "هذا كالذي جعل لله اندادا" یعنی کیا یہ شخص اس کی طرح ہے جس نے اللہ کے ساتھ شریک بنائے اور بعض نے کہا ہے کہ الف "امن" میں حرف نداء کے معنی میں ہے اس کی اصل عبارت ہے "يامن هو قانت" اے وہ آدمی جو فرمانبردار ہے اور عرب یاء کی طرح الف سے بھی ندا دیتے ہیں۔ پس وہ کہتے ہیں ابنی فلاں اور یا بنی فلاں۔ تو اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا کہ آپ فرمادیجئے تو اپنے کفر کے ساتھ تھوڑا سا نفع اٹھالے۔ بے شک تو جہنم والوں میں سے ہے اور اے وہ شخص جو فرمانبردار ہے "آناء الليل" بے شک تو جنت والوں میں سے ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اور ایک روایت میں عطاء کا بھی یہی قول ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور کلبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ یہ آیت ابن مسعود اور عمار اور سلیمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور القانت وہ شخص جو فرمانبرداری پر قائم ہو اور ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قنوت قرآن کی قرأت اور لمبا قیام کرنا ہے اور "آناء الليل" سے مراد رات کی گھڑیاں ہیں۔ "ساجدا وقائما" یعنی نماز میں "يحذر الآخرة" آخرت کا خوف رکھتا ہے۔ "ويرجوا رحمة ربه" یعنی اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو ان میں سے کوئی کام نہیں کرتا۔ "قل هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون" اور بعض نے کہا ہے کہ جاننے والوں سے عمار اور نہ جاننے والوں سے ابوحنذیفہ مخزومی مراد ہیں۔ "انما يتذكر اولوا الالباب"

⑩ "قل يا عباد الذين امنوا اتقوا ربكم" اس کی اطاعت کر کے اور اس کی نافرمانیوں سے بچ کر۔ "للذين احسنوا في هذه الدنيا حسنة" جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے۔ "حسنة" جنت ہے۔ اس کے قائل قتادہ ہیں اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں "حسنة" یعنی صحت اور عافیت ہے۔ "وارض الله واسعة" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یعنی تم مکہ سے کوچ کرو اور اس آیت میں ایسے شہر سے ہجرت کرنے پر ابھارا گیا ہے جہاں معاصی ظاہر ہو رہے ہوں اور بعض نے کہا ہے کہ آیت حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو کسی شہر میں گناہوں کا حکم دیا جائے وہ وہاں سے کسی دوسرے شہر دوڑ جائے۔

إِنَّمَا يُوفِي الصَّابِرُونَ سَعَةً مِّنَ الْجَنَّةِ

"انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب" یعنی جو لوگ اپنے دین پر صبر کرتے ہیں اور تکلیف کی وجہ سے اس کو نہیں چھوڑتے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنا دین سخت مصائب کے باوجود بھی نہیں چھوڑا اور صبر کیا اور ہجرت کی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر فرمانبردار کے اعمال کا ماپ و تول ہوگا سوائے صابرين کے کہ ان کو لپیں بھر بھر کے ثواب ملے گا اور روایت کیا ہے کہ مصائب زدہ لوگوں کو لایا جائے گا اور ان کے لیے ترازو نہیں مقرر کیا جائے گا اور ان کے لیے دفتر نہیں کھولا جائے اور ان پر اجر بغير حساب کے بہایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب" کہ دنیا میں عافیت کی زندگی گزارنے والے یہ تمنا کریں گے کہ ان کے جسم قینچیوں سے کاٹے جاتے۔ یہ تمنا مصیبت زد لوگوں کے فضل کو دیکھ کر کریں گے۔

قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ⑩ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ⑫
قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ⑬ قُلِ اللَّهُ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي ⑭
فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُونِهِ ⑮ قُلْ إِنَّ الْخُسْرَيْنَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ ⑯ أَلَا ذَلِكِ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ⑰ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ
ظُلَلٌ ⑱ ذَلِكَ يُخَوِّفُ اللَّهَ بِهِ عِبَادَهُ ⑲ يَتَّقُونَ ⑳

⑩ آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو (منجانب اللہ) حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی اس طرح عبادت کروں کہ عبادت کو ان کے لئے خاص رکھوں اور مجھ کو یہ (بھی) حکم ہوا ہے کہ (اس) امت کو (لوگوں میں) سب مسلمانوں سے اول میں ہوں (آپ یہ بھی کہہ دیجئے) اگر (بافرض مجال میں) اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک برے دن

کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں آپ کہہ دیجئے کہ میں تو اللہ ہی کی عبادت اس طرح کرتا ہوں کہ اپنی عبادت کو اسی کے لئے خاص رکھتا ہوں سو خدا کو چھوڑ کر تمہارا دل جس چیز کو چاہے اس کی عبادت کرو آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ پورے زیاں کار وہی لوگ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے متعلقین سے قطعاً قیامت کے روز خسارہ میں پڑے یا درکھو کہ صریح خسارہ یہی ہے ان کے لئے ان کے اوپر سے بھی آگ کے محیط شعلے ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی آگ کے محیط شعلے ہوں گے یہ وہی (عذاب) ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اے میرے بند و مجھ سے (یعنی میرے عذاب سے) ڈرو۔

﴿تفسیر﴾ 11 "قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ" اس کے لیے توحید کو خالص کرتے ہوئے کہ میں اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کروں۔

12 "وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ" اس اُمت میں سے۔

13 "قُلْ إِنِّي أَخَافُ أَنْ عَصَيْتُ رَبِّي" اور اس کے غیر کی عبادت کروں۔ "عذاب یوم عظیم" اور یہ اس وقت کہا جب آپ علیہ السلام کو آپ کے آباء کے دین کی طرف بلایا گیا۔

14 "قُلْ اللَّهُ أَعْبُدْ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي"

15 "فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ" یہ امر ڈانٹ و دھمکی کے لیے ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان "اعلموا ما شئتم" ہے۔

"قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ" یعنی ان کی بیویاں اور ان کے خادم۔ "يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْإِلَّا ذَلِكَ هُوَ الْخَسِرَانِ الْمَبِينِ" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لیے جنت میں ایک ٹھکانہ اور بیوی بنائی ہے اب جو شخص اللہ کی تابعداری کرے گا تو وہ ٹھکانہ اور بیوی اس کو ملے گی اور جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو جہنم میں داخل ہوگا اور وہ ٹھکانہ اور بیوی اس کے علاوہ کسی اس شخص کو مل جائے گی جس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور کہا گیا ہے کہ نفس کا خسارہ جہنم میں داخل ہونے کی وجہ سے ہے اور اہل کا خسارہ اس طرح ہے کہ اس شخص اور اس کے اہل خانہ کے درمیان تفریق ہو جائے گی اور یہ کھلا واضح خسارہ ہے۔

16 "لَهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ ظِلَلٌ مِنَ النَّارِ" جہنم کے تہہ بہ تہہ شعلے اور اس کا دھواں ہے۔ "وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظِلَلٌ" آگ کے

پچھونے اور فرش ہیں جن کی انتہا جہنم کی گہرائی ہے۔

آیت کریمہ میں نچلے طبقہ کا نام "ظلل" (سائبان) رکھا گیا ہے کیونکہ ہر طبقہ اپنے سے نچلوں کے لیے سائبان ہے۔ اس کی مثال دوسری آیت میں یہ ہے: "لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ذَلِكَ يَخُوفُ

اللَّهُ بِهِ عِبَادَهُ يَا عِبَادِ فَاتَّقُونَ"

وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَى فَبَشِّرْ عِبَادِ ۗ ۱۷
 يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَ أَُولَٰئِكَ هُمُ أُولُو
 الْأَلْبَابِ ۗ ۱۸ أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۗ أَفَأَنْتَ تُنقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ۗ ۱۹ لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا
 رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۗ وَعَدَّ اللَّهُ ۗ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ
 الْمِيثَاقَ ۗ ۲۰ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعٌ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زُرْعًا
 مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهْبِجُ فَتَرَهُ مُضْفَرًا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرًا لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ ۲۱

اور جو لوگ شیطان کی عبادت سے بچتے ہیں (مراد غیر اللہ کی عبادت ہے) اور (ہم تن) اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ مستحق خوش خبری سنانے کے ہیں سو آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو اس کلام (الہی) کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی اور یہی ہیں جو اہل عقل ہیں بھلا جس شخص پر عذاب کی (ازلی تقدیری) بات محقق ہو چکی تو کیا آپ ایسے شخص کو جسے (علم الہی میں) دوزخ ہی میں جانا ہے چھڑا سکتے ہیں لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لئے (جنت کے) بالا خانے (ہیں) جن کے اوپر اور بالا خانے ہیں جو بنے بنائے تیار ہیں ان کے نیچے نہریں چل رہی ہیں یہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اور اللہ وعدہ میں خلاف نہیں کرتا (اے مخاطب) کیا تو نے (اس بات پر) نظر نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس کو زمین کی سوتوں میں داخل کر دیتا ہے پھر (جب وہ ابلتا ہے) اس کے ذریعہ سے کھیتیاں پیدا کرتا ہے جس کی مختلف قسمیں ہیں پھر وہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے سو تو اس کو زرد دیکھتا ہے پھر (اللہ تعالیٰ) اس کو چورا چورا کر دیتا ہے اس (نمونہ) میں اہل عقل کے لئے بڑی عبرت ہے۔

تفسیر ۱۷..... "والذین اجتنبوا الطاغوت" بتوں سے بچ کر "ان یعبدوها وانا بوا الی اللہ" اللہ کی عبادت کی طرف لوٹتے ہیں۔ "لہم البشری" دنیا میں جنت کی اور آخرت میں مغفرت کی بشارت ہے۔ "فبشر عباد اپنے بندوں کو اس کی خوشخبری سنا دو۔

۱۸ الذین یستمعون القول" قول سے مراد قرآن ہے "فیتبعون احسنہ"

فیتبعون احسنہ کی تفسیر

سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احسن وہ ہے جس کا ان کو حکم دیا گیا اور انہوں نے اس پر عمل کیا اور کہا گیا ہے کہ احسن یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ظالم سے انتقام لینے اور اس کو معاف کرنے دونوں کا ذکر کیا ہے اور ان دونوں حکموں میں معاف

کردینا احسن ہے اور بعض نے کہا ہے کہ عزیزوں کا ذکر ہے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ لوگ قرآن اور غیر قرآن کو سنتے ہیں لیکن اتباع قرآن کی کرتے ہیں اور عطاء رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عثمان و عبد الرحمن بن نوف، طلحہ اور زبیر اور سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم آئے تو ان سب نے آپ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے ایمان کی خبر دے دی تو یہ حضرات بھی ایمان لے آئے تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ”فبشر عباد اللین يستمعون القول فيتبعون احسنه“ اور یہ تمام حسن ہے۔ ”اولئك الذين هداهم الله واولئك هم اولوا الالباب“ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”والذين اجتنبوا الطاغوت“ سے دو آیتیں تین افراد کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جو زمانہ جاہلیت میں بھی کلمہ لا الہ الا اللہ کہا کرتے تھے۔ زید بن عمرو بن نفیل، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم اور احسن لا الہ الا اللہ کہنا ہے۔

كَلِمَةُ الْعَذَابِ كِي مُخْتَلَفِ تَفَاسِيرِ

⑤ ”افمن حق عليه كلمة العذاب“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ علم الہی میں جس کے بارے میں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ وہ جہنمیوں میں سے ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ”كلمة العذاب“ سے مراد اللہ تعالیٰ کا فرمان ”لا ملأ من جہنم“ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ”كلمة العذاب“ سے مراد فرمان باری تعالیٰ ہے کہ ”هؤلاء في النار ولا ابالي“ کہ یہ لوگ جہنم میں جائیں گے اور مجھے کوئی پروا نہیں ہے۔ ”افانت تنقذ من في النار“ یعنی تو اس پر قادر نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے ابولہب اور اس کی اولاد مراد ہے۔

⑥ ”لكن الذين اتقوا ربهم لهم غرف من فوقها غرف مبنية“ یعنی جنت میں بلند رہائش اور ان کے اوپر ان سے بھی بلند رہائش گاہ ہوگی۔ ”تجری من تحتها الانهار وعد اللہ لا یخلف اللہ الميعاد“ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سے ان بالا خانوں کا وعدہ کیا ہے جس کی خلاف ورزی نہ ہوگی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اہل جنت اپنے سے اوپر بالا خانوں والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم ہر ایک رات میں چمکدار ستارے کو مشرق یا مغرب کے افق میں دیکھتے ہو۔ یہ (فاصلہ) ان کے درمیان مرتبے کے فرق کی وجہ سے ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ انبیاء علیہم السلام کے درجات ہیں کہ ان تک ان کے علاوہ کوئی نہیں پہنچ سکے گا؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی۔

⑦ ”الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فسلكه“ اس پانی کو داخل کر دیا۔ ”ینابیع“ چشموں اور نہروں میں۔ ”فی الارض“ یعنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زمین کا ہر پانی آسمان سے اترتا ہے۔ ”ثم ینخرج بہ“ پانی کے

ذریعے ”زرعا مختلفا الوانہ“ سرخ اور زرد اور سبز مختلف قسم کی کھیتیاں پیدا کیں۔
 ”ثم یھیج“ خشک ہو جاتا ہے۔ ”فتراہ“ اس کی سرسبزی اور رونق کے بعد ”مصفرا ثم یجعله حطاما“ ٹکڑے ٹوٹے ہوئے ”ان فی ذلک لذکری لا ولی الا للباب“

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبِهِمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اللّٰهُ نَزَلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشٰبِهًا مَّثٰنِي تَقْسِمًا مِّنْهُ جُلُوْدٌ اَلَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هَدٰى اللّٰهُ يَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَن يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُضَلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾

﴿۲۲﴾ سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام (کے قبول کرنے) کے لئے کھول دیا اور وہ اپنے پروردگار کے (عطا کئے ہوئے) نور پر ہے کیا وہ شخص اور اہل فساد برابر ہیں سو جن لوگوں کے دل خدا کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے ان کے لئے بڑی خرابی ہے یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے بار بار دہرائی گئی ہے جس سے ان لوگوں کے جو کہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اٹھتے ہیں ان کے دل پھر نرم اور (منقاد) ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں یہ قرآن اللہ کی ہدایت ہے جس کو وہ چاہتا ہے اس کے ذریعہ سے ہدایت کرتا ہے اور خدا جس کو گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی ہادی نہیں۔

﴿۲۳﴾ ”اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْاِسْلَامِ“ جس کے دل کو حق کے قبول کرنے کی توفیق دی۔ ”فہو علی نور من ربہ“ کیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے سخت کر دیا ہو۔

شرح صدر سے کیا مراد ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت ”اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ“ کی تلاوت فرمائی۔ ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! اس کے سینہ کا کھلنا کیسے ہوگا؟ تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ نور جب دل میں داخل ہو جاتا ہے تو دل کھل کر کشادہ ہو جاتا ہے۔ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس کی علامت کیا ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع کرنا، دھوکے کے گھر سے کنارہ کش ہونا اور موت کے آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنا۔ ”فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبِهِمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ“ مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی بندہ کو دل کی سختی سے بڑی کوئی سزا نہیں دی گئی اور اللہ تعالیٰ جس قوم پر غصہ ہوتے ہیں ان سے رحمت کو کھینچ لیتے ہیں۔

23 "اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابہا" اس کی بعض آیات دوسری بعض کے حسن میں مشابہ ہیں اور ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں نہ ان میں کوئی تناقض ہے اور نہ کوئی اختلاف۔ "مثنائی" وعدہ اور وعید، امر اور نہی اور خبروں و احکام کا تذکرہ ان میں بار بار ہے۔ "تقشعر" کانپتے اور خشوع اختیار کرتے ہیں۔ "منہ جلوہ الذین یخشون ربہم" "تقشعر" خوف کے وقت انسان کی جلد میں تغیر آنے کو کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ آیت میں جلوہ سے دل مراد ہیں یعنی ان لوگوں کے دل جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ "ثم تلین جلوہم وقلوبہم الی ذکر اللہ" یعنی اللہ کے ذکر کے لیے۔ یعنی جب عذاب کی آیات ذکر کی جائیں تو اللہ سے ڈرنے والوں کے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب رحمت کی آیات ذکر کی جائیں تو ان کے دل سکون پاتے اور نرم ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور معنی کی حقیقت یہ ہے کہ ان کے دل خوف سے کانپتے ہیں اور امید کے وقت نرم ہو جاتے ہیں۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ کھڑے ہو جائے تو اللہ کے خوف سے کھڑے ہو جائیں تو اس کے گناہ اس سے اتنی تیزی سے گرتے ہیں جیسے خشک درخت کے پتے تیزی سے گرتے ہیں۔

یزید بن عبد اللہ بن الہباد نے اسی سند سے روایت کی ہے اور فرمایا کہ جب بندہ کے رونگھٹے اللہ کے خوف سے کھڑے ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کو آگ پر حرام کر دیتے ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اولیاء اللہ کی صفت ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ ان کے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اللہ کے ذکر سے ان کے دل اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ ان کی یہ صفت نہیں بیان کی کہ ان کی عقل چلی جاتی ہے اور ان پر غشی طاری ہو جاتی ہے یہ علامات بدعتیوں میں ظاہر ہوتی ہیں اور شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں۔ عبد اللہ بن عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی دادی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جب قرآن پڑھا جاتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیسے کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ان کی حالت ایسے ہوتی تھی جیسے اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے اور رونگھٹے کھڑے ہوتے تھے تو عبد اللہ کہتے ہیں میں نے ان سے سوال کیا آج کل کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ غشی کی حالت میں گر پڑتے ہیں؟ تو اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں اللہ کی پناہ مانگتی ہوں شیطان مردود سے اور اسی سند کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے کہ ایک عراقی شخص ان کے سامنے گرتا پڑتا گزرتا تو انہوں نے پوچھا اس کو کیا ہو گیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا جب اس پر قرآن پڑھا جائے یا اللہ کا ذکر سنے تو اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک ہم اللہ سے ڈرتے ہیں لیکن ہم یوں نہیں گرتے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک شیطان ان میں سے کسی کے پیٹ میں داخل ہو جاتا ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ طرز نہ تھا اور ابن سیرین رحمہ اللہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ جو لوگ قرآن پڑھے جانے کے وقت اوندھے گر پڑتے ہیں ان کے بارے میں فرمایا کہ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ یہ ہے کہ ان میں سے کوئی گھر کی چھت پر بیٹھ جائے اپنے پاؤں پھیلا کر، پھر قرآن مجید ابتداء سے آخر تک اس پر پڑھا جائے۔ پھر اگر وہ خود کو نیچے گرا لے تو وہ

سچا ہے۔ "ذلک" یعنی اچھی بات "ہدی اللہ یهدی بہ من یشاء ومن یضلل فمالہ من ہاد"

أَفَمَنْ يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ وَقِيلَ لِلظَّالِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ 24
 كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاتَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ 25 فَذَاقَهُمُ اللَّهُ الْخِزْيَ
 فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْعَذَابُ الْآخِرَةُ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ 26

بھلا جو شخص اپنے منہ کو قیامت کے روز سخت عذاب کی سپر بنادے گا اور ایسے ظالموں کو حکم ہوگا کہ جو کچھ تم کیا کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو۔ تو کیا یہ (معذب) اور جو ایسا نہ ہو برابر ہو سکتے ہیں جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں انہوں نے بھی (حق کو) جھٹلایا تھا سو ان پر (خدا کا) عذاب ایسے طور پر آیا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا سو اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی دنیوی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا اور آخرت کا عذاب اور بھی بڑا (اور سخت) ہے کاش یہ لوگ سمجھ جاتے۔

أَفَمَنْ يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ كِي تَفْسِير

24 ﴿أَفَمَنْ يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ﴾ یعنی اس کی شدت۔ ”یوم القیامۃ“ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ چہرے کے بل گھیٹ کر جہنم میں پھینکا جائے گا اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو آگ میں اوندھا کر کے پھینکا جائے گا تو اس کے جسم میں سب سے پہلے چہرے کو آگ چھوئے گی۔

مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کافر کے ہاتھ گردن پر باندھ کر اس کو آگ میں پھینکا جائے گا اور اس کی گردن میں گندھک کی ایک چٹان بڑے پہاڑ کی مانند ہوگی تو اس چٹان سے آگ کے شعلے پکڑے گی اور وہ چٹان اس کی گردن میں ہوگی تو اس کی تپش اور لپٹوں کو وہ اپنے چہرے سے دور کرنے کی طاقت نہ رکھے گا کیونکہ اس کے ہاتھ اور گردن بیڑی میں جکڑے ہوئے ہوں گے اور آیت کا مجازیہ ہے ”افمن يتقى بوجهه سوء العذاب کمن هو آمن من العذاب“ یعنی یہ شخص اس کی طرح ہو سکتا ہے جو عذاب سے امن میں ہو۔ ”وقیل“ یعنی دروغ کہیں گے ”للاظالمین ذوقوا ما کنتم تکسبون“ یعنی اس کا وبال۔

25 ﴿كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ کفار مکہ سے پہلے لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ ”فاتاهم العذاب من حيث لا يشعرون“ یعنی وہ مطمئن اور عذاب سے غافل تھے۔

26 ﴿فَذَاقَهُمُ اللَّهُ الْخِزْيَ﴾ عذاب اور ذلت۔ ”فی الحیوة الدنیا وللعذاب الآخرة اکبر لو کانوا یعلمون“

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ 27 قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ

ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ 28 ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَكِّسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا

لِرَجُلٍ ۗ هَلْ يَسْتَوِينَ مَثَلًا ۗ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ 29 إِنَّكَ مِثٌّ وَإِنَّهُمْ

مِثِّيُونَ 30 ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ 31

توجہ اور ہم نے لوگوں کو (ہدایت) کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کے (ضروری) عمدہ مضامین بیان کئے ہیں تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں جس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ عربی قرآن ہے جس میں ذرا کجی نہیں (اور) تاکہ یہ لوگ ڈریں اللہ تعالیٰ نے (موحد و مشرک کے بارے میں) ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک شخص (غلام) ہے جس میں کئی ساجھی ہیں جن میں باہم ضد اضدی بھی ہے اور ایک اور شخص ہے کہ پورا ایک ہی شخص کا (غلام) ہے (تو) کیا ان دونوں کی حالت یکساں (ہو سکتی) ہے الحمد للہ بلکہ (قبول تو کیا) ان میں اکثر سمجھتے بھی نہیں آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے پھر قیامت کے روز تم مقدمات اپنے رب کے سامنے پیش کرو گے (اس وقت عملی فیصلہ ہو جاوے گا)

تفسیر 27 "ولقد ضربنا للناس فی هذا القرآن من کل مثل لعلہم یتذکرون" نصیحت حاصل کر لیں۔

28 "قرانا عربیا" حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ "غیر ذی عوج" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مختلف نہیں ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی اشتباہ نہیں ہے۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ مخلوق نہیں ہے اور یہ بات مالک بن انس رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے اور سفیان بن عیینہ اور ستر (۷۰) تابعین سے نقل کیا گیا ہے کہ قرآن مجید نہ خالق ہے اور نہ مخلوق۔ "لعلہم یتذکرون" کفر اور تکذیب سے۔

29 "ضرب اللہ مثلا رجلا" کسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رجلا پر نصب اس وجہ سے ہے کہ یہ مثلاً کی تفسیر ہے۔ "فیہ شرکاء متشاکسون" جھگڑالو، اختلاف کرنے والے، بد اخلاق عرب کہتے ہیں "رجل شکس شرس" جب کوئی شخص بد اخلاق لوگوں سے مخالفت کرنے والا اور انصاف پر راضی نہ ہوتا ہو۔ "و رجلا سلما لرجل" اہل مکہ اور بصرہ نے "سالما" الف کے ساتھ پڑھا ہے یعنی اس کے لیے خالص نہ اس میں کوئی شریک ہو اور نہ کوئی جھگڑا کرنے والا اور دیگر حضرات نے "سلما" لام کے زبر کے ساتھ بغیر الف کے پڑھا ہے اور وہ ایسا شخص جس میں کوئی جھگڑا کرنے والا نہ ہو یہ مشتق ہے ان کے قول "ہولک سلم" سے یعنی تیرے لیے خالص ہے۔ اس میں تجھ سے کوئی جھگڑنے والا نہیں۔ "هل یستویان مثلا" یہ مثال اللہ تعالیٰ نے اس کافر کے لیے بیان کی ہے جو مختلف معبودوں کی عبادت کرتا ہے اور مؤمن جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ یہ استفہام انکاری ہے یعنی یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ پھر فرمایا "الحمد للہ" یعنی ساری تعریفیں صرف اللہ ہی کو چیتی ہیں۔ اس کے سوا دوسرے معبودین کو نہیں۔ "بل اکثرہم لا یعلمون" جس چیز کی طرف وہ لوٹ رہے ہیں اور آیت میں اکثر سے کل مراد ہے۔

30 "انک میت" یعنی عنقریب آپ وفات پا جائیں گے۔ "وانہم میتون" یعنی عنقریب تم مر جاؤ گے۔ فراء اور کسائی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ لفظ میت بیا کی شد کے ساتھ، وہ شخص جو ابھی مرا نہیں اور عنقریب مر جائے گا اور میت تخفیف کے ساتھ وہ شخص جس کی روح جدا ہو گئی ہو اس لیے یہاں تخفیف نہیں کی گئی۔

آیات کا شان نزول

31 "ثم انکم یوم القیامة عند ربکم تختصمون" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یعنی حق اور باطل اور ظالم و

مظلوم۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت ”ثم انکم یوم القيامة عند ربکم تختصمون“ نازل ہوئی تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا ہم پر ہمارے دنیا کے خاص گناہ دوبارہ لوٹائے جائیں گے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جی ہاں وہ تم پر لوٹائے جائیں گے حتیٰ کہ ہر حق والے کو اس کا حق ادا کر دیا جائے گا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! بے شک یہ معاملہ بہت سخت ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک لمبا عرصہ زندہ رہے اور ہم یہ خیال کرتے تھے کہ یہ آیت ہمارے اور اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ”ثم انکم یوم القيامة عند ربکم تختصمون“ ہم نے کہا کہ ہم کیسے جھگڑیں گے حالانکہ ہمارا دین اور ہماری کتاب ایک ہے؟ حتیٰ کہ میں نے آپس میں دیکھا کہ ایک دوسرے کے چہرے کو تلوار سے مار رہے ہیں تو میں نے پہچان لیا کہ یہ ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم کہا کرتے تھے کہ ہمارا رب ایک ہے اور ہمارا دین ایک ہے اور ہمارا نبی ایک ہے تو یہ جھگڑا کیسے ہوگا؟ پھر جب صفین کا واقعہ ہوا اور ہم نے ایک دوسرے پر تلواں چلائیں تو ہم نے کہا ہاں یہ وہ جھگڑا ہے اور ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب یہ آیت ”ثم انکم یوم القيامة عند ربکم تختصمون“ نازل ہوئی تو انہوں نے کہا ہم کیسے جھگڑیں گے حالانکہ ہم تو بھائی ہیں؟ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تو کہا کیا یہ ہمارا جھگڑا ہے؟

دنیا پر حقوق العباد پورے کئے جائیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس اپنے بھائی کی عزت یا مال پر کوئی ظلم ہو تو آج کے دن اس کو معاف کرالے، اس سے پہلے کہ وہ بدلہ اس سے ایسے دن لیا جائے جس دن نہ کوئی دینار ہوگا اور نہ کوئی درہم۔ پس اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس میں سے اس کے ظلم کے بقدر لیا جائے گا اور اگر نیکی نہ ہوگی تو اس صاحب حق کی برائیاں لے کر اس پر لاد دی جائیں گی۔

اصل مفلس کون ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا ہم میں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نہ کوئی درہم ہو اور نہ کوئی سامان تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا مال کھایا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا تو یہ سب اس کی نیکیوں میں سے پورا کیا جائے گا۔ پھر فرمایا کہ اگر اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی، اس کے ذمہ حقوق کی ادائیگی سے پہلے تو ان صاحب حق لوگوں کی خطائیں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی اور اس کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ هُ ط أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى

لِلْكَافِرِينَ ۝۳۲ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝۳۳ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ وَنَعْنَدَرِبِهِمْ ط ذَلِكَ جَزَاؤُ الْمُحْسِنِينَ ۝۳۴ لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۳۵ أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ ط وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ط وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝۳۶

﴿تجویز﴾ سو اس شخص سے زیادہ بے انصاف کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور سچی بات کو (یعنی قرآن کو) جبکہ وہ اس کے پاس (رسول کے ذریعہ سے) پہنچی جھٹلاوے (قیامت کے دن) جہنم میں ایسے کافروں کا ٹھکانا ہوگا اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور خود بھی اس کو سچ جانا تو یہ لوگ پرہیزگار ہیں (ان کا فیصلہ یہ ہوگا) وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس سب کچھ ہے یہ صلہ ہے نیکو کاروں کا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کے برے عملوں کو دور کر دے اور ان کے نیک کاموں کے عوض ان کو ان کا ثواب دے کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ (خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت) کیلئے کافی نہیں اور یہ لوگ آپ کو ان (جھوٹے معبودوں) سے ڈراتے ہیں جو خدا کے سوا (تجویز کر رکھے) ہیں اور جس کو خدا گمراہ کرے اس کا کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

﴿تفسیر﴾ ۳۲ ”فمن اظلم ممن كذب على الله“ پس اس نے گمان کیا کہ اس کے لیے اولاد اور شریک ہے۔ ”و كذب

بالصدق“ اور جھٹلایا قرآن کو ”اذ جاءه اليس في جهنم مثنوى“ منزل و مقام ”للكافرين“ یہ استفہام بمعنی تقریر ہے۔

جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ كِي مُخْتَلَف تَفَاسِير

۳۳ ”والذي جاء بالصدق وصدق به“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”والذي جاء بالصدق“ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلمہ تو حید لا الہ الا اللہ کولائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کی تصدیق بھی کی اور مخلوق تک اس کو پہنچایا اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”والذي جاء بالصدق“ سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں کہ وہ قرآن لائے اور اس کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق کی اور اس کو قبول کیا اور کلبی اور ابوالعالیہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ”والذي جاء بالصدق“ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ”و صدق به“ سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں اور قتادہ اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ”والذي جاء بالصدق“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ”و صدق به“ سے مؤمنین مراد ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”اولئك هم المتقون“ اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”والذي جاء بالصدق“ سے انبیاء علیہم السلام اور

”وَصَدَّقَ بِهِ“ سے ان کے متبعین مراد ہیں۔ اس صورت میں ”الَّذِي الدِّينَ“ کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”مِثْلَهُمْ كَمِثْلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا“ پھر فرمایا ”ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ“ اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مؤمنین مراد ہیں کہ انہوں نے دُنیا میں اس کی تصدیق کی اور آخرت میں اس کو لائیں گے اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ”وَالَّذِينَ جَاؤا بِالصَّدَقِ وَصَدَقَ بِهِ اُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ“

③۴ ”لَهُمْ مَا يَشَاؤُنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَلِكَ جِزَاءُ الْمُحْسِنِينَ“

③۵ لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا“ ان کو مغفرت کے ساتھ ڈھانپ لے گا۔ ”وَيَجْزِيهِمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ“ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے نیک اعمال کا ان کو بدلہ دیں گے اور ان کے برے اعمال کا بدلہ نہ دیں گے۔

③۶ ”الَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ“ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو جعفر اور حمزہ اور کسائی رحمہم اللہ نے (عبادہ) جمع کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی انبیاء علیہم السلام۔ ان کی قوم نے ان کے بارے میں برائی کا ارادہ کیا۔ جیسا کہ خود باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ“ تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کے دشمنوں کے شر سے کافی ہو گیا۔ ”وَيَخُوفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ“ اور یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتوں کی دشمنی کی آفت سے ڈرایا اور کہنے لگے کہ آپ علیہ السلام ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے باز آ جائیں یا آپ کو ان کی طرف سے جنوں یا کوئی مصیبت پہنچے گی۔ ”وَمَنْ يَضِلَّ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ“

وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُضِلٍّ ۚ أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ ③۷ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ

بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّيهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَتُ رَحْمَتِهِ ۚ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ

ۚ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ③۸ قُلْ يَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ③۹

مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُقِيمٌ ④۰ إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ

بِالْحَقِّ فَمَنْ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ④۱ اللَّهُ

يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ

وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ④۲

اور جس کو ہدایت دے اس کا کوئی گمراہ کرنے والا نہیں کیا خدا تعالیٰ زبردست انتقام لینے والا نہیں اور اگر

(آپ) ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ آپ (ان سے) کہیے

کہ بھلا پھر تو یہ بتلاؤ کہ خدا کے سوا تم جن معبودوں کو پوجتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے کیا یہ معبود اس

کی دی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی رحمت کرنا چاہے کیا یہ معبود اس کی عنایت کو روک سکتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ (اس سے ثابت ہو گیا کہ) میرے لئے خدا کافی ہے تو کل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ تم اپنی حالت پر عمل کئے جاؤ میں بھی عمل کر رہا ہوں سواب جلدی تم کو معلوم ہوا چاہتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر (دنیا میں) ایسا عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور (بعد مرگ) اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا ہم نے آپ پر یہ کتاب لوگوں کے (نفع کے) لئے اتاری جو حق کو لئے ہوئے ہے سو جو شخص راہ راست پر آوے گا تو اپنے نفع کے واسطے اور جو شخص بے راہ رہے گا تو اس کا بے راہ ہونا (یعنی اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور آپ ان پر) کچھ بطور ذمہ داری کے (مسلط نہیں کئے گئے اللہ ہی قبض یعنی (معطل) کرتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور ان جانوں کو بھی جن کو موت نہیں آئی ان کے سونے کے وقت پھر ان جانوں کو تو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے اور باقی جانوں کو ایک میعاد معین تک کے لئے رہا کر دیتا ہے اس میں ان کے لئے جو کہ سوچنے کے عادی ہیں دلائل ہیں۔

تفسیر ﴿۳۷﴾ "وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مَّضِلٍ أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ" اپنی سلطنت میں باقتدار ہے اور اپنے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہے۔

﴿۳۸﴾ "وَلئن سألتم من خلق السموات والارض ليقولن الله قل افرأيتم ما تدعون من دون الله ان ارادنى الله بضرٍ سختی اور مصیبت۔ "هل هن كاشفات ضره او ارادنى برحمة" امت اور برکت کے ساتھ "هل هن ممسكات رحمة" اہل بصرہ نے "كاشفات" اور "ممسكات" کو تنوین کے ساتھ پڑھا ہے اور "ضره" اور "رحمة" کو راء اور تاء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے بغیر تنوین اور راء اور تاء کی زیر کے ساتھ اضافت کے ساتھ پڑھا ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کے بارے میں سوال کیا تو وہ خاموش ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ "قل حسبى الله" میرا بھروسہ اور اعتماد اسی پر ہے۔ "عليه يتوكل المتوكلون" بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کریں۔

﴿۳۹﴾ (۴۰)..... "قل يا قوم اعملوا على مكانتكم انى عامل فسوف تعلمون من ياتيه عذاب يخزيه ويحل عليه عذاب مقيم" یعنی ان پر دائمی عذاب اترتا ہے۔

﴿۴۱﴾ "انا انزلنا عليك الكتاب للناس بالحق فمن اهتدى فلنفسه ومن ذل فانما يضل عليها" اس کے گمراہ ہونے کا وبال اسی پر ہوگا۔ "وما انت عليهم بوكيل" مگر ان اور نگہبان ان کو آپ کے سپرد نہیں کیا گیا اور نہ آپ علیہ السلام سے ان کا بدلہ مواخذہ ہوگا۔

﴿۴۲﴾ "اللہ يتوفى الانفس" یعنی روحوں کو "حين موتها" پس ان کو قبض کر لیتے ہیں۔ ان کے رزق کے ختم ہونے اور ان کی عمر پوری ہونے کے وقت اور اللہ تعالیٰ کے قول "حين موتها" سے جسم کی موت مراد ہے۔ "والتى لم تمت" سے ان

روحوں کا قبض کرنا مراد ہے جن کو موت نہیں آئی۔ ”فی منامہا“ اور جو نیند میں قبض کیا جاتا ہے وہ نفس ہے جس کی وجہ سے عقل و شعور حاصل ہوتا ہے اور ہر انسان کے دو نفس ہیں۔

ان میں سے ایک نفس حیات وہ ہے جو موت کے وقت انسان سے جدا ہوتا ہے اس کے چلے جانے سے نفس چلا جاتا ہے اور دوسرا نفس تمیز ہے۔ یہ انسان سے نیند کے وقت جدا ہو جاتا ہے۔ ”فیمسک الّتی قضی علیہا الموت“ پس اس کو جسم میں واپس نہیں لوٹاتے۔ حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے ”قضی“ قاف کے پیش اور ضاد کے زیر اور یاء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ ”الموت“ یہ مرفوع ہے نائب فاعل ہونے کی وجہ سے اور دیگر حضرات نے قاف اور ضاد کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور ”الموت“ کو منصوب پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ”اللہ یتوفی الانفس“ کی وجہ سے ”ویرسل الاخری“ اور دوسرے کو جسم میں واپس کر دیتا ہے یہ وہ ہے جس کی موت کا فیصلہ نہیں ہوا۔

روح کا جسم سے ملاپ

”الی اجل مستمی“ یہاں تک کہ اس کی موت کا وقت آ جائے اور کہا جاتا ہے کہ انسان کے لیے دو چیزیں ہیں نفس اور روح۔ پس نیند کے وقت نفس سے روح نکل جاتی ہے اور روح کو باقی رکھا جاتا ہے جبکہ جسم بوسیدہ بوسیدہ ہو جاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نیند کے وقت روح نکل جاتی ہے اور جسم میں اس کی شعاع باقی رہ جاتی ہے۔ پس اسی کی وجہ سے انسان خواب دیکھتا ہے۔ جب نیند سے بیدار ہوتا ہے تو روح پلک جھپکنے سے پہلے جسم میں لوٹ آتی ہے اور کہا گیا ہے کہ زندوں اور مردوں کی رو میں خواب میں ملاقات کرتی ہیں۔ پھر جو اللہ چاہتے ہیں وہ آپس میں باہم پہچان کرتی ہیں۔ پھر جب وہ رو میں جسموں کی طرف لوٹنا چاہتی ہیں تو اللہ تعالیٰ مردوں کی روحوں کو اپنے پاس روک لیتے ہیں اور زندوں کی روحوں کو بھیج دیتے ہیں تو وہ اپنے وقت مقررہ تک کے لیے جسموں میں لوٹ آتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک اپنے بستر پر آئے تو اپنی تہ بند کے اندر والے حصے سے اس کو جھاڑ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے پیچھے کیا چیز اس پر آئی ہے۔ پھر وہ کہے ”باسمک ربی وضعت جنبی وبک ارفعه ان امسکت نفسی فارحمها وان ارسلتها فاحفظها بما تحفظ بہ عبادک الصالحین“.....

”ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون“ اس کی قدرت پر دلالت ہے کہ اس نے جن روحوں کو روکنا تھا اور جن کو بھیجا تھا ان میں کوئی غلطی نہیں کی۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس قوم کے لیے علامات ہیں جو غور و فکر کرے بعث کے معاملہ میں۔ یعنی سونے والے کے نفس کو قبض کر لینا اور پھر اس کو چھوڑ دینا یہ بعث (دوبارہ اٹھنے) پر دلیل ہے۔

أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ ۗ قُلْ أَوْلَوْكَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٤٣﴾ قُلْ لِلَّهِ الشُّفَاعَةُ جَمِيعًا ۗ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٤٤﴾ وَإِذَا ذَكَرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿٤٥﴾

ہاں کیا ان (مشرک) لوگوں نے خدا کے سوا دوسروں کو (معبود) قرار دے رکھا ہے جو (ان کی) سفارش کریں گے آپ کہہ دیجئے کہ اگرچہ یہ کچھ بھی قدرت نہ رکھتے ہوں اور کچھ بھی علم نہ رکھتے ہوں آپ کہہ دیجئے کہ سفارش تو تمام تر خدا ہی کے اختیار میں ہے تمام آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے اور جب فقط اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل منقبض ہوتے ہیں جو کہ آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کرتا ہے تو اسی وقت وہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں۔

﴿٤٣﴾ ”ام اتخذوا من دون الله شفعاة قل“ اے محمد! ”اولو كانوا“ اگرچہ ہوں وہ معبود ”لا يملكون شيئا“ شفاعت میں سے۔ ”ولا يعقلون“ کہ تم ان کی عبادت کر رہے ہو اور اس کا جواب محذوف ہے۔ اس کی اصل عبارت یوں ہے ”وان كانوا بهذه الصفة تتخذونهم“ یعنی اگر وہ اس حالت میں ہوں تب بھی تم ان کو معبود بناؤ گے۔

﴿٤٤﴾ ”قل لله الشفاعة جميعا“ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسکی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہ کر سکے گا۔ ”له ملك

السموات، والارض ثم اليه ترجعون

﴿٤٥﴾ ”واذا ذكر الله وحده اشمازت“ نفرت کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ توحید سے منقبض ہو جاتے ہیں اور قنادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تکبر کرتے ہیں اور اس کی اصل ”اشمئزاز“ یعنی نفرت کرنا اور تکبر کرنا ہے۔ ”قلوب الذين لا يؤمنون بالآخرة“

”واذا ذكر الذين من دونه“ یعنی بت ”اذا هم يستبشرون“ وہ خوش ہوتے ہیں۔ مجاہد اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ والنجم پڑھی تو شیطان نے آپ کے ارادہ میں یہ بات ڈال دی۔ ”تلك الغرائق العلى“ تو کفار اس سے خوش ہو گئے۔

قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَلِيمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٤٦﴾ وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ مِنْ سُوءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَبَدَأَهُمْ مِنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ﴿٤٧﴾ وَبَدَأَهُمْ سَيِّئَاتٍ مَا كَسَبُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٤٨﴾ فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ

إِذَا حَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيْتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَكِنَّا أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٩﴾
 قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٥٠﴾

﴿تذکرہ﴾ کہیے کہ اے اللہ آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے باطن ظاہر کے جاننے والے آپ ہی (قیامت کے روز) اپنے بندوں کے درمیان ان امور میں فیصلہ فرمائیں گے جن میں وہ باہم اختلاف کرتے تھے اور اگر ظلم (یعنی شرک و کفر) کرنے والوں کے پاس دنیا بھر کی تمام چیزیں ہوں اور ان چیزوں کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی ہوں تو وہ لوگ قیامت کے دن سخت عذاب سے چھوٹ جانے کے لئے (بے تامل) ان کو دینے لگیں اور خدا کی طرف سے ان کو وہ معاملہ پیش آوے گا جن کا ان کو گمان بھی نہ تھا اور (اس وقت) ان کو تمام اپنے برے اعمال ظاہر ہو جائیں گے اور جس (عذاب) کے ساتھ وہ استہزا کیا کرتے تھے وہ ان کو آگھیرے گا پھر جس وقت (اس مشرک) آدمی کو تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارتا ہے پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھ کو (میری) تدبیر سے ملی ہے بلکہ وہ ایک آزمائش ہے لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں یہ بات (بعض) ان لوگوں نے بھی کہی تھی جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں (جیسے قارون نے کہا ہے) سو ان کی کارروائی ان کے کچھ کام نہ آئی۔

﴿تذکرہ﴾ 46..... "قل اللهم فاطر السموات والارض عالم الغيب والشهادة انت تحكم بين عبادك فيما كانوا فيه يختلفون" ابو سلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اپنی نماز کس چیز سے شروع کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ آپ علیہ السلام یہ کہتے تھے "اللهم رب جبرئیل و میکائیل و اسرافیل فاطر السموات والارض عالم الغيب والشهادة انت تحکم بين عبادك فيما كانوا فيه يختلفون اهدنی لما اختلفت فيه من الحق باذنک انک تہدی من تشاء الی صراط مستقیم"

﴿تذکرہ﴾ 47 "ولو ان للذين ظلموا مافی الارض جميعا ومثله معه لافتدوا به من سوء العذاب يوم القيامة وبدالهم من الله مالهم يکونوا یحتسبون" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے لیے بعثت کے وقت یہ بات ظاہر ہو گئی جس کا انہوں نے دنیا میں خیال نہ کیا تھا کہ یہ ان پر آخرت میں نازل ہوگی۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ان کو نیکیاں گمان کیا تھا لیکن وہ ان کے لیے برائیاں ظاہر ہوئیں اور مطلب یہ ہے کہ وہ بتوں کی عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے تھے۔ پھر جب ان کو اس پر سزا ملی تو ان کے سامنے اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جس کا وہ خیال نہ کرتے تھے اور روایت کیا گیا ہے کہ محمد بن منکدر موت کے وقت واویلا کرنے لگے تو ان کو یہ کہا گیا تو فرمانے لگے کہ مجھے ڈر ہے کہ میرے سامنے وہ چیز نہ ظاہر ہو جائے جس کا مجھے خیال بھی نہ ہوا تھا۔

﴿تذکرہ﴾ 48 "وبدالهم سيئات ما كسبوا" یعنی ان کے برے اعمال جیسے شرک کرنا اور اولیاء اللہ پر ظلم کرنا۔ "و حاق بهم ما كانوا يستهزؤن"

49 "فاذا مس الانسان ضر" سختی "دعانا ثم اذا حولنا" ہم اس کو دیریں "نعمة منا قال انما اوتيته على علم" یعنی اللہ کے علم پر کہ میں اس کا اصل ہوں اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے میرے بارے میں خیر علم کی وجہ سے اور کناہیہ کو ذکر کیا ہے کیونکہ نعمت سے مراد انعام ہے۔ "بل هي فتنة" یعنی یہ نعمت آزمائش اور اللہ کی طرف سے ڈھیل اور امتحان ہے اور کہا گیا ہے کہ بلکہ وہ کلمہ جو اس نے کہا ہے وہ آزمائش ہے۔ "ولكن اكثرهم لا يعلمون" کہ یہ ڈھیل اور امتحان ہے۔

50 "قد قالها الذين من قبلهم" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی قارون نے یہ کہا "انما اوتيته على علم عندى، فما اغنى عنهم ما كانوا يكسبون" پس ان کو کفر نے عذاب سے کچھ فائدہ نہ دیا۔

فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتٌ مَّا كَسَبُوا وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَاتٌ مَّا كَسَبُوا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ 51 أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ 52 قُلْ يَعْبَادِي الَّذِينَ اسْرِفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ 53

پھر ان کی تمام بد اعمالیاں ان پر آ پڑیں (اور سزایاب ہوئے) اور ان میں بھی جو ظالم ہیں ان پر بھی ان کی بد اعمالیاں ابھی پڑنے والی ہیں اور یہ خدا تعالیٰ کو ہر نہیں سکتے کیا ان لوگوں کو (احوال میں غور کرنے سے) یہ معلوم نہیں کہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے اور وہ ہی (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگی کر دیتا ہے اس (بسط و قدر) میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے (کفر و شرک کر کے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو بالیقین خدا تعالیٰ تمام (گذشتہ) گناہوں کو معاف فرماوے گا واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔

51 "فأصابهم سيئات ما كسبوا" ان کو اس کا بدلہ دیا جائے گا یعنی ان کو عذاب دیا جائے گا۔ پھر کفار مکہ سے وعدہ کیا گیا "والذين ظلموا من هؤلاء سيصيبهم سيئات ما كسبوا وما هم بمعجزين" اور وہ عاجز کرنے والے نہیں ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

52 "اولم يعلموا ان الله يبسط الرزق لمن يشاء" اللہ جس کو چاہتا ہے رزق وسیع کر دیتا ہے۔ "ويقدر" اور رزق تنگ کر دیتا ہے جس کو چاہے۔ "ان في ذلك لآيات لقوم يؤمنون"

قُلْ يَعْبَادِي الَّذِينَ اسْرِفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ كِتَابُ التَّوْحِيدِ

53 "قل يا عبادي الذين اسرفوا على انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله" سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا بیان ہے وہ

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ کچھ مشرک ایسے تھے جنہوں نے بہت آدمیوں کو قتل کیا تھا اور ان کا بڑا زنا بھی بہت کیا تھا۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: آپ جو کچھ فرماتے ہیں اور جس امر کی دعوت دیتے ہیں، وہ ہے تو اچھا، کیا آپ بتائیں گے کہ اس سے ہماری بد اعمالیوں کا بھی کفارہ ہو جائے گا؟ اس پر سورۃ فرقان کی آیت ”والذین لا یدعون مع اللہ الہا اخر..... غفوراً رحیمًا“ تک اور آیت ”قل یا عبادى الذین اسرفوا علی انفسہم الخ“ نازل ہوئی۔ ابن ابی حاتم نے بسند صحیح بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت مشرکین مکہ کے متعلق نازل ہوئی۔ بغوی نے بروایت عطاء بھی اس قول کی نسبت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحشی کو جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل تھا، اسلام کی دعوت دینے کے لیے ایک شخص کو بھیجا، وحشی نے جواب دیا: آپ مجھے اپنے مذہب میں داخل ہونے کی دعوت کس طرح دے رہے ہیں؟ آپ کا قول یہ ہے کہ جو شخص قتل کرے گا یا شرک کرے گا، یا زنا کرے گا اس کو قیامت کے دن دُہرا عذاب ہوگا اور میں نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ اس پر آیت ”الا من تاب و امن و عمل عملاً صالحاً“ نازل ہوئی۔ وحشی نے کہا: یہ شرط تو سخت ہے، شاید میں ایسا نہ کر سکوں، کیا اس کے علاوہ بھی کوئی صورت ہے؟ اس پر آیت ”ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء“ نازل ہوئی۔ وحشی نے کہا: (اس آیت میں مغفرت کو مشیت پر موقوف رکھا گیا ہے) میں اشتباہ میں پڑا ہوا ہوں، معلوم نہیں کہ (اگر میں شرک سے توبہ کر لوں تو) میری مغفرت ہوگی یا نہیں ہوگی۔ اس پر آیت ”قل یا عبادى الایة“ نازل ہوئی۔

اس روایت میں اتنا زائد ہے کہ مسلمانوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ بات صرف وحشی کے لیے خاص ہے یا تمام مسلمانوں کے لیے عمومی (حکم) ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (نہیں) بلکہ سارے مسلمانوں کے لیے یہ عام ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ اس آیت کا نزول عیاش بن ربیعہ، ولید بن ولید اور مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت کے حق میں ہوا کہ (شروع میں) وہ ایمان لے آئے تھے، پھر جب ان کو دُکھ اور تکلیفیں دی گئیں تو وہ فتنہ میں پڑ گئے یعنی اسلام چھوڑ بیٹھے۔ ہم کہا کرتے تھے کہ اللہ ان کا کوئی عمل کبھی قبول نہیں کرے گا، نہ نقل نہ فرض، یعنی کس طرح ان کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ یہ لوگ اول تو مسلمان ہو گئے، پھر دُکھ پڑنے پر اپنا دین چھوڑ بیٹھے، اس پر اللہ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے یہ آیات لکھ کر عیاش بن ربیعہ، ولید بن ولید اور دوسرے لوگوں کو بھیج دیں، تحریر ملنے کے بعد وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور مکہ چھوڑ کر مدینہ میں آ گئے۔

مقاتل بن حیان نے بتوسط نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان نقل کیا ہے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا: ہم گروہ صحابہ خیار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہماری ہر نیکی ضرور قبول ہوگی۔ اس کے بعد جب آیت ”یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم“ (اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کے فرمان پر چلو اور اپنے اعمال کو بیکار کر دو) نازل ہوئی تو ہم اپنے اعمال کو سوائے اس کے کہ کبیرہ گناہ کریں اور فواحش کا ارتکاب کریں اور کس طرح باطل کر سکتے ہیں

یہ خیال کرنے کے بعد جب ہم کسی کو کوئی کبیرہ گناہ کرتے دیکھتے تو کہتے: یہ شخص تباہ ہو گیا۔ اس کے بعد یہ آیت ”قل یعبادی الذین اسرفوا“ نازل ہوئی تو ہم اپنے دونوں قولوں سے رُک گئے۔ اس کے بعد ہم کسی کو کوئی گناہ کرتے دیکھتے تو ہم کو اس کے متعلق (بربادی اعمال کا) خوف ہو جاتا اور اگر کسی نے ارتکاب گناہ نہ کیا ہوتا تو ہم کو اس کے متعلق (قبول اعمال کی) اُمید ہوتی۔

روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لے گئے، وہاں ایک واعظ، وعظ کہہ رہا تھا اور دوزخ کا اور دوزخ کے طوق وزنجیر کا ذکر کر رہا تھا۔ آپ جا کر اس کے سر کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور کہا: اے وعظ کرنے والے! لوگوں کو نا اُمید کیوں کر رہا ہے؟ پھر آپ نے آیت ”قل یعبادی الذین اسرفوا الایة“ پڑھی۔

حضرت اسماء بنت زید کا بیان ہے کہ میں نے خود سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا تھا: ”قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لا تقنطوا من رحمة اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً ولا یبالی“ (یعنی اللہ کی رحمت سے نا اُمید مت ہو، اللہ سب گناہ معاف کر دے گا اور (کسی کے) گناہ کی پروا نہیں کرے گا)۔

ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً انه هو الغفور الرحیم

وَإِنِّيَوَا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْكُمْ الْعَذَابَ لَمَّا أَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿٥٥﴾ وَأَتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْكُمْ الْعَذَابَ بَغْتَةً وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿٥٦﴾ أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَحْسَرْتِي عَلَىٰ مَا فَرَطْتُ فِي جَنبِ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُ لَمِنَ السَّخِرِينَ ﴿٥٧﴾ أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿٥٨﴾ أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٩﴾ بَلَىٰ قَدْ جَاءَ تَكَ إِلَهِي فَكَذَّبْتُ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتُ وَكُنْتُ مِنَ الْكٰفِرِينَ ﴿٦٠﴾

﴿٥٥﴾ اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور (اسلام قبول کرنے میں) اس کی فرمانبرداری کرو قبل اس کے کہ تم پر عذاب (الہی) واقع ہونے لگے (اور) پھر (اس وقت کسی کی طرف سے) تمہاری کوئی مدد نہ کی جاوے اور تم (کو چاہیے کہ) اپنے رب کے پاس سے آئے ہوئے اچھے اچھے حکموں پر چلو۔ قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آ پڑے اور تم کو اس کا خیال بھی نہ ہو کبھی (کل قیامت کو) کوئی شخص کہنے لگے کہ افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے خدا کی جناب میں کی اور میں تو (احکام خداوندی پر) ہنستا ہی رہا یا یوں کہنے لگے کہ اگر خدا تعالیٰ (دنیا میں) مجھ کو ہدایت کرتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا یا کوئی عذاب کو دیکھ کر یوں کہنے لگے کہ کاش میرا (دنیا میں) پھر جانا ہووے۔ پھر میں نیک بندوں میں ہو جاؤں ہاں بیشک تیرے پاس میری آیتیں پہنچی تھیں سو تو نے ان کو جھٹلایا اور جھٹلانا کسی شبہ سے نہ تھا بلکہ تو نے تکبر کیا اور کافروں میں (ہمیشہ) شامل رہا۔

54 "وانیبوا الی ربکم" متوجہ ہو جاؤ اور لوٹو اسی کی طرف فرمانبرداری کے ساتھ "واسلموا لہ" اور تم خالص کرو اس کے لیے توحید کو "من قبل ان یأتیکم العذاب ثم لا تنصرون"

55 "واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم" یعنی قرآن۔ اور قرآن سارا حسن ہے اور آیت کا معنی وہ ہے جو حسن رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کی فرمانبرداری کو لازم پکڑو اور اس کی نافرمانی سے بچو کیونکہ قرآن میں قبیح کا ذکر ہے تاکہ تو اس سے بچے اور گھٹیا کا ذکر ہے تاکہ تو اس میں رغبت نہ کرے اور احسن کا تذکرہ ہے تاکہ تو اس کو ترجیح دے۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احسن وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے کتاب میں حکم دیا ہے۔ "من قبل ان یأتیکم العذاب بغتة وانتم لاتشعرون"

56 "ان تقول نفس" یعنی تاکہ کوئی نفس یہ نہ کہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے باری تعالیٰ کا قول "والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم" یعنی تاکہ وہ تم کو لے کر نہ ہلے۔

میرد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جلدی کرو اور ڈرو اس سے کہ کوئی نفس یہ نہ کہہ دے اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے ڈرایا ہے کہ تم اس حال تک پہنچ جاؤ کہ تم یہ بات کہنے لگو "یا حسرتی" اے ندامت! "حسرت" کا معنی ہاتھ سے نکل جانے والی چیز پر غم کرنا اور آیت میں "یا حسرتی" اضافت کی بناء پر ہے لیکن عرب یاء ضمیر کو استغاثہ میں الف سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ پس تو کہے گا "یا ویلتی" اور یا "ندامت" اور بسا اوقات اس کے ساتھ الف کے بعد یاء لاحق کر دیتے ہیں تاکہ وہ اضافت پر دلالت کرے اور اسی طرح ابو جعفر نے "یا حسرتی" پڑھا ہے اور کہا گیا ہے کہ آیت میں یا "یا حسرتا" کا معنی "یا ایہا الحسرة هذا وقتک" (اے حسرت یہ تیرا وقت ہے) کا ہے۔

"علی ما فرطت فی جنب اللہ" حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کی فرمانبرداری میں کوتاہی کی اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کے معاملہ میں اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اللہ کے حق میں اور کہا گیا ہے کہ میں نے اللہ کی ذات میں (طاعت میں) کوتاہی کی اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے اس جانب میں کوتاہی کی جو مجھے اللہ کی رضا تک پہنچا دیتی اور عرب جنب کا نام جانب رکھتے ہیں۔ "وان کنت لمن الساخونین" اللہ کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے رسول اور مومنین کا مذاق اڑانے والا تھا۔ قنادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو یہ کافی نہ تھا کہ اللہ کی طاعت کو ضائع کر دیا۔ یہاں تک کہ اہل طاعت کا مذاق اڑانے لگا۔

57 "او تقول لو ان اللہ ہدانی لکننت من المتقین" 58 او تقول حین تری العذاب" سامنے "لو ان لی کرة" دنیا کی طرف لوٹنا۔ "فاکون من المحسنین" موحدین میں سے۔

59..... اس کہنے والے کو کہا جائے گا "بلی قد جاء تک آیاتی" یعنی قرآن مجید "فکذبت بہا" اور تو نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے۔ "واستکبرت" تو نے اس پر ایمان لانے سے تکبر کیا۔ "وکنت من الکافرین"

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى
لِّلْمُتَكَبِّرِينَ 60 وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ 61
اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ 62 لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَايَتِ اللَّهِ أَوْلِيكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ 63 قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَأْمُرُونَنِي أَعْبُدُ أَيُّهَا
الْجَاهِلُونَ 64 وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِن أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ
عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ 65 بَلِ اللَّهُ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ 66

﴿تذکرہ﴾ اور آپ قیامت کے روز ان لوگوں کے چہرے سیاہ دیکھیں گے جنہوں نے خدا پر جھوٹ بولا تھا کیا ان متکبرین کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے اور جو لوگ (شُرک و کفر سے) بچتے تھے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کامیابی کے ساتھ (جہنم سے) نجات دے گا ان کو ذرا تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے (کیونکہ جنت میں غم نہیں) اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے اور اسی کو اختیار میں ہیں کنبیاں آسمانوں اور زمین کی اور جو لوگ (اس پر بھی) اللہ کی آیتوں کو نہیں مانتے وہ بڑے خسارہ میں رہیں گے آپ (ان کے جواب میں) کہہ دیجئے کہ اے جاہلو! کیا پھر بھی تم مجھ کو غیر اللہ کی عبادت کرنے کی فرمائش کرتے ہو اور آپ کی طرف بھی اور جو پیغمبر آپ سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کی طرف بھی یہ (بات) وحی بھی جا چکی ہے کہ اے مخاطب اگر تو شرک کرے گا تو تیرا کیا کرایا سب غارت ہو جائے گا اور تو خسارہ میں پڑے گا تو اے مخاطب کبھی شرک مت کرنا بلکہ (ہمیشہ) اللہ ہی کی عبادت کرنا اور (اللہ کا) شکر گزار رہنا۔

﴿تفسیر﴾ 60 ”وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ“ پس انہوں نے گمان کیا کہ اللہ کی اولاد اور شریک ہیں۔ ”وَجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ“ ایمان والوں سے تکبر کرنے کی وجہ سے یا ایمان لانے سے تکبر کرنے کی وجہ سے۔

61 ”وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ“ حمزہ، کسائی اور ابو بکر رحمہم اللہ نے ”بِمَفَازَاتِهِمْ“ الف کے ساتھ پڑھا ہے جمع ہونے کی بناء پر یعنی ان راستوں کے ساتھ جو ان کو کامیابی اور نجات تک پہنچادیں اور دیگر حضرات نے ”بِمَفَازَتِهِمْ“ مفرد ہونے کی بناء پر پڑھا ہے۔ اس لیے کہ مَفَازَةُ فَوْز (کامیابی) کے معنی میں ہے۔ یعنی ان کو ان کے اچھے اعمال کی وجہ سے آگ سے نجات دے کر کامیاب کریں گے۔ مبرد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مَفَازَةُ مَفْعَلَةٌ کے وزن پر فَوْز سے مشتق ہے اور جمع حسن ہے جیسے سَعَادَةٌ اور سَعَادَاتُ ”لَا يَمَسُّهُمُ السُّوءُ“ ان کو کوئی ناپسند چیز نہ پہنچے گی۔ ”وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ“

62 ”اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ“ یعنی تمام اشیاء اسی کے سپرد ہیں۔ پس وہ اس کی حفاظت پر قائم ہے۔

63 "لہ مقالید السموات والارض" یعنی آسمانوں وزمین کے خزانوں کی کنجیاں۔ اس کا واحد مقلاد ہے مفتاح کی طرح اور مقلید، مقالید مندیل اور منادیل کی طرح اور قنادہ اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کے رزق اور رحمت کی چابیاں اور کبھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بارش اور نباتات کے خزانے "والذین کفروا بآیات اللہ اولئک ہم الخاسرون" 64 "قل افغیر اللہ تامرونی اعبدا ایہا الجاہلون" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کفار قریش نے آپ علیہ السلام کو اپنے آباء کے دین کی طرف بلایا۔ اہل شام نے "تامرونی" دونوں خفیف کے ساتھ اصل پر پڑھا ہے اور اہل مدینہ نے ایک نون خفیف کے ساتھ پڑھا ہے حذف کی بناء پر اور دیگر حضرات نے ایک نون مشدد (شد کے ساتھ) کے ساتھ پڑھا ہے ادغام کی وجہ سے۔

65 "وَلَقَدْ اَوْحٰی اِلَیْکَ وَاٰلِی الدِّیْنِ مِنْ قَبْلِکَ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ" یعنی جو تو نے شرک سے پہلے عمل کیا ہے اور یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مراد اس سے آپ علیہ السلام کے علاوہ لوگ ہیں اور کہا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی کا ادب اور غیر نبی کے لیے دھمکی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو شرک سے معصوم بنایا ہے۔ "ولتکونن من الخاسرین"

66 "بل اللہ فاعبدو کن من الشاکرین" آپ پر اس کے انعامات کی وجہ سے۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِہِ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهُ یَوْمَ الْقِیْمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیٰتٌ مِّمَّ بِیْمِیْنِہِ سُبْحٰنَہُ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ 67 وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اٰخْرٰی فَاِذَا ہُمْ قِیَامٌ یُّنظَرُوْنَ 68

67 اور (انسوس ہے کہ) ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کی کچھ عظمت نہ کی جیسی عظمت کرنا چاہیے تھی حالانکہ اس کی وہ شان ہے کہ ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور تمام آسمان لیٹے ہوں گے اس کے داہنے ہاتھ میں وہ پاک اور برتر ہے ان کے شرک سے اور (قیامت کے روز) صور میں پھونک ماری جاوے گی سو تمام آسمان و زمین والوں کے ہوش اڑ جاویں گے مگر جس کو خدا چاہے پھر اس (صور) میں دوبارہ پھونک ماری جاوے گی تو دفعتاً سب کے سب کھڑے ہو جاویں گے اور (چاروں طرف) دیکھنے لگیں گے۔

68 "وما قدروا اللہ حق قدرہ" انہوں نے اس کی ایسی عظمت نہ کی جیسا اس کا حق تھا جس وقت اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: "وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِہِ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهُ یَوْمَ الْقِیْمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیٰتٌ مِّمَّ بِیْمِیْنِہِ سُبْحٰنَہُ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ"

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِہِ کی تفسیر

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہود کے علماء میں سے ایک عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ اے محمد! ہم یہ بات پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں کو ایک انگلی اور تمام زمینوں کو ایک انگلی اور درختوں کو ایک انگلی اور پانی و نمناک مٹی کو ایک انگلی اور تمام مخلوق کو ایک انگلی پر اٹھالیں گے اور فرمائیں گے میں بادشاہ ہوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی تصدیق کے لیے اس قدر کھلکھلا کر ہنسنے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھ مبارک ظاہر ہوگئی۔ پھر آپ علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی: "وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" اور اسی بات کو فضیل بن عیاض منصور رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اس میں کہا کہ پہاڑ اور درخت ایک انگلی پر ہوں گے اور کہا کہ ان کو خوب حرکت دیں گے۔ پھر فرمائیں گے "میں بادشاہ ہوں میں اللہ ہوں"۔

سالم بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ ان کو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام آسمانوں کو لپیٹ لیں گے۔ پھر ان کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیں گے۔ پھر فرمائیں گے میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جبار اور متکبر لوگ؟

پھر زمینوں کو لپیٹ دیں گے۔ پھر ان کو اپنے بائیں ہاتھ سے پکڑیں گے، پھر فرمائیں گے میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جبار؟ کہاں ہیں متکبرین؟ یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کی تخریج امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی کی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو قبض کر لیں گے اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ پر لپیٹ لیں گے۔ پھر فرمائیں گے میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟

⑥ "وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ" یعنی گھبراہٹ سے مر گئے۔ یہ نوحہ اولیٰ ہے۔ "الَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ" ان لوگوں کے بارے میں اختلاف ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں استثناء کیا ہے اور ہم نے اس کو سورۃ النمل میں ذکر کر دیا ہے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "الَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ" یعنی صرف تنہا اللہ تعالیٰ "ثُمَّ نَفِخَ فِيهِ" یعنی صور میں "اخروی" یعنی دوسری مرتبہ "فاذا هم قيام ينظرون" اپنی قبروں سے اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کا انتظار کرتے ہوں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دونوں پھونکوں کے درمیان چالیس کا وقفہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا چالیس دن؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا میں اس کا انکار کرتا ہوں۔ پھر انہوں نے عرض کیا، چالیس مہینے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں اس کا انکار کرتا ہوں۔ پھر انہوں نے عرض کیا چالیس سال؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا، میں اس کا انکار کرتا ہوں۔

فرمایا پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی اتاریں گے تو لوگ اس سے ایسے اگیں گے جیسے سبزی اُگتی ہے۔ انسان کے تمام اعضاء بوسیدہ ہو جائیں گے سوائے ایک ہڈی کے وہ عجب الذنب ہے۔ اسی سے قیامت کے دن مخلوق کو بنایا جائے گا۔

وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِئَاءَ بِالنَّبِيِّنَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۶۹﴾ وَوَفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿۷۰﴾ وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا بَلَىٰ وَلَكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۷۱﴾ قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۷۲﴾ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلِّمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ﴿۷۳﴾

﴿۶۹﴾ اور زمین اپنے رب کے نور (بے کیف) سے روشن ہو جاوے گی اور (سب کا) نامہ اعمال (ہر ایک کے سامنے) رکھ دیا جاوے گا اور پیغمبر اور گواہ حاضر کئے جاویں گے اور سب میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا جاوے گا اور ان پر ذرا ظلم نہ ہوگا اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جاوے گا اور وہ سب کے کاموں کو خوب جانتا ہے اور جو کافر ہیں وہ جہنم کی طرف گروہ گروہ بنا کر ہانکے جاویں گے یہاں تک کہ جب دوزخ کے پاس پہنچیں گے تو (اس وقت) اس کے دروازے کھول دیئے جاویں گے اور ان سے دوزخ کے محافظ (فرشتے بطور ملامت کے) کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہیں لوگوں میں سے پیغمبر نہ آئے تھے جو تم کو تمہارے رب کی آیتیں پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور تم کو تمہارے اس دن کے پیش آنے سے ڈرایا کرتے تھے۔ کافر کہیں گے کہ ہاں لیکن عذاب کا وعدہ کافروں پر پورا ہو کر رہا (پھر انے) کہا جاوے گا (یعنی وہ فرشتے کہیں گے) کہ جہنم کے دروازوں داخل ہو (اور) ہمیشہ اس میں رہا کرو (غرض خدا کے احکام سے) تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے وہ گروہ گروہ ہو کر جنت کی طرف روانہ کئے جاویں گے یہاں تک کہ جب اس (جنت) کے پاس پہنچیں گے اور اس کے دروازے (پہلے سے) کھلے ہوئے ہونگے (تا کہ ذرا بھی دیر نہ لگے) اور ہانکے محافظ (فرشتے) ان سے کہیں گے السلام علیکم تم مزہ میں رہے سو اس (جنت) میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ۔

﴿۶۹﴾ ”واشرفت الارض“ روشن ہوگی۔ ”بنور ربھا“ اپنے خالق کے نور کے ساتھ۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب رب تعالیٰ اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے تجلی ڈالیں گے۔ پس وہ اس کے نور میں بالکل شک نہ کریں گے جیسے روشن دن میں سورج کی روشنی میں کوئی شک نہیں کرتے۔ حسن اور سدی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے رب کے انصاف کے ساتھ اور زمین سے میدانِ قیامت مراد ہے۔ ”ووضع الكتاب“ یعنی اعمال نامہ ”وجاء بالنبيين والشهداء“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

یعنی وہ لوگ جو رسولوں کے پیغام پہنچانے کی گواہی دیں گے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔ اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی محافظ فرشتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ”وجاءت کل نفس معها سائق و شہید“ دلالت کرتا ہے۔ ”وقضى بينهم بالحق“ یعنی انصاف کے ساتھ۔ ”وهم لا يظلمون“ یعنی نہ ان کی برائیاں زیادہ کی جائیں گی اور نہ ان کی نیکیوں میں کمی کی جائے گی۔

70 ”ووفيت كل نفس ما عملت“ یعنی ان کے اعمال کا ثواب ”و هو اعلم بما يفعلون“ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ میں ان کے افعال کو جاننے والا ہوں نہ کسی لکھنے والے کا محتاج ہوں اور نہ کسی گواہ کا۔

71 ”وسيق الذين كفروا الى جهنم“ سخت طریقے سے ہانکنا۔ ”زمر“ فوج در فوج ایک دوسرے کے پیچھے ہر امت علیحدہ ہوگی۔ ابو عبیدہ اور انخفش رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ”زمر“ یعنی متفرق جماعتیں اس کا واحد زمرہ آتا ہے۔ ”حتی اذا جاءوها فتحت ابوابها“ ساتوں دروازے اور یہ اس سے پہلے بند تھے۔ اہل کوفہ نے ”فتحت“، تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے شد کے ساتھ کثرت کی بناء پر ”وقال لهم خزنتها“ ان کو ڈانٹتے ہوئے۔

”الم ياتكم رسل منكم“ تم ہی میں سے ”يتلون عليكم آيات ربكم وينذرونكم لقاء يومكم هذا قالوا بلى ولكن حقت“ واجب ہو گیا۔ ”كلمة العذاب على الكافرين“ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ”لا ملأ من جهنم من الجنة والناس اجمعين“ ہے۔

(72 - 73)..... قِيلَ ادْخُلُوا ابْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا كُنِيَ حَضْرَاتُ فَرَمَاتے ہیں کہ یہ واؤ زائد ہے تاکہ یہ جواب بن جائے ”حتی اذا جاءوها“ کا جیسا کہ کفار کے ہانکنے کے متعلق گزر چکا ہے اور یہ واؤ ایسے ہی زائد ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”ولقد اتينا موسى و هارون الفرقان و ضياء“ یعنی ضياء یہ واؤ زائد ہے اور بعض نے کہا کہ واؤ حالیہ ہے اور اصل عبارت یوں ہے: ”وقد فتحت ابوابها“ تو واؤ کو داخل کیا گیا۔ یہ بیان کرنے کے لیے کہ ان کے آنے سے پہلے دروازے کھلے تھے اور اس واؤ کو پہلے واقعہ میں حذف کر دیا گیا یہ بتانے کے لیے کہ جہنم کے دروازے ان کے آنے سے پہلے بند تھے۔ پس اگر ”وفتحت ابوابها“ میں واؤ کو زائد نہ بنایا جائے تو پھر قول باری تعالیٰ ”حتی اذا“ کے جواب میں اختلاف ہو گیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس کا جواب اللہ تعالیٰ کا قول ”جاء وها“ ہے اور ”وقال لهم خزنتها“ میں واؤ ملتی ہے اس کی اصل عبارت یوں ہوگی ”حتی اذا جاء وها وفتحت ابوابها وقال لهم خزنتها“ اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک حق قول یہ ہے کہ جواب محذوف ہے اصل عبارت یوں ہے ”حتی اذا جاء وها وفتحت ابوابها وقال لهم خزنتها سلم عليكم طبتم فاَدْخُلُوها خَالِدِينَ“ یہاں دخلوها کو حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ کلام اس پر دلالت کر رہی ہے۔ ”وقال لهم خزنتها سلام عليكم طبتم“ سے مراد یہ ہے کہ جنت کے داروغے ان پر سلام کریں گے اور کہیں گے ”طبتم“۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تمہارا ٹھکانہ پاکیزہ ہے۔

قنادہ نے کہا: جب اہل جنت دوزخ کی مسافت طے کر کے گزر جائیں گے تو جنت سے پہلے ان کو ایک پل پر روک لیا جائے گا تا کہ وہ آپس کے حقوق کا بدلہ باہم چکا سکیں۔ جب ایک دوسرے سے اپنے حق کا بدلہ لے چکیں گے اور سب صاف ستھرے اور پاک ہو جائیں گے تو رضوان اور اس کے ساتھی (بطور استقبال) کہیں گے۔ سلم علیکم طبتم فادخلوها خلدین۔

حضرت علی نے فرمایا جب ان (اہل جنت) کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا اور وہ جنت کے دروازے پر پہنچ جائیں گے تو دروازے کے پاس ان کو ایک درخت ملے گا جس کے نیچے دو چشمے رواں ہوں گے۔ ایک چشمہ میں مومن نہائے گا تو بیرونی جسم کی طہارت ہو جائے گی اور دوسرے چشمے کا پانی پئے گا تو اندرونی طہارت بھی حاصل ہو جائے گی۔ فرشتے جنت کے دروازے پر اس کا استقبال کریں گے اور کہیں گے۔ سلم علیکم طبتم فادخلوها خلدین۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَّهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَّبِعُ مِنْ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَمَلِينَ ﴿٧٤﴾ وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٥﴾

﴿٧٤﴾ اور (داخل ہو کر) کہیں گے کہ اللہ کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہم کو اس سر زمین کا مالک بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں غرض (نیک) عمل کرنیوالوں کا اچھا بدلہ ہے اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ (حساب کے اجلاس کے وقت) عرش کے گرد اگر حلقہ باندھے ہوں گے (اور) اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہوں گے اور تمام بندوں میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جاوے گا اور کہا جاوے گا کہ ساری خوبیاں خدا کو زیبا ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

﴿٧٤﴾ ”وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَّهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ“ یعنی جنت کی زمین کا اور یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ”وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزُّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ“..... ”نَتَّبِعُ“ ہم ٹھکانہ بنائیں گے۔ ”مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَمَلِينَ“ ﴿٧٤﴾ وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ فرمانبرداروں کا ثواب۔

﴿٧٥﴾ ”وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ“ یعنی عرش کو اس کے تمام اطراف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ ”يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ“ کہا گیا ہے کہ یہ تسبیح لذت کے لیے ہے نہ کہ عبادت کی تسبیح۔ اس لیے کہ اس دن احکام کی تکلیف نہ ہوگی۔ ”وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ“ یعنی اہل جنت اور اہل نار کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا۔ ”وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ اہل جنت کہیں گے شکر ہے جب اللہ کا وعدہ ان کے لیے مکمل ہو جائے گا۔

سُورَةُ غَافِرٍ

یہ نکی ہے اور اس کی پچاسی آیات ہیں۔ ابوالاحوص نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ قرآن کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے ٹھکانہ تلاش کرنے کے لیے چلا تو اس کا گزر بارش کے زیر اثر (سرسبز) جگہ سے ہوا تو وہ اس میں تعجب کرتا ہوا چلتا جا رہا تھا کہ اچانک وہ سرسبز باغات پر پہنچا تو کہنے لگا کہ میں پہلی جگہ سے تعجب کر رہا تھا۔ یہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہے تو اس کو کہا گیا کہ پہلی بارانی زمین کی مثال قرآن کی عظمت کی مثال ہے اور ان سرسبز باغوں کی مثال قرآن میں سے آل ”حم“ کی مثال ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کا ایک خلاصہ (مغز) ہوتا ہے اور قرآن کا مغز حوامیم ہیں اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں آل حم میں واقع ہو جاؤں تو میں ایسے باغات میں چلا جاتا ہوں کہ ان سے میوے حاصل کرتا ہوں۔ سعد بن ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آل حوامیم کا نام دہنیں رکھا جاتا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمَّ ① تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ② غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ
الْعِقَابِ ذِي الطُّوْلِ. لَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ ③

تفہیم! (اس کے معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں) یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے۔ ہر چیز کا جاننے والا اور بخشنے والا ہے اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے سخت سزا دینے والا ہے قدرت والا ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اسی کے پاس (سب کو) جانا ہے۔

تفسیر ① ”حم“ حروف تہجی کے بارے میں کلام پہلے گزر چکی ہے۔ سدی رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ”حم“ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے اور عکرمہ رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ”الرو و حم“ اور نون رحمن کے حروف تہجی ہیں اور سعید بن جبیر اور عطاء خراسانی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ حاء اللہ تعالیٰ کے اسماء حکیم، حمید، حی، حلیم، حنان کا پہلا حرف ہے اور میم اس کے اسماء ملک، مجید، منان کا پہلا حرف ہے اور ضحاک و کسائی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جو چیزیں آئندہ ہونے والی ہیں اللہ نے ان کا فیصلہ کر دیا ہے۔ گویا کہ انہوں نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ

اس کا معنی ”حم“ حاء کے پیش اور میم کی شد کے ساتھ ہے اور حمزہ، کسائی اور ابو بکر رحمہم اللہ نے ”حم“ کو حاء کی زیر اور باقی حضرات نے حاء کے زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔

② ”تنزیل الكتاب من الله العزيز العليم

③ غافر الذنب“ گناہوں پر پردہ ڈالنے والا۔ ”وقابل التوب“ یعنی توبہ کو یہ مصدر ہے۔ ”تاب، يتوب، توباً“ اور کہا گیا ہے کہ ”توب، توبۃ“ کی جمع ہے جیسے ”دومة“ اور روم اور حومة اور حوم۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”غافر الذنب“ اس شخص کے لیے ہے جس نے لا الہ الا اللہ کہا (وقابل التوب) اس شخص کیلئے جس نے ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کہا (شديد العقاب) اس شخص کیلئے جس نے لا الہ الا اللہ نہ کہا ہو۔ ”ذی الطول“ مستغنی ہے ان سے جو ”لا الہ الا اللہ“ نہ کہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ذی الطول یعنی وسعت اور غنی والا ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فضل والا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں نعمتوں والا ہے اور کہا گیا ہے کہ قدرت والا ہے اور طول کی اصل وہ انعام ہے جس کی مدت صاحب انعام پر لمبی ہو۔ ”لا الہ الا هو الیہ المصیر“

مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَا يَنْفِرُكَ تَقْلِبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ④ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِنْهُمْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ وَجَدَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ. فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ⑤ وَكَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ⑥

④ اللہ تعالیٰ کی ان آیتوں میں (یعنی قرآن میں) وہی لوگ (ناحق کے) جھگڑے نکالتے ہیں جو (اس کے) منکر ہیں سوان لوگوں کا شہروں میں (امن و امان سے) چلنا پھرنا آپ کو اشتباہ میں نہ ڈالے ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور دوسرے گروہوں نے جو ان کے بعد ہوئے (جیسے عاد و ثمود وغیرہم) نے دین حق کو جھٹلایا تھا اور ہر امت (میں) سے جو لوگ ایمان لائے تھے انہوں نے (اپنے پیغمبر کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا اور ناحق کے جھگڑے نکالے تاکہ اس ناحق کو باطل کر دیں سو میں نے (آخر) ان پر دارو گیر کی سو (دیکھا) میری طرف سے (ان کو) کیسی سزا ہوئی اور اس طرح تمام کافروں پر آپ کے پروردگار کا یہ قول ثابت ہو چکا ہے کہ وہ لوگ آخرت میں دوزخی ہوں گے۔

④ ”ما يجادل في آيات الله“ تکذیب و انکار کے ذریعے اللہ کی آیات مقابلہ کرنے میں ”الا الذين كفروا“

ابو العالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دو آیتیں ان لوگوں کے بارے میں سخت ہیں جو قرآن کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں۔ ”ما يجادل في آيات الله الا الذين كفروا“ اور ”ان الذين اختلفوا في الكتاب لفي شقاق بعيد“ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک دجال نے قرآن میں کفر کیا۔ حضرت عمرو بن

شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں کو سنا کہ وہ قرآن میں جھگڑا کر رہے ہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ اللہ کی کتاب کے بعض کو بعض پر مارنے لگے (تقابل کرنے لگے) حالانکہ اللہ کی کتاب اپنے دوسرے حصہ کی تصدیق کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے تو تم اس کے ایک حصہ سے دوسرے کی تکذیب نہ کیا کرو۔ پس جو تم اس کا علم رکھتے ہو اس کو کہو اور جس سے ناواقف ہو تو اس کو اس کے عالم کی طرف سپرد کر دو۔

”فلا یغورک تقلبہم فی البلاد“ ان کا شہروں میں تجارت کے لیے آنا جانا اور کفر کے باوجود محفوظ رہنا کیوں کہ ان کے معاملہ کا انجام عذاب ہے۔ اس کی نظیر قول باری تعالیٰ ”لا یغورنک تقلب الذین کفروا فی البلاد“ ہے۔

⑤ ”کذبت قبلہم قوم نوح والاحزاب من بعدہم“ یہ وہ کافر ہیں جنہوں نے نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد اپنے انبیاء کی تکذیب کے لیے گروہ بنا لیے۔ ”وہمت کل امة برسولہم لیاخذوہ“ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں تاکہ اس کو قتل کر دیں اور اس کو ہلاک کر دیں اور کہا گیا ہے تاکہ ان کو قید کر لیں کیوں کہ قیدی کو اچیز کہتے ہیں۔ ”وجادلوا بالباطل لیدحضوا“ تاکہ وہ باطل کر دیں۔ ”به الحق“ ایسا کہ جس کو رسول لائے ہیں اور ان کا جھگڑا ان کے اس قول ”ان اتم الا بشر مثلنا“ اور ”لولا انزل علینا الملائکة“ اور اس کی مثل تھا۔ ”فاخذتہم فکیف کان عقاب“

⑥ ”و کذلک حقت کلمة ربک“ یعنی جیسے کلمہ عذاب جھٹلانے والی اُمتوں پر ثابت ہوا ویسے ہی ”علی الذین کفروا“ آپ علیہ السلام کی قوم میں سے ”انہم اصحاب النار“ نخفش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”لانہم او بانہم“ یعنی اس لیے یا اس وجہ سے کہ وہ جہنم والے ہیں۔

الذین یحملون العرشَ ومن حوله یسبحون بحمديهم ویؤمنون به ویستغفرون
للذین امنوا ربنا وسعت کل شیء رحمةً وعلماً فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک
وقہم عذاب الجحیم ⑦ ربنا وادخلہم جنۃ عدن الی الی وعدتہم ومن صلح من
ابائہم وازواجہم وذریئہم انک انت العزیز الحکیم ⑧ وقہم السیات ومن تقی
السیات یومئذ فقد رحمتہ وذلك هو الفوز العظیم ⑨ ان الذین کفروا ینادون
لمقت اللہ اکبر من مقتکم انفسکم اذ تدعون الی الایمان فتکفرون ⑩ قالوا ربنا
امتنا النین واحییتنا النین فاعترفنا بذنوبنا فهل الی خروج من سبیل ⑪ ذلکم بانہ
اذا دعی اللہ وحده کفرتہم وان یشرک بہ تؤمنوا فالحکم للہ العلی الکبیر ⑫

⑫ جو فرشتے کہ عرش (الہی) کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اس کے گردا گرد ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح و تحمید

کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے (اس طرح) استغفار کیا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار آپ کی رحمت (عامہ) اور علم ہر چیز کو شامل ہے سو ان لوگوں کو بخش دیجئے جنہوں نے (شرک و کفر سے) توبہ کر لی ہے اور آپ کے راستہ پر چلتے ہیں اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچالیجئے اے ہمارے پروردگار اور ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں جن کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے داخل کر دیجئے اور ان کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولاد میں جو (جنت کے) لائق (یعنی مومن) ہوں ان کو بھی داخل کر دیجئے بلا شک آپ زبردست حکمت والے ہیں اور ان کو (قیامت کے دن ہر طرح کی) تکالیف سے بچائیے اور آپ جس کو اس دن کی تکالیف سے بچالیں تو اس پر آپ نے (بہت) مہربانی فرمائی اور یہ بڑی کامیابی ہے جو لوگ کافر ہوئے (اس وقت) ان کو پکارا جاوے گا کہ جیسی تم کو (اس وقت) اپنے سے نفرت ہے اس سے بڑھ کر خدا کو (تم سے) نفرت تھی جبکہ تم (دنیا میں) ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے تم پھر نہیں مانا کرتے تھے وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے ہم کو دوبارہ مردہ رکھا اور دوبارہ زندگی دی سو ہم اپنی خطاؤں کا اقرار کرتے ہیں تو کیا (یہاں سے) نکلنے کی کوئی صورت ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ جب صرف اللہ کا نام لیا جاتا تھا تو تم انکار کتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے سو (اس پر) یہ فیصلہ اللہ کا ہے جو عالیشان (اور) بڑے رتبے والا ہے۔

﴿۷۶﴾ "الذین یحملون العرش ومن حوله" عرش کو اٹھانے والے اور اس کا چکر لگانے والے کرو ہیں اور یہ فرشتوں کے سردار ہیں۔

حاملین عرش اور دوسرے ملائکہ کے بارے میں فیصلہ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ عرش کو اٹھانے والے فرشتوں کے ٹخنوں سے پاؤں کے نچلے حصے تک سوسال کی مسافت ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ ان کے پاؤں زمین کی گہرائی میں ہیں اور آسمان ان کے نصف بدن تک آتے ہیں اور وہ یہ تسبیح کرتے ہیں "سبحان ذی العزۃ والجبروت سبحان ذی الملک والملکوت سبحان الذی لا یموت سبحان قدوس رب الملائکۃ والروح" اور میسرۃ بن عبد ربہ فرماتے ہیں کہ ان کے پاؤں نچلی زمین میں اور ان کے سر عرش کے نیچے ہیں اور وہ خشوع کی حالت میں ہیں۔ اپنے سر نہیں اٹھاتے، یہ ساتویں آسمان والوں سے زیادہ خوف رکھتے ہیں اور ساتویں آسمان والے اپنے سے نچلے آسمان والوں سے زیادہ سخت خوف رکھتے ہیں اور اس آسمان والے اپنے سے نچلے آسمان والوں سے زیادہ سخت خوف رکھتے ہیں اور مجاہدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرشتوں اور عرش کے درمیان نور کے ستر پردے ہیں اور محمد بن منکدر رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اجازت دی گئی کہ میں عرش کو اٹھانے والے اللہ کے فرشتوں میں سے کسی ایک سے گفتگو کروں۔ اس کے کانوں کی نو سے اس کے کندھے تک سات سوسال کی مسافت تھی۔

جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ عرش پایوں میں سے ایک پائے سے دوسرے پائے تک تیز رفتار اڑنے والے پرندے کے تیس ہزار سال اڑنے کی مسافت اور عرش کو ہر دن نور کے ستر ہزار رنگ چڑھائے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ مخلوق میں سے کوئی اس کی طرف دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا اور تمام اشیاء عرش میں ایسے ہیں جیسے ایک انگوٹھی چٹیل میدان میں ہو اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ساتویں آسمان اور عرش کے درمیان ستر ہزار نور کے حجاب ہیں اور ظلمت (تاریکی) اور نور کے حجاب اور ظلمت (تاریکی) کے حجاب ہیں۔

وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عرش کے ارد گرد فرشتوں کی ستر ہزار صفیں ہیں آگے پیچھے وہ سب عرش کا طواف کرتے ہیں جب ان کا آنا سامنا ہوتا ہے تو ایک صف لالہ اللہ اور دوسری تکبیر کہتی ہے اور ان کے پیچھے ستر ہزار صفیں ہیں ان کے ہاتھ ان کی گردنوں کی طرف ہیں جن کو انہوں نے کندھوں پر رکھا ہوا ہے۔ پھر جب یہ ان لوگوں کی تکبیر و تہلیل سنتے ہیں تو اپنی آوازوں کو بلند کرتے ہیں اور کہتے ہیں ”سبحانک و بحمدک ما اعظمک واجلک انت اللہ لا اله غیرک انت الاکبر الخلق کلہم لک راجعون“ اور ان کے پیچھے فرشتوں کی ایک لاکھ صفیں ہیں، انہوں نے دائیں ہاتھ بائیں ہاتھوں پر رکھے ہوئے ہیں ان میں سے ہر ایک دوسرے سے جدا الفاظ میں تسبیح کہتا ہے، ان میں سے ایک کے دونوں پروں کے درمیان تین سو سال کی مسافت ہے اور اس کے کان کی نو سے اس کے کندھے تک چار سو سال کی مسافت ہے اور اللہ تعالیٰ عرش کے اٹھانے والے فرشتوں سے ستر آگ کے پردوں اور ستر تاریکی کے پردوں اور ستر نور کے پردوں اور ستر سفید موتیوں کے پردوں اور ستر سرخ یا قوت کے پردوں اور ستر زرد یا قوت کے پردوں اور ستر سبز مرد کے پردوں اور ستر برف کے پردوں اور ستر پانی کے پردوں اور ان چیزوں کے ذریعے پوشیدہ ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ فرمایا اور ان حاملین عرش فرشتوں اور ان کے ارد گرد کے فرشتوں کے لیے چار چہرے ہیں، ایک بیل کا، ایک شیر کا، ایک گدھ کا، ایک انسان کا اور ان میں سے ہر ایک کے چار پر ہیں۔ دو پر اس کے چہرے پر ہیں اس خوف سے کہ وہ عرش کی طرف دیکھے گا تو بیہوش ہو جائے اور دو پر تو وہ ان پرندوں کی طرح ان کو حرکت دے کر اڑ سکتا ہے۔ ان کی کلام صرف تسبیح و تحمید ہے۔

”یسبحون بحمد ربہم و یؤمنون بہ“ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عرش کو اٹھانے والے آٹھ ہیں، ان میں سے چار یہ کہتے ہیں ”سبحان اللہم و بحمدک لک الحمد علی حلمک بعد علمک“ اور ان میں سے چار یہ کہتے ہیں ”سبحانک اللہم و بحمدک لک الحمد علی عفوک بعد قدرتک“ اور گویا کہ وہ سب بنی آدم کے گناہوں کو دیکھ رہے ہیں۔ ”و یستغفرون للذین امنوا ربنا“ یعنی وہ کہتے ہیں ”ربنا“ (اے ہمارے پروردگار) ”و وسعت کل شیء رحمۃ و علما“ کہا گیا ہے کہ نصب تفسیر کی وجہ سے ہے اور کہا گیا ہے کہ نقل کی بناء پر ہے یعنی تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز پر وسیع ہے۔ ”فاغفر للذین تابوا و اتبعوا سبیلک“ تیرے دین کو ”وقہم عذاب الجحیم“ سطر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ

کے مؤمن بندوں کے سب سے زیادہ خیر خواہ فرشتے ہیں اور مخلوق میں سب سے زیادہ مؤمنین کے مخالف شیاطین ہیں۔

⑧ ”ربنا وادخلهم جنات عدن التي وعدتهم ومن صلح“ ایمان لایا ”من آبائهم وازواجهم و ذریاتهم انک انت العزيز الحكيم“ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مؤمن جنت میں داخل ہوگا تو کہے گا کہ میرا باپ کہاں ہے؟ میری ماں کہاں ہے؟ میری اولاد کہاں ہے؟ میری بیوی کہاں ہے؟ تو کہا جائے گا کہ انہوں نے تیرے جیسے عمل نہیں کیے تو وہ کہے گا کہ میں نے اپنے لیے اور ان کے لیے عمل کیے تھے تو کہا جائے گا کہ تم ان کو بھی جنت میں داخل کر دو۔

⑨ ”وقهم السيئات“ سزاؤں سے ”ومن تقى السيئات“ یعنی اور جس کو تو سزاؤں سے بچالے اور کہا گیا ہے کہ برائیوں کی جزاء سے۔ ”یومئذ فقد رحمته وذلك هو الفوز العظيم“

⑩ ”ان الذين كفروا ينادون“ قیامت کے دن اور وہ آگ میں ہوں گے اور وہ اپنے نفس کو رنجیدہ کر چکے ہوں گے جب ان پر ان کی برائیاں پیش کی گئی ہوں گی اور عذاب کا مشاہدہ کر چکے ہوں گے تو ان کو کہا جائے گا۔ ”لمقت الله اكبر من مقتكم انفسكم اذ تدعون الى الايمان فتكفرون“ یعنی جب دنیا میں تم کو ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم انکار تو اس وقت تم پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اس سے بڑھی ہوئی تھی جو آج تم پر عذاب اترنے کے وقت تمہیں ہو رہی ہے۔

⑪ ”قالوا ربنا امتنا اثنتين واحييتنا اثنتين“ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور قتادہ اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے آباء کی پشتوں میں مردہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں زندہ کر دیا۔ پھر ان کو وہ موت دی جس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ پھر ان کو زندہ کرے گا بعث کے لیے قیامت کے دن۔ پس یہ دو موتیں اور دو زندگیاں ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ”كيف تكفرون بالله وكنتم امواتا فاحياكم ثم يميتكم ثم يحييكم“ کی طرح ہے اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں دنیا میں موت دیئے گئے پھر ان کو زندہ کیا جائے قبر میں سوال کے لیے۔ پھر ان کو موت دی جائے گی ان کی قبروں میں، پھر آخرت میں زندہ کیے جائیں گے۔ ”فاعترفنا بذنوبنا فهل الى خروج من سبيل“ یعنی آگ سے دنیا کی طرف نکلنے کا کہ پھر ہم اپنے اعمال کی اصلاح کریں اور تیری فرمانبرداری کے عمل کریں۔ اس کی نظیر ”هل الى مودة من سبيل“ ہے۔

⑫ ”ذلكم بانہ اذا دعى الله وحده كفرتكم“ اس میں عبارت چھوڑی گئی ہے اس کی ضرورت نہ تھی کیوں کہ ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا مجاز یہ ہے کہ ان کو جواب دیا گیا کہ اس کی کوئی راہ نہیں ہے اور یہ عذاب اور جہنم میں ہمیشہ رہنا اس وجہ سے ہے کہ تمہیں ایک خدا کی طرف بلایا گیا تو تم نے انکار کیا۔

یعنی جب لا الہ الا اللہ کہا گیا تو تم نے انکار کیا اور تم نے کہا ”اجعل الالهة الہا واحدا، وان یشرك به“ اس کے غیر کو ”تؤمنوا“ تم اس شرک کی تصدیق کرتے ہو۔ ”فالحکم لله العلی الکبیر“ ایسا کہ نہ اس سے کوئی بلند ہے اور نہ کوئی بڑا۔

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ وَيُنَزِّل لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُنِيبُ ۚ فَادْعُوا
 اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۙ رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ
 مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنزِلَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۙ يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ لَا يَخْفَى عَلَى
 اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۙ الْيَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا
 كَسَبَتْ ۙ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۙ وَانذِرْهُمْ يَوْمَ الْأَزْفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ
 لَدَى الْحَنَاجِرِ كَظِيمِينَ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ۙ

تذکرہ وہی ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور (وہی ہے جو) آسمان سے تمہارے لئے رزق بھیجتا ہے اور صرف
 وہی شخص نصیحت قبول کرتا ہے جو (خدا کی طرف) (رجوع کرنے کا ارادہ) کرتا ہے سو تم لوگ خدا کو خالص اعتقاد کر
 کے پکارو گو کافروں کو ناگوار (ہی) کیوں نہ ہو وہ رفیع الدرجات ہے وہ عرش کا مالک ہے وہ اپنے بندوں میں سے
 جس پر چاہتا ہے وحی یعنی اپنا حکم بھیجتا ہے تاکہ (وہ صاحب وحی لوگوں کو) اجتماع کے دن (یعنی قیامت کے دن
 سے) ڈرائے جس دن سب لوگ (خدا کے سامنے) آ موجود ہوں گے) کہ ان کی بات خدا سے مخفی نہ رہے گی
 آج کے روز کسی کی حکومت ہوگی بس اللہ ہی کی ہوگی جو یکتا (اور) غالب ہے آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا
 جاوے گا آج (کسی پر) ظلم نہ ہوگا اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے اور آپ ان لوگوں کو ایک قریب آنے
 والے مصیبت کے دن سے (کہ روز قیامت ہے) ڈرائیے جس وقت کلیجے منہ کو آ جاویں گے (اور غم سے) گھٹ
 گھٹ جاویں گے (اس روز) ظالموں کا نہ کوئی ولی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی ہوگا جس کا کہا مانا جاوے۔

تفسیر ۱۳ "هو الذي يريكم آياته وينزل لكم من السماء رزقا" یعنی بارش جو رزق کا سبب ہے۔ "وما
 يتذكر" اور ان آیات سے نصیحت حاصل نہیں کرتا، "إلا من ينيب" جو تمام امور میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔

۱۴ "فادعوا الله مخلصين له الدين" طاعت و عبادت "ولو كره الكافرون"

۱۵ "رفيع الدرجات" جنت میں انبیاء اور اولیاء کے درجات بلند کرنے والا ہے۔ "ذو العرش" عرش کا خالق و مالک
 ہے۔ "يلقي الروح" وحی اتارتا ہے۔ اس کو روح کا نام دیا اس لیے کہ وحی کے ذریعے دل زندہ کیے جاتے ہیں۔ جیسا کہ جسم
 روح کے ذریعے زندہ کیے جاتے ہیں۔ "من امره" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے فیصلہ سے اور کہا گیا ہے
 کہ اس کے قول سے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے حکم کے ذریعے۔ "على من يشاء من عباده لينذر" یعنی تاکہ
 نبی علیہ السلام وحی کے ذریعے ڈرائیں۔

”یوم التلاق“ اور یعقوب نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے یعنی تاکہ اے محمد! آپ ڈرائیں تلاق کے دن سے یعنی جس دن آسمان والے اور زمین والے ملیں گے۔ قتادہ اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس دن میں خالق و مخلوق کی ملاقات ہوگی۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بندوں کی ملاقات ہوگی اور میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظالم و مظلوم اور باہم جھگڑنے والوں کی ملاقات ہوگی اور کہا گیا ہے کہ عبادت کرنے والے اور ان کے معبودین کی ملاقات ہوگی اور کہا گیا ہے کہ اس دن میں آدمی کی اپنے عمل کے ساتھ ملاقات ہوگی۔

⑩ ”یوم ہم بارزون“ اپنی قبروں سے نکلیں گے بالکل ظاہر ہوں گے کوئی چیز ان کو نہ چھپائے گی۔ ”لا ینحفی علی اللہ منہم“ ان کے اعمال و احوال میں سے ”شیء“ اور اللہ تعالیٰ اس دن مخلوق کے فناء ہونے کے بعد کہیں گے۔ ”لمن الملک الیوم“ کوئی اللہ تعالیٰ کو جواب دینے والا نہ ہوگا تو بذات خود جواب دیتے ہوئے فرمائیں گے ”للہ الواحد القہار“ جو مخلوق کو موت دے کر غالب آ گیا۔

⑪ ”الیوم تجزی کل نفس بما کسبت“ نیک کو اس کی نیکی اور برے کو اس کی برائی کا بدلہ دیا جائے گا۔ ”لا ظلم الیوم ان اللہ سریع الحساب“

⑫ ”وانذرہم یوم الآزفة“ یعنی قیامت کے دن سے۔ قیامت کا یہ نام رکھا گیا ہے کیونکہ وہ قریب ہے اس لیے کہ ہر آنے والی چیز قریب ہے اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان ”ازفت الآزفة“ ہے۔ یعنی قیامت قریب ہوگئی۔ ”اذالقلوب لدى الحناجر“ یہ اس وجہ سے دل اپنی جگہ سے خوف کی وجہ سے ہٹ کر گلے تک پہنچ آئیں گے۔ پھر وہ اپنی جگہ پر واپس نہیں جائیں گے اور ان کے منہ سے باہر بھی نہ نکلیں گے کہ وہ مرجائیں اور راحت حاصل کر سکیں۔

”کاظمین“ غم زدہ خوف اور غم سے بھرے ہوئے اور ”کظم“ غصہ اور خوف و غم کا دل میں آنا جانا جس کی وجہ سے دل تنگ ہو جائے۔ ”ماللظالمین من حمیم“ کوئی قریب جو ان کو نفع دے۔ ”ولا شفیع یطاع“ کہ ان کے بارے میں سفارش قبول کی جائے۔

یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ⑬ وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ⑭ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارًا فِي الْأَرْضِ فَآخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَاقٍ ⑮ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَآخَذَهُمُ اللَّهُ إِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ⑯ وَالْقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ⑰ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سِحْرٌ كَذَّابٌ ⑱ فَلَمَّا جَاءَ

هُم بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ وَمَا كَيْدُ
الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ 25 وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَى وَلْيَدْعُ رَبَّهُ إِنِّي أَخَافُ أَنْ
يَبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ 26

﴿تفسیر﴾ وہ (ایسا ہے) کہ آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے اور ان (باتوں) کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں اور اللہ تعالیٰ
ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے گا اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارا کرتے ہیں وہ کی طرح کا بھی فیصلہ نہیں کر سکتے (کیونکہ)
اللہ ہی سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو (کافر) لوگ
ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا کیسا انجام ہوا وہ لوگ قوت اور نشانیوں میں جو کہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں ان سے
بہت زیادہ تھے سو ان کے گناہوں کی وجہ سے خدا نے ان پر دارو گیر فرمائی اور ان کا کوئی خدا (کے عذاب) سے
بچانے والا نہ ہوا۔ یہ (مواخذہ) اس سبب سے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آتے رہے پھر
انہوں نے نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مواخذہ فرمایا بے شک وہ بڑی قوت والا سخت سزا دینے والا ہے اور ہم نے
موسیٰ کو اپنے احکام اور کھلی دلیل کے ساتھ فرعون اور ہامان اور قارون کے پاس بھیجا تو ان لوگوں نے یہ کہا کہ یہ
جادوگر (اور) جھوٹا ہے پھر (اس کے بعد) جب وہ (عام) لوگوں کے پاس دین حق جو ہماری طرف سے تھا لے کر
آئے تو ان (مذکور) لوگوں نے (بطور مشورہ کے) کہا کہ جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لے آئے ہیں ان کے بیٹوں کو
قتل کر ڈالو اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دو اور ان کافروں کی تدبیر محض بے اثر رہی اور فرعون نے (اہل دربار
سے) کہا کہ مجھ کو چھوڑو میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں اور اس کو چاہئے کہ اپنے رب کو (مدد کے لئے) پکارے اور مجھ کو
اندیشہ ہے کہ وہ (کہیں) تمہارا دین (نہ) بدل ڈالے۔ یا ملک میں کوئی خرابی (نہ) پھیلا دے۔

﴿تفسیر﴾ 19 "يعلم خائنة الاعين" یعنی ان کی خیانت کو اور یہ خیانت چوری چپکے ایسی چیز پر نظر ڈالنا جس کو دیکھنا حلال نہیں
ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آنکھوں کا اس چیز کی طرف دیکھنا جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔ "وما تخفي الصدور"
20 "والله يقضى بالحق والذين يدعون من دونه" یعنی بتوں کی۔ "لا يقضون بشيء" اس لیے کہ نہ وہ کچھ
جانتے ہیں اور نہ کسی چیز پر قادر ہیں۔ نافع رحمہ اللہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے "تدعون" تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات
نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ "ان الله هو السميع البصير"

21 "اولم يسيروا في الارض فينظروا كيف كان عاقبة الذين كانوا من قبلهم كانوا هم اشد منهم
قوة" ابن عامر رحمہ اللہ نے منکم کاف کے ساتھ پڑھا ہے اور اسی طرح ان کے مصاحف میں ہے۔ "وآثارا في الارض"
پس ان کو اس نے نفع نہ دیا۔ "فاخذهم الله بلذونهم وما كان لهم من الله من واق" جو ان سے عذاب دور کرے۔

(22) ”ذَلِك“ یعنی یہ عذاب جو ان پر نازل ہوا ہے۔ ”بَانِهِمْ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رِسَالُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَكْفَرُوا فَآخَذَهُمُ اللَّهُ أَنَّهُ قَوِي شَدِيدُ الْعِقَابِ“

23 ولقد ارسلنا موسى بآياتنا وسلطان مبين.

24 الى فرعون وهامان وقارون فقالوا ساحر كذاب.

25 فلما جاءهم بالحق من عندنا قالوا ”یعنی فرعون اور اس کی قوم۔“ اقتلوا ابناء الذين امنوا معه ”قما دہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ پہلے قتل عام کے علاوہ ہے۔ اس لیے کہ فرعون بچوں کے قتل سے رُک چکا تھا پھر جب موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی تو بنی اسرائیل پر قتل کا اعادہ کیا تو اس کا معنی یہ ہے کہ ان پر قتل کا اعادہ کرو۔“ واستحيوا نساءهم ”تاکہ وہ ان کو موسیٰ علیہ السلام کی پیروی اور مدد کرنے سے روکیں۔“ وما كيد الكافرين ”نہیں تھا۔ فرعون اور اس کی قوم کا مکر اور حیلہ“ الا في ضلال ”یعنی ان کی تدبیر باطل ہو گئی اور ان کو اس چیز نے گھیر لیا جس کا اللہ نے ان کے بارے میں ارادہ کیا تھا۔

26 ”وقال فرعون“ اپنے سرداروں کو ”ذروني اقتل موسى“ اس نے یہ اس وجہ سے کہا کہ فرعون کی قوم کے خاص افراد میں ایسے لوگ بھی تھے جو فرعون کو ہلاکت کے خوف سے موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے باز رکھتے تھے۔ ”وليدع ربه“ یعنی اور چاہیے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کو پکاریں جس نے ان کے گمان کے مطابق ان کو ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے تو وہ ان کو ہم سے بچالے۔

”انني اخاف ان يبذل“ وہ تبدیل کر دے۔ ”دينكم“ جس پر تم ہو۔ ”او ان يظهر في الارض الفساد“ یعقوب اور اہل کوفہ نے ”او ان يظهر“ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے ”وان يظهر“ پڑھا ہے اور اہل مدینہ اور بصرہ اور حفص رحمہم اللہ نے ”يظهر“ یاء کے پیش اور ہاء کی زیر کے ساتھ متعدی پڑھا ہے۔ ”الفساد“ اس پر نصب فرمان باری تعالیٰ ”ان يبذل دينكم“ کی وجہ سے ہے تاکہ یہ دونوں فعل ایک ترتیب پر ہو جائیں اور دیگر حضرات نے یاء اور ہاء کے زبر کے ساتھ فعل لازمی پڑھا ہے۔

”الفساد“ پیش کے ساتھ اور فساد سے دین کو تبدیل کرنا اور اس (فرعون) کے علاوہ کی عبادت کرنا ہے۔

وَقَالَ مُوسَىٰ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ 27 وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ. وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَإِنْ يَكُ صَادِقًا يُصِيبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَابٌ 28

27 اور موسیٰ نے (جب یہ بات سنی تو) کہا کہ میں اپنے اور تمہارے (یعنی سب کے) پروردگار کی پناہ لیتا ہوں ہر خردماغ شخص (کے شر) سے جو روز حساب پر یقین نہیں رکھتا اور (اس مجلس مشورہ میں) ایک مومن شخص نے جو کہ فرعون کے خاندان سے تھے (اور اب تک) اپنا ایمان پوشیدہ رکھتے تھے کہا کیا تم ایک شخص کو (محض) اس بات پر قتل

کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے (اس دعویٰ پر) دلپس (بھی) لے کر آیا ہے اور اگر (بالفرض) وہ جھوٹا ہی ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہو تو وہ جو پیشین گوئی کر رہا ہے اس میں سے کچھ تو تم پر (ضروری) آ پڑے گا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مقصود تک نہیں پہنچاتا جو (اپنی) حد سے گزر جانے والا بہت جھوٹ بولنے والا ہو۔

﴿۲۷﴾ "وقال موسى" جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کی دھمکی دی۔ "اننى عدت بربى وربكم من كل متكبر لا يؤمن بيوم الحساب."

﴿۲۸﴾ "وقال رجل مؤمن من آل فرعون يكتُم ايمانه" اس مؤمن کی تعیین میں اختلاف ہے۔ سدی اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قبلی تھا فرعون کا چچا زاد بھائی اور یہ وہی شخص ہے جس کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ یوں بیان کیا "وجاء رجل من اقصى المدينة يسهى" اور بعض کا قول ہے کہ یہ اسرائیلی تھا اور آیت کی اصل ترتیب یوں ہوگی "وقال رجل مؤمن يكتُم ايمانه من آل فرعون" اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر علماء رحمہم اللہ کے نزدیک اس کا نام حزقیل تھا۔ اور ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا نام جبریل تھا اور کہا گیا ہے کہ جو شخص آل فرعون میں سے ایمان لایا تھا اس کا نام حبیب تھا۔ "اتقتلون رجلا ان يقول ربى الله لان يقول الاية" یعنی اس لیے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔ "وقد جاءكم بالبينات من ربكم وان يك كاذبا فعليه كذبه" تم کو یہ کچھ نقصان نہ دے گا۔ "وان يك صادقا" تم نے اس کی تکذیب کر دی اس کے سچا ہونے کے باوجود "يصبكم بعض الذى يعدكم" ابو عبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض سے کل مراد ہے۔ یعنی اگر تم نے اس کو سچا ہونے کے باوجود قتل کر دیا تو تم پر وہ عذاب آئے گا جس کا وہ وعدہ کرتا ہے۔

لیٹ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض کے یہاں صلہ سے مراد یہ ہے "يصبكم الذى يعدكم" یعنی تم کو وہ چیز پہنچے گی جس کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے اور اہل معانی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حجاج کے بارے میں اپنے ظاہر پر ہے گویا کہ اس نے یہ کہا کہ اس کے سچا ہونے کا کم سے کم نتیجہ یہ ہے کہ تم کو اس کی وعدہ کی ہوئی بعض چیز پہنچے گی اور اس بعض میں ہی تمہاری ہلاکت ہے۔ پس بعض کا ذکر کل کو ثابت کرنے کے لیے ہے۔ "ان الله لا يهدى" اپنے دین کی طرف "من هو مسرف" مشرک ہو۔ "كذاب" اللہ پر۔ عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا کہ مجھے بتائیں کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے سخت کیا تکلیف دی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے کو پکڑ لیا اور اپنا کپڑا آپ علیہ السلام کی گردن میں لپیٹ لیا اور خوب زور سے گلا گھونٹا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور اس کے کندھے کو پکڑ کر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کیا اور کہا "اتقتلون رجلا ان يقول ربى الله وقد جاءكم بالبينات من ربكم"

يَقَوْمَ لَكُمْ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظَهَرِينَ فِي الْأَرْضِ فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا
 قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ 29 وَقَالَ الَّذِي آمَنَ
 يَقَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ 30 مِثْلَ دَابِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ
 مِنْ بَعْدِهِمْ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ 31 وَيَقَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ 32

﴿تفسیر﴾ اے میرے بھائیو! آج تو تمہاری سلطنت ہے کہ اس سرزمین میں تم حاکم ہو۔ سو خدا کے عذاب میں جاری
 کون مدد کرے گا اگر (ان کے قتل کرنے سے) وہ ہم پر آ پڑا فرعون نے (یہ تقریر سن کر جواب میں) کہا کہ میں تو تم کو
 وہی رائے دوں گا جو خود سمجھ رہا ہوں (کہ ان کا قتل ہی مناسب ہے) اور میں تم کو عین طریق مصلحت بتاتا ہوں اور
 اس مومن نے کہا صاحبو! مجھ کو تمہاری نسبت اور امتوں کے سے روز بد کا اندیشہ ہے۔ جیسا قوم نوح اور عاد اور ثمود اور
 ان کے بعد والوں (یعنی قوم لوط وغیرہ) کا حال ہوا تھا اور خدا تعالیٰ تو بندوں پر کسی طرح ظلم نہیں چاہتا اور صاحبو! مجھ
 کو تمہاری نسبت اس دن کا اندیشہ ہے۔ جس میں کثرت سے ندائیں ہوں گی۔

﴿تفسیر﴾ 29..... ”یا قوم لکم الملک الیوم ظاہرین فی الارض“ ملک مصر میں غائب ہو گئے۔ ”فمن ینصرنا
 من بآس اللہ“ کون ہمیں اللہ کے عذاب سے بچائے گا۔ ”ان جاءنا“ اور معنی یہ ہے کہ آج تمہارے پاس بادشاہت ہے تو تم
 تکذیب اور نبی کو قتل کر کے اللہ کے عذاب کو دعوت نہ دو کیوں کہ اگر اللہ کا عذاب آ گیا تو تم سے اس کو روکنے والا کوئی نہ ہوگا۔
 ”قال فرعون ما اریکم“ رائے اور خیر خواہی سے۔ ”الا ما اری“ اپنی ذات کے لیے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ
 مطلب یہ ہے کہ میں تمہیں وہی بات بتا رہا ہوں جو میں خود جانتا ہوں۔ ”وما اهدیکم الا سبیل الرشاد“ یعنی میں تمہیں
 صرف ہدایت کے راستے کی طرف بلاتا ہوں۔

30 ”وقال الذی امن یا قوم انی اخاف علیکم مثل یوم الاحزاب مثل داب قوم نوح و عاد و ثمود
 والذین من بعدہم“ یعنی تکذیب پر ڈٹ جانے میں ان کی عادت کی طرح ہے یہاں تک کہ ان کے پاس عذاب آ گیا۔ ”وما
 اللہ یرید ظلما للعباد“ یعنی ان پر حجت لازم کرنے سے پہلے ان کو ہلاک نہیں کرتا۔

31 ”ویاقوم انی اخاف علیکم یوم التناد“ قیامت کے دن تمام لوگوں کو ان کے پیشوا کے ساتھ پکارا جائے گا اور وہ
 ایک دوسرے کو پکاریں گے۔ پس جنت والے جہنم والوں کو پکاریں گے اور جہنم والے جنت والوں کو اور اعراف والے بھی پکارے
 جائیں گے اور سعادت و شقاوت کے ساتھ آواز لگائے جائیں گے کہ سن لو فلاں بن فلاں نیک بخت ہو گیا۔ اس کے بعد وہ کبھی
 ناکام نہ ہوگا اور فلاں بن فلاں نامراد ہوا۔ اس کے بعد کبھی نیک بخت نہ ہوگا اور موت کو ذبح کرنے کے وقت آواز لگائی جائے
 گی۔ اے اہل جنت! ہمیشہ کارہنا ہے اب کوئی موت نہیں ہے اور اہل جہنم! ہمیشہ کارہنا ہے اب کوئی موت نہ ہوگی اور ابن عباس

رضی اللہ عنہما اور ضحاک رحمہ اللہ نے یوم التنادال کی شد کے ساتھ پڑھا ہے۔

یعنی یوم التنافر۔ یہ اس وجہ سے کہ وہ ایسے بدک کر بھاگیں گے جیسے اونٹ اپنے مالک سے بدک کر بھاگتا ہے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح جب وہ آگ کی آواز سنیں گے تو گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوں گے، پھر وہ جس طرف بھی جائیں گے وہاں فرشتے صف بنا کر کھڑے ہوں گے تو وہ آخر اس جگہ واپس آجائیں گے جس میں پہلے تھے تو یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ”والمک علی ارجائہا“ اور اس کا قول ”یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا“

يَوْمَ تُولُونَ مُدْبِرِينَ مَالِكُم مِّنَ اللّٰهِ مِّنْ عَاصِمٍ وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾ وَ لَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَاءَكُمْ بِهِ حَتّٰى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ نَّبْعَثَ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِهِ رَسُوْلًا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ﴿٣٤﴾

﴿تجاہ﴾ جس روز (موقف حساب سے) پشت پھیر کر (دوزخ کی طرف) لوٹو گے (اور اس وقت) تم کو خدا سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور جس کو خدا ہی گمراہ کرے اس کا ہدایت کرنے والا کوئی نہیں اور اس سے قبل تم لوگوں کے پاس یوسف (علیہ السلام) دلائل (توحید و نبوت کے) لے کر آچکے ہیں سو تم ان امور میں برابر شک ہی میں رہے جو وہ تمہارے پاس لے کر آئے تھے حتیٰ کہ جب ان کی وفات ہو گئی تو تم لوگ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ بس اب کسی رسول کو نہ بھیجے گا اسی طرح اللہ تعالیٰ آپے سے باہر جانے والوں (اور) شبہات میں گرفتار رہنے والوں کو غلطی میں ڈالے رکھتا ہے۔

﴿تفسیر﴾ ﴿٣٣﴾ ”یوم تولون مدبرین“ حساب کی جگہ سے آگ کی طرف پھرنے والے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بھاگنے والے عاجز نہ کر سکو گے۔ ”مالکم من اللہ من عاصم“ جو تم کو اس کے عذاب سے بچائے۔ ”ومن یضلل اللہ فما له من هاد۔“

﴿٣٤﴾ ولقد جاءکم یوسف من قبل“ یعنی یوسف بن یعقوب علیہ السلام اس سے پہلے یعنی موسیٰ علیہ السلام سے پہلے۔ ”بالبینات“ اس سے یوسف علیہ السلام کا قول ”ء ارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار“ مراد ہے۔ ”فما زلتُم فی شک مما جاءکم بہ“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت سے۔ ”حتیٰ اذا هلک“ وفات پا گئے۔ ”قلتم لن یبعث اللہ من بعدہ رسولاً“ یعنی تم اپنے کفر پر قائم رہے اور تم نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ تم پر نئی حجت نہ بھیجیں گے۔ ”کذلک یضلل اللہ من ہو مسرف“ مشرک ہو۔ ”مرتآب“ شک کرنے والا۔

بِالَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ كَبْرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا.
 كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى كُلِّ قَلْبٍ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ 35 وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَهَامُنُ ابْنِ لِي صِرْحًا
 لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ 36 أَسْبَابَ السَّمَوَاتِ فَأَطَّلِعَ إِلَى إِلِهِ مُوسَى وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا
 وَكَذَلِكَ زَيْنَ لِفِرْعَوْنَ سُوءَ عَمَلِهِ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيلِ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ 37
 وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَوْمَ اتَّبَعُونِ أَهْدِكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ 38 يَقُومُ إِنَّمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ
 وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ 39 مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِمَّنْ
 ذَكَرَ أَوْ أُنْشِيَ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ 40

جو بلا کسی سند کے کہ ان کے پاس موجود ہو۔ خدا کی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں اس (کج بجشی) سے خدا تعالیٰ کو بھی بڑی نفرت ہے اور مومنین کو بھی اور اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور جابر کے پورے قلب پر مہر کر دیتا ہے اور فرعون نے کہا اے ہامان میرے واسطے ایک بلند عمارت بناؤ شاید میں آسمان پر جانے کی راہوں تک پہنچ جاؤں۔ پھر (وہاں جا کر) موسیٰ کے خدا کو دیکھوں بھالوں اور میں تو موسیٰ کو جھوٹا سمجھتا ہی ہوں اور اسی طرح فرعون کی (اور) بد کرداریاں (بھی) اس کو مستحسن معلوم ہوتی تھیں اور وہ (سیدھے) رستہ سے رک گیا اور فرعون کی ہر تدبیر غارت ہی گئی اور اس مومن نے کہا کہ اے میرے بھائیوں تم میری راہ پر چلو میں تم کو ٹھیک ٹھیک رستہ بتلاتا ہوں اے میرے بھائیو! یہ دنیوی زندگانی محض چند روزہ ہے اور (اصل) ٹھہرنے کا مقام تو آخرت ہے (جہاں جزا کا یہ قانون ہے کہ) کہ جو شخص گناہ کرتا ہے اس کو تو برابر برابر ہی بدلہ ملتا ہے اور جو نیک کام کرتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو ایسے لوگ جنت میں جاویں گے (اور) وہاں بے حساب ان کو رزق ملے گا۔

تفسیر 35..... "الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ" ترجمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مسرف اور مرتاب کی تفسیر ہے یعنی جو لوگ اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں یعنی تکذیب کر کے ان کو باطل کرنے میں۔ "بغیر سلطان" بغیر حجت کے "اتاہم" اللہ کی طرف سے "کبر مقتا" یعنی یہ جھگڑا بڑا ہے ناراضگی میں۔ "عند اللہ وعند الذين امنوا كذلك يطبع الله على كل قلب متكبر جبار" ابو عمر و اور ابن عامر رحمہما اللہ نے "قلب" کو تنوین کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے اضافت کے ساتھ پڑھا ہے، اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت ہے۔ "على كل قلب متكبر جبار"

36 "وقال فرعون" اپنے وزیر کو "یا ہامان ابن لی صرحاً" الصرح ایسی واضح عمارت جو دور سے دیکھنے والوں پر بھی مخفی نہ ہو اور اس کی اصل تصریح سے ہے بمعنی اظہار "لعلی ابلغ الاسباب،

37 اسباب السموات“ یعنی اس کے راستے اور اس کے دروازے ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک۔

”فاطلع الی اللہ موسیٰ“ اکثر حضرات کی قرأت عین کے پیش کے ساتھ ہے۔ ”ابلاغ الاسباب“ کے مطابق اور حفص رحمہ اللہ نے عاصم رحمہ اللہ سے عین کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور یہی حمید اعرج کی قرأت ہے فاء کے ساتھ ”لعل“ کا جواب ہونے کی بناء پر ”وانی لاظنہ“ یعنی موسیٰ علیہ السلام کو ”کاذبا“ اس بات میں جو وہ کہتے ہیں کہ ان کا میرے سوارب ہے۔ ”و کذلک زین لفرعون سوء عملہ و صدعن السبیل“ اہل کوفہ اور یعقوب نے ”و صدع“ کو صاد کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے ”زین لفرعون“ کے مطابق۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو ہدایت کے راستے سے روک دیا اور دیگر حضرات نے زبر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی فرعون نے لوگوں کو سیدھے راستے سے روک دیا۔ ”وما کید فرعون الا فی تباب“ یعنی اللہ تعالیٰ آیات اور موسیٰ علیہ السلام کی نشانیوں کو باطل کرنے میں اس کی ہر تدبیر خسارے اور ہلاکت میں تھی۔

38 ”وقال الذی امن یا قوم اتبعون اهدکم سبیل الرشاد“ ہدایت کا راستہ۔

39 ”یا قوم انما هذه الحیوة الدنیا متاع“ تھوڑا سا نفع ہے جو تم اٹھاؤ گے پھر ختم ہو جائے گا۔ ”وان الآخرة ہی دار القرار“ ایسا جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

40 ”من عمل سیئة فلا یجزی الا مثلها ومن عمل صالحا من ذکر او انشی وهو مؤمن فاولئک یدخلون الجنة یرزقون فیها بغير حساب“ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنت میں جو خیر بھی دیئے جائیں گے اس کی کوئی پوچھ گچھ نہ ہوگی۔

و یقوم مالی ادعواکم الی النجوة و تدعونی الی النار 41 تدعونی لا کفر باللہ و اشرك
به ما لیس لی به علم و انا ادعواکم الی العزیز الغفار 42 لا جرم انما تدعونی الیہ لیس له
دعوة فی الدنیا و لا فی الآخرة و ان مر دنا الی اللہ و ان المسرفین هم اصحاب النار 43
فستذکرون ما اقول لکم و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیرم بالعباد 44 فو قہ اللہ
سیات ما مکروا و حاق بال فرعون سوء العذاب 45 النار یعرضون علیہا غدوا و عشیما
و یوم تقوم الساعة ادخلوا ال فرعون أشد العذاب 46

اور میرے بھائیو! کیا بات ہے کہ میں تو تم کو (طریق) نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھ کو دوزخ کی طرف بلاتے ہو (یعنی) تم مجھ کو اس بات کی طرف بلاتے ہو کہ میں خدا کے ساتھ کفر کروں اور ایسی چیز کو اس کا جھمی بناؤں جس (کے سا جھمی ہونے) کی میرے پاس کوئی بھی دلیل نہیں اور میں تم کو خدا زبردست خطا بخش کی طرف بلاتا ہوں یعنی بات یہ ہے کہ تم جس چیز (کی عبادت) کی طرف مجھ کو بلاتے ہو وہ نہ تو دنیا ہی میں پکارے جانے لائق ہے اور

نہ آخرت ہی میں اور (یقینی بات ہے) کہ ہم سب کو خدا کے پاس جانا ہے اور جو لوگ دائرہ (عبودیت) سے نکل رہے ہیں وہ سب دوزخی ہوں گے سو آگے چل کر تم میری بات کو یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سب بندوں کا نگران ہے پھر خدا تعالیٰ نے اس (مومن) کو ان لوگوں کی مضرت دبیروں سے محفوظ رکھا اور فرعون والوں پر (مع فرعون کے) موذی عذاب نازل ہوا (جس کا آگے بیان ہے کہ) اور جس روز قیامت ہوگی حکم ہوگا (کہ) فرعون والوں کو (مع فرعون کے) نہایت سخت آگ میں داخل کرو۔

41 ”ویاقوم مالی ادعوکم الی النجاة“ یعنی تمہیں کیا ہو گیا ہے جیسے عرب کہتے ہیں ”مالی اراک حزینا؟“ یعنی (مالک) تجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں تجھے غمگین دیکھ رہا ہوں۔ اب مطلب یہ ہے کہ تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارا کیا حال ہے کہ میں تمہیں اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ آگ سے نجات کی طرف بلاتا ہوں۔ ”وتدعوننی الی النار“ اس شرک کی طرف جو جہنم کو واجب کرتا ہے۔ پھر تفسیر کرتے ہوئے کہا۔

42 ”تدعوننی لا کفر باللہ و اشرك به ماليس لی به علم و انا ادعوکم الی العزیز الغفار“ ان لوگوں سے اپنے انتقام میں غالب ہے جس نے کفر کیا اور اہل توحید کے گناہوں کو بخشنے والا ہے۔

43 ”لاجرم“ ثابت ہے ”ان ما تدعوننی الیہ“ یعنی بتوں کی طرف ”لیس له دعوة فی الدنیا ولا فی الآخرة“ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا و آخرت میں اس کی پکار پر لبیک کوئی نہیں کہے گا اور کہا گیا ہے کہ اس کی عبادت کی طرف دنیا میں کوئی دعوت نہیں ہے اس لیے کہ بت رب ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے اور نہ اپنی عبادت کی طرف بلاتے ہیں اور آخرت میں وہ اپنے عبادت گزاروں سے برأت (بیزاری) ظاہر کریں گے۔ ”وان مردنا الی اللہ“ ہمارا لوٹنا اللہ کی طرف ہے تو وہ ہر ایک کو وہی بدلہ دے گا جس کا وہ مستحق ہے۔ ”وان المسرفین“ مشرکین ”ہم اصحاب النار“

44 ”فستذکرون ما اقول لکم“ جب تم عذاب کا مشاہدہ کر لو گے تو اس وقت کا یاد آنا تمہیں نفع نہ دے گا۔ ”وافوض امری الی اللہ“ اور یہ اس وجہ سے کہا کہ انہوں نے اپنے دین کی مخالفت کرنے کی وجہ سے دھمکیاں دی تھیں۔ ”ان اللہ بصیر بالعباد“ حق اور باطل کو خوب جانتا ہے۔ پھر مومن ان کے بیچ سے چلا گیا، انہوں نے اس کو تلاش کیا لیکن وہ نہ ملا۔

45 ”فوقاہ اللہ سیئات ما مکروا“ جو انہوں نے اس کے بارے میں برا ارادہ کیا۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات پا گیا حالانکہ وہ قبطنی تھا ”وحاق“ اترا ”بال فرعون سوء العذاب“ دنیا میں غرق ہو جانا اور آخرت میں دوزخ کے اندر چلے جانا۔

46 اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ”النار“ یہ مرفوع ہے السوء سے بدل ہونے کی بناء پر ”يعرضون علیہا غدوا وعشيا“ صبح اور شام کو۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آل فرعون کی روئیں سیاہ پرندوں کے پیٹوں میں ہیں، دن میں دو مرتبہ آگ پر پیش کی جاتی ہیں صبح اور شام آگ پر آتی ہیں اور کہا جاتا ہے اے آل فرعون! یہ تمہارا ٹھکانہ ہے قیامت قائم ہونے تک اور قتادہ،

مقاتل، سدی اور کلبی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ہر کافر کی روح آگ پر صبح و شام پیش کی جاتی رہے گی جب تک دُنیا قائم ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک جب مرجاتا ہے تو اس پر اس کا ٹھکانہ صبح و شام پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ اہل جنت میں سے ہے تو اہل جنت میں سے اور اگر اہل نار میں سے ہے تو اہل نار میں سے۔ پھر اس کو کہا جائے گا یہ تیرا ٹھکانہ ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنی طرف قیامت کے دن اٹھائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کے ٹھکانے کی قیامت کے دن خبر دیں گے۔ تو فرمایا:

”وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ ادْخُلُوا“ ابن کثیر، ابن عامر، ابو عمرو اور ابو بکر رحمہم اللہ نے ”السَّاعَةُ ادْخُلُوا“ الف و صلی کو حذف کر کے اور ابتداء میں اس کے پیش کے ساتھ اور خاء کے پیش کے ساتھ دخول سے پڑھا ہے۔ یعنی ان کو کہا جائے گا کہ تم داخل ہو جاؤ اے ”آل فرعون اشد العذاب“ اور دیگر حضرات نے الف قطعی اور خاء کی زیر کے ساتھ ادخال سے پڑھا ہے یعنی فرشتوں کو کہا جائے گا کہ تم آل فرعون کو سخت عذاب میں داخل کرو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ عذاب کی دیگر اقسام مراد ہیں جو ان کے علاوہ ہیں جو وہ پہلے دیئے جا چکے ہیں جیسے غرق وغیرہ۔

وَإِذْ يَتَحَاجُّونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ الضُّعْفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ مُغْنُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِّنَ النَّارِ ④۷ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُلٌّ فِيهَا إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ④۸ وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ④۹ قَالُوا أَوْلَمْ تَأْتِكُمْ رُسُلُكُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا بَلَى قَالُوا فَادْعُوا وَمَا دُعَاؤُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ⑤۰ إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالدِّينَ أَمْنًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ⑤۱ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعَذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ⑤۲

تحریر اور جب کہ کفار دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو ادنیٰ درجہ کے لوگ (یعنی تابعین) بڑے درجہ کے لوگوں سے کہیں گے کہ ہم (دنیا میں) تمہارے تابع تھے سو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی جزو ہٹا سکتے ہو وہ بڑے لوگ کہیں گے کہ ہم بھی دوزخ میں ہیں اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا اور (اس کے بعد) جتنے لوگ دوزخ میں ہوں گے جہنم کے موکل فرشتوں سے (درخواست کے طور پر) کہیں گے کہ تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ کسی دن تو ہم سے عذاب ہلکا کر دے فرشتے کہیں گے کہ (یہ بتلاؤ) کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر معجزات لے کر نہیں آتے رہے دوزخ میں کہیں گے کہ ہاں آتے تو رہے تھے فرشتے کہیں گے کہ پھر تم ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا محض بے اثر ہے ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیوی زندگانی میں بھی مدد کرتے تھے اور اس روز بھی جس میں گواہی دینے والے (یعنی فرشتے جو کہ اعمال نامے لکھتے تھے) کھڑے ہوئے جس دن کہ ظالموں (یعنی کافروں) کو ان کی

معذرت کچھ نفع نہ دے گی اور ان کے لئے لعنت ہوگی اور ان کے لئے اس عالم میں خرابی ہوگی۔

﴿۱۷﴾ ”وَإِذِ يَتَحَاوَنُونَ فِي النَّارِ“ یعنی اے محمد! آپ اپنی قوم کے لیے وہ ذکر کریں جب وہ جھگڑیں گے یعنی جہنم والے جہنم میں ”فَيَقُولُ الضُّعْفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا اَنَا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا“ دُنیا میں ”فَهَلْ انْتُمْ مَغْنُونٌ عَنَا نَصِيْبًا مِنَ النَّارِ“ اور التبع کا لفظ اہل بصرہ کے قول میں واحد اور جمع استعمال ہوتا ہے اس کا واحد تابع بھی ہے اور اہل کوفہ فرماتے ہیں کہ یہ جمع ہے اس کا کوئی واحد نہیں اور اس کی جمع اتباع ہے۔

﴿۱۸﴾ ”قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا اِنَّا كُلٌّ فِيهَا اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ“

﴿۱۹﴾ ”وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ“ جب ان پر عذاب سخت ہو گیا۔ ”لِخِزْنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَا يَوْمَئِذٍ مِنَ الْعَذَابِ“ ﴿۲۰﴾ ”قَالُوا“ یعنی جہنم کے داروغے ان کو ”اولم تک تاتیکم رسلکم بالبینات قالوا بلی قالوا فادعوا“ تم ہی اب اپنے رب کو یعنی ہم تمہارے لیے اللہ سے دُعا نہ کریں گے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان سے عذاب ہلکانہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”وما دعاء الکافرین الا فی ضلال“ یعنی باطل ہو جائے گی اور گمراہ ہوگی اور ان کو کوئی نفع نہ دے گی۔

﴿۲۱﴾ ”انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوة الدنیا“ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں غلبہ کے ذریعے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حجت کے ذریعے اور آخرت میں عذاب کے ساتھ اور کہا گیا ہے کہ دُنیا و آخرت میں دشمنوں سے انتقام لے کر اور یہ تمام صورتیں انبیاء علیہم السلام اور مومنین کے لیے ہو چکی ہیں۔ یہ ان کے مخالفین پر ان کی حجت کے ذریعے مدد کی گئی اور اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر غلبہ دے کر اور ان کو ہلاک کر کے بھی ان کی مدد کی اور انبیاء علیہم السلام کے قتل کیے جانے کے بعد ان کے دشمنوں سے انتقام لے کر بھی مدد کی۔ جیسے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے قتل کیے جانے کے بعد ان کی مدد کی گئی اور بدلہ میں ستر ہزار لوگ قتل کیے گئے تو ان تمام طریقوں سے انبیاء علیہم السلام و مومنین کی مدد کی گئی ہے۔ ”ویوم یقوم الا شہاد“ یعنی قیامت کے دن فرشتوں میں سے حفاظت کرنے والے کھڑے ہوں گے اور رسولوں کے لیے تبلیغ کی گواہی دیں گے اور کفار کے خلاف تکذیب کی گواہی دیں گے۔ ﴿۲۲﴾ ”یوم لا ینفع الظالمین معذرتہم“ اگر وہ اپنے کفر کا عذر بیان کریں گے تو ان سے قبول نہ کیا جائے گا اور اگر توبہ کر لیں تو ان کو نفع نہ دے گی۔ ”ولہم اللعنة“ رحمت سے دوری ہے۔ ”ولہم سوء الدار“ یعنی جہنم۔

وَلَقَدْ اَتَيْنَا مُوسٰی الْهُدٰی وَاَوْرَثْنَا بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ الْکِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدٰی وَّذِکْرٰی لِاٰوَلٰی
الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاَصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنبِکَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ بِالْعَشِیِّ وَا
لْاَبْکٰرِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا کِبْرٌ
مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِ فَاَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۵۶﴾ لَخَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَاَلْاَرْضِ اَکْبَرُ
مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

﴿تجا﴾ اور (آپ کے قبل) ہم موسیٰ کو ہدایت نامہ (یعنی توریت) دے چکے ہیں اور (پھر) ہم نے وہ کتاب بنی اسرائیل کو پہنچائی تھی کہ وہ ہدایت اور نصیحت (کی کتاب) تھی اہل عقل (سلیم) کے لئے سو آپ صبر کیجئے بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے (اس) گناہ (جس کو مجازاً گناہ کہہ دیا) معافی مانگیے اور شام و صبح اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہیے (اور) جو لوگ بلا کسی سند کے جو ان کے پاس موجود ہو خدائی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں ان کے دلوں میں نری بڑائی (ہی بڑائی) ہے کہ وہ اس تک کبھی پہنچنے والے نہیں سو آپ اللہ کی پناہ مانگتے رہئے بیشک وہی ہے سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا بالیقین آسمانوں اور زمین کا (تبداء پیدا کرنا آدمیوں کے (دوبارہ) پیدا کرنے کی نسبت بڑا کام ہے لیکن اکثر آدمی (اتنی بات) نہیں سمجھتے۔

﴿تفسیر﴾ 53 "ولقد اتینا موسیٰ الہدیٰ" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گمراہی سے ہدایت دی یعنی توریت "واوردنا بنی اسرائیل الكتاب" کتاب سے مراد توریت ہے۔

54 "ہدی و ذکرى لاولی الالباب"

55 "فاصبر" اے محمد! ان کی تکلیفوں پر "ان وعد اللہ" آپ کے غالب کرنے اور آپ کے دشمنوں کے ہلاک کرنے میں "حق" بکلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیات قتال نے آیات صبر کو منسوخ کر دیا ہے۔ "واستغفر لذنوبک" یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور عبادت حکم ہے تاکہ اس کے ذریعے آپ علیہ السلام کے درجات زیادہ کریں اور آپ علیہ السلام کے بعد آنے والوں کے لیے سنت ہو جائے۔ "وسبح بحمد ربک" آپ نماز پڑھیں اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے لیے۔ "بالعشی والابکار" حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی عصر اور فجر کی نماز اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ پانچ نمازیں۔

56 "ان الذین یجادلون فی آیات اللہ بغير سلطان اتاہم ان فی صدورہم" نہیں ہے ان کے دلوں میں اور صدر دل کی جگہ کو کہتے ہیں اس سے دل کا کنایہ کہنا ہے پڑوس کی وجہ سے۔ "الاکبر" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کو آپ علیہ السلام کی تکذیب پر ان کے دلوں کا تکبر اور بڑائی ابھارتا ہے۔ "ماہم بالفیہ" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اس تکبر کے تقاضا تک پہنچنے والے نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل کرنے والا ہے۔

ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے دلوں میں صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تکبر ہے اور یہ طمع ہے کہ وہ اس پر غالب ہو جائیں گے حالانکہ وہ اس مقصد کو نہ پہنچ سکیں گے۔ مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ ہمارا ساتھی مسیح بن داؤد (اس سے ان کی مراد دجال تھا) آخری زمانہ میں نکلے گا تو اس کی بادشاہت خشکی و سمندروں تک پہنچ جائے گی اور بادشاہت ہماری طرف لوٹ آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فاستبد باللہ" دجال کے فتنہ سے "انہ هو السميع البصیر"

57 "لخلق السموات والارض" اپنی عظمت کے باوجود "اکبر" سینوں میں بڑا ہے۔ "من خلق الناس" یعنی موت

کے بعد ان کو دوبارہ لوٹانے سے ”ولکن اکثر الناس“ یعنی کفار ”لا یعلمون“ کیونکہ وہ اس سے اپنے خالق کی توحید پر استدلال نہیں کرتے اور ایک قوم نے کہا ہے کہ اکبر یعنی دجال کے پیدا کرنے سے عظیم ہے۔ ”ولکن اکثر الناس لا یعلمون“ یعنی وہ یہود جو دجال کے معاملہ میں جھگڑتے ہیں۔ ہشام بن عامر رحمہ اللہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قیامت کے قائم ہونے تک کوئی فتنہ دجال سے بڑا نہیں ہے۔

دجال کے خروج کے متعلق احادیث

حضرت اسماء بنت یزید بن سکین کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال زمین پر چالیس سال رہے گا جس کا ایک سال اتنا (چھوٹا اور بے برکت) ہوگا جیسے ایک ماہ اور مہینہ ایک ہفتہ کی طرح ہوگا اور ہفتہ ایک دن کے برابر اور ایک دن اتنا ہوگا جیسے آگ میں کھجور کی کوئی چھپٹ جل جاتی ہے (بھڑک جاتی ہے) (رواہ البغوی فی شرح السنۃ والمعالم)

حضرت ابوسعید خدری راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت (یعنی امت دعوت) کے ستر ہزار تاج پوش (حکام، بادشاہ، نواب وغیرہ) لوگ دجال کے پیچھے ہو جائیں گے۔ (رواہ البغوی فی شرح السنۃ والمعالم)

حضرت ابو امامہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس روز ستر ہزار یہودی تاج پوش آراستہ تلواروں والے دجال کے پیچھے ہو جائیں گے۔

حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے، آپ نے دجال کا تذکرہ کیا اور فرمایا: دجال کے سامنے تین سال ایسے آئیں گے کہ ایک سال تو آسمان ایک تہائی بارش کو روک لے گا اور زمین ایک تہائی روئیدگی کو روک لے گی اور دوسرے سال دو تہائی بارش اور دو تہائی روئیدگی رک جائے گی اور تیسرے سال (بالکل کال ہو جائے گا) بارش بالکل نہ ہوگی اور نہ زمین سے کچھ اُگے گا، تمام کھر اور داڑھوں والے جانور مرجائیں گے۔ دجال کا شدید ترین فتنہ یہ ہوگا کہ وہ ایک اعرابی کے پاس جائے گا اور اس سے کہے گا اگر میں تیرے اونٹوں کو زندہ کر دوں تو کیا پھر بھی تو مجھے اپنا رب نہیں مانے گا؟ وہ اعرابی جواب دے گا کیوں نہیں۔ دجال شیطانوں کو اونٹوں کی شکل میں کر دے گا جن کے خوبصورت تھن اور بہت بڑے بڑے کوہان ہوں گے۔

ایک آدمی کا بھائی مرچکا ہوگا اور باپ بھی، دجال اس سے کہے گا، اگر میں تیرے باپ اور بھائی کو زندہ کر دوں، تب بھی تو مجھے اپنا رب نہیں جانے گا؟ وہ شخص کہے گا، کیوں نہیں۔ دجال شیاطین کو اس کے باپ اور بھائی کی شکل میں لا کر پیش کر دے گا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کام سے باہر تشریف لے گئے۔ کچھ دیر کے بعد لوٹ کر آئے تو لوگوں کو ایک خاص فکر و غم میں مبتلا پایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حالت دجال کی بیان کی تھی اس سے لوگوں کو بڑی فکر ہو گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے کے دونوں بازو پکڑ کر فرمایا: اے اسماء! کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! دجال کا جوذ کر آپ نے کیا اس

کون کر ہمارے دل نکلے پڑتے ہیں۔ فرمایا: اگر وہ میری زندگی میں آیا تو میں اس سے مقابلہ کروں گا، ورنہ ہر مؤمن کا اللہ (نگہبان) ہے، میرے بجائے اللہ ہوگا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آٹا گوندھتے ہیں اور روٹی پکانے نہیں پاتے کہ بھوکے ہو جاتے ہیں، پھر اس روز مؤمنوں کی کیا حالت ہوگی؟ فرمایا: تسبیح خداوندی ان کے لیے کافی ہوگی جیسے آسمان والوں کے لیے کافی ہوتی ہے (یعنی روٹی پانی کی ضرورت ہی نہیں ہوگی)۔ (رواہ احمد و البغوی فی العالم)

حضرت مغیرہ بن شعبہ راوی ہیں کہ دجال کے متعلق جتنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اتنا اور کسی نے نہیں پوچھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وہ تجھے ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ میں نے عرض کیا، لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹی کا پہاڑ اور پانی کا (بھرا ہوا) دریا چلے گا؟ فرمایا: اللہ کے لیے یہ بات اس سے بھی زیادہ آسان ہے (یعنی اللہ کو اپنے ساتھ روٹی اور پانی رکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے)۔ متفق علیہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ دجال مکہ اور مدینہ کے سوا ہر شہر میں جائے گا۔ مدینہ کے ہر راستے پر فرشتے صف باندھے کھڑے ہیں۔ اس کی چوکیداری کر رہے ہیں، پھر مدینہ کی زمین اہل مدینہ کو تین جھٹکے دے گی تو اس دجال کی طرف ہر کافر اور منافق آدمی نکل جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسیح دجال مشرق کی طرف سے آئے گا اور اس کا ارادہ مدینہ کا ہوگا حتیٰ کہ وہ اُحد کے پیچھے اترے گا۔ پھر فرشتے اس کا چہرہ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہاں وہ ہلاک ہو جائے گا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کے پیچھے میری امت کے ستر ہزار افراد چلیں گے۔ ان پر سحان (خاص چادریں) ہوں گی اور اس کو ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا دجال کے ساتھ اس دن ستر ہزار یہودی ہوں گے۔ وہ سب تاج والے اور مزین تلوار والے ہوں گے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَ الْبَصِيرُ وَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَ لَا الْمَسِيءُ قَلِيلًا مَا تَدَّكُرُونَ ﴿٥٨﴾ إِنَّ السَّاعَةَ لَأْتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٩﴾ وَقَالَ رَبُّكُمْ

ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾

اور بینا نابینا اور (ایک) وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور (دوسرے) بدکار باہم برابر نہیں ہوتے تم لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہو قیامت تو ضرور ہی آ کر رہے گی۔ اس (کے آنے) میں کسی طرح کا شک ہے ہی نہیں۔ مگر اکثر لوگ نہیں مانتے اور تمہارے پروردگار نے فرمایا کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا جو لوگ (صرف) میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب (مرتے ہی) ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

تفسیر ﴿٥٨﴾ ”وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَ الْبَصِيرُ وَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَ لَا الْمَسِيءُ قَلِيلًا مَا

تتذکرون“ اہل کوفہ نے ”تتذکرون“ تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس لیے کہ آیات کا اول و آخر قوم کی خبر ہے۔

59 ”ان الساعة“ یعنی قیامت ”لاتیة لاریب فیہا ولكن اکثر الناس لا یؤمنون“

60 ”وقال ربکم ادعونی استجب لکم“ یعنی تم میری ہی عبادت کرو، میرے غیر کی نہیں۔ میں تمہاری بات قبول کروں گا اور تمہیں ثواب دوں گا اور تمہاری مغفرت کروں گا۔ جب آیت میں عبادت کو دُعاء سے تعبیر کیا ہے تو ثواب کو قبولیت دُعاء سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک دُعاء عبادت ہے۔

پھر آپ علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی ”ادعونی استجب لکم۔ ان الذین یتکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین“ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو نہیں پکارتا، اللہ تعالیٰ اس پر غصہ ہوتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ دُعا ذکر اور سوال کرنا ہے۔

”ان الذین یتکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین“ ابن کثیر اور ابو جعفر رحمہما اللہ اور ابو بکر رحمہ اللہ نے ”سیدخلون“ یاء کے پیش اور خاء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے یاء کے زیر اور خاء کے پیش کے ساتھ اور ”داخرین“ کا معنی گھٹیا و ذلیل ہو کر۔

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ 61 ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ؕ لَآ إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَآَنِي تُؤَفَّكُونَ 62 كَذَلِكَ يُؤَفِّكُ الَّذِينَ كَانُوا بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ 63

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے (نفع کے) لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور اس نے دن کو (دیکھنے کے لئے) روشن بنایا بیشک اللہ تعالیٰ کا لوگوں پر بڑا ہی فضل ہے لیکن اکثر آدمی (ان نعمتوں کا) شکر نہیں کرتے یہ اللہ ہے تمہارا رب وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو (بعد اثبات توحید کے) تم لوگ شرک کر کے کہاں لٹے جا رہے ہو اسی طرح وہ (پہلے) لوگ بھی لٹے چلا کرتے تھے جو اللہ کی نشانیوں کا انکار کیا کرتے تھے۔

61 ”اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ“

62 ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ؕ لَآ إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَآَنِي تُؤَفَّكُونَ“ یعنی جس طرح تم دلائل قائم ہونے کے باوجود حق سے پلٹ رہے ہو 63 كَذَلِكَ يُؤَفِّكُ الَّذِينَ كَانُوا بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ“

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ قَرَارًا وَ السَّمَاءَ بِنَاءً وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ
وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ ذَلِكَمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَتَبَرَّكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿64﴾ هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا
هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿65﴾

﴿تذکرہ﴾ اللہ ہی ہے جس نے زمین کو (مخلوق کا) قرار گاہ بنایا اور آسمان کو (مثل) چھت (کے) بنایا اور تمہارا نقشہ
بنایا سو عمدہ نقشہ بنایا اور تم کو عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو دیں (پس) یہ اللہ ہے تمہارا رب۔ سو بڑا عالی شان ہے اللہ جو
سارے جہان کا پروردگار ہے وہی (ازلی وابدی) (رہنے والا ہے) اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو تم (سب)
خالص اعتقاد کر کے اس کو پکارو تمام خوبیاں اسی اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہان کا۔

﴿تفسیر﴾ (64 - 65) "اللہ الذی جعل لکم الارض قراراً" پچھونا "والسمااء بناء" چھت گنبد کی طرح۔
"و صورکم فاحسن صورکم" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تم کو پیدا کیا پس تمہاری پیدائش کو حسین بنایا۔ ابن عباس رضی
اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اولاد آدم کو سیدھا اور متناسب بنایا کہ اپنے ہاتھ سے پکڑ کر کھا سکتا ہے اور ابن آدم کے علاوہ جاندار اپنے منہ
سے پکڑ کر کھاتے ہیں۔ "ورزقکم من الطیبات" کہا گیا ہے کہ یہ موشیوں کے رزق کے علاوہ ہے۔ "ذالکم اللہ ربکم
فتبرک اللہ رب العالمین ہو الحی لا الہ الا ہو فادعوه مخلصین لہ الدین الحمد للہ رب العالمین" فرما
رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ خبر ہے اور اس میں امر (حکم) پوشیدہ ہے۔ اصل یوں ہے کہ تم اس کو پکارو اور اس کی حمد کرو۔ ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے وہ اس کے بعد الحمد للہ رب العالمین
کہے۔ پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان۔ "فادعوه مخلصین لہ الدین الحمد للہ رب العالمین"

قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الدِّينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَ نَبِيَّ الْبَيْتِ مِنْ رَبِّي وَ أَمَرْتُ
أَنْ أُسَلِّمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿66﴾ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ
يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى مِنْ قَبْلُ وَ
لِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُّسَمًّى وَ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿67﴾

﴿تذکرہ﴾ آپ (ان مشرکین کو سنانے کے لئے) کہہ دیجئے کہ مجھ کو اس سے ممانعت کر دی گئی ہے کہ میں ان (شرکاء)
کی عبادت کروں جن کو خدا کے علاوہ تم پکارتے ہو جبکہ میرے پاس میرے رب کی نشانیاں آچکی ہیں اور مجھ کو حکم یہ
ہوا ہے کہ میں (صرف) رب العالمین کے سامنے گردن جھکالوں وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے
پھر خون کے لوتھڑے سے پھر تم کو بچہ کر کے (ماں کے پیٹ سے) نکالتا ہے پھر (تم کو زندہ رکھتا ہے) تاکہ تم اپنی

جوانی کو پہنچو۔ پھر تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ اور کوئی کوئی تم میں سے پہلے ہی مر جاتا ہے اور تا کہ تم سب (اپنے اپنے) وقت مقررہ (مقدر) تک پہنچ جاؤ اور (یہ سب کچھ) اس لئے کیا گیا) تا کہ تم سمجھو۔

﴿تفسیر﴾ 68 "قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِي الْبَيِّنَاتُ مِنْ رَبِّي وَأُمِرْتُ أَنْ

أُسَلِّمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ" اور یہ اس وقت جب کفر کی طرف بلایا گیا۔

﴿تفسیر﴾ 67 "هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا" یعنی بچے۔ "ثُمَّ لِيَتَّبِعُوا

أَشْدَّكُمْ ثُمَّ لِيَتَّكُونُوا شُيُوخًا وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى مِنْ قَبْلُ" یعنی بوڑھا ہونے سے پہلے۔ "ولتبلغوا" تم سب "اجلا مسمی" متعین وقت تک جس سے تم آگے نہ بڑھ سکو گے۔ اس سے زندگی کا وقت موت تک مراد ہے۔ "ولعلکم تعقلون" یعنی تا کہ تم اپنے رب کی توحید اور اس کی قدرت کو سمجھ لو۔

هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ. فَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿68﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ

يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ. أَنِّي يُصْرَفُونَ ﴿69﴾

﴿تفسیر﴾ وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے پھر جب وہ کسی کام کا (دفعہ) پورا کرنا چاہتا ہے سو بس اس کی نسبت (اتنا)

فرمادیتا ہے کہ ہو جاؤ سو وہ ہو جاتا ہے کیا آپ نے ان لوگوں (کی حالت) کو نہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں (حق سے) کہاں پھرے جا رہے ہیں۔

﴿تفسیر﴾ (68 - 69) "هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ. فَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ أَلَمْ

تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ

یعنی قرآن میں کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے۔ "انہی بصر فون" کیسے وہ دین حق سے پھیرے جاتے

ہیں۔ کہا گیا ہے کہ وہ مشرکین ہیں اور محمد بن سیرین اور ایک جماعت سے روایت ہے کہ یہ آیت قدریہ (مکرین تقدیر) کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿70﴾ إِذِ الْأَغْلُلُ فِي أَعْنَاقِهِمْ

وَالسَّلْسِلُ يُسْحَبُونَ ﴿71﴾ فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ﴿72﴾ ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ آيِنَ مَا كُنتُمْ

تُشْرِكُونَ ﴿73﴾ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَلْ لَمْ نَكُنْ نَدْعُوا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا. كَذَلِكَ يُضِلُّ

اللَّهُ الْكٰفِرِينَ ﴿74﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنتُمْ تَفْرَحُونَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَمْرَحُونَ ﴿75﴾

اَدْخُلُوا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِينَ فِيهَا فَبئسَ مَثْوٰى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿76﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَاِمَّا

نُرِيْنِكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيْكَ فَأَلَيْنَا يَرْجِعُونَ ﴿٧٧﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ فُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ ﴿٧٨﴾

﴿٧٧﴾ جن لوگوں نے اس کتاب (یعنی قرآن) کو جھٹلایا اور اس چیز کو بھی جو ہم نے اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجا سو ان کو ابھی (یعنی قیامت میں جو قریب ہے) معلوم ہوا جاتا ہے جبکہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں ان کو گھسیٹتے ہوئے کھولتے پانی میں لے جاویں گے پھر یہ آگ میں جھونک دیئے جاویں گے پھر ان سے پوچھا جاوے گا کہ وہ (معبود) غیر اللہ کہاں گئے جن کو تم شریک (خانی) ٹھہراتے تھے وہ کہیں گے کہ وہ تو سب ہی ہم سے غائب ہو گئے بلکہ ہم اس سے قبل کسی کو بھی نہیں پوجتے تھے اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کو غلطی میں پھنسائے رکھتا ہے یہ (سزا) اس کے بدلہ میں ہے کہ تم دنیا میں ناحق خوشیاں مناتے تھے اور اس کے بدلہ میں ہے کہ تم اتراتے تھے جہنم کے دروازوں میں گھسو (اور) ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہو۔ سو متکبرین کا وہ برا ٹھکانا ہے (اور جب ان سے اس طرح انتقام لیا جاوے گا) تو آپ (چندے) صبر کیجئے بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے پھر جس (عذاب) کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں انہیں سے کچھ تھوڑا سا عذاب اگر ہم آپ کو دکھلا دیں یا (اس کے نزول کے قبل ہی) ہم آپ کو وفات فرماویں سو ہمارے ہی پاس ان کو آنا ہوگا اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے جن میں بعضے تو وہ ہیں کہ ان کا قصہ ہم نے آپ سے بیان کیا ہے اور بعضے وہ ہیں جن کا ہم نے قصہ آپ کو بیان (ہی) نہیں کیا اور (اتنا امر سب میں مشترک ہے کہ) کسی رسول سے اتنا نہ ہو سکا کہ کوئی معجزہ بدون اذن الہی کے ظاہر کر سکے پھر جس وقت اللہ کا حکم (نزول عذاب کے لئے) آوے گا ٹھیک ٹھیک فیصلہ ہو جاوے گا اور اس وقت اہل باطل خسارہ میں رہ جاویں گے۔

﴿٧٧﴾ "الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ إِذِ الْأَغْلُلُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلْسِلُ يُسْحَبُونَ" گھسیٹے جائیں گے۔

﴿٧٨﴾ "فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ" من تل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے ذریعے آگ روشن کی جائے گی اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ آگ کا ایندھن ہو جائیں گے۔

﴿٧٩﴾ "ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ ائِن مَّا كُنْتُمْ تَشْرِكُونَ .

﴿٨٠﴾ "مَنْ دُونَ اللَّهِ" یعنی بتوں کی۔ "قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا" وہ ہم سے گم ہو گئے۔ اب ہم ان کو نہیں دیکھتے۔ "بَل لَّمْ نَكُنْ نَدْعُوا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا" کہا گیا ہے کہ وہ انکار کر دیں گے اور کہا گیا ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ بلکہ ہم اس سے پہلے کسی ایسی چیز کو نہیں پکارتے تھے جو نفع یا نقصان دیتی اور حسین بن فضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اس سے پہلے کچھ نہ کرتے تھے یعنی ہماری ان

بتوں کی عبادت ضائع ہوگئی۔ جیسا کہ جس شخص کی محنت بیکار جائے وہ کہتا ہے کہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ”کذلک، یعنی جیسے ان لوگوں کو گمراہ کیا۔“ یضل اللہ الکافرین“

75 ”ذَلِكُمْ“ وہ عذاب جو تم پر آیا۔ ”بما كنتم تفرحون“ اگرتے تھے۔ ”فی الارض بغير الحق وبما كنتم تفرحون“ اٹھلا کر چلتے تھے۔ یعنی بے جا خوشی میں پھولے نہیں ساتے تھے۔

(76-77)..... ”أَدْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبئسَ مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ“ آپ کی مدد کرنے کا۔ ”حق فاما نرينك بعض الذي نعدهم“ آپ کی زندگی میں عذاب کا۔ ”او نتوفينك“ ان پر عذاب نازل کرنے سے پہلے۔ ”فالينا يرجعون“

78 ”وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ“ ان کی خبر قرآن میں ”وَمِنْهُمْ مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ“ اللہ کے حکم اور اس کے ارادہ کے ساتھ۔ ”فاذا جاء امر الله“ اس کا فیصلہ انبیاء علیہم السلام اور امتوں کے درمیان۔ ”قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ“

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ 79 وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ 80 وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَأَيَّ آيَاتِ اللَّهِ تُنْكِرُونَ 81 أَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَأَثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَغْنَى عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ 82 فَلَمَّا جَاءَهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُم مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ 83 فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحَدَّهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ 84 فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّتِ اللَّهُ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُونَ 85

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے مواشی بنائے تاکہ ان میں بعض سے سواری لو اور ان میں بعض (ایسے ہیں کہ ان) کو کھاتے بھی ہو اور تمہارے لئے ان میں اور بھی فائدے ہیں اور (اس لئے بنائے) تاکہ تم اپنے مطلب تک پہنچو جو تمہارے دلوں میں ہے اور ان پر (بھی) اور کشتی پر (بھی) لدے لدے پھرتے ہو اور (ان کے علاوہ) تم کو اپنی اور بھی نشانیاں دکھلاتا رہتا ہے سو تم اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو (مشرک) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا کیا حال ہوا (حالانکہ) وہ لوگ ان سے زیادہ تھے اور قوت اور نشانوں میں (بھی) جو کہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں بڑھے ہوئے تھے سو ان کی (یہ تمام تر) کمائی

ان کے کچھ بھی کام نہ آئی غرض جب ان کے پیغمبران کے پاس کھلی دلیلیں لے کر آئے تو وہ لوگ اپنے (اس) علم (معاش) پر بڑے نازاں ہوئے جو ان کو حاصل تھا اور ان پر وہ عذاب آپڑا جس کے ساتھ تمسخر کرتے تھے پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے ہم خدائے واحد پر ایمان لائے اور ان سب چیزوں سے ہم منکر ہوئے جس کو ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے سو ان کو ان کا ایمان لانا نافع نہ ہوگا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا اللہ تعالیٰ نے اپنا یہی معمول مقرر کیا ہے جو اس کے بندوں میں پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے اور اس وقت کافر خسارہ میں رہ گئے۔

تفسیر 80..... "اللہ الذی جعل لکم الانعام لترکبوا منها" ان میں سے بعض پر "ومنہا تاکلون ولکم فیہا منافع" ان کی اون، پشم اور ان کے بالوں اور دودھ میں۔ "ولتبلغوا علیہا حاجۃ فی صدورکم" وہ تمہارے بوجھ ایک شہر سے دوسرے شہر اٹھا کر لے جاتے ہیں اور تا کہ تم ان پر اپنی ضرورت تک پہنچ سکو۔ "وعلیہا وعلی الفلک تحملون" یعنی خشکی میں اونٹ پر اور سمندر میں کشتیوں پر۔ اس کی نظیر باری تعالیٰ کا فرمان "وحملناہم فی البر والبحر"

81 "ویریکم آیاتہ" اس کی قدرت کے دلائل "فای آیات اللہ تنکرون"

82 "أفلم یسیروا فی الأرض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم کانوا اکثر منہم واشد قوۃ واثارا فی الأرض" یعنی ان کے محلات اور تعمیر کردہ عمارتیں۔ "فما اغنی عنہم نہیں نفع دیا ان کو" ما کانوا یکسبون" کہا گیا ہے کہ یہ استفہام کے معنی میں ہے اور اصل عبارت یوں ہے کہ ان کی کمائی میں سے کس چیز نے ان کو نفع دیا ہے؟

(83 - 84)..... "فلما جاء تہم رسلہم بالبینات فرحوا" وہ راضی ہو گئے۔ "بما عندہم من العلم" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ان کا وہ قول ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ نہ ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور نہ ہم عذاب دیئے جائیں گے۔ اس کو علم کا نام دیا گیا ہے۔ ان کے دعویٰ کے مطابق ورنہ یہ حقیقت میں جہالت ہے۔ "وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِہِ یَسْتَهْزِءُونَ فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحَدُّهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِہِ مُشْرِكِينَ" یعنی جو ہم اللہ کے برابر ٹھہراتے تھے اس سے ہم برأت ظاہر کرتے ہیں۔

85 "فلم یک ینفعہم ایمانہم لما رآوا بأسنا" ہمارا عذاب۔ "سنة اللہ" کہا ہے کہ اس کا نصب خانفس (زیر دینے والا) کے ہٹا دینے کی وجہ سے ہے یعنی اصل میں "کسنة اللہ" تھا اور کہا گیا ہے کہ مصدر (مفعول مطلق) کی بناء پر ہے اور کہا گیا ہے کہ ابھارنے کے لیے ہے یعنی تم ڈرو اللہ کے طریقے سے۔ "التي قد دخلت فی عبادہ" اور یہ طریقہ یہ ہے کہ لوگ جب عذاب کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ایمان لے آتے ہیں اور عذاب کے مشاہدہ کے وقت کا ایمان ان کو نفع نہیں دیتا۔ "وخسر هنالک الکافرون" دونوں جہانوں کی نعمتیں چلی جانے کی وجہ سے۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کافر ہر وقت خسارہ میں ہے لیکن ان پر اپنا خسارہ عذاب دیکھنے کے وقت ظاہر ہوگا۔

سُورَةُ فَصَلت

یہ سورت مکی ہے اور اس کی چون (۵۴) آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَم ① تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ② كِتٰبٌ فَصَلتٌ اٰیٰتُهُ قُرٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَعْلَمُوْنَ ③
 بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ④ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْ اَكْنٰةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَا
 اِلَیْهِ وَفِیْ اٰذَانِنَا وَقُرْ وَّمِنْ مَّ بَیْنِنَا وَبَیْنِكَ حِجَابٌ فَاَعْمَلْ اِنَّا عَمِلُوْنَ ⑤ قُلْ اِنَّمَا اَنَا
 بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اِنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِیْمُوْا اِلَیْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۭ وَوَيْلٌ
 لِّلْمُشْرِکِیْنَ ⑥ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوَةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ کٰفِرُوْنَ ⑦

﴿حَم﴾ ہم یہ کلام رحمن رحیم کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں صاف صاف بیان کی جاتی ہیں یعنی ایسا قرآن ہے جو عربی (زبان میں) ہے ایسے لوگوں کے لئے (نافع) ہے جو دانشمند ہیں بشارت دینے والا ہے (ماننے والوں کے لئے) ڈرانے والا ہے اکثر لوگوں نے (اس سے) روگردانی کی پھر وہ (بوجہ اعراض کے) سنتے ہی نہیں اور وہ لوگ کہتے کہ جس بات کی طرف آپ ہم کو بلاتے ہیں ہمارے دل اس سے پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگ رہی ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان میں ایک حجاب ہے سو آپ اپنا کام کئے جائیے ہم اپنا کام کر رہے ہیں آپ فرمادیتے کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں مجھ پر یہ وحی نازل ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سو اس (معبود حق) کی طرف سیدھ باندھ لو اور اس سے معافی مانگو اور ایسے مشرکوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہی رہتے ہیں۔

تفسیر (1 - 2) ”حم. تنزیل من الرحمن الرحیم“ انفس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تنزیل مبتداء

ہے اور اس کی خبر اللہ تعالیٰ کا فرمان۔

③ ”کتاب فصلت آیاتہ“ ہے۔ اس کی آیات بیان کی گئی ہیں ”قرآنا عربیا لقوم یعلمون“ عربی زبان میں اور اگر

ان کی زبان کے علاوہ کسی زبان میں ہرنا تو وہ اس کو نہ جانتے اور قرآنا کا نصب بیان کے اس پر واقع ہونے کی وجہ سے ہے یعنی "فضلناہ قرآنا" یعنی ہم نے اس کو بیان کیا یعنی قرآن کا۔

4 "بشیرا و نذیرا" یہ دونوں صفتیں قرآن مجید کی ہیں یعنی اللہ کے اولیاء کو خوشخبری دینے والا اور اس کے دشمنوں کو ڈرانے والا ہے۔ "فاعرض اکثرہم فہم لایسمعون" یعنی تکبر کی وجہ سے اس کی طرف کان نہیں دھرتے۔

5 "وقالوا" یعنی مکہ کے مشرکین "قلوبنا فی اکنۃ" پردوں میں ہیں۔ "مما تدعوننا الیہ" تو جو وہ کہتے ہیں ہم نہیں سمجھتے۔ "وفی آذاننا وقر" بہراپن ہے۔ پس ہم ان کی کہی ہوئی بات نہیں سنتے اور معنی یہ ہے کہ ہم قبول حق کو چھوڑنے میں آپ کے نزدیک اس شخص کی طرح ہیں جو نہ سمجھتا ہے اور نہ سنتا ہے۔ "ومن بیننا و بینک حجاب" دین میں اختلاف ہے اور ملت میں رکاوٹ ہے تو ہم آپ کی کہی ہوئی بات میں آپ کی موافقت نہ کریں گے۔ "فاعمل" آپ اپنے دین پر "اننا عاملون" ہمارے دین پر۔

6 "قل انما انا بشر مثلکم" یعنی تم میں سے کسی ایک کی طرح اور اگر وحی نہ ہوتی تو میں تمہیں نہ دعوت دیتا اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول "یوحی الی انما الہکم اللہ واحد" حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو تواضع کی تعلیم دی۔ "فاستقیموا الیہ" اس کی طرف فرمانبرداری کرتے متوجہ ہو جاؤ اور اس کے راستے سے اعراض نہ کرو۔ "واستغفروہ" اپنے گناہوں سے۔ "وویل للمشرکین"

7 "الذین لا یؤتون الزکاة" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو لا الہ الا اللہ کہتے ہیں یہ نفس کی زکوٰۃ ہے اور معنی یہ ہے کہ وہ اپنے آپ شرک سے توحید کے ذریعے پاک نہیں کرتے اور حسن اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ وہ زکوٰۃ کا اقرار نہیں کرتے اور اس کے دینے کو واجب نہیں سمجھتے۔ اور وہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ اسلام کا پل ہے جو اس کو طے کر لے گا وہ نجات پالے گا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا اور ضحاک اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ طاعت میں خرچ نہیں کرتے اور صدقہ نہیں کرتے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اپنے اعمال کو پاک نہیں کرتے۔ "وہم بالآخرة ہم کافرون"

انَّ الدِّينَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۸ قُلْ اِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِي

خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمِيْنَ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗ اَنْدَادًا ۝۹ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰ وَجَعَلَ فِيْهَا

رَوَاسِيًّۭا مِنْ فَوْقِهَا وَبَرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَا اَقْوَاتَهَا فِيْ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۝۱۱ سَوَآءٌ لِّلْسَآئِلِيْنَ ۝۱۲

تجسس (اور برخلاف ان کے) جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے (آخرت میں) ایسا

اجر ہے جو (کبھی) موقوف ہونے والا نہیں آپ فرمادیجئے کہ کیا تم لوگ ایسے خدا (کی توحید) کا انکار کرتے ہو جس نے

زمین کو (باد جو ذاتی وسعت کے) دوروز میں پیدا کر دیا اور تم اس کے شریک ٹھہراتے ہو یہی سارے جہان کا رب ہے اور

اس نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنا دیئے اور اس (زمین) میں فائدے کی چیزیں رکھ دیں اور اس میں (اس کے

رہنے والوں کی) غذائیں تجویز کر دیں یہ سب چار دن میں ہوا جو شمار میں (پورے ہیں پوچھنے والوں کے لئے۔

اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ كِي وِضاحت

تفسیر 8 "ان الذين امنوا و عملوا الصالحات لهم اجر غير ممنون" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ختم نہ ہونے والا اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کم نہ ہوگا اور اسی سے ممنون ہے اس لیے کہ وہ انسان کا احسان اور قوت کم کرتا ہے اور کہا گیا ہے کہ ان پر اس کا احسان نہیں جتایا جائے گا اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حساب نہ ہوگا اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مریضوں اور اباہجوں اور بوڑھوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب وہ طاعت سے عاجز ہو جائیں تو ان کے لیے تندرستی میں جو اعمال کرتے تھے اسی کی طرح اجر لکھا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب عبادت کے کسی اچھے طریقے پر ہو، پھر مریض ہو جائے تو اس فرشتے کو کہا جاتا ہے جو اس کی نگرانی پر مقرر ہے کہ تو اس کی تندرستی والے عمل کی مثل لکھ۔ یہاں تک کہ میں اس کو تندرست کر دوں یا اپنے پاس بلا لوں۔

9 "قل ائینکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین" اتوار اور سوموار کے دن۔

"وتجعلون له اندادا ذالک رب العالمین"

10 "وجعل فیہا" یعنی زمین میں "رواسی" پہاڑ جمے ہوئے "من فوقہا" زمین کے اوپر "وبارک فیہا" یعنی زمین میں ان سمندروں، نہروں، درختوں اور پھلوں کے ساتھ جو اس میں پیدا کیے ہیں۔

ہر شئی کا رزق اللہ نے تقسیم کر دیا ہے

"وقدر فیہا اقواتہا" حسن اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ زمین میں بندوں اور مویشیوں کے رزق تقسیم کیے گئے ہیں اور عکرمہ اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ہر شہر میں وہ رزق مقرر کیا گیا جو دوسرے میں نہیں مقرر کیا گیا تاکہ انسان ایک شہر سے دوسرے شہر تک تجارت کر کے اپنی معاش کا انتظام کر سکیں۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روٹی کا ایک حصہ زمین کے لیے مقرر کیا اور جو کا ایک حصہ کے لیے اور مچھلی کو ایک حصہ کے لیے اور اسی طرح تمام انسانوں کی روزی ہے۔

"فی اربعة ایام" مراد یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہے اور روزیوں کو مقرر کیا دونوں میں یعنی منگل اور بدھ تو یہ اتوار اور سوموار کے ساتھ مل کر کل چار دن ہو گئے۔ تذکرہ میں آخر کو اول پر لوٹایا۔ جیسا کہ تو کہے ہیں نے گزشتہ کل ایک عورت سے شادی کی اور آج دو سے اور ان دو میں سے ایک وہی ہے جس سے گزشتہ کل شادی کر چکا ہے۔ "سواء للسانین" ابو جعفر رحمہ اللہ نے "سواء" پڑھا ہے مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع یعنی "ہی سواء" اور یعقوب رحمہ اللہ نے زیر کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ باری تعالیٰ کے قول "فی اربعة ایام" کی صفت ہے اور دیگر حضرات نے "سواء" کو مصدر کی بناء پر منصوب پڑھا ہے۔ یعنی "استوت سواء" اور اس کا معنی یہ ہے کہ یہ اس کے بارے میں سوال کرنے والوں کے لیے برابر ہے۔ قتادہ اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں

کہ جو اس بارے میں سوال کرے گا تو اس کا معاملہ اسی طرح برابر ہے نہ اس میں کمی ہے اور نہ زیادتی۔ یہ جواب اس کے لیے ہے جو سوال کرے کہ زمین اور اس کی روزی کتنے دن میں پیدا کیے گئے؟

ثُمَّ اسْتَوَىٰ اِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۗ قَالَتَا اتَيْنَا طَائِعِينَ ﴿۱۱﴾ فَقَضَيْنَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِى كُلِّ سَمَاءٍ اَمْرًا ۗ وَزَيْنًا السَّمَاءِ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ وَحِفْظًا ۗ ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿۱۲﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَ ثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَاءَتْهُمْ الرُّسُلُ مِنْ مِّ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ ۗ قَالُوْا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَانزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهِ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

پھر آسمان (کے بنانے) کی طرف توجہ فرمائی اور (اس وقت) دھواں سا تھا سو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آویاز بردستی سے دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں سو دو روز میں اس کے سات آسمان بنائے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب اپنا حکم (فرشتوں کو) بھیج دیا اور ہم نے آسمان کو ستاروں سے زینت دی اور (استراق شیطین سے) اس کی حفاظت کی یہ تجویز ہے (خدائے) زبردست واقف الکل کی پھر اگر (دلائل توحید سن کر بھی) یہ لوگ توحید سے اعراض کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تم کو ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی عاد و ثمود پر (شُرک و کفر کی بدولت) آئی تھی جب کہ ان کے پاس ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی پیغمبر آئے کہ بجز اللہ کے کسی کو مت پوجو انہوں نے جواب دیا کہ اگر ہمارے پروردگار کو یہ منظور ہوتا (کہ کسی کو پیغمبر بنا کر بھیجے) تو فرشتوں کو بھیجتا سو ہم اس (توحید) سے بھی منکر ہیں۔

تفسیر ﴿۱۱﴾ ”ثُمَّ اسْتَوَىٰ اِلَى السَّمَاءِ“ یعنی آسمان کی تخلیق کا ارادہ کیا۔ ”وہی دُخَانٌ“ اور یہ دھواں پانی کے بخارات تھے۔ ”فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا“ یعنی جو میں تمہیں حکم دوں وہ کرو جیسے کہا جاتا ہے ”اِنَّتِ مَا هٰذَا الْاِحْسَنُ“ یعنی اس اچھے کام کو کر اور طاؤس رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ”ائتیا“ بمعنی اعطیا ہے۔ یعنی جو بندوں کی مصلحتوں کے لیے میں نے تم میں منافع پیدا کیے ہیں ان کو نکالو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے آسمان تو اپنا سورج، چاند اور ستارے طلوع کر اور اے زمین تو اپنی نہریں کھول اور اپنے پھل اور نباتات نکال اور ان دونوں کو کہا کہ جو میں نے حکم دیا ہے اس کو کر گزرو بخوشی ورنہ میں تمہیں اس پر مجبور کر دوں گا حتیٰ کہ تم اس کو بادل نحواستہ کرو گے تو انہوں نے بخوشی قبول کیا۔ ”قَالَتَا اتَيْنَا طَائِعِينَ“ یہاں طَائِعِينَ نہیں کہا اس لیے کہ اس کے ذریعے آسمانوں و زمینوں اور ان کے اندر کی چیزیں مراد ہیں۔ اس کی اصل عبارت یہ ہوگی ”اتینا بما فینا طائِعین“ (ہم اپنے اندر کی تمام چیزوں کے ساتھ بخوشی یہ کام کریں گے) پھر جب ان کو قول (گفتگو) کے ساتھ متصف کیا ہے تو جمع میں ان کو ذوالعقول کے قائم مقام کر دیا ہے۔

⑫ "ففضاهن سبع سموات فی یومین" یعنی ان کو مکمل کیا اور ان کی تخلیق سے فارغ ہوئے۔ "واوحی فی کلّ سماء امرها" عطاء رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ہر آسمان میں فرشتے اور سمندر اور برف کے پہاڑ اور ایسی چیزیں پیدا کی ہیں جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ قنادہ اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی اس میں اس کا سورج و چاند اور ستارے پیدا کیے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جن اوامر و نواہی کا ارادہ کیا۔ ان کی وحی ہر آسمان کی طرف کر دی اور یہ جمعرات اور جمعہ کے دن ہوا۔

"وزینا السماء الدنیا بمصابیح" اور ستاروں کے ساتھ۔ "وحفظا" اس آسمان کی حفظا کا نصب مصدر کی بناء پر ہے۔ یعنی "حفظناھا بالکواکب حفظا من الشیاطین الذین یسترقون السمع" یعنی ہم نے آسمان کی حفاظت کی ستاروں کے ذریعے، حفاظت کرنا ان شیاطین سے جو بات کو اچک لیتے تھے۔ "ذلک" یہ جو اس کی کارگیری کا ذکر ہوا۔ "تقدیر العزیز" اپنے ملک میں "العلیم" اپنی مخلوق کو۔

⑬ "فان اعرضوا" یعنی یہ مشرکین اس بیان کے بعد ایمان لانے سے "فقل انذر تکم" میں نے تم کو ڈرایا۔ "صاعقة" مثل صاعقة عاد و ثمود، یعنی ان جیسی ہلاکت سے اور "صاعقة" ہر چیز میں سے ہلاک کرنے والی۔

⑭ "اذ جاء تهم" یعنی عاد و ثمود کے پاس "الرسول من بین ایدیہم ومن خلفہم" اللہ تعالیٰ کے قول "من بین ایدیہم" سے وہ رسول مراد ہیں جو ان کے آباء و اجداد کی طرف اس سے پہلے بھیجے گئے تھے۔ "ومن خلفہم" یعنی جو رسول ان کے آباء و اجداد کی طرف بھیجے گئے تھے ان کے بعد وہ رسول جو خود ان کی طرف بھیجے گئے جیسے ہود و صالح علیہما السلام۔ پس ضمیر "من بین ایدیہم" میں عاد و ثمود کی طرف لوٹ رہی ہے اور "ومن خلفہم" میں "الرسول" کی طرف۔ "ان لا" اس بات کے ساتھ نہ "تعبدوا الا اللہ قالوا لو شاء ربنا لانزل" ان رسولوں کے بدلے۔ "ملائکة" یعنی اگر ہمارا رب مخلوق کو دعوت دین دینا چاہتا تو فرشتے اتارتا۔ "فانا بما ارسلتم بہ کافرون"

ابو جہل اور قریش کے سرداروں کی میٹنگ

حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ابو جہل نے اور قریش کے کچھ سرداروں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ ہماری سمجھ میں ٹھیک ٹھیک نہیں آتا، کسی ایسے آدمی کو تلاش کرو جو شاعری اور کہانت اور جادو سے واقف ہو، وہ جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے گفتگو کرے، پھر آ کر ہم کو صاف صاف بتائے۔ عقبہ بن ربیعہ بولا: واللہ! میں نے شعر بھی سنے ہیں اور کہانت و سحر کے الفاظ بھی اور مجھے اس سے کچھ واقفیت بھی ہے، اگر اس میں سے کوئی بات ہوئی تو مجھ سے چھپی نہیں رہے گی۔ عرض عقبہ وہاں سے اٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا: محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تم بہتر ہو یا ہاشم، تم بہتر ہو یا عبدالمطلب، تم بہتر ہو یا عبد اللہ؟ تم ہمارے معبودوں کو کیوں برا کہتے اور کیوں ہمارے اسلاف کو گمراہ قرار دیتے ہو؟ اگر تم سرداری کے خواستگار ہو تو ہم اپنے جھنڈے تم کو دے دیں گے اور اگر عورت کے خواہش مند ہو تو

قریش کی دس عورتوں سے جن کو تم پسند کرو، تمہارا نکاح کر دیں گے اور اگر تم مال کے طلبگار ہو تو ہم تمہارے لیے اتنا مال جمع کر دیں گے کہ تم بھی دولت مند ہو جاؤ گے اور تمہارے بعد آنے والی نسل بھی۔

عقبہ کہتا رہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی سے سنتے رہے۔ جب وہ کہہ چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھنا شروع کیا: ”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حم۔ تنزيل من الرحمن الرحیم۔ کتب فصلت ایتہ قرآنا عربیاً“ آپ نے یہ آیت مثل ’صعقہ عاد و ثمود‘ تک پڑھی۔ عقبہ نے (ڈر کر) فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور رشتہ داری کی قسم دے کر خاموش ہو جانے کی درخواست کی۔ پھر لوٹ کر سیدھا اپنے گھر پہنچ گیا، قریش کے پاس نہیں گیا، اپنے گھر میں بیٹھ رہا۔ یہ بات دیکھ کر ابو جہل نے کہا: اے قریش والو! خدا کی قسم! ہم کو یہ نظر آتا ہے کہ عقبہ، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف جھک گیا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کھانے پر تجھ گیا۔ اس کی وجہ صرف یہی ہو سکتی ہے کہ وہ مفلس ہو گیا ہے۔ ذرا اس کے پاس تو چلو۔ قریش والے عقبہ کے پاس گئے اور ابو جہل نے اس سے کہا: عقبہ! خدا کی قسم! ہم کو تو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ تم جو ہمارے پاس نہیں آئے، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تمہارا جھکاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف ہو گیا اور تم ان کے کھانے پر تجھ گئے۔ اگر تم ضرورت مند ہو تو ہم تمہارے لیے اتنا مال جمع کر دیں گے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کھانے سے تم کو بے نیاز کر دے۔ یہ بات سن کر عقبہ کو غصہ آ گیا اور قسم کھا کر کہا: آئندہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے وہ بات بھی نہیں کرے گا اور بولا: تم لوگ واقف ہو کہ میں قریش کے اندر بڑے مال دار لوگوں میں سے ہوں۔ بات یہ ہوئی کہ میں ان کے پاس گیا تھا اور ان سے پورے حالات بیان کیے تھے لیکن انہوں نے مجھے ایسا جواب دیا کہ خدا کی قسم! نہ وہ شعر ہے، نہ کہانت اور نہ جادو (کے الفاظ) پھر عقبہ نے یہ سورت پڑھ کر سنائی۔ یہ کلام سن کر میں نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ کر خاموش کر دیا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر کہا کہ وہ چپ ہو جائیں۔ تم جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب کوئی بات کہتا ہے تو جھوٹ نہیں کہتا، اس سے مجھے ڈر ہو گیا کہ کہیں تم پر عذاب آ جائے۔

محمد بن کعب قرظی کا بیان ہے کہ ہم سے کہا گیا ہے کہ عقبہ بڑا دانش مند سردار تھا۔ قریش کی مجلس میں ایک روز بیٹھا ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تنہا مسجد (کعبہ) میں تشریف فرما تھے۔ عقبہ نے کہا: اے گروہ قریش! کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا کر ان سے کچھ گفتگو کروں اور چند باتیں ان کے سامنے رکھوں، شاید وہ ہماری کوئی بات قبول کر لیں اور ہم ان کی وہ بات پوری کر دیں اور وہ پھر ہم سے کچھ تعرض نہ کریں۔

یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے کہ حضرت حمزہ مسلمان ہو چکے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی بڑھتے جا رہے تھے۔ قریش نے کہا: ابو الولید! ایسا ہی کرو، ان کے پاس جاؤ اور بات کرو۔ عقبہ اٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور کہنے لگا: میرے بھتیجے! تم جانتے ہو کہ تمہارا کنبہ وسیع ہے اور نسبی لحاظ سے بھی تمہارا ایک خاص مقام ہے لیکن تم نے ایک بری بات کی ہے جس سے قریش کی جماعت میں تم نے پھوٹ ڈال دی اور سب کو بے وقوف قرار دیا اور ان کے معبودوں کی خرابیاں بیان کیں اور ان کے گزشتہ باپ دادا کو کافر بتایا۔ ذرا کان لگا کر میری بات سنو، میں چند چیزیں تمہارے سامنے رکھتا ہوں، تم ان پر غور کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو الولید! کہو کیا باتیں ہیں؟ عتبہ نے کہا: بھتیجے! اگر تم جو کہتے ہو اس سے تمہارا مقصد مال کا حصول ہے تو ہم تمہارے لیے اتنا مال جمع کر دیں گے کہ تم ہم سب سے زیادہ مال دار ہو جاؤ گے اور اگر سرداری کے طلبگار ہو تو ہم تم کو اپنا سردار بنا لیں گے اور اگر تم کو کچھ دکھائی دیتا ہے (یعنی جنون یا جن کا اثر ہے) تو ہم تمہارا علاج تلاش کریں گے اور ممکن ہے یہ شعر ہوں جو تمہارے سینہ سے اُلتے ہوں (اور تم ان کو روک نہ سکتے ہو تو اے بنی مطلب! تم کو اس (شاعری) پر وہ قدرت حاصل ہے جو دوسروں کو نہیں ہے۔ جب عتبہ بات ختم کر چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو الولید! کیا تم اپنی بات پوری کر چکے؟ عتبہ نے کہا: جی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اب میری سنو۔ عتبہ نے کہا: سناؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھنا شروع کیا "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حم۔ تنزیل من الرحمن الرحیم۔ کتب فصلت ایتہ قرآنا عربیاً" حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ رہے تھے اور عتبہ اپنے دونوں ہاتھ پشت کے پیچھے لٹکائے، ان پر سہارا لگائے خاموشی کے ساتھ کان لگائے سن رہا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم آیت سجدہ پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور فرمایا: ابو الولید! یہ تمہاری بات کا جواب ہے۔ عتبہ فوراً اُٹھ گیا اور اپنے ساتھیوں کی طرف چل دیا۔ اہل مجلس میں سے ایک نے دوسرے سے خدا کی قسم کھا کر کہا: ابو الولید! جو خیال لے کر گیا تھا، اس کے خلاف خیال لے کر واپس آ رہا ہے۔ جب عتبہ آ کر بیٹھ گیا تو لوگوں نے پوچھا ابو الولید! کیا خبر لائے؟ عتبہ نے کہا: یہ خبر ہے کہ میں نے ایسا کلام سنا کہ خدا کی قسم! میں نے ویسا کلام کبھی نہیں سنا، نہ وہ شعر ہے، نہ جادو، نہ کہانت۔ برادران قریش! میرا کہا مانو، اس شخص کو یونہی چھوڑ دو، جو کچھ کر رہا ہے کرنے دو، تم کچھ تعرض نہ کرو، اس سے علیحدہ رہو۔ جو بات میں نے اس سے سنی ہے، خدا کی قسم! اس کی کچھ حقیقت ہو کر رہے گی۔ اگر عرب اس پر کامیاب ہو جائیں گے تو تمہارا کام ہو جائے گا اور اگر یہ عرب پر غالب آ گیا تو اس کی حکومت تمہاری حکومت اور اس کی عزت تمہاری عزت ہوگی، اس کی وجہ سے تم بڑے خوش نصیب ہو جاؤ گے۔ قریش نے کہا: ابو الولید! واللہ، اس نے تیرے اوپر جادو کر دیا ہے۔ عتبہ نے کہا: میرا تمہارے لیے یہی مشورہ ہے، اب تم جو چاہو کرو۔

فَمَا عَادَ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۖ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿١٥﴾ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَحْسَاتٍ لِنَدِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ ﴿١٦﴾ وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ فَآخَذْتَهُمْ صَاعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٧﴾

﴿١٥﴾ جس کو دیکر (بزعم خود تم) بھیجے گئے ہو پھر وہ جو لوگ عاد کے تھے وہ دنیا میں ناحق کا تکبر کرنے لگے اور کہنے لگے کہ وہ کون ہے جو قوت میں ہم سے زیادہ ہے (آگے جواب ہے کہ) کیا ان کو یہ نظر نہ آیا کہ جس خدا نے ان کو پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ ہے اور ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے تو ہم نے ان پر ایک ہوائے تند ایسے دنوں میں بھیجی جو

منحوس تھے تاکہ ہم ان کو اس دنیوی حیات میں رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھادیں اور آخرت کا عذاب اور زیادہ رسوائی کا سبب ہے اور ان کو مدد نہ پہنچے گی اور وہ جو شمود تھے تو ہم نے ان کو (پتھر کے ذریعہ سے) رستہ بتلایا سوانہوں نے گمراہی کو بمقابلہ ہدایت کے پسند کیا پس ان کو عذاب سراپا ذلت کی آفت نے پکڑ لیا ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے۔

تفسیر 15 "فاما عاذا فاستكبروا في الارض بغير الحق وقالوا من اشد منا قوة" پھر وہ جو عباد کے لوگ تھے، وہ دنیا میں ناحق تکبر کرنے لگے اور کہنے لگے: وہ کون ہے جو طاقت میں ہم سے بڑھ کر ہے؟ "فاستكبروا" یعنی بغیر استحقاق کے دوسرے لوگوں سے اپنے کو بڑا اور برتر سمجھنے لگے۔

16 "فارسلنا عليهم ريحا ضروصرا" سخت ہوا۔ "من الصرة" سے ماخوذ ہے چیخ۔ بعض نے کہا کہ سخت سردی کی ہوا۔ "فی ایام نحسات" حاء کے سکون کے ساتھ۔ دوسرے قراء نے حاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر تین سال بارش کا قحط لگائے رکھا اور ان پر لگاتار ہوائیں پھلتی رہیں بغیر بارش کے۔ "لنذيقهم عذاب الخزي" ہول اور ذلت والا عذاب۔ "فی الحیوة الدنیا و لعذاب الآخرة اخزی" سخت اہانت والا۔ "وہم لا ینصرون"

17 "واما ثمود فهدیناہم" ہم نے ان کو پکارا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے ہم نے ان کے لیے راستہ واضح کر دیا۔ بعض نے کہا ہم نے ان کے لیے خیر اور شر کا راستہ اختیار کر لیا۔ "فاستحبوا العمی علی الہدی" ان کو اختیار دے دیا، ایمان یا کفر کا۔ "فاخلتہم صاعقة العذاب" ہلاک کرنے والا عذاب۔ "الہون" ہوان کو ذلیل و رسوا کر دینے والا۔ "بما کانوا یکسبون"

وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ 18 وَيَوْمَ يُنْفَخُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ 19
حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ إِرَابْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ 20
وَقَالُوا لَئِن لَّجُودِيهِمْ لَمِ شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا 21 قَالُوا إِنَّا نَطَقْنَا اللَّهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ
أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ 22 وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَرُونَ 23 أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا
أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِّمَّا تَعْمَلُونَ 24 وَذَلِكُمْ
ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ 25

ترجمہ اور ہم نے (اس عذاب سے) ان لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور ہم سے ڈرتے تھے اور (ان کو وہ دن بھی یاد دلانے) جس دن اللہ کے دشمن (یعنی کفار) دوزخ کی طرف (جمع کرانے) کے لیے موقوف حساب میں لائے جائیں گے پھر وہ روکے جائیں گے (تاکہ بقیہ بھی آجائیں یہاں تک کہ جب وہ اس کے قریب آجائیں گے تو ان کے کان اور آنکھیں اور ان کی کھالیں ان پر ان کے اعمال کی گواہی دیں گے اور (اس وقت) وہ لوگ (متعجب

ہو کر) اپنے اعضاء سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں کی وہ (اعضاء) جواب دیں گے کہ ہم کو اس اللہ نے گویائی دی جس نے ہر (گویا) چیز کو گویائی دی اور اسی نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا اور اسی کے پاس پھر لائے گئے ہو اور (تم) دنیا میں) اس بات سے تو اپنے آپ کو چھپا ہی نہ سکتے تھے کہ تمہارے کان اور آنکھیں اور کھالیں تمہارے خلاف میں گواہی دیں لیکن تم اس گمان میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بہت سے اعمال کی خبر بھی نہیں اور تمہارے اس گمان نے جو کہ تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا تھا تم کو برباد کیا پھر تم (ابدی) خسارہ میں پڑ گئے۔

تفسیر 18..... ”ونجینا الذین امنوا وکانوا یتقون۔“

19 ویوم یحشر اعداء اللہ الی النار“ نافع اور یعقوب رحمہما اللہ نے ”نحشر“ نون کے ساتھ اور ”اعداء“ نصب کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے یاء اور اس کے پیش اور شین کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ ”اعداء“ کو مرفوع پڑھا ہے۔ یعنی وہ جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے۔ ”فہم یوزعون“ ہانکے جائیں گے جہنم کی طرف۔ قنادہ اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے پہلے لوگوں کو روکا جائے گا، پچھلوں کے لیے تاکہ وہ مل جائیں۔

20 ”حتی اذا ما جاؤ وھا“ وہ جہنم پر آ جائیں گے۔ ”شہد علیہم سمعہم و ابصارہم و جلودہم“ یعنی ان کے چمڑے۔ ”بما کانوا یعملون“ سدی رحمہ اللہ اور جماعت کہتی ہے کہ جلود سے شرم گا ہیں مراد ہیں اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کے اعضاء ان اعمال کو بیان کریں گے جن کو ان کی زبانوں نے چھپا لیا ہوگا۔

21 ”وقالوا“ یعنی کفار جو جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے۔ ”لجلودہم لیم شہدتم علینا ط قالوا انطقنا اللہ الذی انطق کل شیء“ یہاں بات پوری ہو گئی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”وہو خلقکم اول مرۃ“ یہ ان کے اعضاء کا جواب نہیں ہے۔ ”والیہ ترجعون“

22 ”وما کنتم تستترون“ یعنی جو تم ہلکا سمجھتے ہو یہ معنی اکثر اہل علم کے نزدیک ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تم بچتے ہو اور قنادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تم گمان کرتے ہو۔ ”ان یشہد علیکم سمعکم ولا ابصارکم ولا جلودکم ولکن ظننکم ان اللہ لا یعلم کثیرا مما تعملون“ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بیت اللہ کے پاس در قبیلہ ثقیف کے آدمی اور ایک قریش کا آدمی جمع ہو گئے یاد قریشی اور ایک ثقفی۔ ان کے پیٹوں پر چربی بہت زیادہ اور دلوں میں سمجھ بہت کم تھی، ان میں سے ایک کہنے لگا کیا تمہارا خیال ہے کہ جو ہم کہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سن لیتے ہیں؟ تو دوسرا کہنے لگا اگر ہم بلند آواز سے بولیں تو سن لیتے ہیں اور اگر آہستہ بولیں تو نہیں سنتے تو تیسرا کہنے لگا کہ اگر وہ ہماری بلند آواز کو سن لیتا ہے تو ہماری پوشیدہ آواز کو بھی سن لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ”وما کنتم تستترون ان یشہد علیکم سمعکم ولا ابصارکم ولا جلودکم ولکن ظننکم ان اللہ لا یعلم کثیرا مما تعملون“ کہا گیا ہے کہ ثقفی عیب دیا لیل تھا اور اس کے دو قریشی ساتھی ربیعہ اور صفوان بن امیہ تھے۔

23 "وَذَلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اِرْءَاكُمْ" تمہیں ہلاک کر دیا یعنی تمہارے اس گمان نے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اکثر اعمال کو نہیں جانتے، تمہیں ہلاک کر دیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ تمہیں آگ میں ڈال دیا ہے۔ "فاصبحتم من الخاسرين" پھر ان کے مال کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔

فَاِنْ يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ وَاِنْ يَسْتَعْجِبُوا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ 24 وَقَيُّضْنَا لَهُمْ قُرْءَانَ فَرِئُوتًا لَهُمْ مَا بَيْنَ اَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنَّ وَالْانْسِ. اِنَّهُمْ كَانُوا خَسِرِينَ 25 وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهٰذَا الْقُرْءَانِ وَالغَوَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ 26 فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيْدًا وَّلَنُجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَا الَّذِي كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ 27 ذٰلِكَ جَزَاءُ اَعْدَاءِ اللّٰهِ النَّارُ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْاٰخِرَةِ جَزَاءٌ مِّمَّا كَانُوْا بِاٰثِنًا يَجْحَدُوْنَ 28 وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا رَبَّنَا اَرِنَا الَّذِيْنَ اَضَلَّنَا مِنَ الْجِنَّ وَالْانْسِ نَجْعَلُهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ 29

تفصیل (سو) اس حالت میں) اگر یہ لوگ صبر کریں تب بھی دوزخ ہی ان کا ٹھکانا ہے اور اگر وہ عذر کرنا چاہیں گے تو بھی مقبول نہ ہوگا اور ہم نے (دنیا میں) ان کے لئے کچھ ساتھ رہنے والے (شیاطین) مقرر کر رکھے تھے سو انہوں نے ان کے اگلے پچھلے اعمال ان کی نظر میں مستحسن کر رکھے تھے اور ان کے حق میں بھی ان لوگوں کے ساتھ اللہ کا قول (یعنی وعدہ عذاب) پورا ہو کر رہا جو ان سے پہلے جن وانس (کفار) ہو گزرے ہیں بیشک وہ (سب) بھی خسارہ میں رہے اور یہ کافر (باہم) یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو سنو ہی مت اور (اگر پیغمبر سنانے لگیں تو) اس کے بیچ میں غل مچا دیا کرو شاید (اس تدبیر سے) تم ہی غالب رہو سو ہم ان کافروں کو ذلت عذاب کا مزہ چکھادیں گے اور ان کو ان کے (ایسے) برے برے کاموں کی سزا دیں گے یہی سزا ہے اللہ کے دشمنوں کی یعنی دوزخ ان کے لئے وہاں ہیشتگی کا مقام ہوگا اس بات کے بدلہ میں کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے اور (جب بتلائے عذاب ہوں گے تو) وہ کفار کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو وہ دونوں شیاطین اور انسان دکھا دیجئے جنہوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا ہم ان کو اپنے پیروں کے تلے لٹا لیں تاکہ وہ خوب ذلیل ہوں۔

تفسیر 24..... "فان يصبروا فالنار ماثوى لهم" ان کا ٹھکانہ ہے۔ "وان يستعجبوا" وہ رضا کو طلب کریں اور عتبہ کو تلاش کریں۔ "فما هم من المعتبين" مستعب وہ شخص جس کا عتاب قبول کر لیا گیا ہو اور اس نے جو مانگا ہو اس کو قبول کر لیا گیا ہو۔ کہا جاتا ہے "اعتبني فلان" یعنی اس نے مجھے ناراض کرنے کے بعد راضی کر دیا اور "استعبه" یعنی میں نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ مجھ سے راضی ہو جائے۔

25 "وقضینا لہم" یعنی ہم نے بھیجا اور سپرد کیا اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے تیار کیا اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کا سبب بنایا۔ "قرناء" شیطانوں میں سے نظر رکھنے والے جنہوں نے ان کو گمراہ کر دیا۔ "فزینوا لہم ما بین ایدیہم" دنیا کے معاملہ میں سے حتیٰ کہ انہوں نے اس کو آخرت پر ترجیح دی۔ "وما خلفہم" آخرت کے معاملہ سے۔ پس انہوں نے اس کو اس کی تکذیب اور بعث کے انکار کی طرف بلایا۔ "و حق علیہم القول فی أمم" امتوں کے ساتھ۔ "قد خلت من قبلہم من الجن والانس انہم کانوا خاسرین"

26 "وقال الذین کفروا" قریش کے مشرکین میں سے "لا تسمعوا لہذا القرآن والغوا فیہ" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس میں شور و غل کرو اور وہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے تھے کہ جب تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھتے دیکھو تو اس کے مقابلے میں شعور و جزیہ کلمات اور لغو باتیں شروع کر دیا کرو۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں لغو کروتالیاں اور سیٹیاں بجا کر۔ اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تم باتیں زیادہ کرنا شروع کر دو، جو وہ کہہ رہے ہوں گے وہ ان پر خلط ملط ہو جائے گا اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے سامنے چیخنا شروع کر دو۔ "لعلکم تغلبون" محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی قرأت پر۔

27 "فلندیقن الذین کفروا عذابا شدیدا ولنجزینہم اسوا الذی" یعنی ان کے برے افعال کی وجہ سے۔ "کانوا یعملون" دنیا میں اور وہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔

28 "ذلک" جو میں نے سخت عذاب ذکر کیا۔ "جزاء اعداء اللہ" پھر اس جزاء کو بیان کرتے ہوئے فرمایا "النار" یعنی وہ جزاء آگ ہے۔ "لہم فیہا" یعنی آگ میں "دار الخلد" ایسا رہائشی ٹھکانہ ہے جس سے کہیں اور منتقل نہ ہو سکیں گے۔ "جزاء بما کانوا بآیاتنا یجحدون"

29 "وقال الذین کفروا" یعنی آگ میں کہیں گے۔ "ربنا ارنا الذین اضلانا من الجن والانس" اس سے ان کی مراد ابلیس اور قابیل بن آدم ہیں جس نے اپنے بھائی کو قتل کر کے گناہ کا طریقہ جاری کیا۔ "نجعلہما تحت اقدامنا" آگ میں "لیکونا من الاسفلین" تاکہ وہ دونوں جہنم کے نچلے درجہ میں ہو جائیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تاکہ ان دونوں پر ہم سے سخت عذاب ہو۔

إِنَّ الدِّينَ قَالُوا رَبَّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا
وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ① نَحْنُ أَوْلِيُّكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ.
وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهَى أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ ② نَزَّلْنَا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ ③ وَمَنْ
أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ④

تجوید جن لوگوں نے (دل سے) اقرار کر لیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر (اس پر) مستقیم رہے ان پر فرشتے اتریں

گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت (کے ملنے) پر خوش رہو جس کا تم سے (پیغمبر کی معرفت) وعدہ کیا جایا کرتا تھا اور ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور تمہارے لئے اس (جنت) میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے یہ بطور مہمانی کے ہوگا غفور رحیم کی طرف سے اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو (لوگوں کو) خدا کی طرف بلائے اور خود بھی نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

استقامت سے کیا مراد ہے

تفسیر 30 "ان الدین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا" حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے استقامت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ استقامت یہ ہے کہ امر اور نہی پر قائم رہ جائے اور لومڑی کی طرح پینترے نہ بدلے اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خالص اللہ کے لیے عمل کرو اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فرائض کو ادا کرو اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ فرائض کی ادائیگی پر ڈٹ جاؤ اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے حکم پر ڈٹ جاؤ۔

پس اس کی فرمانبرداری والے کام کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو۔ مجاہد اور عکرمہ رحمہما اللہ نے فرمایا کہ اس بات کی گواہی پر ڈٹ جاؤ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے حتیٰ کہ اللہ کو جا ملو اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معرفت پر ڈٹ جاؤ اور مرتد نہ ہو اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حسن رحمہ اللہ جب یہ آیت تلاوت فرماتے تو فرماتے "اللہم ربنا فارزقنا الاستقامة" اے اللہ! تو ہمارا رب ہے، ہمیں استقامت عطا فرما۔ "تتنزل علیہم الملائكة" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ موت کے وقت۔ قتادہ اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جب وہ اپنی قبروں سے کھڑے ہوں گے۔ وکیع بن جراح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خوشخبری تین جگہوں میں ہوگی۔ موت کے وقت اور قبر میں اور بعثت کے وقت۔ "ان لاتخافوا" موت سے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تم اس پر نہ ڈرو جو تم نے آگے آخرت کے لیے بھیجا ہے۔ "ولا تحزنوا" اس پر جو تم نے پیچھے اہل و عیال چھوڑے ہیں کیونکہ ان تمام کے بارے میں ہم تمہارے پیچھے نگران ہیں اور عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اپنے اپنے گناہوں پر غم نہ کرو اور ڈرو مت کیونکہ میں نے ان کو معاف کر دیا۔ "وابشروا بالجنة التي كنتم توعدون"

31 "نحن اولياؤکم" یہ بات ان کو وہ فرشتے کہیں گے جو ان پر بشارت کے ساتھ اتریں گے کہ ہم تمہارے دوست، تمہارے مددگار اور تمہارے محبوب ہیں۔ "فی الحیوة الدنیا و فی الآخرة" یعنی دنیا و آخرت میں۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرشتے کہیں گے کہ ہم تمہارے محافظ ہیں جو تمہارے ساتھ دنیا میں تھے اور آخرت میں ہم تمہارے اولیاء ہیں، وہ کہیں گے اب ہم تمہارے جنت میں داخل ہونے تک تم سے جدا نہ ہوں گے۔ "ولکم فیہا ماتشتہی"

انفسکم“ اعزازات اور لذتوں میں سے۔ ”ولکم فیہا“ جنت میں ”ما تدعون“ جو تم خواہش کرو۔

(32 - 33) ”نزلاً“ رزق ہے۔ ”من غفور رحیم ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ“ اس کی طاعت کی

طرف۔ ”وعمل صالحا“ وقال انی من المسلمین“ ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ اس بات کی گواہی کی طرف بلایا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ مؤمن ہے جس نے اللہ کی دعوت پر لبیک کہا اور خود جو بات قبول کی، لوگوں کو بھی اس کی طرف بلایا اور پھر نیک عمل کیے اور کہا ”انی من المسلمین“ بے شک میں تو مسلمانوں میں سے ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ آیت مؤذنین کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور عمرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ مؤذن ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور عمل صالحا کہ اذان و اقامت کے درمیان دو رکعت پڑھے اور قیس بن حازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اذان و اقامت کے درمیان نماز ہے۔

ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ یہ ارشاد تین مرتبہ فرمایا۔ پھر تیسری مرتبہ فرمایا ”لمن شاء“ جو چاہے اس کے لیے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ سفیان رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مجھے یہی معلوم ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع حدیث ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اذان و اقامت کے درمیان دعاء رڈ نہیں کی جاتی۔

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ
عَدَاوَةٌ كَاَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ 34 وَمَا يُلْقُهَا اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلْقُهَا اِلَّا ذُوْ حِظٍّ عَظِيْمٌ 35
وَمَا يَنْزَعُكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۚ اِنَّهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ 36 وَمِنْ اٰيٰتِهِ
الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۚ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ
الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ 37 فَاِنْ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ
لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ (آیت سجدہ) 38

تسبیح اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی (بلکہ ہر ایک کا اثر جدا ہے تو (اب) آپ (مع اتباع) نیک برتاؤ سے (بدی) کو) نال دیا کیجئے پھر یکا یک آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جاوے گا جیسے کوئی دلی دوست ہوتا ہے اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے مستقل (مزاج) ہیں اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑا صاحب

کیجئے بلاشبہ وہ خوب جاننے والا ہے خوب سننے والا ہے اور منجملہ اس کی (قدرت و توحید کی) نشانیوں کے رات ہے اور دن ہے اور سورج ہے اور چاند ہے پس تم لوگ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اور صرف اس خدا کو سجدہ کرو جس نے ان (سب) نشانیوں کو پیدا کیا اگر تم کو خدا کی عبادت کرنا ہے پھر اگر یہ لوگ تکبر کریں تو جو فرشتے آپ کے رب کے مقرب ہیں وہ شب و روز اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور وہ (اس سے) ذرا نہیں اکتاتے۔

تفسیر 34 "وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ" فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "لا" یہاں صلہ ہے اس کا معنی یہ ہے کہ "وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَالسَّيِّئَةُ" یعنی صبر اور غصہ اور بردباری و جہالت اور معافی اور برائی۔ "ادفع بالتي هي احسن" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ غصہ کے وقت صبر کا حکم دیا اور جہالت کے وقت بردباری کا اور برائی کے وقت معافی کا۔ "فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ" یعنی جب تو یہ کرے گا تو تیرا دشمن تیرے لیے پست ہو جائے گا اور تو اور تیرا دشمن ایسے ہو جاؤ گے "كَانَهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ" جیسے دوست اور قریبی تعلق دار۔ مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ابوسفیان بن حرب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس لیے کہ یہ مسلمانوں سے سخت دشمنی کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے "صہری" مسر ہونے کی وجہ سے نرم ہو گیا۔ پھر جب اسلام لائے تو اسلام کے ولی اور حمایتی ہو گئے۔

35 "وَمَا يُلْقَاهَا" اور یہ عادت نہیں دیا جاتا ہے۔ یعنی برائی کو اچھائی کے ذریعے دور کرنے کی۔ "إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا" غصہ کو پینے اور ناپسند چیز کو برداشت کرنے پر۔ "وَمَا يُلْقَاهَا إِلَّا ذُو حِظٍّ عَظِيمٍ" خیر اور ثواب میں۔ اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حظ عظیم جنت ہے۔ یعنی یہ نہیں دیا جاتا مگر وہ شخص جس کے لیے جنت واجب ہو چکی۔

36 "وَأَمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ" آپ کے پناہ طلب کرنے اور آپ کے اقوال کو "العلیم" آپ کے افعال و احوال کو۔

37 "وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ" یہاں "خلقهن" مؤنث ضمیر کے ساتھ اس وجہ سے کہا ہے کہ اس کو جمع مکر کے طریقہ پر جاری کیا ہے اور یہاں مذکر کو مؤنث پر غلبہ دینے کے طریقہ پر جاری نہیں کیا۔ "إِنْ كُنْتُمْ آيَاهُ تَعْبُدُونَ"

38 "فَانْصَبُوا" سجدوں سے۔ "فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ" یعنی فرشتے۔ "يَسْبَحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ" نہ وہ اکتاتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ إِنَّ
الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُحِي الْمَوْتَى ؕ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ 39 إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا
لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ أَفَمَنْ يُلْقَىٰ فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؕ اعْمَلُوا مَا

سِئْتُمْ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۴۰﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ﴿۴۱﴾ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿۴۲﴾ مَا يُقَالُ

لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۖ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ﴿۴۳﴾

﴿تفسیر﴾ اور منجملہ اس کی (قدرت و توحید کی) نشانیوں کے ایک یہ ہے کہ (اے مخاطب) تو زمین کو دیکھتا ہے کہ دبی و بانی (پڑی) ہے کہ جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے (اس سے ثابت ہوا کہ) جس نے اس زمین کو زندہ کر دیا وہی مردوں کو زندہ کر دے گا بیشک ہر چیز پر قادر ہے بلاشبہ جو لوگ ہماری آیتوں میں کجروی کرتے ہیں وہ لوگ ہم پر مخفی نہیں ہیں سو بھلا جو شخص نار میں ڈالا جاوے وہ اچھا ہے یا وہ شخص جو قیامت کے روز امن و امان سے (جنت میں) آئے جو جی چاہے کر لو وہ سب تمہارا کیا ہوا دیکھ رہا ہے جو لوگ اس قرآن کا جب کہ وہ ان کے پاس پہنچتا ہے انکار کرتے ہیں (ان میں خود تدبیر کی کمی ہے) اور یہ (قرآن) بڑی با وقعت کتاب ہے جس میں غیر واقعی بات نہ اس کے آگے کی طرف سے آسکتی ہے اور نہ پیچھے کی طرف سے یہ خدائے حکیم محمود کی طرف سے نازل کیا گیا ہے آپ کو وہی باتیں (تکذیب و ایذا کی) کہی جاتی ہیں جو آپ سے پہلے رسولوں کو کہی گئی ہیں آپ کا رب بڑی مغفرت والا اور دردناک سزا دینے والا ہے۔

﴿تفسیر﴾ ﴿۴۰﴾..... ”ومن آیاتہ“ اس کی قدرت کے دلائل میں سے۔ ”انک تری الارض خاشعة“ خشک غبار آلود اس میں

کوئی چیز نہ اُگی ہو۔ ”فاذا انزلنا علیہا الماء اهتزت وربت ان الذی احیایا لمعنی الموتی انه علی کل شیء قدير“ ﴿۴۱﴾ ”ان الذین یلحدون فی آیاتنا“ ہمارے دلائل میں حق سے اعراض کرتے ہیں اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تالیاں اور سیٹیاں اور شور و غل کر کے ہماری آیات میں الحاد کرتے ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہماری آیات کی تکذیب کرتے ہیں۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ضد اور مخالفت کرتے ہیں۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ”لا ینخفون علینا افمن یلقى فی النار“ اور وہ ابو جہل ہے۔ ”خیر ام من یأتی امنا یوم القیامة“ کہا گیا ہے کہ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ”اعملوا ما شئتم“ یہ امر دھمکی اور وعید کا ہے۔ ”انہ بما تعملون بصیر“ جاننے والا ہے۔ پس تم کو اس کی جزاء دے گا۔

﴿۴۰﴾ ”ان الذین کفروا بالذکر“ قرآن کا ”لما جاءهم“ پھر ذکر کے وصف کو شروع کر دیا اور ”ان الذین کفروا“

کے جواب کو چھوڑ دیا ہے اس تقدیر پر کہ جو لوگ قرآن کا انکار کرتے ہیں وہ اپنے کفر کا بدلہ دیئے جائیں گے اور کہا گیا ہے کہ اس کی خبر باری تعالیٰ کا وہ قول ہے جو اس کے بعد ہے ”اولئک ینادون من مکان بعید. وانہ لکتاب عزیز“ کلبی رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ اللہ کے ہاں معزز ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عزت دی ہے۔ پس باطل اس کی طرف راہ نہیں پائے گا۔

42 "لَا يَاتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ" قنادہ اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ باطل وہ شیطان ہے جو اس کو تبدیل کرنے یا اس میں کمی و زیادتی کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ کمی کیے جانے سے محفوظ ہے کہ باطل اس کے سامنے سے آجائے اور زیادتی کیے جانے سے محفوظ ہے کہ باطل اس کے پیچھے سے آجائے اور اس معنی پر باطل کمی اور زیادتی ہے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی تکذیب پہلی کتابوں سے نہیں آئی اور نہ اس کے بعد کوئی کتاب آئے گی جو اس کو باطل کر دے۔ "تنزیل من حکیم حمید" پھر ان کی تکذیب پر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی۔

43 اور فرمایا "مَا يُقَالُ لَكَ" تکلیف سے۔ "الَا مَا قَدِ قِيلَ لِلرَّسُولِ مِنْ قَبْلِكَ" فرماتے ہیں کہ تحقیق انبیاء اور رسولوں کو بھی آپ علیہ السلام سے پہلے جادو گر کہا گیا۔ جیسا کہ آپ علیہ السلام کو کہا گیا اور ان کی بھی تکذیب کی گئی۔ جیسا کہ آپ علیہ السلام کی تکذیب کی گئی۔ "ان ربك لذنو مغفرة" اس شخص کے لیے جو توبہ کرے اور آپ پر ایمان لائے۔ "وذو عقاب الیم" اس شخص کے لیے جو تکذیب پر ڈٹ جائے۔

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ أَءِ اعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقُرْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى أُولَئِكَ يُنَادُونَ مِنْ مَّكَانٍ مَّ بَعِيدٍ 44 وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتَلَفَ فِيهِ ط وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقَضِيَ بَيْنَهُمْ ط وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ 45 مَنْ عَمِلْ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ط وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ 46

تفسیر اور اگر ہم اس کو عجمی (زبان کا) قرآن بناتے تو یوں کہتے کہ اس کی آیتیں صاف صاف کیوں نہیں بیان کی گئیں یہ کیا بات ہے کہ عجمی کتاب اور عربی رسول آپ کہہ دیجئے کہ یہ قرآن ایمان والوں کے لئے تو رہنما اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لائے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے اور وہ قرآن ان کے حق میں نابینائی ہے یہ لوگ (بوجہ عدم انتفاع کے ایسے ہیں کہ گویا) کسی بڑی دور جگہ سے بلائے جا رہے ہیں (کہ آواز سنتے ہیں مگر سمجھتے نہ ہوں اور ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب وہی دی تھی سو اس میں بھی اختلاف ہوا اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے (کہ پورا عذاب آخرت میں ملے گا) تو ان کا فیصلہ (دنیا ہی میں) ہو چکا ہوتا اور یہ لوگ اس کی طرف سے ایسے شک میں ہیں جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے جو شخص نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لئے اور جو برا عمل کرتا ہے اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

تفسیر 44 "ولو جعلناه" یعنی ہم اس کتاب کو بنا دیتے ہیں جس کو آپ علیہ السلام لوگوں پر پڑھتے ہیں۔ "قرآنا

اعجمیا“ لغت عرب کے علاوہ کے ساتھ۔ ”لقالوا لو لافصلت آیاتہ“ کیوں نہیں بیان کی گئیں اس کی آیات عربی میں تاکہ ہم ان کو سمجھ لیتے۔ ”ء اعجمی و عربی“ یعنی کیا کتاب عجمی ہو اور رسول عربی؟ یہ استفہام انکار کے لیے ہے۔ یعنی وہ کہتے جس پر اتاری گئی ہے وہ عربی ہے اور اتاری جانے والی کتاب عجمی ہے۔

مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عامر بن حضرمی کے غلام یسار کے پاس آتے جاتے تھے۔ یہ غلام یہودی عجمی یعنی ابو فکیحہ۔ تو مشرکین کہنے لگے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ باتیں یسار سکھاتا ہے۔ تو یہ بات سن کر یسار کے آقا نے اس کو مارا کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ باتیں سکھاتا ہے تو یسار نے کہا کہ وہ مجھے سکھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

”قل“ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ”هو“ یعنی قرآن ”للذین امنوا ہدی و شفاء“ دلوں کے لیے اور کہا گیا ہے کہ تکلیفوں سے شفاء ہے۔ ”والذین لا یؤمنون فی آذانہم وقر و هو علیہم عمی“ تمہارے اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن سے اندھے اور بہرے ہو گئے۔ پس وہ اس سے نفع نہ حاصل کر سکے۔ ”اولئک ینادون من مکان بعید“ یعنی بے شک وہ نہ سنتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں جیسا کہ وہ شخص جو دور سے پکارا جائے نہ سنتا ہے اور نہ سمجھتا ہے اور یہ مثال دی گئی ہے کہ وہ جس چیز کے ذریعے نصیحت کیے جاتے ہیں اس سے بہت کم نفع اٹھاتے ہیں۔ گویا کہ وہ ایسی جگہ سے پکارے جا رہے ہیں کہ وہ سن نہیں سکتے۔

45 ”ولقد اتینا موسیٰ الكتاب فاختلف فیہ“ پس اس کی تصدیق کرنے والے اور تکذیب کرنے والے تھے۔ جیسا کہ آپ علیہ السلام کی قوم نے آپ علیہ السلام کی کتاب میں اختلاف کیا۔ ”ولولا کلمة سبقت من ربک“ قرآن کی تکذیب کرنے والوں سے عذاب مؤخر کرنے میں ”لقضیٰ بینہم“ ان کے عذاب سے فارغ ہو چکے ہوتے اور ان کو جلدی ہلاک کر دیتے۔ ”وانہم لفی شک منہ“ آپ علیہ السلام کی سچائی میں۔ ”مریب“ ان کے لیے شک واقع کرنے والا ہے۔

46 ”من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیہا وما ربک بظلام للعبید“



إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا

تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ۚ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ آيِنَ شُرَكَائِي قَالُوا اذْنُكَ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيدٍ ۗ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوا مَا لَهُمْ مِنْ مَّحِيصٍ ۗ لَا يَسْتَمُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ فَيَسْتَوْسِقُنَّ قَنُوطًا ۗ وَلَئِن أَدْقَنَهُ رَحْمَةً مِنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتَهُ لَيَقُولَنَّ هَذَا لِي وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِن رُجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْحُسْنَىٰ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۗ وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَابِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ ۗ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهِ مَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِي شِقَاقٍ ۚ بَعِيدٍ ۗ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۚ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۗ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ۚ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ۗ

﴿تیسرا﴾ قیامت کے علم کا حوالہ خدا ہی کی طرف دیا جاسکتا ہے اور کوئی پھل اپنے خول میں سے نہیں نکلتا اور نہ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور نہ وہ بچہ جنتی ہے مگر یہ سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے اور جس روز اللہ تعالیٰ ان (مشرکین) کو پکارے گا (اور کہے گا) کہ میرے شریک اب کہاں ہیں وہ کہیں گے کہ (اب تو) ہم آپ سے یہی عرض کرتے ہیں کہ ہم میں (اس عقیدہ کا) کوئی مدعی نہیں اور جن کو یہ لوگ پہلے سے (یعنی دنیا میں) پوجا کرتے تھے وہ سب غائب ہو جاویں گے اور یہ لوگ سمجھ لیں گے کہ ان کے لئے کہیں بچاؤ کی صورت نہیں ہر آدمی ترقی کی خواہش سے اس کا جی نہیں بھرتا اور اگر اس کو کچھ تکلیف پہنچتی ہے تو ناامید ہر اسماں ہو جاتا ہے اور اگر ہم اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر واقع ہوئی تھی اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میرے لئے ہونا ہی چاہئے تھا اور میں قیامت کو آنے والا نہیں خیال کرتا اور اگر میں اپنے رب کے پہنچایا بھی گیا تو میرے لئے اس کے پاس بھی بہتری ہی ہے سو ہم ان منکروں کو ان کے (یہ) سب کردار ضرور بتلا دیں گے اور ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھا دیں گے اور جب ہم آدمی کو نعمت عطا کرتے ہیں تو (ہم سے اور ہمارے احکام سے) منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ بدل لیتا ہے اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے آپ کہیے کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر یہ قرآن خدا کے یہاں سے

آیا ہو اور پھر تم اس کا کروا نکارتو ایسے شخص سے زیادہ کون غلطی میں ہوگا جو (حق سے) ایسی دور دراز مخالفت میں پڑا ہو ہم عنقریب ان کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں ان کے گرد و نواح میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ قرآن حق ہے تو کیا آپ کے رب کی یہ بات (آپ کی حقیقت کی شہادت کے لئے) کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے یاد رکھو کہ وہ لوگ اپنے رب کے روبرو جانے کی طرف سے شک میں پڑے ہیں یاد رکھو کہ وہ ہر چیز کو (اپنے علم کے) احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔

تفسیر 47 "الیہ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ" یعنی جب قیامت کے بارے میں سوال کیا جائے گا تو اس کا علم اسی کی طرف لوٹایا جائے گا کہ اس کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا۔ "وما تخرج من ثمرات من اکمامہا" اہل مدینہ اور اہل شام اور حفص رحمہم اللہ نے "ثمرات" جمع کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے "ثمرة" مفرد کا صیغہ پڑھا ہے۔ "من اکمامہا" ان کے خوشوں سے۔ اس کا واحد "ثم" ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے پھل کا خوشہ مراد ہے، کھلنے سے پہلے۔ "وما تحمل من انشی ولا تضع الا بعلمہ" مگر اس کی اجازت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ اسی کی طرف قیامت کا علم لوٹایا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس کی طرف پھلوں اور ان کے نتیجے کا علم لوٹایا جاتا ہے۔ "ویوم ینادیہم" اللہ تعالیٰ مشرکین کو آواز دیں گے۔ "این شرکائی" جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے کہ وہ میرے شریک ہیں۔ "قالوا" یعنی مشرکین "آذناک" ہم نے آپ کو بتا دیا۔ "ما منا من شہید" یعنی اس بات پر کوئی گواہ نہیں کہ آپ کا کوئی شریک ہے۔ جب وہ عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو بتوں سے بے زاری ظاہر کریں گے۔

48..... "وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَدْعُونَ" وہ عبادت کرتے تھے۔ "من قبل" دُنیا میں۔ "وظنوا" ان کو یقین ہو گیا کہ "مالہم من محیص" بھاگنے کی جگہ۔

49 "لا یسأم الانسان" نہیں اکتاتا کافر۔ "من دعاء الخیر" یعنی ہمیشہ وہ اپنے رب سے خیر یعنی مال و دولت اور صحت کا سوال کرتا رہتا ہے۔ "وان مسہ الشر" سختی اور فقر "فیؤوس" اللہ کی روح سے "قنوط" اس کی رحمت سے۔

50 "ولئن اذقناہ رحمة منّا" ہم اس کو دین خیر اور عافیت اور غنا۔ "من بعد ضراء مسّہ" اس سختی اور مصیبت کے بعد جو اس کو پہنچی تھی۔ "لیقولن ہذا لی" یعنی میرے عمل کی وجہ سے اور میں اس کا محبوب ہوں۔ "وما اظن الساعة قائمة ولئن رجعت الی ربی ان لی عنده للحسنی" یہ کافر کہے گا مجھے بعثت کا کوئی یقین نہیں تھا۔ پس جب معاملہ ایسا ہے اور میں اپنے رب کی طرف لوٹایا گیا تو میرے لیے حسنی یعنی جنت ہوگی۔ یعنی جیسے اس نے مجھے دُنیا میں دیا، عنقریب وہ مجھے آخرت میں بھی دے گا۔

"فلننبئن الذین کفروا بما عملوا" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم ان کو ان کے برے

اعمال پر واقف کریں گے۔ ”ولنذيقنهم من عذاب غليظ“

51 ”واذا انعمنا على الانسان اعرض ونا بجانبه واذا مسه الشر فذوا دعاء عريض“ زیادہ۔ اور عرب طول اور عرض کو کثرت کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے اطلال فلان الكلام والدعا و اعرض، یعنی اس نے زیادہ کلام کی اور زیادہ دُعا کی۔

52 ”قل ارايتم ان كان“ یہ قرآن ”من عند الله ثم كفرتم به من اضل ممن هو في شقاق بعيد“ حق کے خلاف اس سے دور یعنی کوئی شخص بھی تم سے زیادہ گمراہ نہیں ہے۔

53 ”سنريهم آياتنا في الآفاق“ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ گزشتہ اُمتوں کے مکانات۔ ”وفى انفسهم“ آزمائش اور بیماریوں کے ذریعے اور قنادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”فی الآفاق“ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو پہلی اُمتوں پر عذاب بھیجے اور ”وفى انفسهم“ بدر کے دن اور مجاہد، حسن، سدی اور کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں ”فی الآفاق“ جن علاقوں پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو فتح دی۔ ”وفى انفسهم“ فتح مکہ ہے۔ ”حتی يتبين لهم انه الحق“ یعنی دین اسلام۔ اور کہا گیا ہے کہ قرآن کے بارے میں ان پر واضح ہو گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

اور کہا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان پر واضح ہو گیا کہ ان کی تائید اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی گئی ہے۔ عطاء اور ابن زید رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ فی الآفاق یعنی آسمان و زمین کے اقطار جیسے سورج، چاند، ستارے، نباتات، درخت اور نہریں۔ ”وفى انفسهم“ اللہ تعالیٰ عمدہ کاریگری اور حکمت کے عجائبات حتیٰ کہ ان پر واضح ہو گیا کہ یہ حق ہے۔ ”اولم يكف بربك انه على كل شىء شهيد“ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”اولم يكف بربك لانه على كل الاية“ اس لیے کہ وہ ہر چیز پر حاضر اور گواہ ہے۔ اس سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔

54 ”الا انهم فى مرية من لقاء ربهم“ بعث سے شک میں ہیں۔ ”الا انه بكل شىء محيط“ ہر چیز کا اس نے اپنے علم سے احاطہ کیا ہوا ہے۔



سُورَةُ الشُّورَى

مکی ہے اور اس کی ترپن (۵۳) آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمَّ ① عَسَقَ ② كَذَلِكَ يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الدِّينِ مِنَ قَبْلِكَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ③
 ﴿حَمَّ عَسَقَ﴾ اسی طرح آپ پر اور جو (پینمبر) آپ سے پہلے ہو چکے ہیں ان پر (دوسری سورتوں اور کتابوں کی) وحی بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ جو زبردست حکمت والا ہے۔

تفسیر (1-2)..... ”حم عسق“ حسین بن فضل رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ ”حم عسق“ کو لکھنے میں جدا کیوں لکھا جاتا ہے حالانکہ یہ ”کھعص“ کو لکھنے میں جدا نہیں کیا جاتا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اس لیے کہ یہ سورتیں ایسی ہیں کہ ان کے شروع میں ”حم“ آتا ہے تو اس کی اس جیسی دوسری سورتوں کے طرز پر جاری کیا گیا ہے۔ پس حم مبتداء ہے اور ”عسق“ اس کی خبر ہے اور اس لیے کہ یہ دونوں دو آیتیں شمار کی گئی ہیں اور اس جیسے دوسرے مقطعات جیسے ”کھعص“ اور ”المص“ اور ”المز“ یہ ایک آیت شمار کیے گئے ہیں۔

حروف مقطعات کی تفسیر

اور کہا گیا ہے اس لیے کہ مفسرین رحمہم اللہ کا ”کھعص“ اور اس کے ہم مثل کے حروف تہجی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور ”حم“ میں اختلاف ہے۔ پس بعض حضرات نے اس کو فعل بنایا ہے حروف میں شمار نہیں کیا اور کہا ہے کہ ”حم“ کا معنی ”قضی ما ہو کائن“ یعنی جو چیزیں آئندہ ہونے والی ہیں ان کا فیصلہ کر دیا ہے (کیا ہے اور عکرمہ رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ح اس کا علم ہے م اس کی مجد (بزرگی) ہے۔ ع اس کا علم س اس کی سناؤ وہ اورق سے۔ اس کی قدرت اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کی قسم کھائی ہے اور شہر بن حوشب اور عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ح حرب (جنگ) ہے کہ اس قریش کے ذلیل کو عزت دی گئی اور عزت والے کو ذلت دی گئی۔ ”م“ ملک ہے جو ایک قوم سے دوسری قوم کی طرف تبدیل ہوتا رہا ہے۔ ”ع“ قریش کے دشمن جو ان کا ارادہ کرتے ہیں۔ ”س“ سیسی برائی جو ان میں ہوتی تھیں۔ ”ق“ اللہ کی قدرت جو اس کی مخلوق میں نافذ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ ہر صاحب کتاب نبی پر ”حم عسق“ کی وحی کی گئی ہے۔

③ پس اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”کذلک یوحى الیک“ اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے ”یوحى“ حاء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ ان کی دلیل باری تعالیٰ کا قول ”او حینا الیک“ ہے۔ ”و الی الذین من قبلک“ اس قرأت پر اللہ تعالیٰ کا قول ”اللہ العزیز الحکیم“ قائل کا بیان ہے۔

گویا کہ سوال کیا گیا کہ وحی کون کرتا ہے تو جواب دیا گیا اللہ العزیز الحکیم۔ اور دیگر حضرات نے ”یوحى“ حاء کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔ آپ کی طرف اور ان انبیاء علیہم السلام کی طرف جو آپ علیہ السلام سے پہلے تھے۔ اللہ غالب حکمت والا۔ عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مراد غیب کی خبریں ہیں۔

لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ④ تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ أَلَا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ⑤ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ اللَّهُ حَفِيظٌ عَلَيْهِمْ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ⑥ وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَبَّ فِيهِ ۖ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ⑦

④ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی سب سے برتر اور عظیم الشان ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ آسمان اپنے اوپر (کہ ادھر ہی سے متوجہ ہوتا ہے) پھٹ پڑیں اور (وہ) فرشتے اپنے رب کی تسبیح و تہلیل کرتے ہیں اور اہل زمین کے لئے معافی مانگتے ہیں خوب سمجھ لو کہ اللہ ہی معاف کرنے والا رحمت کرنے والا ہے اور جن لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے کارساز قرار دے رکھے ہیں اللہ ان کو دیکھ بھال رہا ہے اور آپ کو ان پر کوئی اختیار نہیں دیا گیا اور ہم نے اسی طرح آپ پر (یہ) قرآن عربی وحی کے ذریعہ سے نازل کیا ہے تاکہ آپ (سب سے پہلے) مکہ کے رہنے والوں کو اور جو لوگ اس کے آس پاس ہیں ان کو ڈرائیں اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس (کے آنے) میں ذرا شک نہیں ایک گروہ جنت میں (داخل) ہوگا اور ایک دوزخ میں ہوگا۔

④ ”لہ ما فی السموات وما فی الارض وهو العلی العظیم“

⑤ تکاد السموات يتفطرن من فوقهن“ یعنی ہر آسمان اپنے سے نچلے آسمان کے اوپر پھٹ جائے۔ مشرکین کے قول کی وجہ سے۔ اس کی نظیر سورۃ مریم میں ہے۔ ”وقالوا اتخذ الرحمن ولدا لقد جئتم شيئا ادا تكاد السموات يتفطرن منه. والملائكة يسبحون بحمد ربهم ويستغفرون لمن في الارض“ مؤمنین کے لیے۔ ”الا ان الله هو الغفور الرحيم“

⑥ ”والذین اتخذوا من دونه اولیاء اللہ حفیظ علیہم“ ان کے اعمال کا نگران ہے اور ان پر شمار کرائے گا تاکہ ان کو اس کا بدلہ دے۔ ”وما انت علیہم بوکیل“ اللہ نے آپ علیہ السلام کو ان پر نگران نہیں بنایا کہ آپ علیہ السلام سے ان کے بارے میں مواخذہ ہو۔

76 "و كذلك" اس کی مثل جو ہم نے ذکر کیا۔ "او حینا الیک قرآنا عربیا لتندر ام القری" مکہ کے رہنے والوں کو۔ "ومن حولہا" یعنی تمام زمین کے علاقوں کو۔ "وتندر یوم الجمع" یعنی تاکہ آپ علیہ السلام ان کو جمع ہونے کے دن یعنی قیامت کے دن سے ڈرائیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ اولین و آخرین اور آسمان والوں اور زمین والوں کو جمع کریں گے۔ "لا ریب فیہ" اس جمع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، یہ ہو کر رہے گا۔ پھر جمع کے بعد وہ جدا کیے جائیں گے۔ "فریق فی الجنة و فریق فی السعیر"

یہ کتابیں کون سی تھیں اور ان میں کیا تھا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس گھر سے تشریف لائے، اپنی ہتھیلیوں کو بند کیے ہوئے آپ علیہ السلام کے پاس دو کتابیں تھیں تو آپ علیہ السلام نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ یہ دو کون سی کتابیں ہیں؟ ہم نے عرض کیا نہیں! اے اللہ کے رسول! یہ کہ آپ خود ہمیں خبر دے دیں تو آپ علیہ السلام نے دائیں ہاتھ والی کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں جنتیوں اور ان کے آباء و اجداد اور قبیلوں کے نام اور ان کی تعداد لکھی ہوئی ہے۔ ان کے اپنے آباء کی پشتوں میں نطفہ بن کر قرار پکڑنے سے پہلے اور ماؤں کے رحموں میں نطفہ کے قرار پکڑنے سے پہلے۔ جب وہ گارے کی شکل میں تھے۔ پس نہ ان میں کوئی زائد ہوگا اور نہ کوئی ان میں سے کم ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قیامت کے دن تک کی اجمالی فہرست ہے۔ پھر اپنے بائیں ہاتھ والی کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں جہنمیوں اور ان کے آباء و اجداد اور قبیلوں کے نام اور ان کی تعداد ہے۔ یہ نام ان کے آباء کی پشتوں اور ماؤں کے رحموں میں نطفہ کی شکل میں ٹھہرنے سے پہلے لکھے گئے ہیں جب وہ گارے کی شکل میں تھے۔ پس ان میں کوئی نام زائد ہوگا اور نہ کوئی کم ہوگا۔ یہ قیامت کے دن تک کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجمالی فہرست ہے تو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر عمل کیوں کیا جائے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم عمل کرتے رہو اور سیدھی راہ پر چلو اور قریب ہو جاؤ۔ پس بے شک جنت والوں کے لیے جنتیوں کے اعمال کا خاتمہ لکھا گیا ہے۔ اگرچہ جو عمل بھی کرے اور جہنمی کے لیے جہنمیوں والے عمل کا خاتمہ لکھا گیا ہے۔ اگرچہ جو عمل بھی کرے۔ پھر فرمایا "فریق فی الجنة" اللہ کے فضل سے۔ "و فریق فی السعیر" اللہ تعالیٰ کے انصاف کی وجہ سے۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۗ وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُمْ مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ⑧ أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ فَاللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَهُوَ عَلِيُّ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ⑨ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۗ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ⑩ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ

أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا يَذُرُّوكُمْ فِيهِ ۖ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿۱۱﴾
 اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ان سب کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتا لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور (ان) ظالموں کا قیامت کے روز کوئی حامی (مددگار) نہیں کیا ان لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے کارساز قرار دے رکھے ہیں سو اللہ ہی کارساز ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور جس جس بات میں تم (اہل حق کے ساتھ) اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے یہ اللہ میرا رب ہے میں اسی پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں وہ آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے بنائے اور (اسی طرح) مویشی کے جوڑے بنائے (اور) اس کے (جوڑے ملانے کے) ذریعہ سے تمہاری نسل چلاتا رہتا ہے کوئی چیز اس کی مثل نہیں اور وہی ہر بات کا سننے والا دیکھنے والا ہے۔

تفسیر ﴿۸﴾ "ولو شاء الله لجعلهم امة واحدة" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دین پر اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ملت اسلام پر جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول "ولو شاء الله لجعلهم على الهدى" ہے۔ "ولكن يدخل من يشاء في رحمة" دین اسلام میں "والظالمون" کافر لوگ "مالهم من ولي" جو ان سے عذاب ہٹائے۔ "ولا نصير" جو ان کو آگ سے بچائے۔

﴿۹﴾ "ام اتخذوا" بلکہ ان کافروں نے بنا لیا ہے۔ "من دونہ" یعنی اللہ کے سوا۔ "اولیاء فالله هو الولی" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ علیہ السلام اور آپ کے تبعین کا ولی ہے۔ "وہو یحی الموتی وهو علی کل شیء قدير"

﴿۱۰﴾ "وما اختلفتم فیہ من شیء" دین کے معاملہ میں "فحکمة الی اللہ" اس معاملہ میں قیامت کے دن ایسا واضح فیصلہ کریں گے کہ شک زائل ہو جائے گا۔ "ذکرکم اللہ" جو باہم اختلاف کرنے والوں کا فیصلہ کرے گا۔ وہی "ربی علیہ توکلت والیہ انیب" ﴿۱۱﴾ "فاطر السموات والارض جعل لکم من انفسکم ازواجاً" تمہاری تخلیق کی مثل میں سے بیویاں۔ کہا گیا ہے کہ "من انفسکم" اس وجہ سے کہا ہے کہ حضرت حواء علیہا السلام کو آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا تھا۔ "ومن الانعام ازواجاً" مذکورہ مؤنث کی اقسام۔ "یذروکم" تم کو پیدا کرتا ہے۔ "فیہ" رحم میں۔ اور کہا گیا ہے کہ پیٹ میں اور کہا گیا ہے کہ تخلیق کے اسی طریقہ پر۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نسل در نسل لوگوں اور مویشیوں کو اور کہا گیا ہے کہ فی باء کے معنی میں ہے یعنی "یذروکم بہ" (تمہیں اس کے ذریعے پیدا کرتا ہے) اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے "تمہیں نکاح کے ذریعے زیادہ کرتا ہے۔"..... "لیس کمثلہ شیء" مثل صلہ ہے یعنی وہ کسی چیز کی طرح نہیں ہے۔ پس مثل کو تاکید کے لیے داخل کیا گیا ہے جیسے باری تعالیٰ کا قول "فان امنوا بمثل ما امنتم بہ" ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ کاف صلہ ہے۔ اصل عبارت یوں بنے گی۔ "لیس مثلہ شیء" (اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے)۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔ "وهو السميع البصير"

لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَسُطُّ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۗ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٢﴾
 شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى
 وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ۗ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ۗ اللَّهُ
 يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ ﴿١٣﴾ وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بِنِعْمِ
 بَيْنَهُمْ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى لَفُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا
 الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَفِي شَكٍّ مِمَّنْهُ مُرِيبٌ ﴿١٤﴾ فَلِذَلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ
 أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۗ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۗ لَنَا
 أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۗ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۗ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿١٥﴾

﴿١٢﴾ اسی کے اختیار میں ہیں کنجیاں آسمان اور زمین کی جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور (جس کو چاہے) کم دیتا ہے بے شک وہ ہر چیز کا پورا جاننے والا ہے اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو (مع ان سب کے اتباع کے) حکم دیا تھا (اور ان کی امم کو یہ کہا تھا) کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا مشرکین کو وہ بات بڑی گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ ان کو بلارہے ہیں اللہ اپنی طرف جس کو چاہے کھینچ لیتا ہے اور جو شخص (خدا کی طرف) رجوع کرے اس کو اپنے تک رسائی دیدیتا ہے اور وہ لوگ بعد اس کے کہ ان کے پاس علم پہنچ چکا تھا محض آپس کی ضد اضدی سے باہم متفرق ہو گئے اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک وقت معین تک (کے لئے مہلت دینے کی) ایک مدت پہلے قرار نہ پا چکتی تو (دنیا ہی میں) ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی (مرا داس سے مشرکین عہد نبوی کے ہیں) وہ اس کی طرف سے ایسے (قوی) شک میں پڑے ہیں جس نے (ان کو) تردد میں ڈال رکھا ہے سو آپ اسی طرف (ان کو برابر) بلائے جائیے جس طرح آپ کو حکم ہوا ہے (اس پر) مستقیم رہیے اور ان کی (فاسد) خواہشوں پر نہ چلئے اور آپ کہہ دیجئے کہ اللہ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں میں سب پر ایمان لاتا ہوں اور مجھ کو یہ (بھی) حکم ہوا ہے کہ (اپنے اور) تمہارے درمیان میں عدل رکھوں اللہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے ہماری تمہاری کچھ بحث نہیں اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اس میں شک بھی نہیں کہ اسی کے پاس جانا ہے۔

﴿١٣﴾ "لہ مقالید السموات والارض" آسمان وزمین میں پوشیدہ رزق کی چابیاں۔ کلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

بارش اور نباتات "يسط الرزق لمن يشاء ويقدر" اس لیے کہ رزق کی چابیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ "انہ بكل شیء علیہ" 13 "شرع لكم من الدين" بیان کیا اور طریقہ جاری کیا تمہارے لیے۔ "ما وصى به نوحا" یہ انبیاء شریعت میں سے پہلے ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اور ان کو وصیت کی ایک دین کی۔ "والذی اوحننا الیک" قرآن اور شرائع اسلام میں سے "وما وصینا به ابراهیم و موسیٰ و عیسیٰ" اس آیت کی توجیہ میں مفسرین رحمہم اللہ کا اختلاف ہے۔

قنادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حلال کو حلال کرنا اور حرام کو حرام کرنا مراد ہے اور حکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں کو حرام قرار دینا ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے اور اللہ کی فرمانبرداری کا اقرار کرنے کی وصیت کی ہے۔ پس یہ اس کا دین ہے جو ان کے لیے مقرر کیا تھا اور کہا گیا ہے کہ وہ توحید اور شرک سے برأت ظاہر کرتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جو اس کے بعد ذکر کیا گیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول "ان اقیموا الدین ولا تفرقوا فیہ" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو دین اور الفت اور جماعت قائم کرنے کے لیے بھیجا ہے اور فرقہ بندی اور مخالفت کو چھوڑنے کے لیے۔ "کبر علی المشرکین ما تدعوہم الیہ" توحید اور بتوں کو چھوڑنے کی طرف۔ پھر فرمایا: "اللہ یجتبی الیہ من یشاء" اپنے دین کے لیے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ "ویہدی الیہ من یشاء" اس کی فرمانبرداری کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

14 "وما تفرقوا" یعنی مختلف ادیان کے لوگوں نے۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے یعنی اہل کتاب جیسا کہ "سورة المنفکین" میں ذکر کیا گیا ہے۔ "وما تفرق الذین اتوا الکتاب" الآیہ۔ "الا من بعد ما جاءہم العلم" اس بات کا کہ فرقت گمراہی ہے لیکن پھر بھی انہوں نے یہ کام کیا۔ "بغیا بینہم" سرکشی کی وجہ سے۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سرکشی کرتے ہوئے۔ "ولولا کلمة سبقت من ربک" ان سے عذاب کو مؤخر کرنے میں۔ "الی اجل مسمی" اور وہ قیامت کا دن ہے۔ "لقضی بینہم" ایمان لانے والوں اور کافروں کے درمیان یعنی دنیا میں مکذبین پر عذاب اتار دیا جاتا۔

"وان الذین اوردثوا الکتاب" یعنی یہود و نصاریٰ۔ "من بعدہم" ان کے انبیاء علیہم السلام کے بعد اور کہا گیا ہے کہ گزشتہ امتوں کے بعد اور قنادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ مشرکین مکہ سے پہلے۔ "لفی شک منہ مریب" یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں۔

15 "فلذلک فادع" یعنی اس کی طرف جیسا کہ کہا جاتا ہے دعوت الی فلان ولفلان۔ یعنی میں نے فلاں اور فلاں کی طرف دعوت دی اور یہ اشارہ ہے اس کی طرف جو انبیاء علیہم السلام کو توحید کی وصیت کی گئی تھی۔

"واستقم کما امرت" یعنی اس دین پر ثابت قدم رہیں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ "ولا تتبع اہواءہم وقل آمنت بما انزل اللہ من کتاب" یعنی میں اللہ کی تمام کتابوں پر ایمان لاتا ہوں۔ "وامرت لاعدل بینکم" اس کا کہ

تمہارے درمیان انصاف کروں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تم پر اللہ نے جو احکام فرض کیے ہیں اس سے زیادہ نہ کروں اور کہا گیا ہے کہ تا کہ میں تمہارے درمیان تمام حالات اور چیزوں میں انصاف کروں۔ ”اللہ ربنا وربکم لنا اعمالنا و لکم اعمالکم“ یعنی ہمارا معبود ایک ہے اور اگر ہمارے اعمال مختلف ہوں گے تو ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے گا۔ ”لا حجة“ کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ ”بیننا و بینکم“ اس کو قتال کی آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔ پس جب قتال کا حکم نہیں دیا گیا تھا اور دعوت کا حکم دیا گیا تھا تو آپ علیہ السلام کے اور جو لوگ اس کو قبول نہیں کریں گے ان کے درمیان کوئی جھگڑا نہ ہوگا۔ ”اللہ یجمع بیننا“ معاد میں فیصلہ کرنے کے لیے۔ ”والیہ المصیر“

وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ مَّ بَعْدِ مَا اسْتَجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝۱۶ اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ ط وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ ۝۱۷ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ ط أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُمَارُونَ فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ مَّ بَعِيدٍ ۝۱۸ اللَّهُ لَطِيفٌ مَّ بَعَادِهِ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝۱۹

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے (دین کے) بارہ میں (مسلمانوں سے) جھگڑے نکالتے ہیں بعد اس کے کہ وہ مان لیا گیا ان لوگوں کی حجت ان کے رب کے نزدیک باطل ہے اور ان پر غضب (واقع ہونے والا) ہے اور ان کے لئے (قیامت کو) سخت عذاب (ہونے والا) ہے اللہ ہی ہے جس نے (اس) کتاب (یعنی قرآن) کو اور انصاف کو نازل فرمایا اور آپ کو (اس کی) کیا خبر عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو مگر جو لوگ اس کا یقین نہیں رکھتے اس کا تقاضا کرتے ہیں اور جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ برحق ہے یاد رکھو کہ جو لوگ قیامت کے بارہ میں جھگڑتے ہیں بڑی دور کی گمراہی میں (بتلا) ہیں اللہ تعالیٰ (دنیا میں) اپنے بندوں پر مہربان ہے جس کو (جس قدر) چاہتا ہے روزی دیتا ہے اور وہ قوت والا اور زبردست ہے۔

تفسیر ۱۶ ”وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ“ اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں اس کے نبی علیہ السلام سے جھگڑا کرتے ہیں اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ یہود ہیں انہوں نے کہا ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے ہے اور ہمارے نبی علیہ السلام بھی تمہارے نبی سے پہلے ہیں تو ہم تم سے بہتر ہیں تو یہ ان کا جھگڑا ہے۔ ”من بعد ما استجيب له“ یعنی لوگوں نے اس کو قبول کیا اور اسلام لے آئے اور آپ علیہ السلام کے دین میں داخل ہو گئے۔ آپ علیہ السلام کے معجزات ظاہر ہونے کی وجہ سے۔ ”حجتهم داحضة“ ان کا جھگڑا باطل ہے۔ ”عند ربهم و علیہم غضب و لهم عذاب شدید“ آخرت میں۔

۱۷ ”اللہ الذی انزل الكتاب بالحق و المیزان“ قتادہ، مجاہد اور مقاتل رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ انصاف کے ساتھ۔

عدل کا نام میزان (ترازو) رکھا گیا ہے اس لیے کہ میزان انصاف اور برابری کا آلہ (پیمانہ) ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پوری چیز دینے کا حکم دیا ہے اور کمی کرنے سے روکا ہے۔

”وما یدریک لعل الساعۃ قریب“ یہاں ”قریبۃ“ مؤنث نہیں ذکر کیا۔ اس لیے کہ الساعۃ مؤنث غیر حقیقی ہے اور عبارت کی اصل الوقت قریب ہے اور کسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا آنا قریب ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کا تذکرہ کیا۔ آپ علیہ السلام کے پاس مشرکین کی ایک جماعت بیٹھی تھی تو وہ جھٹلانے کے لیے پوچھنے لگے کب ہوگی قیامت؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

⑬ ”یستعجل بها الذین لا یؤمنون بها“ یہ گمان کرتے ہوئے کہ وہ نہیں آئے گی۔ ”والذین امنوا مشفقون“ یعنی ڈرتے ہیں۔ ”منہا ویعلمون انہا الحق“ کہ وہ آنے والی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ ”الا ان الذین یمارون“ جھگڑتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ ان کو شک ہوتا ہے۔ ”فی الساعۃ لفی ضلال بعید“

⑭ ”اللہ لطیف بعبادہ“ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ بڑا مہربان۔ عکرمہ نے کہا بندوں سے بھلائی کرنے والا۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لطیف بمعنی نرمی کرنے والا ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نیک و گناہ گار پر مہربانی کرنے والا ہے کہ ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو بھوک سے ہلاک نہیں کرتا۔ اس پر قول باری تعالیٰ ”یرزق من یشاء“ دلالت کرتا ہے اور مؤمن و کافر اور ہر ذی روح جس کو اللہ تعالیٰ رزق دیتے ہیں۔ پس وہ ان میں سے جس کو اللہ چاہے تو رزق دے۔ جعفر بن محمد صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رزق میں اللہ تعالیٰ کا لطف و مہربانیوں سے ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ تیرا رزق پاکیزہ چیزوں میں سے مقرر کیا اور دوسرا یہ کہ یکبارگی تجھے نہیں دے دیا۔ ”وہو القوی العزیز“

مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ ⑮ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَضْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ وَاِنَّ الظَّالِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑯ تَرَى الظَّالِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاَقْعَمٌ بِهِمْ ۗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضَتِ الْجَنَّةِ لَهُمْ مَا يَشَآءُ وَنْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ⑰ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ ۗ قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۗ وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيْهَا حُسْنًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ⑱

جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو، ہم اس کو اس کھیتی میں ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم اس

کو کچھ دنیا (اگر چاہیں) دے دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں کیا ان کے کچھ شریک (خدائی) ہیں جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کر دیا ہے جس کی خدا نے اجازت نہیں دی اور اگر (خدا کی طرف سے) ایک قول فیصل (ٹھہرا ہوا) نہ ہوتا تو (دنیا ہی میں) ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور (آخرت میں) ان ظالموں کو ضرور دردناک عذاب ہوگا (اس روز) آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے کہ اپنے اعمال کے وبال سے ڈر رہے ہوں گے اور وہ (وبال) ان پر (ضرور) پڑ کر رہے گا اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ بہشتوں کے باغوں میں (داخل) ہوں گے وہ جس چیز کو چاہیں ان کے رب کے پاس ان کو ملے گی یہی بڑا انعام ہے یہی ہے جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دے رہا ہے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے آپ (ان سے) یوں کہیے کہ میں تم سے کچھ مطلب نہیں چاہتا بجز رشتہ داری کی محبت کے اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس میں اور خوبی زیادہ کر دیں گے بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا بڑا قادر دان ہے۔

﴿20﴾ "من كان يريد حرث الآخرة" حرث کا معنی لغت میں کمائی کرنا۔ یعنی جو شخص اپنے عمل سے آخرت کا ارادہ کرے۔ "نزد له في حرثه" دو گنا کر کے ایک کے بدلہ میں دس اور اس سے بھی زیادہ جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہیں۔ "ومن كان يريد حرث الدنيا" اپنے عمل سے دنیا کا ارادہ کرے۔ "نؤتہ منها" قنادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی ہم اس کو اتنی مقدار دیں گے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے تقسیم کی ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: "عجلنا له فيها ما نشاء لمن نريد. وما له في الآخرة من نصيب" اس لیے کہ اس نے آخرت کے لیے عمل نہیں کیا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس اُمت کو بلندی، مدد اور زمین پر قدرت دینے کی بشارت دی گئی ہے۔ پس جو شخص ان میں سے آخرت کے عمل کو دنیا کے لیے کرے گا، اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

﴿21﴾ "ام لهم شركاء شرعوا لهم من الدين ما لم يأذن به الله" یعنی کفار مکہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا ان کے معبود ہیں جنہوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی؟ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ انہوں نے ان کے لیے اسلام کے علاوہ دین مقرر کیا ہے۔ "ولولا كلمة الفصل" اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے درمیان کلمہ فصل کرنے میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان سے عذاب قیامت کے دن تک مؤخر کر دیں۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: "لقضى بينهم" تو ان لوگوں کے عذاب سے فراغت ہو چکی ہوتی جو آپ علیہ السلام کی دنیا میں تکذیب کرتے ہیں۔ "وان الظالمين" مشرکین "لهم عذاب الیم" آخرت میں۔

﴿22﴾ "تري الظالمين" مشرکین کو قیامت کے دن "مشفقين" کانپتے ہوئے۔ "مما كسبوا وهو واقع بهم" ان کے اعمال کی جزاء ان پر واقع ہوگی۔ "والذين امنوا وعملوا الصالحات في روضات الجنات لهم ما يمشون عند ربهم ذلك هو الفضل الكبير"

23 "ذٰلِكَ الَّذِیْ" جو میں نے جنت کی نعمتوں کا تذکرہ کیا۔ "یُبَشِّرُ اللّٰهَ عِبَادَهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمَلُوا الصّٰلِحٰتِ" کیوں کہ اس کے اہل ہیں۔ "قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمُوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی"

الا المودة فی القربی کی تفسیر

طاؤس نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے فرمان "الا المودة فی القربی" کے بارے میں سوال کیا گیا تو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مجھے تعجب ہے کہ قریش کی کوئی ایسی شاخ نہ تھی جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری نہ ہو تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میری اور اپنی رشتہ داری کو ملاؤ۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار اور اسی طرح شععی اور طاؤس رحمہما اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا "الا المودة فی القربی" یعنی تم میری قرابت کی حفاظت کرو اور مجھ سے محبت کرو اور میرے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو اور اسی کی طرف مجاہد، قتادہ، عکرمہ، مقاتل، سدی اور ضحاک رحمہم اللہ گئے ہیں اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں جس چیز کی طرف تمہیں بلاتا ہوں اس پر کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا مگر یہ کہ تم میری حفاظت کرو ہماری رشتہ داری کی وجہ سے۔ اور اس طرح نہیں ہے جیسا کہ جھوٹے لوگ کہتے ہیں۔

مجاہد رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ مگر یہ کہ تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اور اس کی طاعت کے ذریعے اس کا قرب حاصل کرو اور یہی حسن رحمہ اللہ کا قول ہے۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قرب مراد ہے۔ فرماتے ہیں کہ مگر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا اور اس سے محبت کرنا طاعت اور نیک عمل کے ذریعے اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ مگر یہ کہ تم میرے رشتہ داروں اور اولاد سے محبت کرو اور ان کے بارے میں میری رعایت کرو اور یہی سعید بن جبیر اور عمرو بن شعیب رحمہما اللہ کا قول ہے اور آپ علیہ السلام کی قرابت۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹوں کے بارے میں اختلاف ہوا ہے اور ان کے بارے میں آیت "انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت" نازل ہوئی ہے۔

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑ رہا ہوں کتاب اللہ اور میرے اہل بیت۔ میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔ زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کون ہیں؟ تو فرمایا کہ وہ آل علی رضی اللہ عنہ، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے بارے میں ان کا خیال رکھو اور کہا گیا ہے کہ یہ آپ علیہ السلام کے وہ قریبی رشتہ دار ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور ان میں خمس تقسیم کیا جاتا ہے اور وہ بنو ہاشم اور بنو المطلب ہیں جو آپ علیہ

السلام سے جاہلیت اور اسلام میں جدا نہیں ہوئے اور ایک قوم نے کہا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی تھی۔
 مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور اس میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے اور آپ سے صلہ رحمی کا حکم دیا۔ پس جب آپ علیہ السلام نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور انصار نے آپ کو ٹھکانہ دیا اور آپ علیہ السلام کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند آئی کہ آپ علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کے بھائی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملا دیں تو فرمایا ”وما اسئلكم عليه من اجر ان اجری الا علی رب العالمین“ تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ”قل ما سئلتکم من اجر فہو لکم ان اجری الا علی اللہ“ تو یہ اس آیت اور اللہ تعالیٰ کے قول ”قل ما اسئلكم عليه من اجر وما انا من المتكلفین“ اور اس جیسی دوسری آیات سے منسوخ ہو گئی ہے اور اسی طرف ضحاک بن مزاحم اور حسین بن فضل رحمہما اللہ گئے ہیں۔ اور یہ قول پسندیدہ نہیں ہے اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ علیہ السلام کے اقارب کی محبت اور آپ علیہ السلام اور آپ کے اقارب کی تکلیف سے رُکنا اور اللہ کی طاعت سے قرب حاصل کرنا اور نیک عمل کرنا یہ سب دین کے فرائض میں سے ہیں اور یہ اسلاف کے اقوال ہیں تو یہ جائز نہیں کہ ان میں سے کسی کے منسوخ ہونے کا قول جائز نہیں ہے اور باری تعالیٰ کا قول ”الا المودّة فی القربی“ یہ پہلی کلام کے ساتھ استثناء متصل نہیں ہے کہ یہ ادائیگی رسالت کے مقابلہ میں اجر بن جائے بلکہ یہ استثناء منقطع ہے اور اس کا معنی ہے تاکہ میں تمہیں یاد دلاؤں قریبی رشتہ داروں کی محبت اور تمہیں یاد دلاؤں تمہاری مجھ سے قرابت۔ جیسا کہ ہم نے زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں روایت کیا ہے ”اذکرکم اللہ فی اہل بیتی“ اللہ تعالیٰ کا فرمان ”ومن یقترف حسنة نزد له فیہا حسنا“ یعنی جو شخص طاعت کرے گا ہم اس کے لیے اس میں اچھائی کو زیادہ کر دیں گے، دُگنا کر کے، ”ان اللہ غفور“ گناہوں کو ”شکور“ تھوڑی چیز کا حتیٰ کہ اس کو دو گنا کر دیتا ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ افترى على الله كذباً فان يشأ الله يختم على قلبك ۞ ويمح الله الباطل ويحق الحق بكلماته ۞ انه عليهم بذات الصدور 24 وهو الذي يقبل التوبة عن عباده ويعفو عن السيئات ويعلم ما تفعلون 25

﴿تج﴾ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ انہوں نے خدا پر جھوٹ بہتان باندھ رکھا ہے سو خدا اگر چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹایا کرتا ہے اور حق کو اپنے احکام سے ثابت کیا کرتا ہے وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے اور وہ ایسا (رحیم) ہے کہ وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہ تمام گناہ (گذشتہ) معاف فرما دیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس (سب) کو جانتا ہے۔

﴿تفسیر﴾ 24 ”ام یقولون“ بلکہ وہ یعنی کفار مکہ کہتے ہیں۔ ”افترى على الله كذباً فان يشأ الله يختم على قلبك“ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم آپ کے دل کو صبر سے باندھ دیتے ہیں تاکہ ان کی تکلیفیں آپ پر گراں نہ ہوں۔ قتادہ

رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی آپ کے دل پر مہر لگا دیں گے تو آپ کو قرآن اور جو کچھ آپ کو دیا ہے وہ بھلا دیتے۔ پس ان کو خبر دی کہ اگر وہ اللہ پر جھوٹ گھڑ لیتا تو اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ویسا کرتے جس کی خبر اس آیت میں دی ہے۔ پھر ابتداء کی اور فرمایا ”ویمح اللہ الباطل“ کسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے ”واللہ یمحو الباطل“ پس یہ محل رفع میں ہے لیکن اس سے واو لفظوں میں حذف کر دی گئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ”ویدع الانسان“ اور ”سندع الزبانية“ سے حذف کیا گیا ہے۔ خبر دی ہے کہ جو وہ کہتے ہیں وہ باطل ہے اللہ تعالیٰ اس کو مٹا دیں گے۔ ”ویحق الحق بکلماتہ“ یعنی اسلام کو اپنی اتاری ہوئی کتاب کے ذریعے اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے یہ کر دکھایا کہ ان کے باطل کو مٹا دیا اور اسلام کے کلمہ کو بلند کیا۔ ”انہ علیہ بذات الصدور“ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آیت ”قل لا اسألكم علیہ اجرا الا المودة فی القربی“ نازل ہوئی تو ایک قوم کے دل میں اس کی وجہ سے کچھ شک پیدا ہو گیا کہ آپ علیہ السلام کی مراد آپ کے بعد ہمیں آپ کے اقارب پر ابھارنے کی ہے تو جبریل علیہ السلام آئے اور آپ علیہ السلام کو خبر دی کہ انہوں نے آپ پر تہمت لگائی ہے اور یہ آیت نازل کی تو جس قوم نے تہمت لگائی تھی وہ کہنے لگے اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہم اس کی گواہی دیں کہ آپ علیہ السلام سچے ہیں؟

توبہ کرنے والوں سے اللہ کتنا خوش ہوتا ہے

25 تو نازل ہوا ”وہو الذی یقبل التوبة عن عباده“ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے اس کے اولیاء اور اہل طاعت مراد ہیں۔ کہا گیا ہے کہ توبہ نیت اور عمل سے گناہوں کو چھوڑنا اور نیت اور عمل سے عبادت پر متوجہ ہونا ہے۔ سہل بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ توبہ مذموم احوال سے محمود احوال کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے۔ ”ویعفوا عن السيئات“ جب وہ توبہ کر لیں تو وہ ان سے مواخذہ نہیں کرے گا۔ حارث بن سوید رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ کی خدمت میں ان کی عبادت کرنے گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا جو جنگل بیابان میں ہو اس کے ساتھ اس کی سواری ہو، اس پر اس کا کھانا پینا ہو تو وہ کہیں اتر کر سو گیا، جب وہ بیدار ہوا تو اس کی سواری گم ہو چکی تھی تو وہ اس کی تلاش میں ادھر ادھر چکر لگاتا رہا یہاں تک کہ اس کو سخت پیاس لگی تو وہ کہنے لگا جہاں میری سواری گم ہوئی تھی وہاں جا کر مرجاتا ہوں تو وہ لوٹا تو اس کو غشی آ گئی۔ پھر ہوش آیا تو اس کے پاس اس کا کھانا پینا تھا۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ سے جب وہ توبہ کرے اس سے زیادہ خوش ہوتے ہیں جو تم میں سے کوئی ایک اس وقت خوش ہو جب وہ اپنی سواری پر صحراء میں ہو اور وہ سواری اس سے جدا ہو جائے۔ اس پر اس کا کھانا اور پینا ہو تو وہ اس سے نا امید ہو گیا اور ایک درخت کے پاس آیا اور اس

کے سائے میں لیٹ گیا اور تحقیق وہ اپنی سواری سے نا امید ہو چکا تھا۔ پس وہ اسی حالت میں تھا کہ وہ سواری اس کے پاس کھڑی تھی تو اس نے اس کی لگام پکڑ لی۔ پھر خوشی کی انتہا کی وجہ سے کہنے لگا ”اے اللہ! تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں“ اس بندہ نے فرط مسرت سے غلطی کر دی۔ ”ويعفوا عن السيئات“ پس وہ اس کو مٹا دے گا جب وہ توبہ کریں گے۔ ”ويعلم ما تفعلون“ حمزہ، کسائی اور حفص رحمہم اللہ نے ”تفعلون“ تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ مشرکین کو خطاب ہے اور دیگر حضرات نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس لیے کہ یہ جملہ قوم کے متعلق دو خبروں کے درمیان ہے۔ اس جملہ سے پہلے کہا ”يقبل التوبة عن عباده“ اور اس کے بعد کہا ”ويزيدهم من فضله“

وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ ط وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ 26 وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَكِن يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ ط إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ 27

اور ان لوگوں کی عبادت قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ (ثواب دیتا ہے اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اگر بحالت موجودہ سب بندوں کے لئے روزی بالعموم فراخ کر دیتا تو وہ دنیا میں شرارت کرنے لگتے لیکن جتنا رزق چاہتا ہے انداز (مناسب ہے) (ہر ایک کے لئے) اتارتا ہے وہ اپنے بندوں (کے حال) کو جاننے والا اور (ان کا حال دیکھنے والا ہے)

تفسیر 26 ”وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا“ یعنی جو ایمان لائے ان کو جواب دیتا۔ ”وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ“ جب وہ اس کو پکاریں اور عطاء رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ”وَبُتِبَ الَّذِينَ آمَنُوا“..... ”ويزيدهم من فضله“ ان کے اعمال کے ثواب کے علاوہ اس کے فضل سے اور ابو صالح رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ان کے بھائیوں کے حق میں ان کی سفارش قبول کریں گے اور ان کو اپنا فضل زیادہ کریں گے۔ ”وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ“ 27 ”وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ“ خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے کیونکہ ہم نے بنو قریظہ اور بنو نضیر اور بنو قینقاع کے اموال کی طرف نظر کی تو ہم نے اس کی تمنا کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ”وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ“ اللہ تعالیٰ رزق کو کشادہ کر دیں۔ ”لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا“ تو وہ سرکشی کرتے۔ ”فِي الْأَرْضِ“ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کی سرکشی ان کا ایک گھر کے بعد دوسرا گھر اور ایک سواری کے بعد دوسری سواری اور لباس کے بعد لباس طلب کرنا ہے۔

”وَلَكِن يُنَزِّلُ“ ان کے رزق۔ ”بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ“ جیسے چاہتا ہے اپنے بندوں کی طرف نظر کرتے ہوئے اور حکمت کے ساتھ جو اس کی قدرت تقاضا کرتی ہے۔ ”انہ بعبادہ خبیر بصیر“

اولیاء اللہ کی توہین کرنے کا وبال

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحوالہ جبرئیل علیہ السلام، باری تعالیٰ کا یہ قول بیان فرمایا ہے کہ جو میرے کسی ولی کی توہین کرتا ہے، وہ مجھ سے جنگ کرنے کے لیے میرا مقابلہ کرتا ہے۔ میں اپنے اولیاء (کی حمایت) کے لیے ایسا غضبناک ہوں جیسا غضبناک شیر غضب میں آجاتا ہے۔ میرا مؤمن بندہ میرا مقرب (اور کسی طریقہ سے) اتنا نہیں ہوتا جتنا میرا مقرر کردہ فریضہ ادا کرنے سے ہوتا ہے اور نوافل کے ذریعہ سے میرا مؤمن بندہ برابر میرا مقرب ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اسے محبت کرنے لگتا ہوں تو پھر میں اس کے کان اور آنکھیں اور ہاتھ ہو جاتا ہوں اور اس کا مددگار بن جاتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے دُعا کرتا ہے تو میں اس کی دُعا قبول کرتا ہوں اور مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو دیتا ہوں جس کام کو میں کرنے والا ہوتا ہوں، اس کے کرنے میں مجھے ایسا تردد نہیں ہوتا جتنا اپنے مؤمن بندہ کی روح قبض کرنے میں ہوتا ہے۔ اگر وہ مرنے کو ناگوار جانتا ہو تو مجھے اس کو دکھ دینا پسند نہیں ہوتا مگر مرنے کے بغیر اس کے لیے کوئی چارہ نہیں ہوتا (اس لیے قبض روح کی تکلیف اس کو دیتا ہوں) میرے کچھ مؤمن بندے ایسے ہیں جو مجھ سے باب عبادت (کھولنے) کی درخواست کرتے ہیں لیکن میں ان کو اس سے روک دیتا ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے اندر غرور پیدا ہو جائے اور اس سے ان کی حالت بگڑ جائے۔ میرے کچھ مؤمن بندے ایسے ہیں جن کے ایمان کو صرف مال ہی درست رکھ سکتا ہے، اگر میں ان کو غنی کر دوں تو مال ان کے ایمان کو خراب کرے۔ میرے کچھ مؤمن بندے ایسے ہیں کہ ان کے ایمان کو صرف جسمانی تندرستی ہی صحیح رکھ سکتی ہے، اگر میں ان کو بیمار کر دوں تو بیماری ان کے ایمان کو بگاڑ دے اور کچھ مؤمن بندے ایسے ہیں کہ بیماری ہی ان کے ایمان کو صحیح رکھ سکتی ہے، اگر میں ان کو تندرست کر دوں تو صحت ان کے ایمان کو خراب کر دے۔ میں اپنے بندوں کے کاموں کا اپنے علم کے مطابق انتظام کرتا ہوں، مجھے ان کے دلوں کی حالت معلوم ہے، میں بخوبی جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہوں۔

وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ مَّ بَعْدَ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ط وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ 28
 وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا مِنْ دَابَّةٍ ط وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذَا
 يَشَاءُ قَدِيرٌ 29 وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ 30 وَمَا
 أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَالِكُمْ مِنَ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ 31 وَمِنْ آيَاتِهِ
 الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ 32 إِنْ يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلَى ظَهْرِهِ ط إِنْ
 فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ 33

اور وہ ایسا ہے جو لوگوں کے ناامید ہوجانے کے بعد بسا اوقات مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہ (سب)

کا) کارساز قابل حمد ہے اور منجملہ اس (کی قدرت) کی نشانیوں کے پیدا کرنا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان جانداروں کا جو اس نے آسمان و زمین میں پھیلا رکھے ہیں اور وہ ان (خلائق) کے جمع کر لینے پر بھی جب وہ (جمع کرنا) چاہے قادر ہے اور تم کو (اے گنہگارو) جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے (پہنچتی ہے) اور بہت سے تو درگزر رہی کر دیتا ہے اور تم زمین میں (پناہ لے کر) اس کو ہر نہیں سکتے اور خدا کے سوا تمہارا کوئی بھی حامی و مددگار نہیں اور منجملہ اس کی نشانیوں کے جہاز میں سمندر میں (ایسے اونچے) جیسے پہاڑ اگر وہ چاہے ہوا کو ٹھہرا دے تو وہ (جہاز) سمندر کی سطح پر کھڑے کے کھڑے رہ جاویں بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر صابر و شاکر (یعنی مومن) کے لئے۔

28 ﴿وَهُوَ الَّذِي يَنْزِلُ الْغَيْثَ﴾ بارش ”من بعد ما قنطوا“ یعنی لوگوں کے اس سے مایوس ہونے کے بعد۔ اور یہ چیز ان کو شکر کی طرف داعی ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ سے سات سال بارش کو روک رکھا یہاں تک کہ وہ ناامید ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بارش برسائی اور ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت یاد دلوائی۔ ”وینشر رحمته“ اپنی بارش کو برساتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ”وہو الذی یورسل الریاح بشرایین یدی رحمته“..... ”وہو الولی“ اس کی اطاعت کرنے والوں کے لیے۔ ”الحمید“ اپنی مخلوق کے ہاں۔

29 ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا مِنْ دَابَّةٍ وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ﴾ یعنی قیامت کے دن۔

30 ﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ﴾ اہل مدینہ اور اہل شام نے ”بما کسبت“ بغیر فاء کے پڑھا ہے اور اسی طرح ان کے مصاحف میں ہے۔ پس جس نے فاء کو حذف کیا ہے تو اس نے آیت کے پہلے حصہ کو ”الذی اصابکم بما کسبت ایدیکم“ کے معنی میں کیا ہے۔ یعنی جو چیز تم کو پہنچی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی کے بدلہ میں ہے۔ ”ويعفوا عن كثير“ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ لکڑی کی خراش اور قدم کا پھسلنا اور کسی رگ کا پھٹنا کسی نہ کسی گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور جن گناہوں سے اللہ تعالیٰ درگزر کرتے ہیں وہ اس سے زیادہ ہیں۔ ابوخیلہ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو قرآن کی افضل آیت کی خبر نہ دوں جس کے بارے میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا؟ ”وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم وبعفوا عن كثير“

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے علی! عنقریب میں تجھے اس کی تفسیر بتاؤں گا جو تمہیں مرض یا سزایا آزمائش دُنیا میں آتی ہے۔ تو وہ تمہارے اعمال کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ ان پر آخرت میں دوسری مرتبہ عذاب دینے سے بہت بہت معزز ہیں اور جو اللہ تعالیٰ دُنیا میں تمہیں معاف کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بہت بڑے بردبار ہیں کہ اس معافی کے بعد دوبارہ مواخذہ کریں۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بندہ کو کوئی ہلکی سی تکلیف یا اس سے اوپر کوئی مصیبت آئے تو وہ کسی گناہ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس

گناہ کو اس کے بغیر معاف نہیں کرتے یا کوئی اونچا درجہ ہوتا ہے جس تک اس کے بغیر بندہ کو نہیں پہنچاتے۔

31 "وما انتم بمعجزین فی الارض" بھاگ کر۔ یعنی تم جہاں بھی ہو مجھے عاجز نہیں کر سکتے اور نہ مجھ سے بھاگ سکتے

ہو۔ "وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر"

32 "ومن آیاتہ الجوار" یعنی کشتیاں اور اس کا واحد "جاریۃ" اور وہ چلنے والی کشتی "فی البحر کالاعلام" یعنی

پہاڑ۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا واحد علم ہے اور خلیل بن احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر بلند چیز عرب کے نزدیک علم ہے۔

33 "ان یشاء یسکن الریح" جو ان کو چلا رہی ہے۔ "فیضللن" یعنی کشتیاں "رواکد" ٹھہر جائیں۔

"علی ظہرہ" سمندر کی پشت پر کہ چل نہ سکیں۔ "ان فی ذلک لآیات لکل صبار شکور" یعنی ہر مؤمن کے لیے

اس لیے کہ مؤمن کی صفت سختی میں صبر کرنا اور نرمی میں شکر کرنا ہے۔

أَوْ يُوبِقُهُنَّ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ 34 وَيَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا مَا لَهُمْ مِنْ

مَحِصٍ 35 فَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَى لِلَّذِينَ

آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ 36 وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبِيرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا

هُمْ يَغْفِرُونَ 37 وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا

رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ 38 وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ 39

توجہ) یا ان جہازوں کو ان کے اعمال (بدکفر وغیرہ) کے سبب تباہ کر دے اور (ان میں) بہت سے آدمیوں سے

درگزر کر جاوے اور (اس تباہی کے وقت) ان لوگوں کو جو کہ ہماری آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں معلوم ہو جاوے

کہ (اب) ان کے لئے کہیں بچاؤ نہیں سو جو کچھ تم کو یاد دلایا گیا ہے وہ محض (چند روزہ) دنیوی زندگی کے برتنے کے

لئے ہے اور (اجر و ثواب آخرت میں) جو اللہ کے یہاں ہے وہ بدرجہا اس سے بہتر اور زیادہ پائیدار وہ تو ان لوگوں

کے لئے ہے جو ایمان لے آئے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اور جو کہ کبیرہ گناہوں سے اور (ان میں) بے

حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا

اور وہ نماز کے پابند ہیں اور ان کا ہر کام (جس میں بالتعمین نص نہ ہو) آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے اور ہم نے جو کچھ

دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم واقع ہوتا ہے تو وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں۔

تفسیر 34 "او یوبقہن" ان کو ہلاک کر دے اور غرق کر دے۔ "بما کسبوا" ان کے سواروں نے جو گناہ کیے ہیں ان

کی وجہ سے۔ "و یعف عن کثیر" ان کے گناہوں میں سے پس ان پر کوئی سزا نہیں دیتا۔

35 "و یعلم" اہل مدینہ اور اہل شام نے "و یعلم" میم کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے استئناف کی بناء پر جیسے اللہ تعالیٰ کا قول

سورۃ برآة میں ہے ”وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ“ اور دیگر حضرات نے نصب (زبر) کے ساتھ پڑھا ہے صرف اور جزم کی بناء پر جب اس کا معطوف اس سے پھیرا جائے تو اس پر نصب ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ”وَيَعْلَمُ الصَّابِرِينَ“ اس کو جزم کی حالت سے نصب کی طرف پھیرا گیا ہے استخفاف (ہلکا) کرنے کے لیے اور لگا تار جزم آنے کو ناپسند سمجھنے کی وجہ سے۔

”الذین یجادلون فی آیاتنا مالہم من محیص“ یعنی ان لوگوں کو جانتا ہے جو قرآن کی تکذیب کرتے ہیں جب وہ بعث کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹیں گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ان کے لیے کوئی جائے فرار نہ ہوگی۔

36 ”فَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ“ دُنیا کی آسائشوں میں سے ”فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا“ یہ آخرت کا سفر خرچ نہیں ہے۔ ”وَمَا عِنْدَ اللَّهِ“ ثواب

”خَيْرٌ وَابْقَىٰ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ“ اس میں بیان ہے کہ مؤمن و کافر اس بات میں برابر ہیں کہ دُنیا ان کے لیے تھوڑا سا نفع ہے جس دُنیا میں دونوں لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ پس جب دونوں آخرت میں جائیں گے تو جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ مؤمن کیلئے بہتر ہے۔

37 ”وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كِبَائِرَ الْاِثْمِ“ حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے ”کبیر الاثم“ پڑھا ہے۔ مفرد کا صیغہ یہاں بھی اور سورۃ النجم میں بھی اور دیگر حضرات نے ”کبائر“ جمع کا صیغہ پڑھا ہے اور تحقیق ہم کبائر کا معنی سورۃ النساء میں ذکر کر چکے ہیں۔ ”وَالْفَوَاحِشُ“ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مراد زنا ہے۔ مجاہد اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ گناہ جو حد واجب کرتا ہو۔ ”وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ“ برداشت کرتے ہیں اور غصہ کو پی جاتے ہیں۔

38 ”الذین استجابوا لربہم“ جب وہ ان کو اپنی طاعت کی طرف بلائے تو وہ اس کو لبیک کہتے ہیں۔ ”وَاقَامُوا الصَّلَاةَ وَامْرَأَتُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ“ جو معاملہ پیش آئے باہم مشورہ کرتے ہیں، جلد بازی نہیں کرتے۔ ”وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ“ 39 ”وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ“ ظلم اور سرکشی ”ہم ینتصرون“ وہ اپنے ظالم سے انتقام لیتے ہیں لیکن حد سے نہیں بڑھتے۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی دو قسمیں بنائی ہیں ایک قسم اپنے ظالم کو معاف کرتی ہے تو ان کے ذکر سے ابتداء کی اور فرمایا

”وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ“ اور ایک قسم اپنے ظالم سے انتقام لیتے ہیں اور یہ وہ لوگ جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔ ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آیت کے بارے میں کہ وہ لوگ ذلت کو ناپسند کرتے ہیں۔ پس جب قدرت پاتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ مؤمن ہیں جن کو کفار نے مکہ سے نکال دیا۔

اور ان پر سرکشی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین میں قدرت دی حتیٰ کہ انہوں نے اپنے پر ظلم کرنے والوں سے انتقام لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انتقام کو ذکر کیا اور فرمایا:

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ 40
 وَلَمَنِ اتَّصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيلٍ 41 إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ
 يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ 42 وَلَمَنْ
 صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ 43 وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهِ ۗ
 وَتَرَى الظَّالِمِينَ لَمَّا رَأَوْا الْعَذَابَ يَقُولُونَ هَلْ إِلَىٰ مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيلٍ 44

اور برائی کا بدلہ برائی ہے ویسی ہی پھر (بعد اجازت انتقام کے) جو شخص معاف کرے اور اصلاح کرے تو اس کا
 ثواب اللہ کے ذمہ ہے واقعی اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا اور جو اپنے اوپر ظلم ہو چکنے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے سوائے
 لوگوں پر کوئی الزام نہیں الزام صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق دنیا میں سرکشی (اور تکبر) کرتے ہیں
 ایسوں کے لئے دردناک عذاب (مقرر) ہے اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے یہ البتہ بڑی ہمت کے کاموں میں
 سے ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اس کے بعد اس شخص کا (دنیا میں بھی) کوئی چارہ ساز نہیں اور آپ ان ظالموں کو
 دیکھیں گے جس وقت کہ ان کو عذاب کا معائنہ ہوگا کہتے ہوں گے کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی صورت ہے۔

تفسیر 40 "و جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا" بدلہ کو بھی سیئہ کا نام دیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ سیئہ نہیں ہے اس لیے کہ ان کی
 صورت ایک جیسی ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی زخموں اور خون میں قصاص۔ مجاہد اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس
 سے بری بات کا جواب دینا مراد ہے۔ جب کوئی تجھے کہے اللہ تجھے رسوا کرے تو تو بھی کہہ اللہ تجھے رسوا کرے اور جب تجھے برا
 بھلا کہے تو تو بھی اسی کی مثل برا بھلا کہہ لیکن حد سے نہ بڑھ۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ
 سے پوچھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "و جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا" کی تفسیر کیا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اگر کوئی آدمی تجھے برا بھلا
 کہے تو تو اس کو برا بھلا کہہ یا اگر تیرے ساتھ کچھ کیا جائے تو تو بھی ویسا کر۔ پس میں نے ان کے پاس کچھ نہیں پایا تو میں نے ہشام
 بن حمیرہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب کوئی شخص زخم لگائے تو اس سے بدلہ لیا جائے
 گا اور آیت کا مطلب یہ نہیں کہ اگر تجھے برا بھلا کہے تو تو اس کو برا بھلا کہہ۔ پھر معافی کو ذکر کیا اور فرمایا "فمن عفا" اس کو جس نے
 اس پر ظلم کیا۔ "و اصلح" معافی کے ساتھ اپنے اور ظالم کے درمیان "فاجرہ علی اللہ" حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب
 قیامت کا دن ہوگا تو ایک آواز لگانے والا آواز لگائے گا کہ جس شخص کا اللہ تعالیٰ پر کوئی اجر ہو تو وہ کھڑا ہو جائے تو صرف وہی شخص
 کھڑا ہوگا جس نے معاف کیا ہوگا۔ پھر یہ آیت پڑھی "انہ لا یحب الظالمین" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ
 لوگ جو ظلم کی ابتداء کرتے ہیں۔

④۱ "ولمن انتصر بعد ظلمه" یعنی ظالم کے اس پر ظلم کرنے کے بعد "فاولئك" یعنی انتقام لینے والے۔ "ما علیہم من سبیل" سزا اور مواخذہ کی۔

④۲ "انما السبیل علی الذین یظلمون الناس" ظلم کی ابتداء کرتے ہیں۔ "ویبغون فی الارض بغیر الحق" اس میں نافرمانی والے کام کرتے ہیں۔ "اولئك لهم عذاب الیم"

④۳ "ولمن صبر و غفر" اور انتقام نہیں لیا۔ "ان ذلك" صبر اور تجاوز کرنا۔ "لمن عزم الامور" حق اور احتیاط والے امور میں سے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان امور میں سے ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صبر کرنے والے کو اس کے صبر کا ثواب دیا جائے گا تو ثواب میں رغبت کرنا زیادہ مکمل عزم ہے۔

④۴ "ومن یضلل اللہ فما له من ولی من بعده" پس اس کے لیے کوئی ایسا نہیں جو اس کو ہدایت دینے کا ولی بنے گا اللہ تعالیٰ کے، اس کو گمراہ کرنے کے بعد یا اس کو عذاب الہی سے بچائے۔ "وتروی الظالمین لما راوا العذاب" قیامت کے دن۔ "یقولون هل الی مرد من سبیل" وہ دنیا میں لوٹنے کا سوال کریں گے۔

وَتَرَاهُمْ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا خَشِيعِينَ مِنَ الدَّلِّ يَنْظُرُونَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۚ وَقَالَ الَّذِينَ
 اٰمَنُوا اِنَّ الْاَخْسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ اَلَا اِنَّ الظَّٰلِمِيْنَ فِيْ
 عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ④۵ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ اَوْلِيَاءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ
 فَمَا لَهُ مِنْ سَبِيْلٍ ④۶ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللّٰهِ ۗ مَا لَكُمْ مِنْ
 مُّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَمَا لَكُمْ مِنْ نَّكِيْرٍ ④۷ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَا اَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۗ اِنْ
 عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ۗ وَاِنَّا اِذَا اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا وَاِنْ تُصِبُّهُمْ سَيِّئَةٌ مِّمَّا
 قَدَّمْتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ④۸ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۗ
 يَهْبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَيَهْبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ④۹

توجہ اور (نیز) ان کو اس حالت میں دیکھیں گے جس وقت کہ وہ دوزخ کے روبرو لائے جاویں گے مارے ذلت کے جھکے ہوئے ہوں گے سست نگاہ سے دیکھتے ہوں گے اور (اس وقت) ایمان والے کہیں گے کہ پورے خسارے والے وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے متعلقین سے (آج) قیامت کے روز خسارہ میں پڑے یا درکھو کہ ظالم (یعنی مشرک و کافر) لوگ عذاب دائمی میں رہیں گے اور (وہاں) ان کے کوئی مددگار نہ ہوں گے جو خدا سے الگ ہو کر ان کی مدد کریں اور جس کو خدا گمراہ کر دے اس (کی نجات) کے لئے کوئی راستہ ہی نہیں تم اپنے رب کا حکم مان لو قبل اس کے کہ ایسا دن آ

پہنچے جس کے لئے خدا کی طرف سے ہٹانا نہ ہو گا نہ تم کو اس روز کوئی پناہ ملے گی اور نہ تمہارے بارہ میں کوئی (خدا) سے روک ٹوک کرنے والا ہے پھر اگر یہ لوگ (یہ سن کر بھی) اعتراض کریں تو ہم نے آپ کو ان پر نگران کر کے نہیں بھیجا (جس سے آپ کو اپنی باز پرس کا احتمال ہو) آپ کے ذمہ تو صرف حکم کا پہنچا دینا ہے اور ہم جب (اس قسم کے) آدمی کو اپنی عنایت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہو جاتا ہے اور ایسے لوگوں پر ان کے ان اعمال کے بدلے میں جو پہلے اپنے ہاتھوں کر چکے ہیں کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو آدمی ناشکری کرنے لگتا ہے اللہ ہی کی ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے۔

تفسیر 45 "وتراهم يعرضون عليها" آگ پر "خاشعین" عاجزی، انکساری کے ساتھ۔ "من الذل ينظرون من طرف خفی" جھکی نظروں سے کیونکہ ان پر ذلت ہوگی، وہ چپکے سے آگ پر نگاہ ڈالیں گے ڈرتے ہوئے اور اپنے دل میں ذلت محسوس کرتے ہوئے۔ اور کہا گیا ہے "من" باء کے معنی میں ہے یعنی بطرف خفی ضعیف من الذل۔ اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "من طرف خفی" کہا ہے اس لیے کہ وہ اپنی پوری آنکھ نہ کھولے، گا صرف تھوڑی آنکھ سے دیکھے گا اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ آگ کی طرف اپنے دلوں سے دیکھیں گے۔ اس لیے کہ وہ اندھے ہونے کی حالت میں جمع کیے جائیں گے اور دل سے دیکھنا خفی (ہلکا) ہے۔ "وقال الذین امنوا ان الخاسرین الذین خسروا انفسهم واهلیهم یوم القیامة" کہا گیا ہے کہ انہوں نے اپنا خسارہ کیا کیوں کہ وہ جہنم اور اپنے اہل کی طرف لوٹے۔ "الا ان الظالمین فی عذاب مقیم" 46 "وما کان لہم من اولیاء ینصرونہم من دون اللہ و من یضلل اللہ فمالہ من سبیل" دُنیا میں درستگی اور حق تک پہنچنے کا راستہ اور آخرت میں جنت تک پہنچنے کا راستہ، تحقیق ان پر خیر کے راستے بند کر دیئے گئے۔

47 "استجیبوا لربکم" اللہ کے داعی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کرو۔ "من قبل ان یأتی یوم لا مرد لہ من اللہ" قیامت کے دن کوئی شخص اس کے دور کرنے پر قادر نہ ہوگا۔ "مالکم من ملجأ" جس کی طرف تم پناہ حاصل کرو۔ "یومئذ وما لکم من نکیر" منکر جو تمہاری حالت کو تبدیل کر دے۔

48 "فان اعرضوا" لیک کہنے سے۔ "فما ارسلناک علیہم حفیظا ان علیک" نہیں ہے آپ پر "الا البلاغ وانا اذا اذقنا الانسان منا رحمة" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یعنی غنا اور صحت "فرح بہا وان تصبہم سیتة" قحط "بما قدمت ایدیہم فان الانسان کفور" یعنی اللہ تعالیٰ کی گزشتہ تمام نعمتوں کا سختی سے انکار کرتا اور بھول جاتا ہے۔

49 "اللہ ملک السموات والارض" اس کے لیے ان میں تصرف کا حق ہے جو بھی ارادہ کرے۔ "یخلق ما یشاء یهب لمن یشاء انا" پس اس کی مذکورہ اولاد نہیں ہوتی۔ کہا گیا ہے کہ عورت کی برکت میں یہ بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مؤنث کا ذکر پہلے کیا ہے۔ "ویهب لمن یشاء الذکور" پس اس کی مؤنث اولاد نہیں ہوتی۔

أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَ إناثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴿۵۰﴾ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَائِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بآذُنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ عَلَىٰ حَكِيمٍ ﴿۵۱﴾ وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَنْ نَّشَاءُ ۚ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ أَلَا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ ﴿۵۳﴾

﴿تفہیم﴾ یا ان کو جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جس کو چاہے بے اولاد رکھتا ہے بیشک وہ بڑا جاننے والا بڑی قدرت والا ہے اور کسی بشر کی (حالت موجودہ میں) یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرماوے (مگر تین طریق سے یا تو الہام فرماوے یا حجاب کے باہر سے یا کسی فرشتے کو بھیج دے کہ وہ خدا کے حکم سے جو خدا کو منظور ہوتا ہے پیغام پہنچا دیتا ہے وہ بڑا عالیشان ہے بڑی حکمت والا ہے اور اسی طرح ہم نے آپ کے پاس بھی وحی یعنی اپنا حکم بھیجا ہے آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب اللہ کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان (کا انتہائی کمال) کیا چیز ہے و لیکن ہم نے اس قرآن کو ایک نور بنایا جس کے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ایک سیدھے رستہ کی ہدایت کر رہے ہیں یعنی اس خدا کے راستہ کی کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے یا در کھوسب امور اسی کی طرف رجوع ہوں گے۔

﴿تفسیر﴾ ﴿۵۰﴾ ”او یزوّجہم ذکر انا و اناثا“ اس کے لیے یہ دونوں جمع ہو جائیں۔ پس اس کی مذکر و مؤنث اولاد ہو۔ ”ویجعل من یشاء عقیما“ پس اس کی کوئی اولاد نہ ہو۔ کہا گیا ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ہے۔ ”یہب لمن یشاء اناثا“ یعنی لوط علیہ السلام کہ ان کا کوئی بیٹا نہ تھا، صرف دو بیٹیاں تھیں۔ ”ویہب لمن یشاء الذکور“ یعنی ابراہیم علیہ السلام ان کی کوئی بیٹی نہ تھی۔ ”او یزوّجہم ذکر انا و اناثا“ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ علیہ السلام کے بیٹے، بیٹیاں سب تھے۔ ”ویجعل من یشاء عقیما“ یعنی اور عیسیٰ علیہا السلام کہ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی اور یہ مثال کے طور پر ہے ورنہ آیت عام ہے تمام لوگوں کے حق میں ”انہ علیم قدیر“

﴿۵۱﴾ ”وما کان لبشر ان یکلّمہ اللہ الا وحیا“ اور یہ اس وجہ سے کہ یہود نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا اگر آپ علیہ السلام نبی ہیں تو اللہ تعالیٰ سے کلام اور زیارت کیوں نہیں کی جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام اور ان کی زیارت کی؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ ”وما کان

لبشر ان يكلمه الله الا وحيا“ اس کی طرف وحی کرے نیند میں یا الہام کے ذریعے۔ ”او من وراء حجاب“ کہ اس کو اپنی کلام سنائے اور اس کو نہ دیکھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سے موسیٰ علیہ السلام نے کلام کی۔ ”او یوسل رسولا“ جبرئیل علیہ السلام یا ان کے علاوہ فرشتوں سے۔ ”فیوحی باذنه ما یشاء“ یعنی وہ رسول مرسل الیہ کی طرف وحی کرے گا اللہ کی اجازت کے ساتھ جو چاہے۔ نافع رحمہ اللہ نے ”او یوسل“ لام کی پیش کے ساتھ ابتداء کی بناء پر پڑھا ہے۔ ”فیوحی“ یاء ساکن کے ساتھ اور دیگر حضرات نے لام اور یاء کے نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ وحی کے محل پر عطف کرتے ہوئے اس لیے کہ اس کا معنی کسی بندہ کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کلام کریں مگر یہ کہ اس کی طرف وحی کریں یا رسول بھیجیں۔ ”انہ علیٰ حکیم“

52 ”وکذلک“ یعنی جیسے ہم نے اپنے سارے رسولوں کی طرف وحی کی۔ ”او حینا الیک روحا من امرنا“ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبوت اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رحمت اور سدی اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ وحی اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کتاب اور ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں جبریل اور مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی قرآن ”ما کنت تدری“ وحی سے پہلے۔ ”ما الکتاب ولا الایمان“ یعنی ایمان کے شرائع اور بڑی علامات۔ محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایمان سے اس جگہ نماز مراد ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ”وما کان اللہ لیضیع ایمانکم“ ہے اور اہل اصول اس بات پر ہیں کہ انبیاء علیہم السلام وحی سے پہلے مؤمن تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وحی سے پہلے دین ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور آپ علیہ السلام کے لیے دین کے شرائع واضح نہ ہوئے تھے۔ ”ولکن جعلناہ نوراً“ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یعنی ایمان اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی قرآن۔ ”نہدی بہ“ ہم راستہ دکھاتے ہیں اس کے ذریعے۔ ”من نشاء من عبادنا وانک لتہدی“ یعنی آپ علیہ السلام بلا تے ہیں۔ ”الی صراط مستقیم“ یعنی اسلام۔

53 ”صراط اللہ الذی لہ ما فی السموات وما فی الارض الا الی اللہ تصیر الامور“ یعنی مخلوق کے تمام امور آخرت میں اسی کی طرف لوٹیں گے۔



سُورَةُ الزُّحُرُفِ

مکی ہے اور اس کی نو اسی (۸۹) آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمِّ ① وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ② اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ③ وَاِنَّهٗ فِيْ اُمِّ الْكِتَابِ

لَدَيْنَا لَعَلٰی حَكِيْمٌ ④ اَفَنْضِرُبُ عَنْكُمْ الَّذِیْكَرَ صَفْحًا اِنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِیْنَ ⑤

① حَمِّ قسم ہے اس کتاب واضح کی کہ ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ (اے عرب) تم (آسانی سے) سمجھ لو اور وہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں بڑی رتبہ کی اور حکمت بھری کتاب ہے کیا ہم تم سے اس نصیحت (نامہ) کو اس بات پر ہٹالیں گے کہ تم حد (اطاعت) سے گزرنے والے ہو۔

① - ②) "حم . والكتاب المبين" اس کتاب کی قسم کھائی ہے جس نے ہدایت کے راستوں کو گمراہی

کے راستوں سے واضح کیا اور امت جس شریعت کی محتاج ہے اس کو واضح کیا۔

③ "انا جعلناه قرآنا عربيا لعلكم تعقلون" باری تعالیٰ کا قول "جعلناه" یعنی ہم نے اس کتاب کو عربی بنایا اور کہا

گیا ہے کہ ہم نے اس کو بیان کیا اور کہا گیا ہے کہ ہم نے اس کا نام رکھا اور کہا گیا ہے کہ ہم نے اس کی صفت بیان کی ہے۔ کہا جاتا

ہے "جعل فلان زيدا اعلم الناس" یعنی اس نے زید کی یہ صفت بیان کی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "وجعلوا الملائكة

الذين هم عباد الرحمن اناثا" میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان "جعلوا القرآن عسین" میں اور اللہ تعالیٰ کے قول

"اجعلتم سقاية الحاج" ان تمام میں جعل وصف اور تسمیہ کے معنی میں ہے۔

④ "وانه" یعنی قرآن "فی ام الكتاب" لوح محفوظ میں۔ قنادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ام الكتاب بمعنی اصل الكتاب

ہے اور ہر چیز کی ام اس کی اصل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا۔ پھر اس کو

حکم دیا کہ تو لکھ جن چیزوں کے پیدا کرنے کا باری تعالیٰ کا ارادہ تھا۔ پس کتاب اس کے پاس ہے۔ پھر پڑھا "وانه فی ام

الكتاب "لدينا" پس قرآن اللہ کے نزدیک لوح محفوظ میں ثابت ہے۔ جیسا کہ کہا "بل هو قرآن مجید فی لوح

محفوظ" "لعلی حکیم" قنادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے مرتبہ اور شرافت کی خبر دے رہے ہیں۔ یعنی اے اہل

مکہ! کیا تم قرآن کو جھٹلاتے ہو۔ پس بے شک وہ ہمارے ہاں بہت بلند معزز باطل سے محکم ہے۔

⑤ ”انضرب عنکم الذکر صفحا“ کہا جاتا ہے ”ضربت عنہ واضربت عنہ“ جب تو اس کو چھوڑ دے اور اس سے رُک جائے اور صُحْ مصدر ہے ان کے قول صحت عنہ کا یہ بولا جاتا ہے جب تو اس سے اعراض کرے اور یہ اس کے پھرنے اور تیرے چہرے اور گردن کے پھیرنے کے وقت ہے اور ذکر سے مراد قرآن ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ کیا ہم تم سے وحی کو چھوڑ دیں اور قرآن اُتارنا روک دیں، نہ تمہیں حکم دیں اور نہ تمہیں منع کریں۔ اس وجہ سے کہ تم اپنے کفر میں حد سے بڑھ گئے ہو اور ایمان کو چھوڑ دیا ہے؟ یہ استفہام بمعنی انکار ہے یعنی ہم ایسا نہ کریں گے اور یہ قنودہ رحمہ اللہ اور ایک جماعت کا قول ہے۔ قنودہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اگر یہ قرآن اس وقت اُٹھالیا جاتا جس وقت اس اُمت کے پہلے لوگوں نے اس کا انکار کیا تو وہ سب ہلاک ہو جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان پر بیس سال یا اس سے زائد جو اللہ نے چاہا، اس کو بار بار نازل کیا۔

کسانی اور سدی رحبما اللہ فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہے کہ کیا ہم تم سے ذکر کو لپیٹ لیں۔ پس نہ تم دعوت دیئے جاؤ اور نہ نصیحت کیے جاؤ۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کیا ہم تم کو بیکار چھوڑ دیں نہ تم کو حکم دیں اور نہ نبی کریں۔ مجاہد اور سدی رحبما اللہ فرماتے ہیں کہ کیا ہم تم سے اعراض کریں اور تمہیں چھوڑ دیں اور تمہارے کفر پر تمہیں کوئی سزا نہ دیں۔ ”ان کنتم قوما مسرفین“ اہل مدینہ، حمزہ اور کسانی رحمہم اللہ نے حمزہ کی زیر کے ساتھ ”اذ کنتم“ کے معنی پر پڑھا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ”وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین“ ہے اور دیگر حضرات نے حمزہ کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔ ”ان کنتم مسرفین“ کے معنی پر۔ یعنی مشرکین۔

وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِنْ نَبِيِّ فِي الْأَوَّلِينَ ⑥ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ⑦ فَأَهْلَكْنَا
أَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَمَضَىٰ مَثَلُ الْأَوَّلِينَ ⑧ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ
خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ⑨ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا لَعَلَّكُمْ
تَهْتَدُونَ ⑩ وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَنْشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَيِّتًا كَذَلِكَ تُخْرَجُونَ ⑪
وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ ⑫

⑥ اور ہم پہلے لوگوں میں بہت سے نبی بھیجتے رہے ہیں اور ان لوگوں کے پاس کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء نہ کیا ہو پھر ہم نے ان لوگوں کو جو کہ ان سے زیادہ زور آور تھے غارت کر ڈالا اور پہلے لوگوں کی یہ حالت (ہلاکت و غارت کی) ہو چکی ہے اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ ان کو زبردست جاننے والے (خدا) نے پیدا کیا ہے جس نے تمہارے (آرام کے) لئے زمین کو (مثل) فرش (کے) بنایا اس پر آرام کرتے ہو اور اس میں اس نے تمہارے لئے رستے بنائے تاکہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو اور جس نے آسمان سے پانی ایک انداز سے برسایا پھر ہم نے اس سے خشک زمین کو (اس کے

مناسب) زندہ کیا اسی طرح تم (بھی اپنی قبروں سے) نکالے جاؤ گے اور جس نے تمام اقسام بنائیں اور تمہاری وہ کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔

تفسیر 6 "وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَبِيٍّ فِي الْاَوَّلِينَ"

7 "وَمَا يَأْتِيهِمْ" یعنی اور نہیں آتا تھا ان کے پاس۔ "مَنْ نَبِيٍّ اِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ" جیسا آپ علیہ السلام کی قوم آپ علیہ السلام کا مذاق اڑاتی ہے۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے۔

8 "فَاَهْلَكْنَا اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا" یعنی آپ علیہ السلام کی قوم سے بھی زیادہ طاقت ور وہ پہلے لوگ جن کو رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے ہلاک کیا گیا۔ "وَمُضَىٰ مِثْلَ الْاَوَّلِينَ" یعنی ان کی صفت اور ان کا طریقہ اور ان کی سزا۔ پس ان لوگوں کا انجام اسی طرح ہلاک ہے۔

9 "وَلَمَّا سَأَلْتَهُمْ" یعنی اپنی قوم سے سوال کرتے۔ "مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضَ لِيَقُولَنَّ خَلَقْنَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ" اور اقرار کرتے ہیں کہ اللہ ان کا خالق ہے اور اللہ کی عزت و علم کا اقرار کرتے ہیں۔ پھر اس کے غیر کی پوجا کرتے ہیں اور بعث پر اس کی قدرت کا انکار کرتے ہیں اپنی انتہائی جہالت کی وجہ سے۔ یہاں تک کہ ان کی خبر ختم ہو گئی پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی کاریگری پر دلالت کرنے والی چیزوں کی ابتداء کی۔ اور فرمایا:

10 "الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْاَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ" سفر میں اپنے مقاصد کی طرف۔

11 "وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ" یعنی تمہاری ضرورت کے مطابق۔ اس طرح نہیں جیسے قوم نوح علیہ السلام پر بغیر اندازہ کے اتارا۔ یہاں تک کہ ان کو ہلاک کر دیا۔ "فَانشَرْنَا" ہم نے زندہ کیا۔ "بِه بِلْدَةٍ مَيِّتًا كَذَلِكَ" یعنی جس طرح ہم نے اس مردہ شہر کو بارش کے ذریعہ زندہ کیا۔ اسی طرح "تَخْرُجُونَ" اپنی قبروں سے زندہ۔

12 "وَالَّذِي خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا" یعنی تمام قسموں کو۔ "وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْفَلَكَ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ" خشکی اور سمندر میں۔

لِتَسْتَوُوا عَلَىٰ ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي

سَخَّرَلَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ 13 وَاِنَّا اِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ 14 وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ

جُزْءًا اِنْ الْاِنْسَانَ لَكَفُورًا مُّبِينًا 15 اَمْ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بِنْتٍ وَاَصْفَكُمْ بِالْبَنِينَ 16 وَاِذَا

بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيمٌ (۱۷) اَوْ مَنْ

يُنشَا فِي الْحَلِيَّةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ 18

ترجمہ تاکہ ان کی پیٹھ پر جم کر بیٹھو پھر جب اس پر بیٹھ چکو تو اپنے رب کی نعمت کو دل سے یاد اور (زبان سے استجاباً)

یوں کہو کہ اس کی ذات پاک ہے جس نے ان چیزوں کو ہمارے بس میں کر دیا اور ہم تو ایسے نہ تھے جو ان کو قابو میں کر

لیتے اور ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور ان لوگوں نے خدا کے بندوں میں سے (جو مخلوق ہوتے ہیں) جزو ٹھہرایا واقعی انسان صریح ناشکر ہے کیا خدا نے اپنی مخلوقات میں سے بیٹیاں پسند کیں اور تم کو بیٹوں کے ساتھ مخصوص کیا حالانکہ جب ان میں سے کسی کو اس چیز کے ہونے کی خبر دی جاتی ہے جس کو (خدا) رحمن کا نمونہ (یعنی اولاد) بنا رکھا ہے (مراد بیٹی ہے) تو اس قدر ناراض ہو کہ (سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور دل ہی دل میں گھٹتا رہے کیا جو کہ (عادتاً آرائش میں نشوونما پائے اور وہ مباحثہ میں قوت بیانیہ) نہ رکھے۔

﴿تَسْتَوُوا عَلَىٰ ظُهُورِهِ﴾ 13 یہاں ضمیر کو ذکر کیا ہے اس لیے کہ اس ضمیر کو ”ہا“ کی طرف لوٹایا ہے۔ ”ثم تذكروا نعمة ربكم اذا استويتم عليه“ خشکی اور سمندر میں سواریوں کو قابو میں کرنے کی۔ ”وتقولوا سبحان الذي سخر لنا هذا“ اس کو ہمارے تابع بنایا۔ ”وما كنا له مقرنين“ طاقت رکھنے والے اور کہا گیا ہے کہ ضبط کرنے والے۔

﴿وانا الی ربنا لمنقلبون﴾ آخرت میں لوٹنے والے ہیں۔ علی بن ربیعہ رحمہ اللہ نے خبر دی ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھے کہ وہ سوار ہونے لگے۔ جب انہوں نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو کہا بسم اللہ پھر جب ٹھیک بیٹھ گئے تو کہا الحمد للہ، پھر کہا ”سبحان الذي سخر لنا هذا وما كنا له مقرنين وانا الی ربنا لمنقلبون“ پھر تین مرتبہ اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور تین مرتبہ تکبیر کہی۔ پھر کہا ”لا اله الا الله ظلمت نفسي فاغفر لي ذنوبي فانه لا يغفر الذنوب الا انت“ پھر مسکرائے تو علی بن ربیعہ نے پوچھا کس چیز نے آپ کو ہنسایا اے امیر المؤمنین؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا تھا جیسا میں نے کیا اور آپ علیہ السلام نے بھی یہی کلمات کہے جو میں نے کہے۔ پھر آپ علیہ السلام بھی مسکرائے تو ہم نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ علیہ السلام کو کس چیز نے ہنسایا؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا بندہ یا فرمایا کہ مجھے بندہ پر تعجب ہوا کہ جب وہ کہتا ہے ”لا اله الا الله ظلمت نفسي فاغفر لي فانه لا يغفر الذنوب الا انت“ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی گناہ کو نہیں بخش سکتا۔

﴿وجعلوا له من عباده جزءا﴾ یعنی حصہ اور وہ ان کا قول فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور یہاں جعل کا معنی کسی چیز کا حکم کرنا ہے۔ جیسا کہ تو کہے ”جعلت زيدا افضل الناس“ یعنی میں نے اس کی یہ صفت بیان کی اور اس کا حکم لگایا۔ ”ان الانسان“ یعنی کافر ”لکفور“ اللہ کی نعمتوں کا انکار کرنے والا ہے۔ ”مبین“ کھلانا شکر۔

﴿ام اتخذ مما يخلق بنات﴾ یہ استفہام ڈانٹ اور انکار کے لیے ہے۔ فرماتے ہیں کہ تمہارے رب نے اپنے لیے بیٹیاں بنائی ہیں۔ ”واصفاکم بالبنین“ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ”افصفاکم ربکم بالبنین واتخذ من الملائكة اناثا“ کی طرح ہے۔

﴿و اذا بشر احدہم بما ضرب للرحمن مثلا﴾ اس کی جو اللہ کے مشابہ بنایا ہے کیونکہ ہر چیز کی اولاد اس کے مشابہ ہوتی ہے۔ یعنی جب ان میں سے کسی کو بیٹیوں کی خوشخبری دی جاتی ہے جیسا کہ سورۃ النحل میں ذکر کیا گیا ہے۔ ”و اذا بشر احدہم بالانثی“..... ”ظل وجهه مسودا وهو کظیم“ غصہ اور غم سے۔

18 "او من ینشأ" حمزہ، کسائی اور حفص رحمہم اللہ نے "ینشأ" یاء کے پیش اور نون کے زبر اور شین کی شد کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی پرورش کیا جاتا ہے اور دیگر حضرات نے یاء کی زبر اور نون کے سکون شین کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی اکتا اور بڑا ہوتا ہے۔ "فی الحلیة" زینت میں یعنی عورتیں۔

"وہو فی الخصام غیر مبین" جھگڑا میں دلیل واضح نہیں کر سکتا اپنی کمزوری اور کم عقلی کی وجہ سے۔ قنادر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں یہ ہے کہ بہت کم ایسا ہے کہ جب عورت اپنی دلیل دینے کے لیے گفتگو کرے تو وہ اپنے خلاف ہی دلیل دے سکتی ہے۔ "او من" اس میں تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ رفع ابتداء کی وجہ سے۔ نصب اضمار کی وجہ سے اصل عبارت "او من ینشأ فی الحلیة یجعلونہ بنات اللہ" اور جر اللہ تعالیٰ کے قول "مما یخلق" اور "بما ضرب" پر لوٹاتے ہوئے۔

وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ اِنَا ؕ اَشْهَدُوا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ 19 وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُونَ 20 اَمْ اَتَيْنَهُمْ كِتَابًا مِنْ قَبْلِهِ فَهُمْ بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ 21 بَلْ قَالُوا اِنَّا وَجَدْنَا اَبَاءَنَا عَلٰى اُمَّةٍ وَّاَنَا عَلٰى اٰثَرِهِمْ مُهْتَدُونَ 22 وَكَذٰلِكَ مَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِى قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ اِلَّا قَالِ مُتْرَفُوْهَا اِنَّا وَجَدْنَا اَبَاءَنَا عَلٰى اُمَّةٍ وَّاَنَا عَلٰى اٰثَرِهِمْ مُّقْتَدُونَ 23

اور انہوں نے فرشتوں کو جو کہ خدا کے بندے ہیں بلا دلیل عورت قرار دے رکھا ہے کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جاتا ہے اور قیامت میں ان سے باز پرس ہوگی اور وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے ان کو اسکی کچھ تحقیق نہیں محض بے تحقیق بات کر رہے ہیں کیا ہم نے ان کو اس قرآن سے پہلے کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس سے استدلال کرتے ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے رستہ چل رہے ہیں اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی ان ہی کے پیچھے پیچھے چلے جا رہے ہیں۔

تفسیر 19 "وجعلوا الملائكة الذين هم عباد الرحمن انا" اہل کوفہ اور ابو عمرو رحمہم اللہ نے "عباد الرحمن" باء کے ساتھ اور اس کے بعد الف ہے اور دال کی پیش ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان "بل عباد مکرمون" ہے اور دیگر حضرات نے۔ "عند الرحمن" نون اور دال کی زبر کے ساتھ ظرف ہونے کی بناء پر پڑھا ہے اور اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے فرمان "ان الذين عند ربك" کی طرح ہے۔ "اشهدوا خلقهم" اہل مدینہ نے اس کو نائب فاعل پڑھا ہے اور حمزہ استفہام کے بعد حمزہ کو لین پڑھا ہے۔ یعنی کیا وہ ان کی تخلیق میں حاضر تھے اور دیگر حضرات نے شین کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی کیا وہ ان کی

تخلیق میں حاضر تھے جب وہ پیدا کیے گئے اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول ”ام خلقنا الملائكة انا و هم شاهدون“ کی طرح ہے۔
”ستکتب شہادتہم“ فرشتوں پر کہ وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

”ویسئلون“ اس کے بارے میں کلبی اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے یہ بات کی تو ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کس نے تمہیں خبر دی ہے کہ وہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں؟ وہ کہنے لگے ہم نے اپنے آباء و اجداد سے سنا تھا اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”ستکتب شہادتہم ویسئلون“ اس کے بارے میں آخرت میں۔

20 ”وقالوا لو شاء الرحمن ما عبدناہم“ یعنی فرشتوں کی۔ اسی بات کو قنادہ، مقاتل اور کلبی رحمہم اللہ نے کہا ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی بتوں کی اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے ان کی عبادت پر جلد سزا نہیں دی کیونکہ وہ ہم سے ان کی عبادت کرنے پر راضی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”مالہم بذلک من علم“ جو وہ کہتے ہیں وہ اپنے اس قول میں جھوٹے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ ہم سے ان کی عبادت پر راضی ہے۔“ اور کہا گیا ہے کہ وہ اپنی باتوں میں اندازے لگا رہے ہیں۔ ”ان ہم الا یخرون“ اپنے اس قول میں کہ فرشتے مؤمن ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

21 ”ام اتیناہم کتابا من قبلہ“ یعنی قرآن سے پہلے کہ وہ اللہ کے غیر کی عبادت کریں۔ ”فہم بہ مستمسکون“
22 ”بل قالوا انا وجدنا آباءنا علی امة“ دین اور ملت پر۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام پر۔ ”وانا علی آثارہم مہتدون“ انہوں نے اپنے آپ کو اپنے پہلے آباء کی اتباع پر ہدایت یافتہ بنایا ہے۔

23 ”وکذلک ما ارسلنا من قبلک فی قریۃ من نذیر الا قال مترفوہا“ اس کے مال دار اور سردار ”انا وجدنا آباءنا علی امة وانا علی آثارہم مقتدون“ ان کی۔

قَالَ اَوْلُوْكُمْ بِاٰهْدٰی مِمَّا وَّجَدْتُمْ عَلَیْہِ اٰبَآءُكُمْ ط قَالُوْا اِنَّا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِہِ کٰفِرُوْنَ ۝۲۰
فَانْتَقَمْنَا مِنْہُمْ فَاَنْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُکَذِّبِیْنَ ۝۲۱ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰہِیْمُ لِاٰبِیْہِ وَرَقُوْبِہٖ اِنِّیْۤ اَبْرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۝۲۲ اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّہٗ سَیْہِدِیْنِ ۝۲۳ وَجَعَلْنَا کَلِمَۃًۢ مِّنْہٗۤ اٰیٰتِنَا فَاَنْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُکَذِّبِیْنَ ۝۲۴
بَلْ مَجَّتْ هٰؤُلَآءِ وَاٰبَآءُہُمْ حَتّٰی جَآءَہُمْ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ۝۲۵ وَکَلَّمَا جَآءَہُمُ الْحَقُّ اَنْہُمُ الْکٰفِرُوْنَ ۝۲۶
ہٰذَا سِحْرٌ وَّاَنَا بِہِ کٰفِرُوْنَ ۝۲۷ وَقَالُوْا لَوْلَا نَزَلَ ہٰذَا الْقُرْآنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقُرْءٰنِیْنَ عَظِیْمِ ۝۲۸

27 (اس پر) ان کے پیغمبر نے کہا کہ کیا (رسم آباء کی ہی کا اتباع سے جاؤ گے) اگرچہ میں اس سے اچھا انسان ہوں پر پہنچانے والا طریقہ تمہارے پاس لایا ہوں جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے (براہ عناد) وہ کہنے لگے کہ ہم تو اس دین کو مانتے نہیں جس کو دیکر تم کو بھیجا گیا ہے سو ہم نے ان سے انتقام لیا سو دیکھئے تکذیب کرنے والوں کا کیسا برا انجام ہوا اور (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جبکہ ابراہیم نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان چیزوں

(کی عبادت) سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو مگر ہاں جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر وہی مجھ کو رہنمائی کرتا ہے اور وہ اس (عقیدہ) کو اپنی اولاد میں (بھی) ایک قائم رہنے والی بات کر گئے تاکہ (ہر زمانہ میں مشرک) لوگ (شُرک سے) باز آتے رہیں بلکہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو (دنیا کا) خوب سامان دیا ہے یہاں تک کہ ان کے پاس سچا قرآن اور صاف صاف بتانے والا رسول آیا اور جب ان کے پاس یہ سچا قرآن پہنچا تو کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کو نہیں مانتے اور کہنے لگے کہ یہ قرآن (اگر کلام الہی ہے تو) ان دونوں بستیوں (مکہ اور طائف کے رہنے والوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا۔

﴿تفسیر﴾ 24 "قال" ابن عامر اور حفص رحمہما اللہ نے "قال" کو ماضی کا صیغہ اور دیگر حضرات نے "قل" امر کا صیغہ پڑھا ہے۔ "او لو جئکم" ابو جعفر رحمہ اللہ نے "جئناکم" جمع کا صیغہ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے واحد کا صیغہ پڑھا ہے۔ "باہدی" درست دین۔ "مما وجدتم علیہ آباءکم" زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ان کو فرمایا کہ کیا تم اس دین کی پیروی کرو گے جس پر تم نے اپنے آباء کو پایا۔ اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے زیادہ ہدایت والا دین لایا ہوں تو انہوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ "قالوا انا بما ارسلتم بہ کافرون"

﴿25﴾ "فانتقمنا منهم فانظر کیف کان عاقبة المکذبین"

﴿26﴾ (27)..... "واذ قال ابراهیم لابیہ وقومہ انی براء" یعنی بری ہوں۔ براء کا حشینیہ اور جمع اور مؤنث نہیں آتا کیوں کہ یہ

مصدر ہے جس کو صفت کی جگہ رکھا گیا ہے۔ "مما تعبدون الا الذی فطرنی فانہ سیہدین" مجھے اپنے دین کے لیے رہنمائی کرے گا۔ ﴿28﴾ "وجعلها" یعنی اس کلمہ کو "کلمۃ باقیۃ فی عقبہ" مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی کلمہ توحید اور لا الہ الا اللہ ہے کلمہ باقی رہنے والا اس کی عقب یعنی اولاد میں۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے اور توحید کے قائل رہیں گے اور قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی ابراہیم علیہ السلام کی اس وصیت کو جو اپنے نبی کو کی باقی رکھا ان کی نسل اور اولاد میں اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول "ووصی بہا ابراہیم بنیہ و یعقوب" ہے۔

اور ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کا قول "اسلمت لرب العالمین" مراد ہے اور پڑھا "هو سماکم المسلمین"..... "لعلہم یرجعون" شاید کہ اہل مکہ اس دین کی پیروی کریں اور جس دین پر ہیں اس سے دین ابراہیم علیہ السلام کی طرف لوٹ آئیں اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں شاید کہ وہ توبہ کر لیں اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرف لوٹ آئیں۔

﴿29﴾ "بل متعت هؤلاء و آباء ہم" یعنی مشرکین دُنیا میں اور میں نے ان کے کفر پر دُنیا میں جلدی ان کو سزا نہیں دی۔ "حتی جاء ہم الحق" یعنی قرآن۔ اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں حق سے اسلام مراد ہے۔ "ورسول مبین" ان کے لیے احکام کو بیان کرے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان احکام کا حق یہ تھا کہ وہ آپ علیہ السلام کی اطاعت کرتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اور نافرمانی کی۔

﴿۳۰﴾ "وَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ" یعنی قرآن "قَالُوا هَذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِ كَافِرُونَ

﴿۳۱﴾ و قَالُوا لَوْلَا نَزَّلَ هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْقَرِيبِينَ عَظِيمٍ" اس سے ان کی مراد مکہ میں ولید بن مغیرہ اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی تھا۔ اس کو قوادہ رحمہ اللہ نے کہا ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مکہ میں عتبہ بن ربیعہ اور طائف میں ابن عبدیلیل ثقفی مراد تھا اور کہا گیا ہے کہ مکہ میں ولید بن مغیرہ اور طائف میں حبیب بن عمرو بن عمیر ثقفی مراد تھا اور یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے۔

أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۗ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سَخِرِيًّا ۗ وَرَحِمْتُ رِبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿۳۲﴾ وَلَوْلَا أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرُ بِالرَّحْمَنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقْفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَابًا وَسُرُورًا عَلَيْهَا يُتَكَبَّرُونَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا ۗ وَإِنْ كُلُّ ذَلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۗ وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۳۵﴾

﴿۳۲﴾ کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت (خاصہ یعنی نبوت) کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں دنیوی زندگی میں (تو) ان کو روزی ہم (ہی) نے تقسیم کر رکھی ہے اور ہم نے ایک کو دوسرے پر رفعت دے رکھی ہے تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے (اور عالم کا انتظام قائم رہے) اور آپ کے رب کی رحمت بدرجہا اس (دنیوی مال و متاع) سے بہتر ہے جس کو یہ لوگ سمیٹتے پھرتے ہیں اور اگر یہ بات (متوقع) نہ ہوتی کہ تمام آدمی ایک ہی طریقہ کے ہو جاویں گے تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کے لئے ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے اور (نیز) زینے بھی جن پر سے چڑھا (اترا) کرتے ہیں اور ان کے گھروں کے کواڑ بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں اور (یہی چیزیں سونے کی بھی اور یہ سب (ساز و سامان) کچھ بھی نہیں صرف دنیوی زندگی کی چند روزہ کامرانی ہے) پھر فنا آخرفنا) اور آخرت آپ کے رب کے ہاں خدا ترسوں کے لئے ہے۔

﴿۳۲﴾ "أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَةَ رَبِّكَ" یعنی نبوت کو۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ کیا ان کے

ہاتھوں میں رسالت کی چابیاں ہیں کہ جہاں چاہیں اس کو رکھیں؟

پھر فرمایا "نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا"

پس ہم نے اس کو مال دار اور اس کو فقیر اور اس کو بادشاہ اور اس کو رعایا بنا دیا۔ پس جیسے ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی جیسے ہم نے چاہا اسی طرح ہم نے جس کو چاہا رسالت کے لیے چن لیا۔ "وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ" غنا اور مال کے ساتھ۔

”لیتخذ بعضهم بعضا سخريا“ تاکہ ان میں سے بعض دوسرے بعض سے خدمت لیں۔ پس مال دار لوگ اپنے مال اور اجرت کے ذریعے فقراء کو کام میں تابع کریں۔ پس ان میں سے بعض دوسرے بعض کے لیے معاش کا سبب ہو جائیں۔ یہ اپنے مال کے ذریعے اور وہ اپنے اعمال (مخنتوں) کے ذریعے تو اس سے جہان کا نظام قائم ہوگا۔ قنادہ اور سخاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ان میں سے بعض اپنے مال کے بدلہ میں دوسرے بعض کی عبودیت اور ملک کے مالک ہوں۔ ”ورحمة ربک“ یعنی جنت ”خیر“ ایمان والوں کے لیے۔ ”مما یجمعون“ اس سے جو کفار مال جمع کرتے ہیں۔

33 ”ولولا ان یکون الناس امة واحدة“ یعنی اگر یہ بارت نہ ہوتی کہ سب لوگ کافر ہو جائیں گے اور کفر پر جمع ہو جائیں گے۔ ”لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لیبوتهم سقفا من فضة“

ابن کثیر اور ابو جعفر اور ابو عمر و رحمہم اللہ نے ”سقفا“ سین کے زبر اور قاف کے سکون کے ساتھ واحد پڑھا ہے اور اس کا معنی جمع کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ”فخرو علیہم السقف من فوقہم“ کی طرح اور دیگر حضرات نے سین اور قاف کے پیش کے ساتھ جمع پڑھا ہے اور یہ سقف کی جمع ہے ”زھن“ اور ”زھن“ کی مثل۔ ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کا تیسرا نہیں ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ سقف کی جمع ہے اور کہا گیا ہے کہ سقف کی جمع الجمع ہے۔ ”ومعارج“ سیڑھیاں چاندی کی۔

”علیہا یظہرون“ بلند ہوتے اور چڑھتے۔ کہا جاتا ہے ”ظہرت علی السطح“ جب تو اس پر بلند ہو جائے۔

34 ”ولیبوتہم ابو ابا“ چاندی کے ”وسورا“ یعنی اور ہم ان کے لیے چاندی کے تخت بناتے۔ ”علیہا یتکئون“

35 ”وزخرفا“ یعنی اور البتہ ہم اس کے ساتھ ان کے لیے زخرف یعنی سونے کے بناتے۔ اس کی نظیر ”او یکون لک

بیت من زخرف“ ہے۔ ”وان کلّ ذلک لمتاع الحیاة الدنیا“ پس ”لما“ الا کے معنی میں ہوگا اور دیگر حضرات نے اس کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس معنی پر کہ یہ سب دُنیا کی زندگی کا تھوڑا سا نفع ہے۔ پس اس صورت میں ”ان“ ابتداء کے لیے اور ”ما“ صلہ ہوگا۔ مراد یہ ہے کہ یہ سب دُنیا کی زندگی کا تھوڑا سا نفع ہے جو ختم ہو جائے گا۔ ”والآخرة عند ربک للمتقین“ خاص طور پر یعنی جنت۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دُنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھبر کے پر کے وزن کے برابر ہوتی تو کافر کو اللہ تعالیٰ ایک قطرہ پانی بھی نہ پلاتے۔ مستورد بن شداد سے روایت ہے جو بنو فہر کے بھائی ہیں۔

فرماتے ہیں کہ میں ان سواروں میں تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مُردہ جانور پر ٹھہرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم دیکھتے ہو اس کو کہ اپنے مالکوں پر ذلیل ہوگئی حتیٰ کہ انہوں نے اس کو یہاں ڈال دیا؟ تو انہوں نے عرض کیا اس کی ذلت میں سے یہ ہے کہ انہوں نے اس کو ڈال دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پس دُنیا اللہ کے ہاں اس سے زیادہ ذلیل ہے جو یہ اپنے مالکوں پر ہے۔

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقِضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ۖ وَانَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ ۚ ۳۷ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا قَالَ يَلَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدَ

الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينُ ۚ ۳۸ وَلَنْ يَنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ۚ ۳۹

تجلیہ اور جو شخص اللہ کی نصیحت (یعنی قرآن) سے اندھا بن جاوے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں سو وہ (ہر وقت) اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ ان کو راہ (حق) سے روکتے رہتے ہیں اور یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ (راہ راست) پر ہیں یہاں تک کہ ایسا شخص ہمارے پاس آوے گا تو (اس شیطان سے) کہے گا کہ کاش میرے اور تیرے درمیان میں (دنیا میں) مشرق و مغرب کی برابر فاصلہ ہوتا کہ (تو تو) برا سا تھی تھا اور (ان سے کہا جاوے گا کہ) جبکہ تم (دنیا میں) کفر کر چکے تھے تو آج یہ بات تمہارے کام نہ آئے گی کہ تم (اور شیاطین) سب عذاب میں شریک ہو۔

تفسیر ۳۶ ”ومن يعش عن ذكر الرحمن“ یعنی رحمان کے ذکر سے اعراض کرے۔ پس اس کی سزا سے نہ ڈرے اور اس کے ثواب کی امید نہ کرے۔ کہا جاتا ہے ”عشوت الى النار اعشوا عشوا“ جب تو اس کا ارادہ کرے اس کے ذریعے رہنمائی کے لیے اور ”عشوت عنها“ یعنی میں نے اس سے اعراض کیا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے ”عدلت الى فلان“ (میں فلاں کی طرف مائل ہوا) ”وعدلت عنه“ (میں نے اس سے اعراض کیا) قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اپنی پیٹھ کو رحمن کے ذکر یعنی قرآن سے پھیرتا ہے۔ ابو عبیدہ اور اخفش رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اپنی نگاہ اس سے پھیر کر ظلم کرتا ہے۔ خلیل بن احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عشو کی اصل کمزور نگاہ سے دیکھنا ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ”ومن يعش“ کو شین کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی وہ اندھا ہو جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے ”عش، يعش، عشيا“ جب کوئی نابینا ہو جائے۔ ”فہو اعشى“ اور ”امرأة عشواء“..... ”نقيض له شيطانا“ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے ”نقيض“ یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے نون کے ساتھ۔ ہم اس کے لیے ایک شیطان کو سبب بنا دیتے ہیں اور اس کو اس کے ساتھ ملا دیتے ہیں اور اس کو اس پر مسلط کر دیتے ہیں۔ ”فہو له قرین“ اس سے جدا نہیں ہوتا۔ اس کے لیے اندھے پن کو مزین کر دیتا ہے اور اس کو یہ خیال دلاتا ہے کہ وہ ہدایت پر ہے۔ ۳۷ ”وانهم“ یعنی شیاطین ”ليصدونهم عن السبيل“ یعنی وہ ان کو ہدایت سے روکیں گے اور ضمیر کو جمع ذکر کیا ہے اس لیے کہ قول باری تعالیٰ ”ومن يعش عن ذكر الرحمن نقيض له شيطانا“ جمع کی جگہ میں ہے۔ اگرچہ لفظ واحد کے ہیں۔ ”ويحسبون انهم مهتدون“ اور بنی آدم کے کفار گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں۔

۳۸ ”حتى اذا جاءنا“ ابو بکر رحمہ اللہ کے علاوہ اہل عراق نے ”جاءنا“ کو واحد کا صیغہ پڑھا ہے، اس سے ان کی مراد کافر ہے اور دیگر حضرات نے ”جاءنا“ شنیہ پڑھا ہے۔ انہوں نے کافر اور اس کا قرین مراد لیا ہے کہ ان دونوں کو ایک سلسلہ میں بنایا گیا ہے۔ ”قال“ کافر اپنے شیطان قرین کو ”ياليت بيني وبينك بعد المشرقين“ یعنی مشرق و مغرب کے مابین کی دوری۔

پس ان میں سے ایک کے نام کو دوسرے پر غلبہ دیا گیا۔ جیسا کہ سورج و چاند کو قمران کہا جاتا ہے اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عمران۔ اور کہا گیا ہے کہ مشرقین سے سردیوں اور گرمیوں کی مشرق مراد ہے اور پہلا قول اصح ہے۔ ”فبئس القرین“ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کافر کو اٹھایا جائے گا تو اس کے قرین شیطان کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ پس وہ اس سے جدا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ جہنم تک پہنچ جائے گا۔

39 ”ولن ینفعکم الیوم“ آخرت میں ”اذ ظلمتم“ تم نے دنیا میں شرک کیا۔ ”انکم فی العذاب مشترکون“ یعنی تم کو عذاب میں مشترک ہونا نفع نہ دے گا اور یہ اشتراک تم سے عذاب کو ہلکا بھی نہ کرے گا۔ اس لیے کہ کفار و شیاطین میں سے ہر ایک کے لیے عذاب کا وافر حصہ ہوگا۔

اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تم کو آج کے دن عذر کرنا اور نادام ہونا نفع نہ دے گا۔ پس تم اور تمہارے قرین (ساتھی) آج کے دن عذاب میں مشترک ہو جیسا کہ تم کفر میں مشترک تھے۔

أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْىَ وَمَنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ 40 فَمَا نَذَهَبَنَّ بِكَ فَإِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُونَ 41 أَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِي وَعَدْنَاهُمْ فَإِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُونَ 42 فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ 43 وَإِنَّهُ لَدِكُّرٌ لِّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ 44 وَسْأَلُ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهَةً يُعْبَدُونَ 45

40 سو کیا آپ (ایسے) بہروں کو سنا سکتے ہیں یا (ایسے) اندھوں کو اور ان لوگوں کو جو کہ صریح گمراہی میں ہیں راہ پر لا سکتے ہیں پس اگر ہم (دنیا سے) آپ کو اٹھالیں تو بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں یا اگر ان سے جو ہم نے عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے وہ آپ کو (بھی) دکھلاویں تب بھی (کچھ بعید نہیں) کیونکہ ہم کو ان پر ہر طرح کی قدرت ہے تو آپ اس قرآن پر قائم رہیے جو آپ پر وحی کے ذریعہ سے نازل کیا گیا ہے آپ بے شک سیدھے راستے پر ہیں اور یہ قرآن آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے بیشک بڑے شرف کی چیز ہے اور عنقریب تم سب پوچھے جاؤ گے اور آپ ان سب پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے پوچھ لیجئے کیا ہم نے خدائے رحمن کے سوا دوسرے معبود ٹھہرا دیئے تھے۔

40 ”افانت تسمع الصم او تهدي العمى ومن كان في ضلال مبين“ یعنی ان کافروں کو جن پر عذاب کا حکم ثابت ہو چکا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔

41 ”فاما نذهبن بك“ بائیں طور کہ ہم آپ علیہ السلام کو موت دے دیں۔ ان کو عذاب دینے سے پہلے۔ ”فانا منهم منتقمون“ آپ علیہ السلام کے بعد قتل کے ذریعے۔

42 ”او نرينك“ آپ علیہ السلام کی زندگی میں ”الذی وعدناهم“ کا ”فانا علیہم مقتدرون“ قادر ہیں۔ جب ہم چاہیں

ان کو عذاب دیں اور اس سے مشرکین مکہ مراد ہیں کہ ان سے غزوہ بدر کے دن انتقام لیا اور یہ اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے اور حسن اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل اسلام مراد ہیں اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ علیہ السلام کی اُمت میں بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کا اکرام کیا کہ ان کو دنیا سے لے گئے اور ان کو اُمت کی صرف وہی چیزیں دکھائیں جو ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک دیں اور لڑائیوں کو ان کے بعد کے لیے باقی رکھا اور روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ مصائب دکھائے گئے جو آپ علیہ السلام کے بعد آپ علیہ السلام کی اُمت کو پہنچنے تھے تو اس لیے آپ علیہ السلام کو شادگی سے مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی روح قبض کر لی۔

43 "فاستمسک بالذی اوحی الیک علی صراط مستقیم"

44 "وانہ" یعنی قرآن "لذکر لک" یعنی تمہارا اعزاز ہے آپ کے لیے۔ "ولقومک" قریش میں سے۔ اس کی نظیر "لقد انزلنا الیک کتابا فیہ ذکرکم" یعنی تمہارا اعزاز ہے۔ "وسوف تستلون" اس کے حق اور اس کے شکر کو ادا کرنے کے بارے میں۔ ضحاک رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا جاتا کہ آپ علیہ السلام کے بعد یہ امر کس کے لیے ہوگا؟ تو آپ علیہ السلام کچھ جواب ارشاد نہ فرماتے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر اس کے بعد جب پوچھا جاتا کس کے لیے یہ ہوگا؟ تو آپ علیہ السلام فرماتے قریش کے لیے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ امر ہمیشہ قریش میں باقی رہے گا جب تک دو آدمی بھی باقی ہوں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ امر قریش میں ہوگا۔ ان سے اس میں جو شخص دشمنی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے منہ کے بل گردا دیں گے جب تک وہ قریش دین کو قائم رکھیں گے۔ اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قوم سے مراد عرب ہیں۔ پس قرآن ان کے لیے اعزاز ہے کہ ان کی لغت میں نازل ہوا ہے۔ پھر یہ اعزاز عرب میں سے خاص لوگوں کے ساتھ خاص ہوتا گیا حتیٰ کہ اس اعزاز کا اکثر حصہ قریش اور بنی ہاشم کے لیے ہو گیا اور کہا گیا ہے کہ یہ اعزاز آپ علیہ السلام کے لیے اس وجہ سے ہے کہ آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکمت دی اور آپ علیہ السلام کی قوم میں سے ایمان لانے والوں کے لیے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے ہدایت دی اور عنقریب تم سوال کیے جاؤ گے قرآن اور جو تمہیں اس کے حق کے ساتھ قائم ہونا لازم تھا اس کے بارے میں۔

45 "واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الہة یعبدون" ان مستولین کی تعین میں اختلاف ہوا ہے۔ عطاء رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں سے جن کو رسول بنا کر بھیجا ان رسولوں کو اٹھایا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے اذان دی، پھر اقامت کہی اور کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آگے آئیں اور ان کو نماز پڑھائیں۔ پھر جب آپ علیہ السلام نماز سے فارغ ہوئے تو آپ علیہ السلام کو جبرئیل علیہ السلام نے کہا "سَلِّ یا محمد من ارسلنا قبلک من رسلنا" آیت پڑھی تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نہیں پوچھتا، تحقیق میں نے اکتفاء کر لیا۔ اور یہی زہری، سعید بن جبیر اور ابن زید رحمہم اللہ کا قول ہے۔ ان حضرات نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کے لیے رسولوں کو جمع کیا جس رات آپ علیہ السلام کو معراج کرایا گیا اور آپ علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان سے پوچھیں۔ پس آپ علیہ السلام نے شک نہیں کیا اور کچھ نہیں پوچھا اور اکثر مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام اہل کتاب میں سے ایمان لانے والوں سے پوچھیں جن کی طرف میں نے رسولوں کو بھیجا کہ نہیں آئے ان کے پاس رسول مگر تو حید لے کر؟ اور یہی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔

تمام روایات میں اور مجاہد رحمہ اللہ، قتادہ، ضحاک، سدی، حسن اور مقاتل رحمہم اللہ کا قول ہے۔ اس پر عبد اللہ اور ابی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قرأت دلالت کرتی ہے۔ ”واستل الذین ارسلنا الیہم قبلک رسلنا“ اور سوال کا حکم دینے کا معنی قریش کے مشرکین کو تقریر کرنا ہے کہ نہ کوئی رسول اور نہ کوئی کتاب ایسی آئی ہے جو اللہ عزوجل کے غیر کی عبادت کا حکم دے۔

وَلَقَدْ ارسلنا موسیٰ بآیاتنا الی فرعونَ و ملائہ فقال انی رسول رب العالمین ﴿۴۶﴾ فلما جاءہم بآیاتنا اذاہم منها یضحکون ﴿۴۷﴾ وما نریہم من آیة الا ہی اکبر من اخیثا واخذنہم بالعذاب لعلہم یرجعون ﴿۴۸﴾ وقالوا یا ایہ السحراذع لنا ربک بما عہد عندک اننا لمہتدون ﴿۴۹﴾ فلما کشفنا عنہم العذاب اذاہم ینکثون ﴿۵۰﴾

﴿۴۶﴾ ان کی عبادت کی جاوے اور ہم نے موسیٰ کو اپنے دلائل دے کر فرعون کے اور اس کے امراء کے پاس بھیجا سو انہوں نے (ان لوگوں کے پاس آ کر) فرمایا کہ میں رب العالمین کی طرف سے پیغمبر ہو کر آیا ہوں پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو وہ یکا یک ان پر ہنسنے لگے اور ہم ان کو جو نشانی دکھلاتے تھے وہ دوسری نشانی سے بڑھ کر ہوتی تھی اور ہم نے ان لوگوں کو عذاب میں پکڑا تھا تا کہ وہ (اپنے کفر سے) باز آ جاویں اور انہوں نے کہا کہ اے جادوگر ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے ہم ضرور راہ پر آ جاویں گے پھر جب ہم نے وہ عذاب ان سے ہٹا دیا تب ہی انہوں نے (اپنا) عہد توڑ دیا۔

﴿۴۶﴾ ”ولقد ارسلنا موسیٰ بآیاتنا الی فرعون و ملائہ فقال انی رسول رب العالمین۔“

﴿۴۷﴾ فلما جاءہم بآیاتنا اذاہم منها یضحکون ”استہزاء کرتے ہوئے۔“

﴿۴۸﴾ ”وما نریہم من آیة الا ہی اکبر من اخیثا“ اپنی قرین و ساتھی سے جو اس سے پہلے تھی۔ ”واخذناہم بالعذاب“ قحط، طوفان، بٹدیاں، جوئیں، مینڈک، خون اور مٹا دینا۔ پس یہ تمام موسیٰ علیہ السلام کی دلیلیں اور ان کے لیے عذاب تھے۔ پس ان میں سے ہر ایک اس سے بڑی ہے جو اس سے پہلے تھی۔ ”لعلہم یرجعون“ اپنے کفر سے۔

﴿۴۹﴾ ”وقالوا“ موسیٰ علیہ السلام کو جب انہوں نے عذاب کا مشاہدہ کیا۔ ”یا ایہ الساحر“ اے عالم کامل ماہر اور انہوں

نے یہ ان کی تعظیم کے لیے کہا۔ اس لیے کہ جادو ان کے نزدیک بڑا عظمت والا علم اور قابل تعریف صفت تھا اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اے وہ آدمی جو ہم پر اپنے جادو کے ذریعے غالب آ گیا اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو یہ خطاب اس وجہ سے کیا کہ اس سے پہلے ان کے سامنے آپ علیہ السلام کو جادو گر کا نام دیا گیا تھا۔ ”ادع لنا ربک بما عہد عندک“ یعنی جو آپ علیہ السلام نے ہمیں خبر دی کہ اس نے آپ علیہ السلام سے عہد کیا ہے کہ اگر ہم ایمان لے آئے تو وہ ہم سے عذاب کو دور کر دے گا۔ پس آپ علیہ السلام اس سے سوال کریں کہ وہ ہم سے عذاب کو دور کر دیں۔ ”اننا لمہتدون“ مؤمن ہیں۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو ان سے عذاب دور کر دیا گیا لیکن وہ ایمان نہیں لائے۔

50 پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ”فلما کشفنا عنهم العذاب اذا ہم ینکثون“ وہ اپنا عہد توڑتے ہیں اور اپنے کفر پر ڈٹے رہتے ہیں۔

وَنَادَى فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يَا قَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِن تَحْتِي أَفَلَا تُبْصِرُونَ 51 أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ هَذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ 52 فَلَوْلَا أَلْقَى عَلَيْهِ اسُورَةَ مِّنْ ذَهَبٍ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلَايِكَةُ مُقْتَرِنِينَ 53 فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَطَاغَوْهُ ط إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِيقِينَ 54 فَلَمَّا اسْفَرْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ 55 فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا وَمَثَلًا لِّلْآخِرِينَ 56 وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ 57

تجلی اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرائی یہ بات کہی کہ اے میری قوم کیا مصر کی سلطنت میری نہیں ہے اور یہ نہریں میرے (محل کے) پائیں میں بہ رہی ہیں کیا تم نہیں دیکھتے ہو بلکہ میں ہی افضل ہوں اس شخص سے جو کہ کم قدر ہے اور قوت بیانیہ بھی نہیں رکھتا تو اس کے سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے یا فرشتے اس کے جلو میں پر باندھ کر آئے ہوتے غرض اس نے (ایسی باتیں کر کر کے) اپنی قوم کو مغلوب کر دیا اور وہ اس کے کہنے میں آگئے وہ لوگ (کچھ پہلے سے بھی) شرارت سے بھرے تھے پھر جب ان لوگوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور ان سب کو ڈبو دیا اور ہم نے ان کو آئندہ آنے والوں کے لئے خاص طور پر متقدمین اور نمونہ (عبرت) بنا دیا اور جب عیسیٰ بن مریم کے متعلق ایک عجیب مضمون بیان کیا گیا تو یکا یک آپ کی قوم کے لوگ اس سے (مارے خوشی کے) چلانے لگے۔

تفسیر 51 ”وَنَادَى فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يَا قَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِن تَحْتِي“ نیل کی نہریں۔ ”تجری من تحتی“ میرے محلوں کے نیچے سے اور قنادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ نہریں میرے سامنے میرے باغوں میں چلتی ہیں اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے حکم کے ساتھ۔ ”افلا تبصرون“ میری عظمت اور میری بادشاہت۔

52 ”ام انا خیر“ بلکہ میں بہتر ہوں۔ ”ام“ بل کے معنی میں ہے اور اکثر مفسرین رحمہم اللہ کے قول پر حرف عطف نہیں ہے

اور فرما رہے تھے کہ ”ام“ پر وقف ہے اور اس میں اضمار ہے۔ اس کی اصل عبارت ”افلا تبصرون ام تبصرون“ ہے۔ پھر ابتداء کی اور کہا ”انا خیر من هذا الذی هو مہین“ کمزور، حقیر یعنی موسیٰ علیہ السلام۔ ”ولا یکاد یبین“ اپنی زبان کی لکنت کی وجہ سے فصیح کلام نہیں کر سکتا۔

53 ”فلولا القی علیہ“ اگر وہ سچا ہو۔ ”اسورۃ من ذہب“ حفص اور یعقوب رحمہما اللہ نے ”اسورۃ“ سوار کی جمع پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے ”اساورۃ“ پڑھا ہے، ”اسورۃ“ کی جمع اور یہ جمع الجمع ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب وہ لوگ کسی کو سردار بناتے تھے تو اس کو ننگن پہناتے تھے اور گردن میں سونے کے ہار ڈالتے تھے یہ اس کی سرداری کی دلیل ہوتی تھی تو فرعون نے کہا موسیٰ علیہ السلام کے رب نے ان پر سونے کے ننگن کیوں نہیں ڈالے۔ اگر وہ سردار ہیں اور ہم پر ان کی اطاعت واجب ہے۔ ”او جاء معہ الملائکۃ مقترنین“ لگا تار ایک دوسرے کے پیچھے جو اس کی سچائی کی گواہی دیتے اور ان کی مدد کرتے۔

54 ”فاستخف قومہ“ یعنی فرعون نے اپنی قوم قبیلہ کو ہلکا سمجھا یعنی ان کو بڑا جاہل پایا اور کہا گیا ہے کہ ان کو جہالت پر مجبور کر دیا۔ کہا جاتا ہے ”استخفه عن رأیہ“ جب کوئی کسی کو جہالت پر مجبور کر دے اور درستی سے ہٹا دے۔ ”فاطاعوہ“ موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب پر۔ ”انہم کانوا قوما فاسقین“

(55 - 56) ”فلما اسفونا“ انہوں نے ہمیں غصہ دلایا۔ ”انتقمنا منہم فاغرقتنا ہم اجمعین، فجعلناہم سلفا“ حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے ”سلفا“ سین اور لام کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔ فرما رہے تھے کہ ان کو جہالت پر مجبور کر دیا۔ کہا جاتا ہے سلف لام کے پیش کے ساتھ سیلف سے یعنی جو آگے چلا گیا اور دیگر حضرات نے سین اور لام کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے سالف کی جمع جیسے حارس اور حرس، خادم اور خدم، راصد اور رصد۔ اور یہ دونوں اُمتوں میں گزرے ہوئے لوگ جو آگے چلے گئے۔ کہا جاتا ہے سلف سیلف جب وہ گزر جائے اور السلف جو آباء میں سے مقدم ہو چکے، پس ہم نے ان کو بنا دیا آگے جانے والے تاکہ ان کی وجہ سے دوسرے لوگ نصیحت حاصل کریں۔ ”ومثلاً للآخرین“ عبرت اور نصیحت ان کے لیے جو ان کے بعد باقی رہیں اور کہا گیا ہے کہ اس اُمت کے کفار کے لیے جہنم کی طرف سلف اور ان لوگوں کیلئے مثال جو ان کے بعد آئیں گے۔

57 ”ولما ضرب ابن مریم مثلاً“ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اکثر مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عبد اللہ بن زبیری کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں مجادلہ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا قول انکم وما تعبدون من دون اللہ حسب جہنم نازل ہوا اور تحقیق ہم نے اس کو سورۃ انبیاء علیہم السلام میں ذکر کیا ہے۔

”اذا قومک منہ یصدون“ اہل مدینہ اور اہل شام اور کسائی رحمہم اللہ نے ”یصدون“ صاد کے پیش کے ساتھ یعنی وہ اعراض کرتے ہیں۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا قول ”یصدون عنک صدودا“ ہے اور دیگر حضرات نے صاد کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کے معنی میں ان کا اختلاف ہے۔ کسائی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دو لغتیں ہیں یعرشون اور یعرشون اور شد علیہ یشد اور یشد اور نم بالحدیث ینم اور ینم کی طرح اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے وہ دھاڑتے ہیں اور

سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ چیختے ہیں اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بلند آواز کرتے ہیں اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ واویلا کرتے ہیں۔ ”ولما ضرب ابن مريم مثلاً إذا قومك منه يصدون“ تو وہ کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارادہ ہے کہ ہم اس کی عبادت کریں اور اس کو معبود بنالیں جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کی۔

وَقَالُوا ءِالِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۗ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ﴿۵۸﴾ اِنْ هُوَ

اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي اِسْرَآءِیْلَ ﴿۵۹﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِی

الْاَرْضِ یَخْلُقُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِنَّهُ لَعَلْمٌ لِّلْسَاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنَ ۗ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۶۱﴾

اور (اس معترض کے ساتھ ہو کر کہنے لگے کہ ہمارے معبود زیادہ بہتر ہیں یا عیسیٰ ان لوگوں نے جو یہ (مضمون عجیب) بیان کیا ہے تو محض جھگڑے کی وجہ سے بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑا لوی عیسیٰ تو محض ایک ایسے بندے ہیں جن پر ہم نے فضل کیا تھا اور ان کو بنی اسرائیل کے لئے ہم نے (اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنایا تھا اور اگر ہم چاہتے تو ہم تم سے فرشتوں کو پیدا کر دیتے کہ وہ زمین پر یکے بعد دیگرے رہا کرتے اور وہ (یعنی عیسیٰ) قیامت کے یقین کا ذریعہ ہیں تو تم لوگ اس (کی صحت) میں شک مت کرو اور تم لوگ میرا اتباع کرو یہ سیدھا راستہ ہے۔

تفسیر ﴿۵۸﴾ ”وقالوا الہتنا خیر ام ہو“ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”ام ہو“ سے ان کی مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے کہ

ہم اس کی عبادت کریں اور اس کی اطاعت کریں اور ہم ان کے معبودوں کو چھوڑ دیں گے اور سدی رحمہ اللہ اور ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ام ہو سے عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں، وہ کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم گمان کرتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ جس کی عبادت کی گئی ہے۔ وہ جہنم میں ہوں گے پس ہم اس بات پر راضی ہیں کہ ہمارے معبود عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام اور فرشتوں کے ساتھ جہنم میں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”ما ضربوہ“ یعنی اس مثال کو ”لک الا جدلا“ باطل جھگڑا اور تحقیق وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قول ”وما تعبدون من دون اللہ حسب جہنم“ سے مراد ان کے بت ہیں۔ ”بل ہم قوم خصمون“ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی قوم اس ہدایت کے بعد جس پر وہ ہوں گے گمراہ نہیں ہوتی مگر ان کو جھگڑا دے دیا جاتا ہے۔ پھر پڑھا ”ما ضربوہ لک الا جدلا بل ہم قوم خصمون“

﴿۵۹﴾ پھر عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ”ان ہو“ نہیں ہے وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام ”الاعبد انعمنا علیہ“ نبوت کے

ساتھ۔ ”وجعلناہ مثلاً“ آیت اور عبرت ”بنی اسرائیل“ وہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو پہچانیں کہ جو چاہے کرتا ہے کہ ان کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔

﴿۶۰﴾ ”ولو نشاء لجعلنا منکم ملائکة“ یعنی اور اگر ہم چاہتے تو ہم تمہیں ہلاک کر دیتے اور تمہارے بدلہ

فرشتے بناتے۔ ”فی الارض یخالفون“ جو تمہارے خلیفہ ہوتے، زمین کو آباد کرتے اور میری عبادت کرتے اور

میری ہی اطاعت کرتے اور کہا گیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے نائب ہوتے۔

61 "وانہ" یعنی عیسیٰ علیہ السلام "لعلم للساعة" یعنی ان کا نزول قیامت کی علامات میں سے جس کے ذریعے قیامت کا قریب ہونا معلوم ہوگا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور قتادہ رحمہ اللہ نے "انہ لعلم للساعة" لام اور عین کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی علامت۔ اور ہم تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت پہنچی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ قریب ہے کہ تم میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے، عادل حاکم بن کر صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ مقرر کریں گے اور ان کے زمانہ میں اسلام کے سوا تمام ادیان ہلاک ہو جائیں گے اور روایت کیا گیا ہے کہ ارض مقدس کی ایک وادی پر اتریں گے اور ان پر دو چادریں ہوں گی اور ان کے سر کے بالوں پر تیل لگا ہوگا اور ان کے ہاتھ میں نیزہ ہوگا جس کے ذریعے دجال کو قتل کریں گے۔

پس وہ بیت المقدس تشریف لائیں گے اور لوگ عصر کی نماز میں ہوں گے۔ پس امام پیچھے ہٹنے لگے گا تو عیسیٰ علیہ السلام کو آگے کر دیں اور اس کے پیچھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق نماز پڑھیں گے۔ پھر خنزیریوں کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور یہودیوں کے عبادت خانوں اور عیسائیوں کے گرجوں کو توڑیں گے اور نصاریٰ کو قتل کریں گے۔ سوائے ان کے جو ان پر ایمان لے آئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس وقت کیسے ہو گے جب تم میں ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا؟ اور حسن رحمہ اللہ اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ "وانہ" یعنی بے شک قرآن "لعلم للساعة" قیامت کا علم ہے جو تمہیں قیامت کے قائم ہونے کی تعلیم دے رہا ہے اور تمہیں اس کے احوال اور ہولنا کیوں کی خبر دے رہا ہے۔ "فلا تمترن بہا" پس تم اس میں شک نہ کرو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کی تکذیب نہ کرو۔ "واتبعون" توحید پر "ہذا" جس پر میں ہوں۔ "صراط مستقیم"

وَلَا يَصُدُّكُمْ الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ 62 وَلَمَّا جَاءَ عِيسَى بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَبِالْبَيِّنَاتِ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا 63 إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ 64 هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ 64 فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ مِ بَيْنَهُمْ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابٍ يَوْمَ الْيَوْمِ 65 هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ 66

اور تم کو شیطان (اس راہ پر آنے سے) روکنے نہ پائے وہ بے شک تمہارا صریح دشمن ہے اور تاکہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو تم سے بیان کر دوں تو تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو بیشک اللہ ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی سوا کسی عبادت کرو یہی (توحید) سیدھا راستہ ہے سو مختلف گروہوں نے (اس بارے میں) باہم اختلاف ڈال لیا سو ان ظالموں کے لئے ایک پروردگار کے عذاب سے بڑی خرابی ہے بس یہ لوگ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر دفعۃً آ پڑے اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔

تفسیر 62 "ولا یصدنکم" نہ پھیر دے تم کو "الشیطان" اللہ کے دین سے۔ "انہ لکم عدو مبین"

63 "ولما جاء عیسیٰ بالبینات قال قد جئتکم بالحکمة" نبوت کے ساتھ۔ "ولا بین لکم بعض الذی تختلفون فیہ" توریت کے احکام میں۔ قنادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی ان فرقوں کا اختلاف جو عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ پر کئی گروہ بن گئے۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو عیسیٰ علیہ السلام انجیل میں لائے وہ اس کا بعض ہے جس میں ان کا اختلاف ہوا اور انجیل کے علاوہ میں ان کے لیے وہ کچھ بیان کیا گیا جس کی ان کو حاجت تھی۔ "فاتقوا اللہ واطیعون"

64 "ان اللہ ہو ربی وربکم فاعبدوه هذا صراط مستقیم

65 فاختلف الاحزاب من بینہم فویل للذین ظلموا من عذاب یوم الیم.

66 هل ینظرون" نہیں وہ انتظار کرتے۔ "الا الساعة" یعنی وہ ان کے پاس آئے گی یقیناً پس گویا کہ وہ اس کا انتظار

کر رہے ہیں۔ "ان تاتیہم بغتۃ" اچانک "وہم لا یשמعون"

الْاِخْلَاءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ 67 یُعْبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمْ الْیَوْمَ وَلَا

اَنْتُمْ تَخْزَنُونَ 68 اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِیْنَ 69 اَدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ

تُحْبَرُونَ 70 یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ وَفِیْهَا مَا تَشْتَهٰیهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ

الْاَعْیُنُ وَاَنْتُمْ فِیْهَا خٰلِدُونَ 71

ترجمہ تمام (دنیوی) دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہو جاویں گے بجز خدا سے ڈرنے والوں کے (اور مومنین کو حق تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوگی کہ) اے میرے بندو تم پر آج کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہو گے یعنی وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے تھے اور ہمارے فرمانبردار تھے تم اور تمہاری (ایماندار) بیبیاں خوش بخوش جنت میں داخل ہو جاویں ان کے پاس سونے کی رکابیاں اور گلاس لائے جاویں گے (یعنی غلمان لاویں گے) اور وہاں وہ چیزیں ملیں گی جن کو جی چاہے گا اور جن سے آنکھوں کو لذت ہوگی اور تم یہاں ہمیشہ رہو گے۔

تفسیر 67 "الا اخلاء" دُنیا میں معصیت پر "یومئذ" قیامت کے دن۔ "بعضہم لبعض عدو الا المتقین" مگر اللہ

تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم محبت کرنے والے اللہ تعالیٰ کی طاعت پر ابو اسحاق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ دو مومن دوست اور دو کافر دوست۔ پس ان مومنوں میں سے ایک گیا تو اس نے کہا اے میرے رب! بے شک فلاں مجھے تیری اطاعت اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیتا تھا اور خیر کا حکم کرتا اور مجھے شر سے روکتا تھا اور مجھے خبر دیتا تھا کہ میں تجھ سے ملوں گا۔

اے میرے رب! تو اس کو میرے بعد گمراہ نہ کرنا اور اس کو بھی ویسے ہدایت دے جیسے تو نے مجھے ہدایت دی اور اس کا ایسے اعزاز کرنا جیسے تو نے میرا اعزاز کیا۔ پس جب اس کا مؤمن دوست مر گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو جمع کر دیا۔ پھر کہا کہ تم میں سے ایک دوسرے کی تعریف کرے، پس وہ کہے گا اچھا بھائی ہے اور اچھا دوست اور اچھا ساتھی ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ دو کافروں میں سے ایک مر جائے گا تو کہے گا اے میرے رب! بے شک فلاں مجھے تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت سے روکتا تھا اور مجھے شر کا حکم دیتا تھا اور مجھے خیر سے روکتا تھا اور مجھے خبر دیتا تھا کہ میری تجھ سے ملاقات نہ ہوگی۔ پس وہ کہے گا برا بھائی اور برا دوست اور برا ساتھی ہے۔

68 "یا عباد" یعنی پس ان کو کہا جائے گا اے میرے بندو! "لا خوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون" معتمر بن سلیمان نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ جب لوگ اٹھائے جائیں گے تو کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس کو گھبراہٹ نہ ہو، پھر ایک آواز لگانے والا آواز لگائے گا۔ "یا عباد لا خوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون" پس تمام لوگ اس کی اُمید کریں گے۔ پس اس کے پیچھے چلیں گے۔

69 "الذین امنوا بآیاتنا وکانوا مسلمین" پس غیر مسلم لوگ اس سے نا اُمید ہو جائیں گے۔

70 پھر ان سے کہا جائے گا "ادخلوا الجنة انتم وازواجکم تحبرون" خوش ہوتے ہوئے۔

71 "یطاف علیہم بصحاف" صحفہ کی جمع ہے اور وہ وسیع پیالہ کو کہتے ہیں۔ "من ذهب واکواب" کوب کی جمع ہے اور وہ گول برتن جس کے کڑے نہ ہوں۔ "وفیہا" یعنی جنت میں۔ "ما تشہیہ الانفس" اہل مدینہ اور اہل شام اور حفص رحمہم اللہ نے "تشہیہ الانفس" پڑھا ہے اور اسی طرح ان کے مصاحف میں ہے اور دیگر حضرات نے ہاء کے حذف کے ساتھ پڑھا ہے۔ "وتلذذوا بعین و انتم فیہا خالدون" عبدالرحمن بن سابط رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے؟ کیونکہ مجھے گھوڑے پسند ہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تجھے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کر دیں گے تو اگر تو یہ چاہے گا کہ تو سبز یا قوت کے گھوڑے پر سوار ہو کر اور وہ تجھے اڑا کر جس جنت میں تو چاہے لے جائے تو ایسا ہو جائے گا اور ایک بدو نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا جنت میں اونٹ ہوں گے؟ کیونکہ میں اونٹوں کو پسند کرتا ہوں تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے بدو! اگر تجھے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کر دیں تو تو وہاں وہ کچھ پائے گا جو تیرا نفس چاہے گا اور تیری آنکھ لذت لے گی۔

وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۷۲﴾ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِنْهَا

تَأْكُلُونَ ﴿۷۳﴾ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابٍ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿۷۴﴾ لَا يُفْتَرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ

﴿۷۵﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ ﴿۷۶﴾ وَنَادُوا يَمْلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ

إِنَّكُمْ مَكْشُورُونَ ﴿۷۷﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كَرِهُونَ ﴿۷۸﴾ أَمْ أَمْرًا مُمْرَمُونَ ﴿۷۹﴾ أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ ۗ بَلَىٰ وَرُسُلْنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ﴿۸۰﴾ قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَبِيدِينَ ﴿۸۱﴾

﴿۷۷﴾ اور ان سے کہا جاوے گا کہ (یہ وہ جنت ہے جس کے تم مالک بنا دیئے گئے اپنے (نیک) اعمال کے عوض میں اور تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہیں جن میں سے کھا رہے ہو بے شک نافرمان (یعنی کافر) لوگ عذاب دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے وہ (عذاب) ان سے ہلکانہ کیا جاوے گا اور وہ اسی میں مایوس پڑے رہیں گے اور ہم نے ان پر (ذرا) ظلم نہیں کیا لیکن یہ خود ہی ظالم تھے اور پکاریں گے کہ اے مالک تمہارا پروردگار (ہم کو موت دے کر) ہمارا کام ہی تمام کر دے وہ (فرشتہ) جواب دے گا کہ تم ہمیشہ اسی حال میں رہو گے ہم نے سچا دین تمہارے پاس پہنچایا لیکن تم میں اکثر آدمی سچے دین سے نفرت رکھتے ہیں ہاں کیا انہوں نے کوئی انتظام درست کیا ہے سو ہم نے بھی ایک انتظام درست کیا ہے ہاں کیا ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہم اس کی چکی چکی باتوں کو اور ان کے مشوروں کو نہیں سنتے ہم ضرور سنتے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس ہیں وہ بھی لکھتے ہیں آپ کہئے کہ اگر خدائے رحمان کے اولاد ہو تو سب سے اول اس کی عبادت کرنے والا میں ہوں۔

﴿۷۸﴾ ”وتلك الجنة التي اور تتموها بما كنتم تعملون

﴿۷۹﴾ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ“ اور حدیث میں ہے کہ کوئی آدمی جنت کا پھل نہیں توڑے گا مگر اس کی جگہ اس کی مثل اور آگ آئے گا۔ ﴿۸۰﴾ ”ان المجرمین“ مشرکین ”فی عذاب جہنم خالدون ﴿۸۱﴾ لا یفتقر عنہم وہم فیہ مبلسون ﴿۸۲﴾ وما ظلمناہم ولكن كانوا هم الظالمین، ﴿۸۳﴾ و نادوا یا مالک“ جہنم کے داروغہ کو پکاریں گے۔ ”لیقض علینا ربک“ چاہیے کہ تیرا رب ہمیں مار دے تو ہم راحت پائیں تو مالک ان کو ایک ہزار سال کے بعد جواب دے گا۔ ”قال انکم ما کثون“ عذاب میں رہو گے۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ بے شک جہنمی لوگ مالک کو پکاریں گے۔ پس وہ ان کو چالیس سال جواب نہ دے گا، پھر ان کو جواب دے گا کہ تم ٹھہرنے والے ہو۔ فرمایا کہ اللہ کی قسم! ان کے مالک کو اور مالک کے رب کو پکارنا ذلیل ہو گیا۔ پھر وہ اپنے رب کو پکاریں گے اور کہیں گے ”ربنا غلبت علینا شقوتنا و کنا قومًا ضالین ربنا اخرجنا منها فان عدنا فان ظالمون“ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سے دنیا کی مقدار دو مرتبہ خاموش رہیں گے۔ پھر ان کو جواب دیں گے تم اس میں دفع ہو جاؤ اور مجھ سے بات نہ کرو، فرمایا اللہ کی قسم! وہ قوم اس کے بعد ایک کلمہ بھی نہ کہہ سکے گی اور صرف جہنم کی آگ میں زفیرو شہیق ہی ہوگی۔ ان کی آوازیں چھوٹے گدھے کی آوازوں کے مشابہ ہوں گی اس کی ابتدائی آواز زفیرو آخری شہیق ہے۔

78 "لقد جئناكم بالحق" فرماتے ہیں کہ اے قریش کی جماعت! ہم نے تمہاری طرف اپنے رسول کو حق کے ساتھ بھیجا۔ "ولكن اكثركم للحتى كارهون"

79 "ام ابرموا" انہوں نے پختہ کر لیا۔ "امرا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکر کرنے میں "فانا مبرمون" ان کو جزا دینے میں امر کو پختہ کرنے والے ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر وہ شر کرتے ہیں تو میں اس کی مثل ان کے ساتھ کروں گا۔

80 "ام يحسبون انا لانسع سرتهم ونفجر اھم" جس کو وہ اپنے علاوہ سے پوشیدہ رکھتے ہیں اور آپس میں اس کی سرگوشی کرتے ہیں۔ "بلی" ہم اس کو سنتے اور جانتے ہیں۔ "ورسلنا" حفاظت کرنے والے فرشتوں میں سے۔ "لديهم يكتبون"

81 "قل ان كان للو حمن ولد فانا اول العابدین" یعنی اگر تمہارے گمان کے مطابق رحمن کی اولاد ہوتی تو میں پہلا شخص ہوتا جو اس کی عبادت کرتا کہ وہ تمہارے گمان کے مطابق ہے اور نہ کوئی اولاد۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں "ان كان" یعنی رحمن کی اولاد نہیں ہے کہ میں اس کی پہلے عبادت کروں اور وہ اس کے گواہ ہوں۔ انہوں نے "ان" کو محمد (انکار) کے معنی میں کر دیا اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر رحمن کی اولاد ہوتی تو میں پہلا شخص ہوتا جو اس کی عبادت کرتا لیکن اس کی کوئی اولاد نہیں ہے اور کہا گیا ہے کہ عابدین "انفینا" کے معنی میں ہے یعنی جو تم نے کہا ہے اس کا پہلا انکار کرنے والا اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں پہلا وہ شخص ہوں جو رحمن کے لیے غصہ ہوا۔ اس بات سے کہ کہا جائے کہ اس کی اولاد ہے۔ کہا جاتا ہے عبد یعبد جب کوئی بندہ غصہ ہو جائے۔

سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ 82 قَدَرُھُمْ یَخۡوَضُوۡا وَیَلْعَبُوۡا

حَتّٰی یُلَاقُوۡا یَوْمَھُمُ الَّذِیۡ یُوعَدُوۡنَ 83 وَھُوَ الَّذِیۡ فِی السَّمٰوٰتِ اِلٰہٌ وَفِی الْاَرْضِ اِلٰہٌ

وَھُوَ الْحَکِیْمُ الْعَلِیْمُ 84 وَتَبٰرَکَ الَّذِیۡ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا وَعِنْدَہٗ

عِلْمُ السَّاعَةِ وَآلِیْہِ تُرْجَعُوۡنَ 85 وَلَا یَمْلِکُ الَّذِیۡنَ یَدْعُوۡنَ مِنْ دُوۡنِہِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ

شَہَدَ بِالْحَقِّ ۗ وَھُمْ یَعْلَمُوۡنَ 86 وَلَیۡنَ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَھُمْ لَیَقُوۡلُنَّ اللّٰہُ فَاۡنِیۡ یُوفِیۡکُوۡنَ 87

وَ قِیْلَہٗ یٰرَبِّ اِنَّ ہٰۡؤُلَآءِ قَوْمٌ لَا یُؤْمِنُوۡنَ 88 فَاَصْفَحْ عَنْھُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۗ فَسَوْفَ یَعْلَمُوۡنَ 89

آسمان اور زمین کا مالک جو کہ عرش کا بھی مالک ہے ان باتوں سے مبری ہے جو یہ (مشرک) لوگ بیان کر

رہے ہیں تو آپ ان کو اسی شہنشاہ اور تفریح میں رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو جس

دن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے اور وہی ذات ہے جو آسمان میں بھی قابل عبادت ہے اور زمین میں بھی قابل عبادت

ہے اور وہی بڑا علم والا بڑی حکمت والا ہے اور وہ ذات بڑی عالیشان ہے جس کے لئے آسمان اور زمین کی اور جو

مخلوق اس کے درمیان میں ہے اس کی سلطنت ثابت ہے اور اس کو قیامت کی (بھی) خبر ہے اور تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے وہ خدا کے سوا جن معبودوں کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ سفارش (تک) کا اختیار نہ رکھیں گے ہاں جن لوگوں نے حق بات (یعنی کلمہ ایمان) کا اقرار کیا تھا اور وہ تصدیق بھی کیا کرتے تھے اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے سو یہ لوگ کدھرا لٹے چلے جاتے ہیں اور اس کو رسول کے اس کہنے کی بھی خبر ہے کہ اے میرے رب یہ ایسے لوگ ہیں کہ ایمان نہیں لاتے تو آپ ان سے بے رخ رہیے اور یوں کہہ دیجئے کہ تم کو سلام کرتا ہوں سوا ان کو ابھی معلوم ہو جاوے گا۔

تفسیر 82 پھر اپنی پاکی بیان کرتے ہوئے فرمایا ”سبحان رب السموات والارض رب العرش عما یصفون“ اس سے جو وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ 83 ”فذرہم یخوضوا“ اپنے باطل میں۔ ”ویلعبوا“ اپنی دنیا میں۔ ”حتی یلاقوا یومہم الذی یوعدون“ یعنی قیامت کے دن۔ 84 ”وہو الذی فی السماء اللہ وفی الارض اللہ“ قادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زمین و آسمان میں اسی کی عبادت کی جاتی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ”وہو الحکیم“ اپنی مخلوق کی تدبیر میں ”العلیم“ ان کی ضروریات کو۔ 85 ”وتبارک الذی لہ ملک السموات والارض وما بینہما وعندہ علم الساعة والیہ ترجعون“ ابن کثیر اور کسائی رحمہما اللہ نے ”یوجعون“ یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ 86 ”ولا یملک الذین یدعون من دونہ الشفاعة الا من شہد بالحق“ اور وہ عیسیٰ، عزیز علیہما السلام اور فرشتے ہیں کیونکہ ان کی اللہ کے سوا عبادت کی گئی اور ان کے لیے شفاعت ہوگی اور اس صورت پر ”من“ محل رفع میں ہوگا اور کہا گیا ہے کہ ”من“ محل جر میں ہے اور ”الذین یدعون“ سے عیسیٰ، عزیز علیہما السلام اور فرشتے مراد ہیں۔ یعنی بے شک وہ سفارش کرنے کے مالک نہ ہوں گے مگر وہ جو حق کی گواہی دے اور پہلا قول اصح ہے اور شہادت حق سے اللہ تعالیٰ کا قول لا الہ الا اللہ کلمہ توحید مراد ہے۔ ”وہم یعلمون“ اپنے دلوں سے جس کی ان کی زبانیں گواہی دیتی ہیں۔

87 ”ولئن سألتہم من خلقہم لیقولن اللہ فانی یؤفکون“ اس کی عبادت سے پلٹے جا رہے ہو۔

88 ”وقیلہ یارب“ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اپنے رب کو شکایت کرتے ہوئے اے میرے رب! ”ان ہؤلاء قوم لا یؤمنون“ عاصم اور حمزہ رحمہما اللہ نے ”وقیلہ“ لام اور ہاء کی جر کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس معنی پر اسی کے پاس قیامت کا علم اور اس کے قول یارب کا علم ہے اور دیگر حضرات نے نصب کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کی دو وجہ ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ اس کا معنی کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کی سرگوشی اور پوشیدہ بات نہیں سنتے اور اس کا قول یارب! اور دوسرا ”وقال قیلہ“

89 ”فاصفح عنہم“ آپ علیہ السلام ان سے اعراض کریں۔ ”وقل سلام“ اس کا معنی چھوڑنے کا سلام ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان..... ”فسوف یعلمون“ اہل مدینہ اور اہل شام نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے یاء کے ساتھ۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو قتال کی آیات نے منسوخ کر دیا ہے۔

سُورَةُ الدُّخَانِ

مکی ہے اور اس کی انسٹھ (۵۹) آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَم ۱ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۲ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبْرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنذِرِيْنَ ۳ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ

اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۴ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۵ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۵

حکم قسم ہے اس کتاب واضح کی کہ میں نے اس کو (لوح و محفوظ سے آسمان دنیا میں ایک برکت والی رات یعنی شب قدر میں اتارا ہے ہم آگاہ کرنے والے تھے اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہماری پیشی سے حکم صادر ہو کر طے کیا جاتا ہے

۱ "حَم ۲ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۳ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبْرَكَةٍ" قتادہ اور ابن زید رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ وہ

لیلۃ القدر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو لیلۃ القدر میں ام الكتاب سے آسمان دنیا کی طرف اتارا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام تھوڑا تھوڑا کر کے بیس سال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر لے کر اترے اور دیگر حضرات نے فرمایا ہے کہ یہ شعبان کی پندرہ کی رات ہے۔ قاسم بن محمد اپنے والد یا چچا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات کو آسمان دنیا کی طرف اترتے ہیں۔ پس ہر نفس کی مغفرت کرتے ہیں، سوائے اس انسان کے جس کے دل میں بغض ہو یا اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا ہو۔ "انا کنا منذرین"

۴ "فیہا" یعنی مبارک رات میں "یفرق" تفصیل کی جاتی ہے۔ "کل امر حکیم" محکم امر کی۔ ابن عباس رضی اللہ

تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ام الكتاب سے لیلۃ القدر میں آئندہ سال میں ہونے والے خیر و شر اور ملنے والے رزق اور لوگوں کی عمریں حتیٰ کہ حج کرنے والوں کا کہ فلاں فلاں حج کرے گا لکھ لیا جاتا ہے۔

حسن، مجاہد اور قتادہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ رمضان کی لیلۃ القدر میں ہر مدت اور عمل اور پیدائش اور رزق اور جو اس سال

میں ہونا ہوتا ہے پختہ کر دیا جاتا ہے اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ شعبان کی پندرہ کی رات ہے کہ اس میں سال کا امر پختہ کر دیا

جاتا ہے اور زندوں کو مردوں میں لکھا جاتا ہے۔ پس نہ ان میں کوئی زیادہ کیا جاتا ہے اور نہ کوئی کم کیا جاتا ہے۔

عثمان بن محمد بن مغیرہ بن اخنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شعبان سے

دوسرے شعبان تک کی مدتیں (عمریں) طے کی جاتی ہیں حتیٰ کہ ایک شخص نکاح کرتا ہے اور اس کی اولاد ہوتی ہے حالانکہ اس کا نام مُردوں میں نکل چکا ہوتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی چندرہ کی رات کو تمام فیصلے کر دیتے ہیں اور لیلۃ القدر میں متعلقہ ارباب کو حوالہ کر دیتے ہیں۔

5 "امراً" یعنی ہم نے اُتارا امر کو "من عندنا" خیراً رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو اس معنی پر نصب دیا گیا ہے۔ "فیہا یفرق کل امر حکیم فرقا و امراً" یعنی آپ حکم دیں حکم دینا اس کے بیان کا۔ "انا کنا مرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جو آپ علیہ السلام سے پہلے انبیاء علیہم السلام تھے۔

رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ؕ اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ 6 رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ

مُوقِنِينَ 7 لَّا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ؕ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَائِكُمُ الْاَوَّلِينَ 8 بَلْ هُمْ فِي شَكِّ

يَلْعَبُونَ 9 فَاَرْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ 10 يَغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيمٌ 11

توجہ ہم بوجہ رحمت کے جو آپ کے رب کی طرف سے ہوتی ہے آپ کو پیغمبر بنانے والے تھے۔ بے شک وہ بڑا سننے والا بڑا جاننے والا ہے جو کہ مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو (مخلوق) ان دونوں کے درمیان میں ہے اس کا بھی اگر تم یقین لانا چاہو اس کے سوا کوئی لائق عبادت کے نہیں وہی جان ڈالتا ہے اور وہی جان نکالتا ہے وہ تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی پروردگار ہے بلکہ وہ شک میں ہیں کھیل میں مصروف ہیں سو آپ (ان کے لئے) اس روز کا انتظار کیجئے کہ آسمان کی طرف ایک نظر آنے والا دھواں پیدا ہو جو ان سب لوگوں پر عام ہو جاوے یہ (بھی) ایک دردناک سزا ہے۔

تفسیر 6 "رحمة من ربك" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میری طرف میری مخلوق پر شفقت ہے اور میرا ان پر انعام ہے کہ ان کی طرف ہم نے رسول بھیجا اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کو مبارک رات میں رحمت کے لئے اُتارا۔

"انه هو السميع العلم 7 رب السموات والارض وما بينهما" اہل کوفہ نے "رب" پر زیر پڑھی ہے اس کو باری تعالیٰ کے قول "من ربك" پر لوٹاتے ہوئے اور دیگر حضرات نے اس کو پیش دی ہے باری تعالیٰ کے قول "هو السميع العلم" پر لوٹاتے ہوئے اور کہا گیا ہے کہ ابتداء کی وجہ سے۔ "ان كنتم موقنين" کہ اللہ آسمانوں و زمینوں کا رب ہے۔

8 "لا اله الا هو يحيى ويميت ربكم ورب آبائكم الاولين

9 بل هم في شك" اس قرآن سے۔ "يلعبون" اس کے ساتھ کھیل کود کرتے ہیں۔

10 "فارتقب يوم تأتي السماء بدخان مبين

11 يغشى الناس هذا عذاب اليم"

اس کی اصل عبارت ”هو عذاب الہی“ ہے۔ یعنی یہ خدا کا عذاب ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ ان کے کلام کی حکایت ہو جو اس کے بعد ہے یعنی ”يقولون هذا عذاب الیم“

دُخَان سے کیا مراد ہے

اس دھویں میں مفسرین رحمہم اللہ کا اختلاف ہے مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کندہ میں یہ حدیث بیان کر رہا تھا کہ قیامت کے دن ایک دھواں آئے گا جو منافقوں کے کانوں اور آنکھوں کو پکڑ لے گا اور مومنوں کی زکام کی حالت کی طرح حالت ہوگی تو ہم گھبرا گئے تو میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا، آپ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے، سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا کہ جو شخص جانتا ہے وہ کہے اور جو نہیں جانتا وہ کہے اللہ اعلم کیونکہ یہ بھی علم میں سے ہے کہ جو بات نہ جانتا ہو اس کے بارے میں کہے اللہ ورسولہ اعلم کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا: ”قل ما اسئلكم علیہ من اجر وما انا من المتكلفين“ اور بے شک قریش نے اسلام لانے میں سستی کی تو آپ علیہ السلام نے ان پر بددعا کی اور کہا اے اللہ! تو میری ان کے خلاف یوسف علیہ السلام کی قحط کی طرح کے قحط کے ذریعے مدد کر تو ان کو قحط نے آ پکڑا حتیٰ کہ وہ اس کی وجہ سے ہلاک ہو گئے اور مردار اور ہڈیاں کھانے لگے اور آدمی آسمان وزمین کے درمیان دھویں کی سی حالت دیکھتا تھا تو ابوسفیان آیا اور کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ تشریف لائے صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں اور آپ علیہ السلام کی قوم ہلاک ہو گئی ہے تو آپ علیہ السلام ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجئے۔ پھر ”فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین“ سے ”انکم عائدون“ تک پڑھا۔ کیا بھلا ان سے آخرت کا عذاب دور کیا جائے گا جب وہ آئے گا؟ پھر وہ اپنے کفر کی طرف لوٹ جائیں گے۔ پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان۔ ”یوم نبطش البطشۃ الکبریٰ“ یعنی بدر کے دن۔ ”الم غلبت الروم“ سے ”سیغلبون“ تک اور روم تحقیق گزر چکا اور اسی کو اعمش سے روایت کیا گیا ہے۔

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُونَ ۱۲ اِنِّیْ لَهُمُ الدَّكْرِیٰ وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ۱۳
 ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۱۴ اِنَّا كَاَشِفُوْا الْعَذَابَ قَلِيْلًا اِنْ كُمْ عَاثِدُوْنَ ۱۵ یَوْمَ
 نَبِطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰی اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۱۶

۱۲ اے ہمارے رب ہم سے اس مصیبت کو دور کر دیجئے ہم ضرور ایمان لے آویں گے ان کو (اس سے) کب نصیحت ہوتی ہے حالانکہ (اس کے قبل) ان کے پاس ظاہر شان کا پیغمبر آیا پھر بھی یہ لوگ اس سے سرتابی کرتے رہے اور یہی کہتے رہے کہ (کسی دوسرے بشر کا سکھایا ہوا) دیوانہ ہے ہم چندے اس عذاب کو ہٹادیں گے تم پھر اسی حالت پر آ جاؤ گے جس روز ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے (اس روز ہم) پورا) بدلہ لیں گے۔

تفسیر 12 ”ربنا اكشف عنا العذاب انا مؤمنون“ پس اس کو کہا گیا اگر ہم ان سے دور کر دیں تو وہ اپنے کفر کی طرف لوٹ جائیں گے۔ پس آپ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی، پس ان سے عذاب کو دور کر دیا گیا تو وہ کفر کی طرف لوٹے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان سے بدر کے دن انتقام لیا۔ پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ”فارتقب يوم تأتي السماء بدخان مبين“ سے ”انا منتقمون“ تک۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں گزر چکی ہیں۔ لازم اور روم اور بطشہ (پکڑ) اور چاند اور دھواں اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ دھواں قیامت کے قائم ہونے سے پہلے آئے گا، ابھی تک نہیں آیا۔ پس کفار اور منافقین کے کانوں میں داخل ہو گیا حتیٰ کہ وہ بھنے ہوئے سر کی طرح ہو گیا اور مؤمن کو اس سے زکام کی کیفیت کی طرح پیش آئے گا اور ساری زمین اس گھر کی طرح ہو جائے گی جس میں آگ جلائی گئی ہو۔

اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حسن رحمہ اللہ کا قول ہے۔ ربیع بن حراش فرماتے ہیں کہ میں نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی ابتدائی آیات میں سے دھواں اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا اترنا اور آگ جو عدن سے نکلے گی، لوگوں کو محشر کی طرف ہانکے گی، جب وہ دوپہر کا آرام کریں گے تو ان کے ساتھ قیلولہ کرے گی۔ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) دھواں کیا ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت کی۔ ”يوم تأتي السماء بدخان مبين“ شرق و مغرب کے مابین کو بھروے گا، چالیس دن و رات رہے گا۔ بہر حال مؤمن کو صرف زکام کی سی کیفیت ہوگی اور کافر پس وہ نشہ والے شخص کی طرح ہوگا اس کے نتھنوں اور کانوں اور پیچھے سے دھواں نکلے گا۔

13 ”انّٰی لہم الذّکرٰی“ کہاں سے ان کے لیے نصیحت حاصل کرنا ہے؟ فرماتے ہیں کہ کیسے وہ نصیحت حاصل کریں گے؟ ”وقد جاء هم رسول مبين“ جس کا سچ ظاہر ہے۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

14 ”ثم تولوا عنه“ اس سے اعراض کیا۔ ”وقالوا معلم“ یعنی اس کو کوئی انسان سکھاتا ہے۔ ”مجنون“

15 ”انا كاشفوا العذاب“ یعنی بھوک کا عذاب۔ ”قلیلاً“ یعنی تھوڑا زمانہ۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن تک ”انکم عائدون“ اپنے کفر کی طرف۔

16 ”يوم نبطش البطشة الكبرى“ اور وہ بدر کا دن ہے۔ ”انا منتقمون“ اور یہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اکثر علماء رحمہم اللہ کا قول ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قیامت کا دن اور یہی بات عکرمہ رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ۗ ۱۷ اَنْ اَدُّوْا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ۗ اِنِّيْ لَكُمْ

رَسُولٌ اٰمِيْنٌ ۗ ۱۸ وَاَنْ لَا تَعْلُوْا عَلٰى اللّٰهِ اِنِّيْ اَتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۗ ۱۹ وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَ

رَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ۗ ۲۰ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاَعْتَرِلُوْنِ ۗ ۲۱ فَدَعَا رَبَّهُ اَنْ هُوَ لَآءِ قَوْمٍ مُّجْرِمُوْنَ ۗ ۲۲

فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنّٰكُمْ مُّتَّبِعُوْنَ ۗ ۲۳ وَاَتْرَكَ الْبَحْرَ رَهْوًا ۗ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّفْرَقُوْنَ ۗ ۲۴ كَمْ

تَرَكَوْا مِنْ جَنَّتٍ وَ عِيُونٍ 25 وَ زُرُّوعٍ وَ مَقَامٍ كَرِيمٍ 26 وَ نَعْمَةً كَانُوا فِيهَا فَكَيْهِنَ 27

اور ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو آزمایا تھا اور وہ آزمائش یہ تھی کہ ان کے پاس ایک معزز پیغمبر آئے تھے کہ ان اللہ کے بندوں (یعنی بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کر دو میں تمہاری طرف (خدا کا) فرستادہ ہو کر آیا ہوں دیا نندار ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ تم خدا سے سرکشی مت کرو میں تمہارے سامنے ایک واضح دلیل (اپنی نبوت کی) پیش کرتا ہوں اور میں اپنے پروردگار اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں اس سے کہ تم لوگ مجھ کو پتھر (یا غیر پتھر) سے قتل کرو اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو تم مجھ سے الگ ہی رہو تب موسیٰ نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ بڑے سخت مجرم لوگ ہیں تو اب میرے بندوں کو تم رات ہی رات میں لے کر چلے جاؤ تم لوگوں کا تعاقب ہوگا اور تم اس دریا کو سکون کی حالت میں چھوڑ دینا ان کا سارا لشکر ڈبو دیا جاوے گا وہ لوگ کتنے ہی باغ اور چشمے (یعنی نہریں) اور کھیتیاں اور عمدہ مکانات اور آرام کے سامان جس میں وہ خوش رہا کرتے تھے۔ چھوڑ گئے۔

17 "وَلَقَدْ فَتَنَّا" ہم نے آزمایا۔ "قَبْلَهُمْ" ان لوگوں سے پہلے "قوم فرعون و جاء هم رسول كريم" اللہ پر اور وہ موسیٰ علیہ السلام بن عمران ہیں۔

18 "ان ادوا الی عباد اللہ" یعنی بنی اسرائیل تو ان کو چھوڑ دے اور تکلیفیں نہ دے۔ "انی لکم رسول امین" وحی پر۔
 19 "وان لاتعلوا علی اللہ" یعنی اس کی فرمانبرداری چھوڑ کر اس پر جبر نہ کرو۔ "انی آتیکم بسلطان مبین" واضح دلیل میری بات کے سچا ہونے پر۔ پس جب انہوں نے یہ بات کی تو آپ علیہ السلام کو قتل کی دھمکیاں دینے لگے۔
 20 پس موسیٰ علیہ السلام نے کہا "وانی عدت بربیبی و ربکم ان ترجمونی" یہ کہ تم مجھے قتل کرو اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مجھے برا بھلا کہو اور تم کہو کہ وہ جادو گر ہے اور قنادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تم مجھے پتھر مارو۔
 21 "وان لم تؤمنوا لی فاعتزلون" پس تم مجھے چھوڑ دو نہ میرے ساتھ ہو اور نہ میرے خلاف اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ پس تم ہاتھ اور زبان کے ساتھ مجھے تکلیف دینے سے جدا ہو جاؤ۔ پس وہ ایمان نہ لائے۔
 22 "قد عاربتہ ان ہؤلآء قوم مجرمون" مشرک ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کی اور موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ رات کے وقت قوم کو لے جائیں۔

23 "فاسر بعبادی لیلاً" یعنی بنی اسرائیل کو۔ "انکم متبعون" تمہارے پیچھے فرعون اور اس کی قوم آئے گی۔

24 "واترک البحر" جب آپ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی اس کو پار کر لیں۔ "رہوا" اس کی حالت وہ بیت پر ساکن اس کو لٹھی مارنے اور اس میں داخل ہونے کے بعد۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ علیہ السلام پانی کو حکم نہ دیں کہ وہ اپنی حالت پر لوٹ آئے۔ آپ علیہ السلام اس کو چھوڑ یہاں تک کہ آل فرعون اس میں داخل ہو جائیں اور رہو کی اصل سکون ہے اور مقاتل رحمہ اللہ

فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے کہ آپ علیہ السلام سمندر کو ساکن چھوڑ دیں۔ پس مصدر کے ساتھ نام رکھا ہے۔ اصل ذارہ تھی اور کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ علیہ السلام اس کے راستے بنے ہوئے چھوڑ دیں۔

قائدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں خشک راستے۔ قائدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پار کر لیا تو ارادہ ہوا کہ سمندر کو عصا (لاٹھی) ماریں تاکہ وہ مل جائے اور یہ خوف ہوا کہ کہیں فرعون اور اس کا لشکر پیچھے نہ آجائے تو آپ علیہ السلام کو کہا گیا ”اترك البحر رهوا انهم جنڈ مغرقون“ موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی کہ اللہ تعالیٰ ان کو غرق کر دیں گے تاکہ اس سمندر کو اس کی حالت پر چھوڑنے میں ان کے دل کا اطمینان ہو جائے۔ پھر وہ ذکر کیا جو انہوں نے منصر میں چھوڑا۔

(25)..... ”کم ترکوا“ یعنی غرق کے بعد۔ ”من جنات و عیون“

(26) ”وزروع و مقام کریم“ عزت والی جگہ۔ قائدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں معزز عمدہ۔

(27) ”ونعمة“ اور سامان اور پر آسائش زندگی۔ ”کانوا فیہا فاکھین“ ناز و نعم میں میوے کھاتے اکڑتے تھے۔

كَذٰلِكَ وَاوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخِرِيْنَ 28 فَمَا بَكَثْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا

مُنْظَرِيْنَ 29 وَاَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِي اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ 30 مِنْ فِرْعَوْنَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا

مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ 31 وَاَلَقَدْ اٰخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلٰى الْعٰلَمِيْنَ 32 وَاَتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤًا

مُبِيْنٌ 33 اِنَّ هٰؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ 34 اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُولٰٓئِ وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ 35 فَاتُّوْا بِاٰبَائِنَا اِنْ

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ 36 اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ 37

(تفصیل) (یہ قصہ) اسی طرح ہوا اور ہم نے ایک دوسری قوم کو ان کا مالک بنا دیا نہ تو ان پر آسمان وزمین کو رونا آیا اور نہ

ان کو مہلت دی گئی اور ہم نے بنی اسرائیل کو سخت ذلت کے عذاب یعنی فرعون (کے ظلم و ستم) سے نجات دی واقعی وہ بڑا

سرکش (اور) (حد عبودیت) سے نکل جانے والوں میں سے تھا اور (اس کے علاوہ) ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی

رو سے (بعض امور میں تمام دنیا جہان والوں پر فوقیت دی اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دیں جن میں صریح انعام تھا یہ

لوگ کہتے ہیں کہ اخیر حالت بس یہی ہمارا دنیا کا مرنا ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہ ہوں گے سوائے مسلمانوں اگر تم سچے ہو تو

ہمارے باپ دادوں کو زندہ کرا کے) لا موجود کرو یہ لوگ (قوت و شوکت میں) زیادہ بڑے ہوئے ہیں یا تج (شاہ

یمن) کی قوم اور جو قومیں ان سے پہلے ہو گزری ہیں ہم نے ان کو (بھی) ہلاک کر ڈالا وہ نافرمان تھے۔

تفسیر 28 ”کذالک“ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح میں کرتا ہوں اس کے ساتھ جو میری نافرمانی کرے۔ ”و

اور ثناہا قومًا آخرین“ یعنی بنی اسرائیل۔

29 "فما بكت عليهم السماء والارض" یہ اس وجہ سے کہا کہ مؤمن جب مرجاتا ہے تو چالیس دن تک اس پر آسمان و زمین روتے ہیں اور یہ مؤمن لوگ اب ان کا کوئی نیک عمل آسمان کی طرف بلند نہ ہوگا تو اس کے فقدان پر آسمان روتا ہے اور زمین پر نیک عمل نہ ہوگا تو زمین اس پر روتی ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر بندہ کے لیے آسمان میں دو دروازے ہیں۔ ایک دروازہ اس سے اس کا رزق نکلتا ہے اور ایک دروازہ اس میں اس بندہ کا عمل داخل ہوتا ہے۔ پس جب وہ بندہ مرجاتا ہے تو یہ سلسلہ بند ہو جاتا ہے تو وہ دونوں دروازے اس پر روتے ہیں۔ پھر یہ آیت "فما بكت عليهم السماء والارض" تلاوت کی۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آسمان کا رونا اس کے اطراف کا سرخ ہو جانا ہے۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا تو ان پر آسمان رویا اور اس کا رونا اس کا سرخ ہو جانا ہے۔ "وما كانوا منظرين" جب ان کو عذاب پکڑے گا تو ان کو توبہ اور کسی اور چیز کی مہلت نہ دی جائے گی۔

30 "ولقد نجينا بني اسرائيل من العذاب المهين" بیٹوں کے قتل کرنے اور عورتوں کو زندہ رکھنے اور مشقت والے کاموں سے۔

31 "من فرعون انه كان عالیا من المسرفين".

32 "ولقد اخترناهم" یعنی بنی اسرائیل کے مؤمنوں کو۔ "علی علم" ان کے بارے میں "علی العالمین" ان کے زمانہ کے جہان والوں پر۔

33 "وآتيناهم من الآيات مافيه بلاء مبين" قنادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں واضح نعمت ہے سمندر کو پھاڑنے اور بادلوں کے سایہ کرنے اور من و سلوئی اُتارنے میں اور وہ نعمتیں جو ہم نے ان پر کیں۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کی آزمائش کی نرمی اور سختی کے ساتھ اور پڑھا "ونبلوكم بالشر والخير فتنة"

34 "ان هؤلاء" یعنی مکہ کے مشرکین "ليقولون"

35 "ان هي الا موتتنا الاولى" یعنی صرف وہی موت ہے جو ہم دُنیا میں مرجائیں گے۔ پھر اس کے بعد اُٹھنا نہ ہوگا اور وہ اس کا قول "وما نحن بمنشرين" اُٹھائے جانے والے ہمارے مرنے کے بعد۔

36 "فاتوا باآبائنا" جو مر گئے ہیں۔ "ان كنتم صادقين" کہ ہم مرنے کے بعد زندہ کر کے اُٹھائے جائیں گے۔ پھر ان کو گزشتہ اُمتوں کے مثل عذاب سے ڈرایا اور فرمایا۔

37 "اهم خير ام قوم تبع" یعنی وہ ان سے بہتر نہیں ہیں یعنی تعداد اور قوت میں قوم تبع سے زیادہ نہیں ہیں۔

قوم تبع کا واقعہ

قنادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ تبع حمیری ہے اور یہ یمن کے بادشاہوں میں سے تھا۔ اس کا نام تبع اس وجہ سے رکھا گیا کہ اس کے متبعین بہت زیادہ تھے اور ان میں سے ہر بادشاہ کا نام تبع رکھا جاتا تھا۔ اس لیے کہ وہ پہلے کا تابع ہوتا تھا۔ یہ بادشاہ آگ کی پوجا کرتا

تھا، اسلام لے آیا اور اپنی قوم حمیر کو اسلام کی طرف بلایا۔ انہوں نے اس کو جھٹلایا اور اس کا واقعہ وہ ہے جو محمد بن اسحاق وغیرہ اور عکرمہ رحمہم اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ذکر کیا ہے کہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ تیج الاخر تھا۔ اس کا نام ابو کرب اسعد بن ملیک تھا۔ جب یہ مشرق سے متوجہ ہوا تو مدینہ کا راستہ اختیار کیا۔ وہ پہلے جب یہاں سے گزرا تھا تو ان کے درمیان اپنا بیٹا چھوڑ گیا تھا وہ جنگ میں مارا گیا، پھر یہ واپس آیا تو اس نے پکا ارادہ کیا کہ مدینہ کو تپا کر دوں گا اور اس کے اہل کو جڑ سے اکھاڑ دوں گا۔ جب اس کے آنے کی خبر سنی تو مقابلہ کے لیے انصار کا قبیلہ جمع ہو گیا اور اس سے لڑائی کے لیے مدینہ سے نکل آئے، انصار سارا دن اس سے لڑائی کرتے اور رات کو اس کی مہمان نوازی کرتے۔ اس کو یہ بات بڑی عجیب لگی اور یہ کہنے لگا بے شک یہ لوگ بڑے معزز ہیں۔

اسی اثناء میں اس کے پاس دو عالم آئے، ان کا نام کعب اور اسد تھا، یہ دونوں بنو قریظہ کے علماء میں سے تھے اور دونوں پچازاد بھائی تھے۔ جب ان دونوں نے سنا کہ یہ مدینہ اور اس کے رہنے والوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو دونوں نے اس کو کہا اے بادشاہ! ایسا نہ کر کیونکہ اگر تو نے اپنے ارادہ سے باز آنے سے انکار کیا تو تیرے اور مدینہ کے درمیان رُکاوٹ ہو جائے گی اور تجھ پر جلد عذاب آنے سے ہم بے خوف نہیں ہیں کیونکہ اس مدینہ کی طرف ایک عظیم الشان نبی ہجرت کرنے والے ہیں جو قریش کے خاندان سے ہوں گے، ان کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جائے پیدائش مکہ ہوگا اور یہ ان کا دارالہجرت ہے اور جس جگہ تو ہے یہاں ان کے ساتھیوں اور اپنے دشمنوں کے قتل اور زخم کا بڑا معاملہ ہوگا۔ تیج نے پوچھا، ان سے کون قتال کرے گا حالانکہ وہ تو نبی ہوں گے؟

تو وہ دونوں کہنے لگے ان کی قوم یہاں آئے گی اور یہاں لڑائی کرے گی تو ان دونوں کی بات سن کر تیج مدینہ کے بارے میں اپنے ارادہ سے باز آ گیا۔ پھر ان دونوں نے اس کو اپنے دین کی دعوت دی تو اس نے یہ دعوت قبول کر لی اور ان کے دین کا پیروکار ہو گیا اور ان کا اکرام کیا اور مدینہ سے چلا گیا اور ان دونوں عالموں اور یہود کے چند لوگوں کو ساتھ لے کر یمن کی طرف چل پڑا۔ پس راستہ میں ہذیل کے چند لوگ اس کے پاس آئے اور کہنے لگے ہم تیری رہنمائی ایک گھر کی طرف کرتے ہیں جس میں موتی، زمرہ اور چاندی کے خزانے ہیں۔ تیج نے پوچھا کون سا گھر؟ وہ کہنے لگے مکہ میں ایک گھر ہے۔ ہذیل اس کو ہلاک کرنا چاہتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس کی طرف جو شخص برا ارادہ کرے وہ ہلاک ہو جاتا ہے تو تیج نے یہ بات ان علماء کو ذکر کی تو انہوں نے کہا ہم زمین میں اس گھر کے علاوہ اللہ کا کوئی گھر نہیں جانتے۔ پس تو اس کو مسجد بنا اور وہاں سے چل اور قربانی کر اور سر منڈوا۔

اور یہ قوم تیری ہلاکت چاہتی ہے۔ اس لیے جب بھی کسی نے اس کا ارادہ کیا ہے وہ ہلاک ہو گیا ہے۔ پس تو اس کا اعزاز کر اور اس کے پاس وہی کر جو اس کے اہل کرتے ہیں۔ جب انہوں نے یہ بات کہی تو تیج نے ہذیل کے ان لوگوں کو پکڑوایا اور ان کے ہاتھ پاؤں کٹوادیئے اور آنکھوں میں سلائیاں پھر وادیں۔ پھر ان کو سولی پر چڑھا دیا۔ پھر جب وہ مکہ آیا تو بطاح گھائی میں اُترا اور بیت اللہ کو پہنائے کپڑے چڑھائے۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے بیت اللہ پر کپڑا چڑھایا اور گھائی میں چھ ہزار بدنہ ذبح کیے اور چند دن وہاں قیام کیا، طواف کیا اور سر منڈوا کر چلا گیا۔ پھر جب یمن میں داخل ہونے لگا تو اس کی قوم حمیر رُکاوٹ بن گئی۔ وہ کہنے لگے تو ہمارے شہر میں داخل نہ ہو کیوں کہ تو نے ہمارے دین کو چھوڑ دیا ہے تو تیج نے ان کو اپنے دین کی دعوت دی اور

کہا کہ یہ تمہارے دین سے بہتر ہے تو وہ کہنے لگے کہ ہمارا فیصلہ آگ کی طرف ہے اور یمن میں پہاڑ کے نیچے آگ تھی، لوگ اپنے اختلافی معاملات میں اس سے فیصلہ کراتے تھے، وہ ظالم کو کھا جاتی تھی اور مظلوم کو کچھ نقصان نہ دیتی تھی۔

تبع نے کہا تم نے انصاف کیا۔ پس تبع کی قوم اپنے بتوں اور ان چیزوں کو لے کر نکلی جن کے ذریعے وہ اپنے دین میں قرب حاصل کرتے تھے اور وہ دونوں عالم اپنے صحیفے اپنی گردن میں ڈال کر نکلے یہاں تک کہ وہ وہاں بیٹھ گئے جہاں سے آگ نکلتی ہے۔ پس آگ نکلی اور ان کو ڈھانپ لیا اور بتوں اور جن کے ساتھ وہ قرب حاصل کرتے تھے ان کو کھا گئی اور حمیر کے جن لوگوں نے ان کو اٹھایا ہوا تھا ان کو بھی اور وہ دونوں عالم اپنے مصاحف کے ساتھ تورات پڑھتے ہوئے نکلے، ان کی پیشانیوں سے پسینہ بہ رہا تھا لیکن آگ نے ان کو نقصان نہ پہنچایا تھا اور آگ جہاں سے آئی تھی وہاں چلی گئی۔ اس وقت حمیر ان دونوں کے دین پر آگئے۔ پس اس وجہ سے یہودیت کی اصل یمن میں ہے۔ ابو حاتم رحمہ اللہ نے رقاشی سے ذکر کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابو کرب اسعد الحمیری تابعہ میں سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے سات (۷۰۰) سو سال پہلے آپ علیہ السلام پر ایمان لایا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ تم تبع کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ وہ نیک آدمی تھا۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ وہی شخص ہے جس نے بیت اللہ کو کپڑا پہنایا اور ذکر کیا گیا ہے کہ کعب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تبع کی قوم کی مذمت کی ہے اس کی مذمت نہیں کی۔

سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ تبع کو گالیاں نہ دو کیونکہ وہ اسلام لے آیا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ تبع نبی تھا یا غیر نبی۔ ”والذین من قبلہم“ کافر امتوں میں سے۔ ”اہلکناہم انہم کانوا مجرمین“

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعِبَنِ ۝۳۸ مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝۳۹ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ ۝۴۰ يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلَى عَنْ مَوْلَى شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝۴۱ إِلَّا مَنْ رَحِمَ اللَّهُ ۝ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝۴۲ إِنَّ شَجَرَةَ الزُّقُومِ ۝۴۳ طَعَامُ الْآثِمِينَ ۝۴۴ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ۝۴۵ كَغَلِيِّ الْحَمِيمِ ۝۴۶

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کو اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں (بلکہ) ہم نے ان دونوں کو کسی حکمت ہی سے بنایا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے بے شک فیصلہ کا دن یعنی قیامت کا دن) ان سب کا وقت مقرر ہے جس دن کوئی علاقہ والا کسی علاقے والے کے ذرا کام نہ آوے گا اور نہ ان کی کچھ حمایت کی جاوے گی ہاں مگر جس پر اللہ رحم فرمائے اور اللہ زبردست ہے مہربان ہے بیشک زقوم کا درخت بڑے مجرم (یعنی کافر) کا کھانا ہوگا جو (کر یہ صورت ہونے میں) تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا (اور) اور وہ پیٹ میں ایسا کھولے گا جیسا تیز گرم پانی کھولتا ہے۔

تفسیر 38 "وما خلقنا السموات والارض وما بينهما لاعبين....."

39 ما خلقناهما الا بالحق" کہا گیا یعنی حق کے لیے اور وہ فرمانبرداری پر ثواب دینا اور نافرمانی پر سزا دینا

ہے۔ "ولكن اكثرهم لا يعلمون"

40 "ان يوم الفصل" جس دن رخن بندوں کے درمیان فیصلہ کریں گے۔ "مقاتهم اجمعين" قیامت کے دن انگوں

پچھلوں کو پورا بدلہ دیں گے۔

41 "يوم لا يغني مولی عن مولی شیئا" کوئی فریبی اپنے قریبی ساتھی کو نفع نہ دے سکے گا اور نہ اس سے کچھ دور کر سکے گا۔

"ولا هم ينصرون" وہ اللہ کے عذاب سے نہ روکے جائیں گے۔

42 "الا من رحم اللہ" مومنین مراد ہیں کیونکہ ان میں سے بعض دوسرے بعض کی سفارش کریں گے۔ "انه هو

العزیز" اپنے دشمنوں سے انتقام لینے میں "الرحیم" مومنین پر۔

43 "ان شجرة الزقوم" طعام الاثیم" یعنی گناہ گاروں کا اور وہ ابو جہل ہے۔

44 "کالمهل" یہ سیاہ تیل کا ٹچمٹ "یغلی فی البطون" ابن کثیر اور حفص رحمہما اللہ نے "یغلی" یاء کے ساتھ پڑھا ہے

اور ان دونوں نے اس اس مہل کا فضل بنایا ہے اور دیگر حضرات نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے شجرة کی تانیث کی وجہ سے۔

"فی البطون" کفار کے پیڑوں میں۔

45 "کغلی الحمیم" گرم پانی کی طرح جب وہ خوب جوش مارے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ پس اگر قوم

درخت کا ایک قطرہ زمین پر پڑا دیا جائے تو اہل دنیا پر ان کی معیشت کڑوی کر دے۔ پس کیسے حال ہوگا اس کا جس کا وہ کھانا ہوگا

اور ان کے لیے اس کے علاوہ کوئی کھانا نہ ہوگا۔

خُدُوهُ فَاَعْتَلُوهُ اِلَى سَوَاءِ الْجَحِيمِ 47 ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَاسِهِ مِنْ عَذَابِ الْجَحِيمِ 48 ذُقْ

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ 49 اِنَّ هَذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ 50 اِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامِ اَمِينٍ

51 فِي جَنَّتٍ وَعُيُونٍ 52 يَلْبَسُونَ مِنْ سُنْدُسٍ وَاِسْتَبْرَقٍ مُتَقَابِلِينَ 53 كَذٰلِكَ وَرَوَّجْنَاهُمْ

بِحُورٍ عَيْنٍ 54 يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ 55 لَا يَذُقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ

الْاُولَىٰ وَوَقَّهْمُ عَذَابَ الْجَحِيمِ 56 فَضَلًا مِّنْ رَبِّكَ 57 ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ 58 فَاِنَّمَا

يَسْرُنْهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ 59 فَاذْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُونَ 60

﴿تَنْجِيَةً﴾ (اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) اس کو پکڑو پھر گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے پتھوں بیچ تک لے جاؤ پھر اس کے سر کے اوپر تکلیف دینے والا گرم پانی چھوڑ دو لے چکھو تو بڑا معزز مکرم ہے یہ وہی چیز ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے بے شک خدا سے ڈرنے والے امن (چین) کی جگہ میں ہوں گے باغوں میں اور نہروں میں (اور) وہ لباس پہنیں گے باریک اور دیزریشم کا آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے (اور) یہ بات اسی طرح ہے اور ہم ان کا گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والیوں سے بیاہ کریں گے (اور) وہاں اطمینان سے ہر قسم کے میوے منگاتے ہوں گے (اور) وہاں بجز اس موت کے جو دنیا میں آچکی تھی اور موت کا ذائقہ بھی نہ چکھیں گے (یعنی مرنے کے نہیں) اور اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ سے بچالے گا یہ سب کچھ آپ کے رب کے فضل سے ہوگا بڑی کامیابی یہی ہے سو ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان (عربی) میں آسان کر دیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت قبول کریں تو (اگر یہ لوگ نہ مانیں تو) آپ منتظر رہیے یہ لوگ بھی منتظر ہیں۔

﴿تَنْجِيَةً﴾ 47 "خذوه" یعنی زبانیہ کو کہا جائے گا کہ تم اس کو پکڑو یعنی گناہ گار کو۔ "فاعتلوہ" اہل کوفہ، ابو جعفر اور ابو عمرو رحمہم اللہ نے تاء کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے تاء کی پیش کے ساتھ اور یہ دو لغتیں ہیں۔ یعنی تم ان کو دھکے دو اور ہانکو۔ کہا جاتا ہے "عتلہ، یعتلہ، عتلا" جب اس کو سختی کے ساتھ ہانکے اور دھکے دے۔ "الی سواء الجحیم" اس کے درمیان میں 48 "ثم صبا فوق رأسه من عذاب الحمیم" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جہنم کا داروغہ اس کے سر پر مارے گا تو اس کے دماغ تک سوراخ ہو جائے گا، پھر اس میں انتہا کا گرم پانی ڈال دے گا۔

49 پھر اس کو کہا جائے گا "ذُق" اس عذاب کو "انک" کسائی رحمہ اللہ نے "انک" الف کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی "لانک تقول الخ" یعنی اس لیے کہ تو کہتا تھا کہ میں غالب معزز ہوں اور دیگر حضرات نے الف کی زیر کے ساتھ ابتداء پر پڑھا ہے۔ "انت العزيز الكريم" اپنی قوم کے نزدیک تیرے گمان میں اور یہ اس وجہ سے کہ ابو جہل کہا کرتا تھا کہ میں اس وادی والوں میں غالب اور زیادہ عزت والا ہوں۔ پس یہ لفظ اس کو جہنم کے داروغہ استہزاء اور ڈانٹ کے طور پر کہیں گے۔

50 "ان هذا ما كنتم به تمترون" تم اس میں شک کرتے ہو اور تم اس پر ایمان نہیں لاتے، پھر متقین کا ٹھکانہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

51 "ان المتقين في مقام امين" اہل مدینہ اور اہل شام نے "فی مقام" میم کے پیش کے ساتھ مصدر ہونے کی بناء پر پڑھا ہے۔ یعنی اقامت میں۔ اور دیگر حضرات نے میم کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی فی مجلس امین پر امن مجلس میں جس میں وہ غیر سے امن میں ہوں گے یعنی موت سے اور اس سے نکلنے سے۔

52 ﴿فَلَمَّا جَنَّاتُ وَعْيُونَ﴾ 53 يلبسون من سندس واستبرق متقابلين۔

54 كذالك وزوجناهم" یعنی جیسے ہم نے اس کا اعزاز کیا ان باغات اور چشموں اور لباس کے ساتھ جو ہم نے ابھی بیان کیے۔ اسی طرح ہم نے ان کا اکرام کیا کہ ان کا نکاح کیا۔ "بحور عين" یعنی ہم نے ان کو ان حوروں کے ساتھ ملا دیا، عقد

نکاح مراد نہیں، اس لیے کہ عقد نکاح کے لیے یوں نہیں کہا جاتا ”زَوْجَتَهُ بِامْرَأَةٍ“ ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان عوروں کو ان کے جوڑے بنا دیا۔ جیسا کہ جوتے کو جوتے کے ساتھ جوڑا جاتا ہے۔ یعنی ہم نے ان کو دو دو کر دیا اور حور عین صاف ستھری سفید عورتیں۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نگاہ ان کی سفیدی اور چمک دار رنگ کی وجہ سے حیران ہو جائے۔ ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حور وہ بہت زیادہ سفید اور سیاہ آنکھوں والی ہیں۔ اس کا واحد حور ہے جیسے ”المرأة حوراء“ بولا جاتا ہے اور میں عیناء کی جمع ہے اور وہ بڑی بڑی آنکھوں والی۔

55 ”يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ“ جو وہ چاہیں گے۔ ”آمنین“ اس کے پسند نہ آنے اور نقصان دینے سے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موت و تکلیف اور شیطین سے امن میں ہونگے۔

56 ”لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتِ الْأُولَى“ یعنی اس موت کے علاوہ جو انہوں نے دُنیا میں چکھی ہے۔ ”الا“ کو سوئی کی جگہ لایا گیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے فرمان ”وَلَا تَنْكِحُوا آبَاءَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ“ یعنی سوئی ماقد سلف ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ پہلی موت کا استثناء کیا گیا ہے اور وہ دُنیا میں ہوگی۔ جنت میں موت سے اس لیے کہ نیک بخت لوگ جب مریں گے تو وہ جنت کے اسباب کی طرف لطف کے ساتھ لوٹیں گے۔ ان میں روح اور خوشبو ڈالی جائے گی اور وہ جنت میں اپنے مراتب دیکھ لیں گے۔ پس ان کی دُنیا کی موت گویا کہ وہ جنت میں ہے کیونکہ وہ اس کے اسباب اور اس کے مشاہدہ کے ساتھ متصل ہوں گے۔ ”وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ“

57 ”فَضْلًا مِنْ رَبِّكَ“ یعنی ان کے ساتھ یہ کرنا اس کا فضل ہے۔ ”ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ“

58 ”فَانْمَا يَسْرِنَا“ ہم نے قرآن کو آسان کیا، یہ کنایہ ہے (ضمیر لائی) غیر مذکور چیز سے ”بلسانک“ آپ علیہ السلام کی زبان پر ”لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ“ وہ نصیحت حاصل کریں۔

59 ”فَارْتَقِبْ“ پس تو اپنے رب کی طرف سے مدد کو دیکھ اور کہا گیا ہے کہ تو ان کے عذاب کا انتظار کر۔ ”انہم مرتقبون“ وہ آپ علیہ السلام کے مغلوب ہونے کا انتظار کر رہے ہیں، اپنے گمان کے مطابق۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ”حم، الدخان“ رات کو پڑھی تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔



سُورَةُ الْجَاثِيَةِ

تکمل سورت سوائے آیت نمبر ۱۴ کے کمی ہے کیونکہ یہ آیت مدنی ہے اور اس کی سیستیس (۳۷) آیات ہیں۔ سورۃ الدخان کے بعد نازل ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمَّ ① تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ② إِنَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ
لِّلْمُؤْمِنِينَ ③ وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُتُّ مِنْ دَابَّةٍ آيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ④ وَاختِلَافِ اللَّيْلِ
وَالنَّهَارِ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ رِزْقٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيفِ الرِّيحِ
آيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ⑤ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ مَّ بَعْدَ اللَّهِ
وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ ⑥ وَيَلْ لِكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ⑦ يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا
كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِيرُهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ⑧ وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا
أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ⑨ مِنْ وَرَائِهِمْ جَهَنَّمُ وَلَا يُغْنِي عَنْهُمْ مَا كَسَبُوا شَيْئًا وَلَا
مَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ⑩ هَذَا هُدًى وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ
رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رَّجْزِ أَلِيمٍ ⑪

① حَمَّ یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے آسمانوں اور زمین میں اہل ایمان کے (استدلال سے) لئے بہت سے دلائل ہیں اور (اسی طرح) خود تمہارے اور ان حیوانات کے پیدا کرنے میں جن کو زمین میں پھیلا رکھا ہے دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں اور (اسی طرح) یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں اور اس (مادہ) رزق میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا پھر اس (بارش) سے زمین کو تروتازہ کیا اس کے خشک ہونے پیچھے اور (اسی طرح) ہواؤں کے بدلنے میں دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل

(سليم) رکھتے ہیں اور یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو صحیح صحیح طور پر ہم آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں تو پھر اس کی آیتوں کے بعد اور کون سی بات پر یہ لوگ ایمان لاویں گے بڑی خرابی ہوگی ایسے شخص کے لئے جو جھوٹا ہونا فرمان ہو جو خدا کی آیتوں کو سنتا ہے جب کہ وہ اس کے اوپر پڑھی جاتی ہیں (اور) پھر بھی وہ تکبر کرتا ہوا (اپنے کفر پر) اس طرح اڑا رہتا ہے جیسے اس نے ان کو سنا ہی نہیں سوائے شخص کو ایک دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے اور جب وہ کسی آیت کی خبر پاتا ہے تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں ذلت کا عذاب ہے ان کے آگے جہنم) آ رہا ہے اور (اس وقت) نہ تو ان کے وہ چیزیں ذرا کام آویں گی جو دنیا میں کما گئے تھے اور نہ وہ جن کو انہوں نے اللہ کے سوا کارساز (اور معبود) بنا رکھا تھا اور ان کے لئے بڑا عذاب ہوگا یہ قرآن سراسر ہدایت ہے اور جو لوگ اپنے رب کی (ان) آیتوں کو نہیں مانتے ان کے لئے سختی کا دردناک عذاب ہوگا۔

تفسیر ① ”حم ② تنزیل الكتاب من الله العزيز الحكيم

③ ان في السموات والارض لايات للمؤمنين

④ وفي خلقكم وما يبث من دابة آيات حمزه اور کسائی اور یعقوب رحمہم اللہ نے (آیات) اور ”تصریف الرياح

آیات“ تاء کی زیر کے ساتھ ان دونوں میں پڑھا ہے، رد کرتے ہوئے اس کے قول ”لا آیات“ پر اور وہ نصب کی جگہ میں ہے۔

اور دیگر حضرات نے ان دونوں کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔ استئناف پر۔ اس بناء پر کہ عرب کہتے ہیں ”ان لی علیک مالا

وعلی اخیک مال“ دوسرے کو نصب دیتے ہیں اور اس کو رفع بھی دیتے ہیں۔ ”لقوم یوقنون“ کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

⑤ ”واختلاف الليل والنهار وما انزل الله من السماء من رزق“ یعنی وہ بارش جو بندوں کے رزق کا سبب

ہے۔ ”فاحیابہ الارض بعد موتها وتصریف الرياح آیات لقوم یعقلون“

⑥ ”تلك آیات الله نتلوها علیک بالحق“ مراد یہ ہے کہ یہ جو ہم نے آپ پر اللہ کی آیات بیان کیں ہم ان کو

آپ پر حق کے ساتھ بیان کرتے ہیں ”فبائی حدیث بعد الله“ اللہ کی کتاب کے بعد ”و آیاتہ یؤمنون“ ابن عامر، حمزہ،

کسائی، ابو بکر اور یعقوب رحمہم اللہ نے ”تؤمنون“ تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس معنی پر کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کو کہہ

دیں کہ کون سی بات پر تم ایمان لاتے ہو؟ اور دیگر حضرات نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

⑦ ”ویل لکل افاک اثیم“ جھوٹا گناہ گار یعنی نصر بن حارث۔

⑧ ”یسمع آیات الله تتلی علیہ ثم یصرّ مستکبرا کان لم یسمعها کان فی اذنیہ و قرأ فبشره بعذاب الیم“

⑨ ”واذا علم من آیاتنا“ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں قرآن میں سے ”شیئا اتخذها هزوا اولئک لهم عذاب

مہین“ یہاں جمع کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ باری تعالیٰ کے قول ”لکل افاک اثیم“ کی طرف رد کرتے ہوئے۔

⑩ ”من ورائهم“ ان کے سامنے ”جہنم“ یعنی وہ دنیا میں اپنے اموال کے ساتھ نفع اٹھانے والے ہیں اور ان کے لیے

آخرت میں جہنم ہے جس میں وہ داخل ہوں گے۔ ”ولا یغنی عنہم ما کسبوا“ اموال میں سے ”شیئا ولا ما اتخذوا من دون اللہ اولیاء“ اور نہ وہ جن معبودوں کی وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کرتے ہیں۔ ”ولہم عذاب عظیم“

⑫ ”ہذا“ یعنی یہ قرآن ”ہدی“ گمراہی سے بیان ہے۔ ”والذین کفروا بآیات ربہم لہم عذاب من رجز الیم“

اللہ الذی سخر لکم البحر لتجری الفلک فیہ بامرہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم

تَشکُرُونَ ⑬ وَسَخَّرَ لَکُمْ مَا فِی السَّمَوَاتِ وَمَا فِی الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۗ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ

لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُونَ ⑭ قُلْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُ الْاَللّٰهُ لَیْرُجُونَ اَیَّامَ اللّٰهِ لَیَجْزِیْ قَوْمًا

بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ⑮ مَنْ عَمِلَ صٰلِحًا فَلِنَفْسِہِ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلِیْہَا ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ

تُرْجَعُوْنَ ⑯ وَلَقَدْ اٰتٰنَا بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰہُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ

وَفَضَّلْنٰہُمْ عَلٰی الْعٰلَمِیْنَ ⑰ وَاتَّيْنٰہُمْ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَمَا اٰخْتَلَفُوْا اِلَّا مِنْۢ مَّا بَعْدَ مَا جَآءَ

ہُمُ الْعِلْمُ بَغِیَآءٍ بَیْنَهُمْ ۗ اِنَّ رَبَّکَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ ⑱

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے دریا کو مسخر بنایا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس

کی روزی تلاش کرو اور تاکہ تم شکر و کرو اور (اسی طرح) جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جتنی چیزیں زمین میں ہیں

ان سب کو اپنی طرف سے مسخر بنا دیا بے شک ان باتوں میں ان لوگوں کے لئے دلائل ہیں جو غور کرتے ہیں آپ

ایمان والوں سے فرمادیجئے کہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو خدا کے معاملات کا یقین نہیں رکھتے تاکہ اللہ تعالیٰ ایک

قوم کو (یعنی مسلمانوں کو) ان کے قتل کا صلہ دے جو شخص نیک کام کرتا ہے سواپنے ذاتی نفع کے لئے اور جو شخص برا

کام کرتا ہے اسکا وبال اسی پر پڑتا ہے پھر تم کو اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور ہم نے بنی اسرائیل کو

(کتاب آسمانی) اور حکمت (یعنی علم احکام) اور نبوت دی تھی اور ہم نے ان کو نفیس نفیس چیزیں کھانے کو دی تھیں اور

ہم نے ان کو دنیا جہان والوں پر فوقیت دی تھی اور ہم نے ان کو دین کے بارہ میں کھلی کھلی دلیل دیں سوائے انہوں نے علم

ہی کے آنے کے بعد باہم اختلاف کیا بوجہ آپس کی ضد اضدی کے آپ کا رب ان کے آپس میں قیامت کے روز

ان امور میں (عملی) فیصلہ کرے گا جن میں یہ باہم اختلاف کیا کرتے تھے۔

⑫ ”اللہ الذی سخر لکم البحر لتجری الفلک فیہ بامرہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون

⑬ وَسَخَّرَ لَکُمْ مَا فِی السَّمَوَاتِ وَمَا فِی الْأَرْضِ“ اور اس کی تسخیر کا معنی یہ ہے کہ اس نے اس کو پیدا کیا ہمارے

منافع کے لیے۔ پس وہ ہمارے تابع ہیں کیونکہ ہم ان سے نفع حاصل کرتے ہیں۔ ”جمیعا منہ“ پس تم اللہ کا شریک نہ بناؤ۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ”جمیعا منه“ یہ تمام اس کی طرف سے رحمت ہے۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ تمام اس کا فضل و احسان ہے۔ ”ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون“

14 ”قل للذین امنوا یغفروا للذین لایرجون ایام اللہ“ یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں ڈرتے اور اس کی سزا کی پرواہ نہیں کرتے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ بنی غفار کے ایک شخص نے مکہ میں آپ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ان کو حکم دیا کہ اس کو معاف کر دے اور قرظی اور سدیی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اہل مکہ میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، یہ لوگ قتال کے حکم سے پہلے مشرکین کی طرف سے سخت تکلیفوں میں تھے تو انہوں نے اس بات کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ پھر اس کو قتال کی آیت نے منسوخ کر دیا۔ ”لیجزی قوما“ ابن عامر، حمزہ اور کسائی رحمہم اللہ نے ”لنجزی“ نون کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ بدلہ دیں اور ابو جعفر رحمہ اللہ نے ”لیجزی“ پہلی یاء کی پیش اور دوسری یاء کے سکون اور زاء کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابو عمرو رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ لحن (غلطی) ہے۔ کسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے کہ تاکہ قوم کو بدلہ دیا جائے۔ ”بما کانوا یکسبون“

15 ”من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء فعليها ثم الي ربكم ترجعون“

16 ”ولقد اتينا بنی اسرائیل الكتاب“ توریت۔ ”والحکم والنبوۃ ورزقناهم من الطیبات“ حلال چیزیں یعنی من وسلویٰ ”وفضلناهم علی العالمین“ یعنی ان کے زمانہ کے جہان والوں پر۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کے زمانہ میں جہان والوں میں سے کوئی ایک اللہ پر معزز اور پسندیدہ نہ تھا۔

17 ”واتیناهم بینات من الامر“ یعنی علم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اور آپ علیہ السلام کا امر جو ان کے لیے بیان کیا۔

”لما اختلفوا الا من بعد ما جاءهم العلم بغیا بینهم ان ربک یقضى بینهم یوم القیامة فیما کانوا فیہ یختلفون“

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّهُمْ لَن يَغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۗ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ۗ 18
هَذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ 20 أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مِّمَّنْ حَيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۗ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ 21 وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ 22 أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ

سَمِعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ غِشْوَةً ۖ فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ مَّ بَعْدَ اللَّهِ ۗ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿23﴾

پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقہ پر کر دیا سو آپ اسی طریقہ پر چلے جائیے اور ان جہلاء کی خواہشوں پر نہ چلئے یہ لوگ خدا کے مقابلہ میں آپ کے ذرا کام نہیں آسکتے اور ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور اللہ دوست ہے اہل تقویٰ کا یہ قرآن عام لوگوں کے لئے دانشمندیوں کا سبب اور ہدایت کا ذریعہ ہے اور یقین (یعنی ایمان) لانے والوں کے لئے بڑی رحمت کا (سبب) اور یہ لوگ جو برے برے کام کرنے میں کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر رکھیں گے جنہوں نے ایمان اور عمل صالح اختیار کیا کہ ان سب کا جینا اور مرنا یکساں ہو جاوے یہ برا حکم لگاتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا اور تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جاوے اور ان پر ذرا ظلم نہ کیا جاوے سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے سو ایسے شخص کو بعد خدا کے (گمراہ کر دینے کے) کون ہدایت کرے کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔

﴿تفسیر﴾ ﴿18﴾ ”ثم جعلناك“ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ”علی شریعة“ موسیٰ علیہ السلام کے بعد سنت و طریقہ۔ ”من الامر“ دین سے۔ ”فاتبعها ولا تتبع احواء الذین لا یعلمون“ یعنی کافروں کی مراد اور یہ اس وجہ سے کہ وہ آپ علیہ السلام کو کہتے تھے کہ آپ اپنے آباء کے دین کی طرف لوٹ آئیں کیونکہ وہ تجھ سے افضل تھے۔

﴿19﴾ ”انهم لن یغفوا عنک من اللہ شیئا“ اگر آپ ان کی خواہشات کی اتباع کریں تو وہ آپ سے اللہ کے عذاب کو دور نہ کر سکیں گے۔ ”وان الظالمین بعضهم اولیاء بعض واللہ ولی المتقین“

﴿20﴾ ”هذا“ یعنی قرآن۔ ”بصائر“ علامات ہیں۔ ”للناس“ حدود و احکام میں کہ وہ اس کے ذریعے دیکھتے

ہیں۔ ”وہدی و رحمة لقوم یوقنون“

﴿21﴾ ”ام حسب“ بلکہ کافی ہے۔ ”الذین اجترحوا السيئات“ کفر اور نافرمانیوں کا ارتکاب کیا۔ ”ان نجعلهم کالذین امنوا و عملوا الصالحات“ یہ آیت مشرکین مکہ کے چند لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے مؤمنین کو کہا کہ اگر جو تم کہتے ہو حق ہے تو ہم آخرت میں بھی تم پر فضیلت رکھیں گے۔ جیسا کہ ہم تم پر دنیا میں فضیلت رکھتے ہیں۔ ”سواء محیاهم“ حمزہ اور کسائی اور حفص اور یعقوب رحمہم اللہ نے ”سواء“ کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی ہم ان کو برابر کر دیں گے۔ یعنی کیا ان کا گمان ہے کہ کافروں کی زندگی ”ومماتہم“ مؤمنین کی زندگی اور ان کی موت کی طرح برابر ہے ہرگز نہیں۔

اور دیگر حضرات نے پیش کے ساتھ پڑھا ہے مبتداء خبر ہونے کی بناء پر یعنی ”محیاهم ومماتہم سواء“ پس ضمیر ان دونوں میں مؤمنوں اور کافروں سب کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اس کا معنی ہے مؤمن اپنی زندگی اور موت میں مؤمن ہے یعنی دنیا

وآخرت میں اور کافرا اپنی زندگی و موت میں کافر ہے یعنی دنیا و آخرت میں "سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ" برا ہے وہ جو فیصلہ کرتے ہیں۔ مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے اہل مکہ میں سے ایک شخص نے کہا یہ تیرے بھائی تمیم داری کا مقام ہے، میں نے ان کو ایک رات صبح تک یا صبح کے قریب تک دیکھا کہ انہوں نے اللہ کی کتاب کی ایک آیت پڑھی، اس کو بار بار پڑھتے رہے، رکوع اور سجدہ میں بھی اور روتے رہے۔ "أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ط سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ" پوری آیت۔

② "وخلق الله السموات والارض بالحق ولتجزئ كل نفس بما كسبت وهم لا يظلمون"

③ "افرايت من اتخذ االلهه هواه" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حسن اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے کہ یہ کافر اس نے اپنا دین اپنی خواہش کو بنایا۔ پس دل میں جو خیال آتا ہے اس کو کر گزرتا ہے اس لیے کہ وہ نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ اس کا خوف رکھتا ہے اور جو چیز اللہ نے حرام کی اس کو حرام نہیں سمجھتا۔

اور دیگر حضرات نے فرمایا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے اپنا معبود اپنی خواہش کو بنالیا ہے۔ پس اسی کی عبادت کرتا ہے جو اس کا نفس خواہش کرے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عرب پتھروں، سونے اور چاندی کی عبادت کرتے تھے۔ پس جب کوئی چیز پہلے خدا سے اچھی ملتی اس کو پھینک دیتے اور توڑ دیتے اور دوسرے کی عبادت شروع کر دیتے۔ شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا نام ہوئی رکھا گیا۔ اس لیے کہ وہ اپنے صاحب کے ساتھ جہنم میں گر جائے گا۔ "واضله الله على علم" اپنی طرف سے۔ اس کے امر کے انجام کے ساتھ اور کہا گیا ہے کہ اس کے علم میں سبقت کر چکا کہ وہ گمراہ ہوگا اس کے پیدا کرنے سے پہلے۔ "وختم" مہر لگائی۔ "على سمعه" پس وہ ہدایت کو نہیں سنتا۔ "وقلبه" پس وہ ہدایت کو نہیں سمجھتا۔ "وجعل على بصره غشاوة" حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے "غشاوة" غین کے زبر اور شین کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے "غشاوة" پڑھا ہے پردہ، پس وہ ہدایت کو نہیں دیکھ سکتا۔ "فمن يهديه من بعد الله" یعنی اللہ تعالیٰ کے اس کو گمراہ کرنے کے بعد کون اس کو ہدایت دے گا۔ "افلات تذكرون"

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُم بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ④

④ اور (بعثت کے منکر) یوں کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس دنیوی حیات کے اور کوئی حیات نہیں ہے ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو صرف زمانہ (کی گردش) سے موت آ جاتی ہے اور ان لوگوں کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں محض اٹکل سے ہانک رہے ہیں۔

④ "وقالوا" یعنی بعثت کا انکار کرنے والے "ماہی الاحیاتنا الدنیا" یعنی زندگی صرف دنیا کی زندگی

ہے۔ ”نموت ونحیا“ یعنی آباء مر جاتے ہیں اور اولاد زندہ رکھی جاتی ہے اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی ہم مر جاتے ہیں اور ہم زندہ ہوتے ہیں، پس واؤ جمع کے لیے ہے۔ ”وما یہلکنا الا الدھر“ یعنی زمانے کا گزرنا اور عمر کا لمبا ہونا اور رات و دن کا آنا جانا ہمیں فنا کرتا ہے۔

”وما لہم بادلک“ یعنی جو انہوں نے کہا ہے ”من علم“ یعنی انہوں نے یہ کسی علم سے نہیں کہا۔ ”ان ہم الا یظنون“ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بندہ یہ نہ کہے اے زمانہ کی خرابی کیونکہ میں زمانہ ہوں رات و دن کو بھیجتا ہوں۔ پس جب میں چاہوں ان دونوں کو قبض کر لوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک زمانہ کو برا بھلا نہ کہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ہیں اور انکور (کی لکڑی) کو کرم ہرگز نہ کہے کیونکہ کرم مسلمان آدمی ہے اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ عرب کی حالت یہ تھی کہ زمانہ کی مذمت کرتے تھے اور مصائب کے وقت اس کو برا بھلا کہتے تھے۔ اس لیے جو ان کو ناپسند چیز یا تکلیف پہنچتی اس کی نسبت زمانہ کی طرف کرتے تھے۔ پس وہ کہتے تھے ”اصابتہم قوارع الدھر“ ان کو زمانہ کی مصیبتیں پہنچتی ہیں اور ”اباء ہم الدھر“ ان کو زمانہ نے ہلاک کر دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی خبر دی۔ ”وما یہلکنا الا الدھر“ پس جب ان کو کوئی سختی پہنچتی اور اس کی نسبت وہ زمانہ کی طرف کر دیتے تو اس کے فاعل کو برا بھلا کہتے تو یہ سب و شتم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتا اس لیے کہ ان تمام امور کا فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے جن کی نسبت وہ زمانے کی طرف کرتے تھے۔ پس ان کو زمانے کو برا بھلا کہنے سے روکا گیا۔

وَإِذَا تُلِيٰ عَلَيْهِمُ آيَاتُنَا بِبَيِّنَاتٍ مَّا كَانُوا يَحْتَجِبُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا اتُّوَابًا إِنَّا كُنْتُمْ صَادِقِينَ 25 قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ 26 وَاللَّهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُومِتُهُ وَيُخَسِرُ الْمُبْطِلُونَ 27 وَتَرَىٰ كُلَّ أُمَّةٍ جَائِيَةً كُلُّ أُمَّةٍ تُدْعَىٰ إِلَىٰ كِتَابِهَا ۖ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ 28 هَذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۖ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ 29 فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ ۖ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ 30 وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِينَ 31 وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا

قُلْتُمْ مَا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُصْتَبِقِينَ ﴿32﴾

﴿تجوید﴾ اور جس وقت (اس بارہ میں) ان کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کا (اس پر) بجز اس کے اور کوئی جواب نہیں ہوتا کہ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادوں کو (زندہ کر کے) سامنے لے آؤ اگر تم سچے ہو آپ یوں کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھتا ہے پھر (جب چاہے گا) تم کو موت دے گا پھر قیامت کے دن جس (کے وقوع) میں ذرا شک نہیں تم کو جمع کرے گا لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے اور اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں (اور زمین میں) اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز باطل خسارہ میں پڑیں گے اور (اس روز) آپ ہر فرقہ کو دیکھیں گے کہ (مارے خوف کے) زانو کے بل گر پڑیں گے ہر فرقہ اپنے نامہ اعمال (کے حساب) کی طرف بلایا جاوے گا آج تم کو تمہارے کئے کا بدلہ ملے گا (اور کہا جاوے گا کہ) یہ (نامہ اعمال) ہمارا دفتر ہے جو تمہارے مقابلہ میں ٹھیک ٹھیک بول رہا ہے اور ہم (دنیا میں) تمہارے اعمال کو (فرشتوں سے) لکھواتے جاتے تھے سو جو لوگ ایمان لائے تھے اور انہوں نے اچھے کام کئے تھے (ان کو) ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور یہ صریح کامیابی ہے اور جو لوگ کافر تھے (ان سے کہا جاوے گا) کیا میری آیتیں تم کو پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں سو تم نے (ان کو قبول کرنے سے) تکبر کیا تھا اور تم (اس وجہ سے) بڑے مجرم تھے اور جب (تم سے) کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے تو تم کہا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے محض ایک خیال سا تو ہم کو بھی ہوتا ہے اور ہم کو یقین نہیں۔

﴿تفسیر﴾ ﴿32﴾ ”وَإِذَا تُلِيٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٌ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتُوا بِآيَاتِنَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿37﴾ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ“ یعنی قیامت کے دن کیلئے۔ ”لاریب فیہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ ولله ملک السموات والارض و یوم تقوم الساعة یومئذ یخسر المبتلون“ یعنی کافر جو اصحاب باطل ہیں اس دن ان کا خسارہ ظاہر ہوگا۔ اس طرح کہ وہ جہنم کی طرف جائیں گے۔

﴿38﴾ ”وتوری کل امة جائیة“ گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا اور یہ حاکم کے سامنے جھکڑا کرنے والے کی طرح کا بیٹھنا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کا انتظار کرتا ہوگا۔ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک قیامت میں ایک گھڑی ہے جو دس سال کی ہوگی۔ لوگ اس میں اپنے گھٹنوں کے بل گریں گے حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کو پکاریں گے میں تجھ سے صرف اپنی ذات کا سوال کرتا ہوں۔ ”کل امة تدعی الی کتابہا“ جس میں اس کے اعمال ہوں گے اور یعقوب رحمہ اللہ نے ”کل امة“ نصب کے ساتھ پڑھا ہے اور ان کو کہا جائے گا۔ ”الیوم تجزون ما کنتم تعملون“

﴿39﴾ ”ہذا کتابنا“ یعنی محافظین کا رجسٹر۔ ”ینطق علیکم بالحق“ جو تمہارے خلاف شافی بیان کی گواہی دے گی۔ پس

گویا کہ وہ بول رہی ہے اور کہا گیا ہے کہ کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ ”انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون“ یعنی ہم فرشتوں کو حکم دیں تمہارے اعمال کے نسخ یعنی ان کی کتابت اور تم پر اثبات کا اور کہا گیا ہے کہ ”تستنسخ“ یعنی تاخذ نسخہ یہ اس وجہ سے کہ دو فرشتے انسان کے ہر عمل کو بلند کرتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ اس میں سے وہ عمل ثابت کرتے ہیں جس میں اس کے لیے ثواب یا عقاب ہو اور ان میں سے لغو عمل کو پھینک دیتے ہیں۔ جیسے ان کا قول ادھر آ اور چلا جا وغیرہ۔ اور کہا گیا ہے لوح محفوظ سے لکھنا مراد ہے کہ فرشتے ہر سال لوح محفوظ سے بنی آدم سے ہونے والے اعمال کو لکھ لیتے ہیں اور نقل کرنا اصل سے ہی ہو سکتا ہے۔ پس ایک کتاب کو دوسری سے نقل کیا جاتا ہے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”تستنسخ“ یعنی ثابت کیا جاتا ہے اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لکھا جاتا ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محفوظ کیا جاتا ہے۔

③۱ ”فاما الذين امنوا وعملوا الصالحات فيدخلهم ربهم في رحمته ذلك هو الفوز المبين“ ظاہر کامیابی۔

③۱ ”واما الذين كفروا“ ان کو کہا جائے گا۔ ”افلتم تکن آیاتی تتلی علیکم فاستکبرتم وکنتم قوما مجرمین“ متکبر وکافر۔

③۲ ”واذا قيل ان وعد الله حق والساعة لا ريب فيها“ حمزہ رحمہ اللہ نے ”والساعة“ نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کا عطف وعد پر ہے اور دیگر حضرات نے رفع کے ساتھ پڑھا ہے مبتداء ہونے کی وجہ سے۔ ”قلتم ما ندری ما الساعة ان نظن الا ظنا“ یعنی ہم اس کو نہیں جانتے مگر وہ ہم اور اندازہ۔ ”وما نحن بمستيقنین“ کہ وہ ہونے والی ہے۔

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ③۳ وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنسِفُكُمْ
كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نَّصِيرِينَ ③۴ ذَلِكُمْ بِأَنكُم اتَّخَذْتُمْ
آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَغَرَّتْكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ③۵
فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ③۶ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ③۷

③۳ اور (اس وقت) ان کو اپنے تمام برے اعمال ظاہر ہو جاویں گے اور جس (عذاب) کے ساتھ وہ استہزاء کیا کرتے تھے وہ ان کو آگھیرے گا اور (ان سے) کہا جاوے گا کہ آج ہم تم کو بھلائے دیتے ہیں جیسا تم نے اپنے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا اور (آج) تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے اور کوئی تمہارا مددگار نہیں یہ سزا اس وجہ سے ہے کہ تم نے خدائے تعالیٰ کی آیتوں کی ہنسی اڑائی تھی اور تم کو دنیوی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا سو آج نہ

تو یہ لوگ دوزخ سے نکالے جاویں گے اور نہ ان سے (خدا کی خفگی کا تدارک جانا جاوے گا سو تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے آسمانوں کا اور پروردگار ہے زمین کا پروردگار تمام عالم کا اور اسی کو بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

تفسیر 33 "وَبَدَا لَهُمْ" آخرت میں۔ "سَيِّئَاتٍ مَا عَمِلُوا" دُنیا میں یعنی اس کی جزاء "وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ"

34 "وقيل اليوم ننساكم" ہم تمہیں آگ میں چھوڑیں گے۔ "كما نسيتم لقاء يومكم هذا" تم نے اس دن کی ملاقات کے لیے ایمان و عمل کو چھوڑ دیا۔ "وَمَا أَوَّلُكُمْ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نَّصِيرِينَ"

35 "ذَلِكُمْ بِأَنَّكُمْ اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ هُزُؤًا وَغَرَّتْكُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا" حتی کہ تم نے کہا نہ کوئی بعث ہوگا اور نہ کوئی حساب۔ "فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا" حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے یاء کے زبر اور راء کی پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے یاء کی پیش اور راء کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ "وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ" ان سے یہ مطالبہ نہ کیا جائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرف لوٹ آئیں کیوں کہ اس دن کوئی عذر اور توبہ قبول نہ کی جائے گی۔

36 "قَلِيلٌ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ"

37 "وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ" عظمت "فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بڑائی میری چادر اور عظمت میں تہہ بند ہے۔ پس جو شخص ان میں سے کسی ایک میں مجھ سے جھگڑے گا میں اس کو جہنم میں داخل کروں گا۔

الحمد لله تفسیر بغوی کی پانچویں جلد مکمل ہوئی۔ چھٹی اور آخری جلد سورۃ الاحقاف سے شروع ہے۔



اضافہ مفیدہ از ناشر

الدرر النظیم فی فضائل القرآن

والآیات والذکر الحکیم

قرآن کریم کے فضائل اور حیرت انگیز خواص

از امام ابو محمد عبداللہ بن اسد یافعی رحمہ اللہ

فضائل و خواص سورہ روم تا سورۃ الجاثیہ

آٹھویں صدی کے معروف عالم اور جماعت اولیاء کے فرد فرید ہیں ان کے دست مبارک سے لکھی ہوئی مستند کتب میں سے الدرر النظیم بھی ہے جو قرآن کریم کے انوار و برکات اور فضائل و خواص اور اس کے روحانی و جسمانی فیوض اور تیر بہدف مجرب عملیات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بطور اضافہ جزو کتاب بنایا جا رہا ہے

سورہ روم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو آدمی سورہ روم کو پڑھتا ہے اسے تسبیح پڑھنے والے فرشتوں کے برابر اجر ملتا ہے۔

فسبحان اللہ حین تمسون تخرجون

① جو آدمی صبح کے وقت یہ آیات پڑھے تو اسے اس دن کی فوت شدہ نیکیوں کا بھی اجر ملتا ہے اور جو شخص شام کو پڑھے اسے رات کی فوت شدہ نیکیوں کے برابر اجر ملتا ہے اور وہ اس کے نامہ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں۔

② حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے احباب سے فرمایا کرتے تھے جو شخص صبح کے وقت فسیحان اللہ حین تمسون تخرجون تک اور سبحان ربک رب العزۃ..... العالمین تک تین مرتبہ پڑھے تو اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اگر وہ سمندر کی جھاگ یا صحرا کی ریت کے برابر کیوں نہ ہوں۔

③ جو شخص اس سورہ کو لکھ کر تنگ منہ والی بوتل میں ڈال کر کسی گھر میں رکھ دے تو اس گھر کے سب آدمی بیمار ہو جائیں گے اور اگر وہاں کوئی اجنبی آئے گا تو وہ بھی بیمار ہو جائیگا۔

④ اگر اسے لکھ کر بارش کے پانی سے دھو کر مٹی کے برتن میں ڈال لے تو اس پانی سے جسے پلائے گا وہ بیمار ہو جائے گا اور اگر کوئی اس پانی سے منہ دھوئے گا تو اس کی آنکھیں ایسی خراب ہوں گی کہ اندھا ہونے کا اندیشہ ہے۔

کذلک یطبع اللہ علیٰ قلوب الذین لا یعلمون..... یوقنون

اس آیت کو دشمن کے کپڑے پر لکھ کر پھریہ لکھے۔ کذلک یطبع اللہ علیٰ قلب فلان بن فلانہ اور اپنے گلے میں ڈال لے تو اس کا دشمن اس سے ڈرے گا اور اس کے سامنے خاموش رہے گا۔

سورہ لقمان

جو شخص اس سورہ کو لکھ کر پیٹ کے مریض کو پلا دے تو وہ تندرست ہو جائے گا اگر بخار ہے تو وہ بھی اتر جائے گا۔

(۲) جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرتا رہے وہ غرق نہیں ہوگا۔

وما قدرہ واللہ حق قدرہ جو شخص اسے پڑھے اس کا غم دور ہو جائے گا۔ یا بنیٰ ان تک..... خبیر

جو آدمی اپنے اہل و عیال سے دور ہو اور ان کا حال معلوم کرنا چاہے تو وہ اس آیت کو لکھ کر شعبان کے پہلے جمعہ کی رات کو عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر اس کو..... کے نیچے رکھ کر سو جائے اور رکھتے وقت پڑھے سبحان من لا ینحیٰ علیہ خافیہ سبحان الذی الخیر بقدرتہ ما کتمتہ ضرائرہ و خلقہ سبحان الذی بیدہ القلوب والافواہ بامرہ اللہم بین لی کذافی منامی تو اس پر گھر کا سب احوال ظاہر ہو جائے گا۔

ولوان مافی الارض..... بصیر

جس آدمی کے دل میں بشاشت نہ ہو۔ ذہن حاضر نہ ہو اور زبان صحیح کام نہ کرتی ہو تو کوڑا لو بان پران دو آیتوں کو پڑھ کر ہر روز نہار منہ اس میں ۱/۲ امثال شہد یا شکر سے کھا لیا کرے۔ ذہن تیز اور زبان فصیح ہو جائے گی۔

الم تر ان الفلک تجری..... کفور جو آدمی دریا میں سفر کرتا ہو اور دریا میں طغیانی ہو تو وہ سات پتوں پر اس آیت کو لکھ کر ایک ایک کر کے دریا میں مشرق کی طرف پھینک دے تو دریا کا جوش و طغیانی کم ہو جائے گی۔

سورۃ سجده

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ قیامت کے دن سورۃ الم السجدہ کے دو بازو ہوں گے۔ جن سے وہ اپنے پڑھنے والے پر سایہ کرے گی اور کہے گی کہ تجھے آج کوئی خطرہ نہیں ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود ہر رات الم السجدہ اور سورۃ تبارک الذی پڑھا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے کہ اس سورۃ کو قرآن کریم کی دوسری سورتوں پر ستر درجہ فضیلت حاصل ہے پھر آپ ان سات ناموں یا قدیم یا حی یا دایم و یا فردیا و احدیا احدیا صمد سے دعا مانگتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص رات کو الم تنزیل، یسین، تبارک الذی اور سورۃ اقتربت پڑھے تو یہ سورتیں اس کے لئے نور ہو جاتی ہیں اور اسے شیطان سے بچاتی ہیں۔ قیامت کے دن اس کے درجے بلند کئے جائیں گے۔ اس سورۃ کو لکھ کر گلے میں ڈالنے سے بخار آدھے سر کا درد اور مرگی کا مرض جاتا رہتا ہے۔

الذی احسن کل شیء خلقه..... ماتشکرون

یہ آیت شیشہ کے گلاس یا پیالہ میں لکھ کر بارش کے پانی سے دھو کر اس پانی کے دو حصے کر لے ایک حصہ بچہ کی غذا میں ملا دے اور دوسرا حصہ شیشی میں ڈال کر محفوظ کر لے اور اس میں سے تھوڑا تھوڑا روزانہ بچہ کو پلائے اور اس کے منہ پر ملے۔ سات دن تک یا ایک روایت کے مطابق سات ہفتوں تک ایسا کریں۔ بچہ اپنی پیدائش سے نوے دن کے بعد صحت مند و چست ہو جائے گا۔

سورۃ احزاب

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے عالم ملکوت میں اس سورۃ کو پڑھنے والے کا نام شکور ہے۔

② جو شخص اس سورۃ کو ہرن کے چمڑے..... یا کیلے کے پتے پر لکھ کر..... ڈبیہ میں بند کر کے رکھ دے.... تو اس جگہ کے سب لوگوں میں زیادہ معزز باوقار ہو جائے گا۔

واذاخذنا من النبیین..... الیمما

جو شخص عہد کا کچا ہو یا دشمنی کرنے لگتا ہو تو اس کے کپڑے کا ایک ٹکڑا لے کر اس پر ان آیات کو زعفران اور شبنم کے پانی سے لکھ کر ان کے بعد تین لکھے فلان بن فلانة نقض عہدھا و غدرولم کیف بما کان منه لفلان بن فلانة واللہ غالب علیٰ امرہ اللہم علیک بہ ۳ مرتبہ اور اس کی دیوار کے کونہ میں دفن کر دے۔

یا ایہا النبی..... وکیلاً

جو آدمی سات دن تک صبح کی نماز کے بعد ان آیات کو مشک ملے ہوئے روغن چنبیلی پر پڑھے اور پھر اس تیل کو محفوظ کر کے یہ تیل اپنے دونوں ابرو اور رخساروں پر لگا کر کہیں کسی کے پاس کام کے لئے جانے تو وہ اس کا کام پورا کرے گا۔ اور وہ اس سے مرعوب ہوگا۔

سورہ سبا

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے جو شخص سورہ سبا پڑھے قیامت میں پتھر اس سے مہانچہ کریں گے۔
② جو آدمی اس سورہ کو کاغذ پر لکھ کر سفید کپڑے میں لپیٹ کر اپنے پاس رکھے تو وہ سانپ بچھو وغیرہ تمام حشرات الارض اور آفتوں سے محفوظ رہے گا۔

③ کسی کو یرقان ہو تو اس سورہ کو لکھ کر پانی میں گھول کر پلائے اور اس کے منہ پر اسی پانی کے چھینٹے مارے۔

قل جاء الحق وما یبدی الباطل..... اخرویٰ قریب

ویران کنوئیں سے پانی لے کر کاغذ پر اس آیت کو لکھ کر اس پانی میں ڈال کر جوش دے اور خوب مسل کر دھولے پھر یہ پانی دشمن کے گھر چھڑک دے تو دشمن ذلیل ہو کر رہ جائے گا۔

شرط یہ ہے کہ پہلے اپنے دشمن کو کم از کم تین مرتبہ پیغام بھیجے کہ تو دشمنی سے باز آ ورنہ تجھ پر عظیم آفت آئے گی اگر پھر بھی وہ ظلم و خلاف شریعت کرنے سے باز نہ آئے تو یہ عمل کرے اور ظالم فرعون کے سوا کسی کے لئے نہ کرے۔

سورہ فاطر

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو آدمی سورہ فاطر کو پڑھے وہ جس دروازہ سے چاہے گا جنت میں داخل ہوگا۔

② اگر یہ سورہ لکھ کر چوپایوں کے گلے میں لٹکائی جائے تو نہ کوئی چوران کے قریب آئے گا نہ کوئی آفت آئے گی۔

③ اگر یہ سورہ لکھ کر کسی شخص کی گود میں رکھ دی جائے تو جب تک یہ نہ اٹھالی جائے گی وہ اپنی جگہ پر بیٹھا رہے گا۔

ان الذین یتلون کتاب اللہ..... شکور

اگر اس آیت کو روئی دار کپڑے کے.... چار پاکیزہ ٹکڑوں میں لکھ کر... اپنے سامان تجارت میں رکھا جائے... تو

اس کی تجارت میں بڑا نفع اور برکت ہوگی۔

سورۃ یٰسین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ہر شی کا دل ہے اور قرآن کریم کا دل سورۃ یٰسین ہے۔ اور ارشاد فرمایا جو آدمی سورۃ یٰسین پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں دس بار قرآن کریم پڑھنے کا اجر لکھ دیتا ہے اور فرمایا کہ سورۃ یٰسین اپنے پڑھنے والے کے سر پر دنیا و آخرت کی بھلائی کا عمامہ پہناتا ہے اور اس سے دنیا کی آزمائش اور آخرت کے خوف کو دور کر دیتی ہے۔ اسی لئے اس سورۃ کا نام معممہ اور مدافعہ بھی ہے اور اس کو قاضیہ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ حاجت مندوں کی ہر حاجت کو پورا کر دیتی ہے۔ جو شخص اس سورۃ کو لکھ کر پی لے اس کے دل میں ہزار دو ہزار نور اور ہزار یقین اور ہزار برکت ہزار حکمت اور ہزار رحمت داخل کی جاتی ہے اور اس کے دل سے ہر کھوٹ اور بیماری کو نکال دیا جاتا ہے۔

جو شخص اس سورۃ کو پڑھے اس دن اس کی وجہ سے اس کے گناہوں میں اس سے تخفیف کی جاتی ہے اور اس کے نامہ اعمال میں ان لوگوں کی تعداد کے برابر نیکیاں لکھی جاتی ہیں جو اس سورۃ میں مذکور ہیں۔

جو شخص اس سورۃ کو شام کے وقت پڑھے وہ صبح تک خوشی میں رہتا ہے اور جو صبح کو پڑھے وہ شام تک خوشی میں رہتا ہے اور جو شخص اس سورۃ کو سکرانے کے وقت پڑھے وہ روح قبض ہونے سے پہلے رضوان جنت کو اپنا منتظر دیکھتا ہے۔ اگر کوئی حاجت مند اس سورۃ کو پڑھے تو اس کی حاجت پوری ہو جاتی ہے اور کوئی خوف زدہ پڑھے تو اس کا خوف جاتا رہتا ہے۔ بھوکا پڑھے تو سیر پیاسا پڑھے تو سیراب ہو جاتا ہے۔

جو شخص اس سورۃ کو جمعہ کی رات میں پڑھے تو صبح اس کے سب گناہ بخشے ہوئے ہوتے ہیں اور جو شخص سورۃ دخان اور سورۃ یٰسین کو جمعہ کی رات کے وقت ثواب کے یقین کے ساتھ پڑھے تو اس کے سب پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

سورۃ یٰسین کی فضیلت میں اور بھی بہت ساری احادیث ہیں مگر یہاں طوالت سے بچتے ہوئے انہیں کو کافی سمجھا گیا ہے۔ حضرت سہل بن عبد اللہ تستری فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابراہیم بن ادھم کی خدمت میں آ کر کہا آپ سورۃ یٰسین کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس میں ایک اسم ہے جسے وہ معلوم ہو جائے اور وہ اس اسم سے دعا مانگے تو وہ دعا قبول ہو جاتی ہے۔ خواہ دعا مانگنے والا گناہگار ہی کیوں نہ ہو۔ جب کوئی آدمی کسی غم میں مبتلا ہو تو وہ سورۃ یٰسین پڑھ کر یوں دعا مانگے۔

سُبْحَانَ الْمُمْرِجِ عَنَّمْ كُلِّ مَهْمُومٍ سُبْحَانَ الْمُتَّقِسِ عَن كُلِّ مَكْرُوبٍ مَدْيُونٍ سُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ خَزَائِنَهُ بَيْنَ الْكَافِ وَالنُّونِ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ، كُنْ فَيَكُونُ فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ يَا مُفْرِجَ الْهَمِّ فَرِّجْ لِي ۳ بار کہے۔

سورۃ یٰسین گلاب و زعفران سے سات بار لکھ کر سات روز تک مسلسل روزانہ ایک بار پیتا رہے تو وہ آدمی مناظر میں مخالف پر

غالب رہے گا۔ لوگوں میں اس کی عزت ہوگی اگر کسی کے پیشاب میں رکاوٹ ہے وہ پیئے تو اس کی یہ تکلیف جاتی رہے گی اگر دودھ والی عورت پیئے تو اس کا دودھ بہت ہو جائے گا۔

اگر کوئی آدمی سورہ یسین لکھ کر اپنے سر سے باندھے تو نظر بد سے جنون سے، موذی جانوروں سے اور دوسری تکلیفوں سے محفوظ رہے گا۔ کلبی کہتے ہیں کہ ایک آدمی کے ہاتھوں بھول کر کوئی قتل ہو گیا مقتول کے وارث کو اس پر ضد تھی کہ اس نے جان بوجھ کر قتل کیا ہے چنانچہ وہ قاتل کو قتل کرنے کے لئے تلاش کر رہا تھا۔ قاتل کو کسی نیک آدمی نے کہا اگر تو اپنی بات میں سچا ہے کہ تو نے اسے جان بوجھ کر قتل نہیں کیا تو اپنے گھر سے نکلنے سے پہلے سورہ یسین پڑھ لیا کر اگر تو اس کے سامنے بھی ہوگا تو وہ تجھے نہیں دیکھ سکے گا۔ چنانچہ وہ اسی طرح کرتا اور اس سے محفوظ رہتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب قریش رات کو قتل کرنے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے آئے اور ان کے سروں پر خاک ڈالی مگر وہ آپ کو نہ دیکھ سکے۔

جو شخص کسی ظالم بادشاہ سے ڈرتا ہو یا اسے ناحق قتل کرنا چاہتا ہو یا کوئی چلتے چلتے راستہ بھول گیا ہو تو وہ سورہ یسین کو پڑھ کر یہ پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ. بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّمَعِ اسْمُهُ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمٰوٰتِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ فُلَانٍ بِنِ فُلَانَةٍ

وجعلنا من بین ایدیہم سداً و من خلفہم سداً..... لا یبصرون

① اگر یہ آیت لکھ کر یا تانبے یا سونے کی پتری پر کندہ کر کر ڈھال کی مٹھی پر چسپاں کر دیا جائے تو دشمن شکست کھائیں گے یا ہلاک ہو جائیں گے۔

② جو شخص سوتے ہوئے اس آیت کو پڑھ کر سوئے تو وہ چوروں سے محفوظ رہے گا۔

③ اگر دو آدمیوں کا آپس میں جھگڑا ہو رہا ہو اور وہاں کوئی یہ آیت پڑھ دے تو ان میں سے جو ظالم ہے رسوا ہوگا۔

انا نحن نحی الموتی..... مبین

اگر باغ میں پھل نہ لگتا ہو یا زمین بخر ہو رہی ہو یا مردہ دلوں کو زندہ کرنا ہو تو روزہ کے ساتھ با وضو ہو کر ان آیات کو گلاب، مشک اور زعفران سے کسی نئے پاک برتن میں لکھ کر اوپر تمام سورہ پڑھے پھر اسے بارش کے پانی سے دھو کر باغ کے درختوں کی جڑوں میں یا بے آباد زمین میں یا گھر و دکان میں چاند کی پہلی جمعرات سے لے کر تین دن تک چھڑ کے روزانہ ایک مرتبہ۔

اگر کندہ بنی اور نسیان ہو مذکورہ بالا ترکیب سے بنائے ہوئے پانی میں شربت ترنج ملا کر سات دن تک ہر روز سات گھونٹ نہار منہ پیئے اور پینے کی ابتداء ہفتہ کے دن سے یا جمعرات کے دن سے کرے۔ اور اگر ان آیات پر ذیل کے الفاظ بھی پڑھے جائیں تو بہت جلد کامیابی ہوگی۔

اَللّٰهُ مُحِیُّ الْمَوْتِیْ وَ جَامِعُ الشَّتَاتِ وَ مُخْرِجُ بَرَکَاتِ الْاَرْضِ لَا یَغْرُبُ عَنْ عِلْمِہِ شَیْءٌ بِقُدْرَتِہِ

ان كانت الا صبيحةً واحدةً فاذا هم خامدون.

جب دشمن سامنے آجائے تو قبلہ رخ ہو کر پڑھے۔ اللہ الغالب اللہ القاهر مدل کل جبار عنيد ناصر الحق حيث كان بيديه الحول والقوة والسلطان ان كانت الا صبيحةً واحدةً فاذا هم خامدون دشمن گھبرا کر بھاگ جائے گا۔
وآية لهم الارض الميتة..... لا يعلمون باغ يا كھيت میں بہتری و برکت کے لئے ان آیات کو مٹی کے برتن میں اور ریحان کے پانی سے جس میں مشک اور زعفران گھولی گئی ہو لکھ کر بارش کے پانی سے دھو کر باغ یا زمین میں چھڑک دے تو بہت ہی نفع ملے گا۔

ان كانت الا صبيحةً واحدةً..... محضرون

اگر کسی آدمی کے پاس جن اس کے بلانے پر حاضر ہوتے ہیں اور کبھی وہ حاضر نہ ہو رہے ہوں تو پہلے جو قسم وغیرہ انہیں دے کر بلا تا ہے اس میں یہ آیت بھی ملا کر بلائے و نفع في الصور..... محضرون تک تو جن بہت جلد حاضر ہو جائیں گے۔

من يحيى العظام و هي رميم..... عليهم

اگر اس آیت کو روغن زیتون پر پڑھ کر کسی اترے ہوئے یا ٹوٹے ہوئے یا ست عضو پر مالش کرے تو وہ صحیح ہو جائے گا۔

سورة صافات

- ① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو شخص یہ سورۃ پڑھے اس سے شیطان دور ہو جاتا ہے۔
- ② جو شخص اس سورۃ کو لکھ کر اس گھر میں رکھ دے جس میں جن رہتے ہوں تو وہ جن گھر والوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔
- ③ جو شخص اس سورۃ کو لکھ کر اور اسے دھو کر پھر اس پانی سے نہائے تو اس کا خوف و گھبراہٹ اور کپکپی جاتی رہتی ہے۔

والصفت صفاً..... شهاب ثاقب

اگر لوہان اور سندروس کی دھونی دے اور ان آیات کو پڑھ کر کہے احضریا فلان اور جنوں کے بادشاہ کا نام لے تو وہ حاضر ہو جائے گا۔

سورة ص

- ① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو شخص سورۃ ص پڑھے اللہ تعالیٰ اس کو ہر گناہ سے محفوظ رکھے گا۔
- ② جو شخص اس سورۃ کو شیشہ کے برتن میں لکھ کر قاضی یا کو توال کی جگہ رکھ آئے تو تین دن سے پہلے اس کی لغزش اور نقص ظاہر ہو جائے گا اور اس کے بعد اس کا حکم نافذ نہ ہو سکے گا۔ ارکض برجلک هذا مغتسل بارد و شراب کنواں یا چشمہ وغیرہ کھودتے وقت اس آیت کا ورد جاری رکھا جائے تو وہاں سے میٹھا پانی نکلے گا۔

سورة زمر

- ① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو آدمی سورۃ زمر پڑھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی امید نہ توڑیں گے اور اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے برابر اجر عطا فرمائیں گے۔

② جو شخص اس سورۃ کو لکھ کر اپنے بازو پر باندھے یا اپنے بستر یا اپنے گھر میں رکھ دے تو اللہ تعالیٰ اس کے کاموں میں برکت عطا فرمائے گا اور لوگ ہمیشہ اس کے شکر گزار ہوں گے۔ و نفع فی الصور..... وہم لا یظلمون
اگر کوئی اس آیت کو پڑھ کر دشمن کے سامنے سے اس کے منہ پر پھونک دے تو دشمن غمگین اور خاموش ہو جائے گا۔

سورۃ عاقر

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص جنت کے سرسبز باغات کا مالک بننا چاہتا ہے تو اسے وہ احم والی سورتوں کو پڑھنا چاہئے۔

② حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر شی کا مغز ہوتا ہے اور قرآن کریم کا مغز حم والی سورتیں ہیں۔

③ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو شخص حم المومن سے لے کر ایہ المصیر تک اور آیۃ الکرسی صبح کے وقت پڑھے وہ شام تک محفوظ رہے گا اور اگر شام کو پڑھے وہ صبح تک حفاظت میں رہے گا۔

④ اور اسی طرح دعا مانگنی چاہئے۔

يَا غَافِرَ الذَّنْبِ اعْفِرْ لِي يَا قَابِلَ التَّوْبِ تَقَبَّلْ تَوْبَتِي يَا شَدِيدَ الْعِقَابِ اعْفُ عَنِّي يَا ذَا الطُّوْلِ تَطَوَّلْ عَلَيَّ بِخَيْرِكَ
⑤ اگر یہ سورۃ رات کے وقت لکھ کر باغ یا دکان کی دیوار پر لگائی جائے تو اس میں بہت برکت ہوگی۔

⑥ اگر کسی آدمی کو زخم ہوں تو اس کے گلے میں سورۃ عاقر لکھ کر پہنا دی جائے اس کے زخم اچھے ہو جائیں گے۔

⑦ اگر اس سورۃ کو لکھ کر اس کے پانی سے آٹا گوندھ کر روٹی پکا ڈیا جائے۔ جب وہ روٹی سوکھ جائے تو پیس کر برتن میں محفوظ کر کے رکھ دے۔ جس آدمی کے دل یا جگر یا تلی میں درد رہتا ہو اسے وہ سفوف تھوڑا سا کھلایا جائے یا پلایا جائے درد ختم ہو جائے گا۔

رفیع الدرجات ذوالعرش..... الحساب

اگر کسی سے کوئی معلومات حاصل کرنی ہوں اور وہ نہ بتا رہا ہو تو اس آیت کو ہرن کے چمڑے پر جب وہ سویا ہوا ہو خواہ مرد ہے یا عورت اس کے سینہ پر رکھ دی جائے تو خود بخود بتا دے گا بشرطیکہ اس کے ان رازوں کی کسی اور کو خبر نہ دی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی پردہ پوشی پسند ہے۔

فستذکرون ما أقول لكم۔ پوری آیت

جو شخص ان آیات کو لکھ کر پاس رکھے تو ظالم اسے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

الذی جعل لكم الانعام..... تنكرون

اگر کسی دودھ والے جانور کا دودھ کم ہو گیا ہو تو یہ آیت کسی پاک صاف برتن میں لکھ کر اس پانی سے دھولے جس پر کبھی دھوپ نہ پڑی ہو پھر اس دودھ والے جانور کو پلا دے اور اس کے کھانے والے چارہ پر بھی چھڑکے تو دودھ بہت ہو جائے گا۔

سورہ سجدہ

- ① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص خم السجدہ پڑھے اسے اس سورہ کے حروف کا دس گنا ثواب ملتا ہے۔
- ② جو شخص اس سورہ کو لکھ کر گلے میں ڈالے یا بارش کے پانی سے دھو کر اس پانی سے سرمہ پیے تو وہ سرمہ آنکھ کی سفیدی اور رمد اور ناخنہ وغیرہ آنکھ کی بیماریوں میں مفید ہے اور اگر سرمہ نہ ملے تو اسی پانی سے آنکھوں کو دھوتا رہے۔

سربہم آیاتنا..... سورہ کے اخیر تک

جب کوئی مظلوم بے کس ہو اس لئے وہ ظالم کو ظلم سے روک نہ سکتا ہو تو ان آیات کو کسی نابالغ کنواری لڑکی کے کپڑے کے ٹکڑے میں لکھے اور اس کے بعد یہ لکھے۔

كذلك يرى الله فلان بن فلانة لفلان بن فلانة بحوله و قوته من آياته العظمى و قدرته الباهرة ما يروع

حاله و يقل في الظلم عزمه و بصمت لسانه

پھر اس کو نابالغ لڑکی کے ہاتھ سے ظالم کے سر ہانے کے نیچے اس طریقہ سے رکھوائے کہ اسے معلوم نہ ہو تو وہ ظالم خواب میں ایسے نظارے دیکھے گا جن سے خوفزدہ ہو کر وہ اپنے ظلم و ستم سے رک جائے گا۔

سورہ حجرات

- ① یہ سورہ اگر لکھ کر گھر میں لگادی جائے تو اس گھر میں شیطان نہیں آتا۔
- ② اور اگر یہ سورہ لکھ کر اور دھو کر دودھ والی عورت کو پلا دیا جائے تو اس کا دودھ بہت ہو جاتا ہے۔
- ③ اگر عورت حاملہ ہو اور یہ سورہ اسے لکھ کر دھو کر پلا دی جائے تو بچہ ماں کے پیٹ میں ہر تکلیف سے محفوظ رہتا ہے۔
- ④ اگر کوئی آدمی نزع کی تکلیف میں ہو اس کے پاس بیٹھ کر کوئی سورہ حجرات کی تلاوت کرے تو اس پر موت کی سختی کو آسان کر دیا جاتا ہے۔

ق..... كذلك الخروج

- ① اگر کوئی درخت پھل نہ اٹھاتا ہو یا درخت کو پھل تو لگتا ہو مگر محفوظ نہیں رہتا تو موسم بہار کی پہلی بارش کا پانی کسی پاک چکنے برتن یا کسی نئے شیشہ کے برتن میں لے کر ان آیتوں میں سے ہر ایک کو کاغذ کے ایک ٹکڑا پر گلاب و زعفران سے لکھ کر باقی پانی سے طلوع فجر کے وقت ان ٹکڑوں کو دھولے اور دھوتے وقت ان آیتوں کو سات بار پڑھے اور پانی درخت کی جڑ میں چھڑک دے۔ ان شاء اللہ اس درخت کو بہت پھل لگے گا۔

- ② مذکورہ بالا طریقہ سے بنائے ہوئے پانی میں بیج بھگو کر کاشت کیا جائے تو کھیتی بہت عمدہ ہوتی ہے۔

- ③ کسی کے پیٹ میں تکلیف ہو خواہ کسی بیماری کی وجہ سے ہو تو ان آیات کو لکھ کر بارش کے پانی سے دھو کر اسے پلا دیا جائے۔
- ④ کسی بچہ کے دانت آسانی سے نکلنے نظر نہ آتے ہوں تو اس بچہ کو یہ آیات بارش کے پانی سے دھو کر پلا دیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے دانت آسانی نکل آئیں گے۔
- ⑤ کوئی آدمی کسی معاملہ میں خوف زدہ ہو تو اسے بھی اگر یہ آیات لکھ کر اور بارش کے پانی سے دھو کر اسے پلا دی جائیں تو اس کا خوف جاتا رہے گا۔

سورۃ الفتح

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص رمضان کی پہلی رات نفلوں میں یہ سورۃ پڑھے وہ اس سال ہر قسم کی آفت و مصیبت سے محفوظ رہے گا۔

② ایک عارف کہتے ہیں جو آدمی رمضان کا چاند دیکھتے ہی تین بار سورۃ الفتح پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو فراخ دست رکھیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر چیز کا خلاصہ اور مغز ہوتا ہے اور قرآن شریف کا مغز مفصل ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے سات لمبی آیتیں تورات کی جگہ پر اور آیات مثانی انجیل کی اور زبور کی جگہ مرحمت فرمائی ہیں۔ اور مجھے مفصل سے اعزاز و فضیلت بخشی ہے۔ جو شخص مفصل کو لکھ کر لڑائی یا خوف میں اپنے پاس رکھے تو وہ امن میں رہتا ہے۔ (مفصل کو لکھ کر اور دھو کر اگر پیش) نکسیر اور سردی کے بخار والے کو پلا یا جائے تو شفا ہوگی۔

انا فتحنا لک فتحاً مبیناً..... وکان اللہ علیماً حکیماً

جو آدمی یہ چاہے کہ اسے قبولیت عامہ حاصل ہو تو وہ پاک و صاف ہو کر ان آیات کو عرق گلاب (مشک اور زعفران کے ساتھ ہرن کے چمڑے پر لکھے اور اس چمڑے کو اپنی پگڑی یا ٹوپی میں رکھ کر سر میں رکھے۔

جو آدمی دشمنوں کے مقابلہ میں فتح چاہتا ہو وہ جمعرات کی پہلی اور دوسری ساعت میں زرد تانبے کی گول پتری پر ان آیات کو کندہ کرائے اور اپنی ڈھال (یا دوسرے دفاعی سامان) میں میخ سے جوڑ دے اور اسے ساتھ لے کر دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے۔

محمد رسول اللہ..... سورۃ کے آخر تک

جو شخص ان آیات کو ۱۴ رمضان کو یا ۲۴ تاریخ کو سفید ریشمی کپڑے میں عرق گلاب اور مشک و کافور سے لکھ کر ہرن کے چمڑے میں لپیٹ کر اپنے پاس رکھے وہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔ اگر درخت سے باندھ دے تو اس میں خوب برکت ہو گی۔ اگر کوئی بوڑھا شخص اپنے پاس رکھے تو وہ طاقت ور رہے گا۔ اس آیت میں سارے کے سارے حروف تہجی موجود ہیں

اور اسی طرح سورہ آل عمران کی آیت ثم انزل علیکم الخ میں بھی تمام حروف تہجی پائے جاتے ہیں۔ جو شخص ان دو آیتوں کو کثرت سے پڑھے اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ اور اس کو تنگدستی سے نجات ملتی ہے اور نیکی کے کاموں میں اس کے بہت مددگار بن جاتے ہیں اور دنیا و آخرت کی بھلائی ملتی ہے۔

سورہ محمد

① جو شخص اس سورہ کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ ضرور اسے جنت کی نہروں سے سیراب کرے گا۔

② جو شخص اس سورہ کو لکھے اور زمزم کے پانی سے دھو کر پی لے تو وہ لوگوں کا محبوب بن جائے گا۔ اس کا حافظہ قوی ہو جائے

گا جو بات سنے گا وہ یاد رہے گی۔

③ اس سورہ کو لکھ کر اور دھو کر اس کے پانی سے بیمار کو نہلایا جائے تو تندرست ہو جائے گا۔

ان الذین کفروا..... ولن یتروکم اعمالکم

اس آیت کو ڈھال پر کندہ کر کے اگر دشمن کا سامنا کرے تو دشمن کو شکست ہوگی۔

ان الذین کفروا فتعسأ لہم..... فاحبط اعمالہم

اگر دوران جنگ میدان جنگ سے مٹی کی ایک مٹھی لے کر اس پر یہ آیت پڑھ کر دشمن کے چہرے پر مار دے تو دشمن مغلوب اور ذلیل ہوگا۔

سورہ احقاف

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص سورہ احقاف کو پڑھے۔ اسے دنیا کی ہر چیز کی تعداد کے برابر

دس دس نیکیاں ملیں گی اور دس دس برائیاں نامہ اعمال سے مٹائی جائیں گی اور دس دس درجات بلند ہوں گے۔

② جو شخص اس سورہ کو لکھ کر اپنے گلے میں لٹکائے وہ بیداری و نیند ہر حالت میں جنات اور دیگر ہر خوفناک

کے شر سے محفوظ رہے گا۔

③ اگر اس سورہ کو لکھ کر سر ہانے کے نیچے رکھ کر سو جائے تو رات کو کوئی چور یا جن وغیرہ اس کے قریب نہ آئے گا۔

واذکر افعالہم..... وکذلک تجزی المجرمین

اگر کوئی بے دین ظالم و فرعون صفت دشمن ہو تو اس کے ہلاک و برباد کرنے کے لئے یہ آیات بہت مفید ہیں۔ طریقہ یہ ہے

کہ سات بیکار کنوؤں کا پانی لا کر اس پر ان آیات کو ہفتہ کے دن سے لے کر جمعہ کے دن تک سات دن مسلسل چاند کے آسمانی

عشرہ میں پڑھے (ہر روز سورج طلوع ہونے سے پہلے اور سورج غروب ہونے کے وقت سات سات بار پڑھے پھر آئندہ

کے دن اس پانی کو چار گھڑوں میں ڈال کر کسی نابالغ لڑکے کے ہاتھوں انہیں کسی الگ کونہ میں رکھو ادھے۔ جب ضرورت آتی تو

دشمن کے گھریا جہاں چاہے اس پانی کو چھڑکوا دے۔ بہت جلد مقصد حاصل ہو جائے گا۔
مگر اس بات کا دھیان ضرور رہے کہ یہ عمل اسی کے لئے کیا جائے جو بدین و ملحد اور ظالم ہونا حق کسی پر ایسا عمل کرنا سخت گناہ ہے۔
واذ صرفنا الیک نفراً من الجن..... فی ضلل مبین
ان آیات کو پڑھنے سے جن بہت جلد حاضر ہو جاتے ہیں۔ ان آیتوں کو ہر عزیمت کے بعد پڑھے۔

سورۃ دخان

- ① حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص رات کے وقت سورۃ حم الدخان پڑھے ستر ہزار فرشتے اس کے لئے مغفرت کی دعا مانگتے ہیں اور صبح تک اس کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔
- ② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے عالم ملکوت میں سورۃ حم کا نام ”مبارکہ“ ہے کیونکہ اس کے پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے برکت بھیجتے ہیں۔
- ③ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص اس سورۃ کو جمعہ کی رات کو پڑھے وہ صبح تک بخش دیا جاتا ہے اور جو جمعہ کے دن کو پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتے ہیں۔
- ④ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو شخص جمعہ کی رات سورۃ حم دخان اور سورۃ یسین کو یقین کے ساتھ ثواب کی نیت سے پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے سب گزشتہ گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔
- ⑤ جو شخص اس سورۃ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے وہ ہر شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور لوگ اس سے ڈرتے ہیں۔
- ⑥ جو شخص پیش کا مریض ہو وہ اس سورۃ کو لکھ کر دھو کر پی لے تو فائدہ ہوگا۔

حَمِّ وَرَبِّ ابْنِكُمْ وَالْأُولَئِينَ تَك

جو آدمی ان آیات کو شعبان کی پہلی رات میں عشاء کے بعد دس بار پڑھے پھر چودھویں رات کو تیس مرتبہ پڑھے اور پھر جو دعا مانگنی ہو مانگے بہت جلد قبول ہوگی۔

ان المتقين فی مقام امین الخ جس آدمی کو اندیشہ ہو کہ میرا دم مقابل مجھے مغلوب ولا جواب کر دے گا تو وہ پاک صاف ہو کر اور پاکیزہ لباس پہن کر عصر کی نماز کے بعد ان آیتوں کو کسی پاکیزہ اور نئے سفید کپڑے میں عرق گلاب اور مشک اور زعفران اور کافور سے لکھ کر اپنی جیب میں رکھے اور اپنے دم مقابل سے ملے تو ان شاء اللہ اس پر غالب آئے گا۔

سورۃ جاثیہ

- ① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص سورۃ جاثیہ پڑھے وہ قیامت کے دن حساب کے وقت نہیں

ڈرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔

② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص سورہ جاثیہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت کی ہر سختی و تنگی سے محفوظ رکھیں گے۔

③ جو آدمی اس سورت کو لکھ کر اپنے پاس رکھے یا گلے میں لٹکائے وہ ہر چغل خور کی چغل خوری سے محفوظ رہے گا اور کوئی اس کی غیبت نہیں کرے گا۔

④ اگر بچہ کے پیدا ہوتے ہی اس کے گلے میں سورہ جاثیہ لکھ کر لٹکا دی جائے تو وہ بچہ ہر سختی سے محفوظ رہے گا۔

حتم..... یوقنون

① پاک صاف ہو کر روزہ رکھے اور روزہ کے ساتھ جھاؤ کی لکڑی پر ان آیات کو لکھ کر اس لکڑی کو کنوئیں یا نہر میں چھوڑ دے۔ پھر وہاں سے پانی لے کر پودوں اور درختوں کی جڑوں میں چھڑکے گا تو وہ خوب پھلیں پھولیں گے۔ یا اپنے کاروبار کی جگہ میں کہیں چھڑکے گا تو خوب رزق ملے گا۔

ویل لکل افاک ائیم..... الیم تک اور ولقد فتا قبلہم قوم فرعون وما کانوا منظرین تک یا ولہم عذاب عظیم تک اگر کسی آدمی سے کوئی کام کرانا ہو تو ان آیات کو اپنی دہنی ہتھیلی پر تین بار لکھ کر بند کر لے یا دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی اس پر رکھ دے اور مطلوبہ آدمی کے سامنے جا کر ہتھیلی کھول دے تو وہ آدمی اس کا کام پورا کر دے گا۔

② اگر کسی دشمن کی کشتی وغیرہ غرق کرنا مقصود ہو تو پکی ہوئی مٹی کی سات ٹھیکریاں لے۔ جب تہائی رات گزرنے کے بعد اٹھ کر پاک صاف ہو تو ان ٹھیکریوں میں سے ہر ایک کو تین تین بار پلٹائے اور سات بار ان پر تکبیر پڑھے پھر ان پر ان آیات کو سات دفعہ لکھ کر یہ پڑھے۔

لَا رَجْعَةَ وَلَا نَجْعَةَ وَلَا قُوَّةَ وَلَا سُلْطَانَ وَ لَيْدًا وَ لَا بَطْشَ وَ لَا نَصْرَ وَ لَا ظَفَرَ وَ لَا اسْتَظْهَارَ وَ لَا غَلْبَةَ وَ لَا اِقْبَادَ لِفُلَانِ بْنِ فُلَانَةٍ
(دشمن کا نام اور اس کی ماں کا)

پھر ان ٹھیکریوں کو خوب کوٹ کر کشتی یا کسی میں پھینک دے تو عجیب نظارہ دیکھے گا۔

الذین سخر لکم البحر..... يتفكرون

جو شخص جنگل یا دریا میں شکار کرنا چاہے وہ قلعی کا پیالہ لے کر جب چاند منزل فرغ موخر میں ہو اس پیالہ سے ایک تختی سے بنوا کر اس پر ان آیات کو کندہ کر کے اس جال میں رکھ دے اور جال کو دریا یا جنگل میں جہاں ڈالے گا شکار ہر طرف سے جال میں جمع ہو جائے گا۔

اور اگر ان آیات کو جھاؤ کی لکڑی کی ایک تختی پر لکھ کر جال کے ایک سرے سے باندھ دے تو اس جال میں بہت عمدہ شکار پھنسے گا۔ اور اگر شکاری اس تختی کو جنگل میں لے جائے تو پرندے اور جانور اس شکار کے پاس آ جمع ہوں گے۔

حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی رحمہ اللہ (تلمیذ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ) کی نایاب قرآنی تفسیر ”تفسیر میرٹھی“ سے منتخب آیات کے فضائل و خواص

سورہ لقمان خاصیت آیت 16

خواص - یعنی انہا ان الخ تک اگر کسی شخص کی کوئی چیز گم ہو جاوے تو چاہئے کہ اول ایک سو انیس بار اس آیت کو یا ت بہا اللہ تک پڑھے۔ ان شاء اللہ وہ کھوئی ہوئی چیز ضرور مل جاوے گی مگر شمار میں کمی زیادتی نہ ہونے پاوے۔

فضیلت سورہ سجدہ

فضائل - (سورہ السجدہ) حدیث میں وارد ہے کہ جو کوئی اس سورہ سجدہ اور سورۃ ملک کو رات کے وقت پڑھے اس کو شب قدر کے عمل کے برابر ثواب ہوگا۔

سورہ احزاب خاصیت آیت 56

فضائل - صلوا علیہ الخ السلام علیک ایہا النبی الخ تو سلام ہے اور اللہم صل علی محمد الخ درود۔ دونوں حکم کی تعمیل نماز کے قعدہ اخیرہ میں ہو جاتی ہے۔ درود و سلام کے فضائل بے شمار ہیں۔ فلاح و برکات دارین جسمانی اور روحانی شفا حاجت روائی قرب الہی کشف قلوب قبولیت دعا دفعیہ رنج و پریشانی۔ غرض ہر امر کے لئے تیر بہدف ہے۔ ایک مرتبہ درود پڑھنے والے پر اللہ کی طرف سے دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

سورہ یسین فضائل و خواص

خواص - سورۃ یسین جو شخص حالت نزاع میں گرفتار ہو اور اس پر یہ مقدس سورت پڑھی جاوے تو موت و سکرات کی سختی اس پر آسان ہوگی اور جو حاجت مند ہو اس مبارک سورۃ کو چاشت کے وقت پڑھے اور اپنی حاجت اللہ پاک سے طلب کرے تو ضرور اس کی حاجت روا ہوگی۔ ایک فائدہ جو اکثر تجربہ میں آیا ہے یہ ہے کہ جس شخص کو تلاش معاش ہو اس کو چاہئے کہ اتوار کے غرہ سے اس کا عمل شروع کریں اس طرح کہ اکتالیس بار اول و آخر درود پڑھے بعدہ اس سورت کو اول سے لفظ یسین تک پڑھے پھر لفظ

مبین سات بار کہہ کر شروع سے پھر پڑھے اور دوسرے لفظ مبین پر پہنچ کر مبین کو سات مرتبہ پڑھے پھر شروع سے پڑھے۔ تیسرے مبین پر بھی اسی طرح کریں غرض ہر مبین پر پہنچ کر مبین کے لفظ کو سات بار پڑھے اور شروع سورت سے پڑھے ساتوں مبین پر اسی طرح کرنے کے بعد تمام سورت ایک مرتبہ پڑھے اور پھر بعد درود کے دعائے نگو چالیس روز تک ایسا ہی کرے بعد نماز صبح یہ عمل شروع کرے اور طلوع آفتاب سے پہلے ختم ہو جانا چاہئے۔ غالب تو یہ ہے کہ اول ہی چلہ میں کامیاب ہو جائے اگر نہ ہو تو دوسرا چلہ اسی طرح کرے انشاء اللہ ضرور مراد کو پہنچے گا۔ لڑکیوں کی شادی کے انجام اور منگنی کے انصرام کے لئے اکتالیس مرتبہ پڑھنا چاہئے۔ اس سورت کا لکھ کر اور دھو کر پلانا و جمع مفصل کے لئے نافع ہے۔ اس مقدس سورۃ کے لکھنے اور پڑھنے کا ثواب دس قرآن مجید کے ثواب کے برابر ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن شریف کا دل یسین ہے اس کی تلاوت کرنے والے کے لئے جنت کے آٹھویں دروازے کھل جائیں گے تاکہ جس دروازے میں سے چاہے اندر داخل ہو۔ فضائل۔ جو مسلمان روز آخرت پر یقین رکھنے والا اس مقدس سورت کو پڑھے گا اس کی مغفرت ہوگی۔ جو شخص خلوص نیت سے لوجہ اللہ شب کو پڑھے گا قیامت کے روز بخشا جائے گا اور جو ہر رات تلاوت کرے گا وہ شہید مرے گا۔

سورہ یسین خاصیت آیت 58

خواص۔ اپنے نام کے اعداد کی شمار کے موافق سلام قولاً من رب رحیم کا وظیفہ صفائی قلب کے لئے نہایت مفید ہے۔

سورہ ص خاصیت آیت 34

خواص۔ ولقد فتنا لجن جس شخص کو آسب کا خلل ہو اس کے بائیں کان میں یہ آیت تم اتاب تک سات بار پڑھے انشاء اللہ صحت ہوگی۔

فضیلت سورہ مؤمن

فضائل۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ سورتیں جن کے شروع میں تم ہے مجھ کو الواح موسیٰ علیہ السلام سے مرحمت ہوئی ہیں۔

فضیلت سورہ دخان

فضائل۔ ترمذی شریف میں وارد ہے کہ جو شخص اس سورہ مقدسہ کو شب جمعہ میں پڑھے اس کی مغفرت ہو جائے۔



عام فہم منفرد اردو تفسیر

حَقِيقَةُ الْقُرْآنِ

کامل تین جلد

دور حاضر کی ضروریات و حالات کے مطابق قرآن کریم کی جامع و نایاب تفسیر... قدیم و جدید
اعتراضات اور ادیان باطلہ کا جواب علمی رد اور بہت سی امتیازی خصوصیات کی حامل پہلی مکمل تفسیر
جسے حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ نے حرفاً حرفاً نظر فرما کر تصدیق ثبت فرمائی

بامحاورہ ترجمہ و نظر ثانی

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

تفسیر: حضرت مولانا حبیب احمد کیرانوی رحمہ اللہ

عنوانات: حضرت مولانا مفتی ظفر الدین صاحب

(مرتب: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

ادارہ تالیفات اشرفیہ

چوک فوارہ ملت ان پکستان

[061-4540513-4519240]

تمام امور سے متعلق ہزاروں مستند احادیث کا جدید مجموعہ

مَعَارِفُ السُّنَنِ

5 جلدوں پر مشتمل مکمل سیٹ

دور حاضر کے مطابق ایک مسلمان کی زندگی کے تمام امور سے متعلق ہزاروں مستند احادیث مع اعراب و ترجمہ اور عام فہم تشریح... احادیث مبارکہ کی معروف و مستند کتب بخاری و مسلم جیسی عظیم کتب کے مطالعہ کا ذوق رکھنے والوں کیلئے ایک سدا بہار گلدستہ... ہر مسلمان کیلئے تمام معاملات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنے کا جدید و مکمل نصاب... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت... عظمت و عقیدت اور اطاعت کا جذبہ بیدار کرنیوالی کتاب... جس کا مطالعہ ہر مسلمان کو اتباع سنت کیلئے متحرک کرتا ہے... نیز جدید و اہم مسائل کے بارہ میں اکابر مشائخ کے گراں قدر مقالات جن سے فہم حدیث کا ذوق پیدا ہوتا ہے۔

حسب فرمائش

فقیر العصر حضرت مولانا مفتی عبدالرشید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
(رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان)

مؤقبین

مولانا عبدالاحد بلال مولانا حبیب الرحمن
(ازفضلاء جامعہ خیر المدارس ملتان)

مجموعہ افادات

حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ
استاذ المحدثین حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ
وکیل احناف حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الہی مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ
شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی
و دیگر اکابرین

چوک فوارہ ملت ان پکستان
ادارہ تالیفات اشرفیہ
(0322-6180738, 061-4519240)